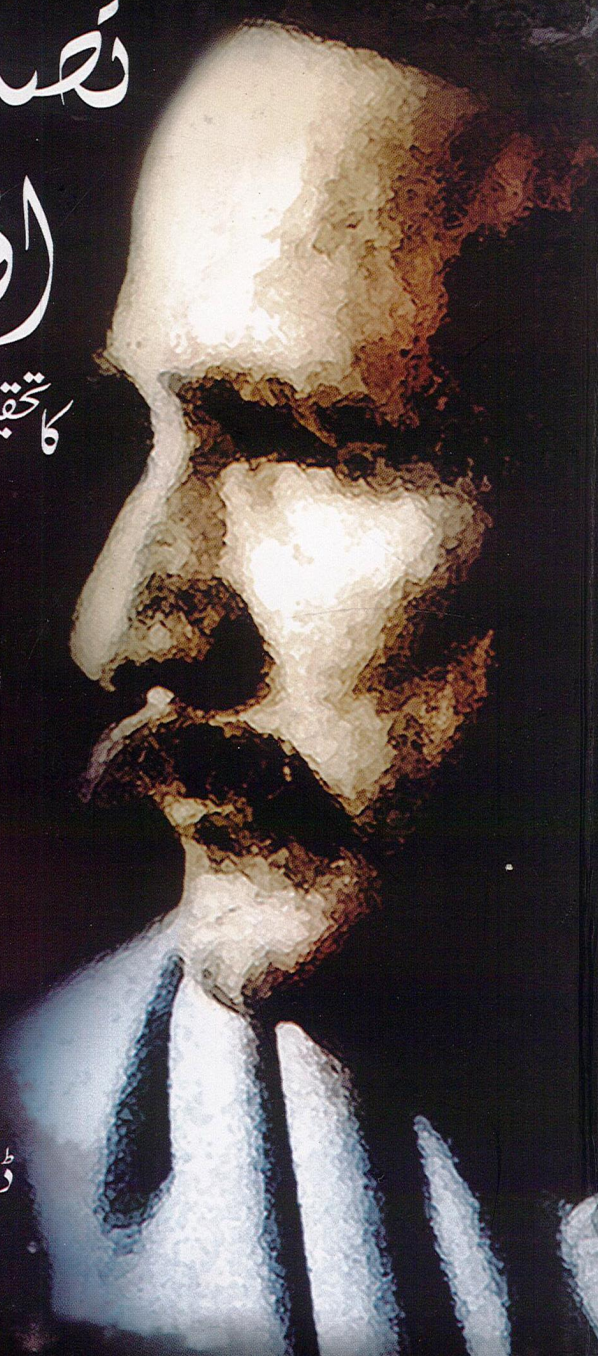


قصائید اقبال

کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی



تصانیفِ اقبال

کا

تحقیقی و توضیحی مطالعہ

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

اقبال اکادمی پاکستان

جملہ حقوق محفوظ

ناشر
محمد بخش سائگی

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

حکومت پاکستان

قومی تاریخ و ادبی ورثہ ڈویژن

وزارت اطلاعات، نشریات، قومی تاریخ و ادبی ورثہ

چھٹی منزل، ایوان اقبال، لاہور

Tel: [+92-42] 3631-4510, 9920-3573

Fax: [+92-42] 3631-4496

Email: info@iap.gov.pk

Website: www.allamaiqbal.com

ISBN 978-969-416-532-5

۹ نومبر ۱۹۸۲ء

طبع اول:

۲۰۰۱ء

طبع دوم:

۲۰۱۱ء

طبع سوم (نظر ثانی اور اضافوں کے ساتھ):

۲۰۱۸ء

طبع چہارم (نظر ثانی اور اضافوں کے ساتھ):

۵۰۰

تعداد:

۸۲۰/- روپے

قیمت:

۲۰/- امریکی ڈالر

عدن پرنٹرز، لاہور

مطبع:

محل فروخت: ۱۱۶، میکورڈ روڈ، لاہور، فون: ۳۷۳۵۷۲۱۳

دادا مرحوم

عالم شاہ قریشی
(م: ۳ جون ۱۹۶۹ء)

کی یاد میں



پنجاب یونیورسٹی لاہور

نے اس مقالے پر مؤلف کو ۱۹۸۱ء میں

پی ایچ ڈی

کی ڈگری عطا کی۔ مقالہ ڈاکٹر وحید قریشی کی راہ نمائی میں تحریر کیا گیا تھا، اور
پروفیسر جگن ناتھ آزاد اور ڈاکٹر شمس الدین صدیقی بیرونی ممتحن تھے۔



ترتیب

۹	رشید حسن خاں	تقدیم
۱۱	مؤلف	دیباچہ: طبع چہارم
۱۵	مؤلف	دیباچہ: طبع سوم
۲۳	مؤلف	دیباچہ: طبع دوم
۳۱	مؤلف	حرف آغاز: دیباچہ طبع اول
۳۷		باب ۱: اُردو کلام کے مجموعے
۸۹		باب ۲: فارسی کلام کے مجموعے
۲۱۳		باب ۳: مکاتیب کے مجموعے
۲۸۳		باب ۴: مستقل نثری تصانیف
۳۲۹		باب ۵: متفرق نثری مجموعے
۳۸۳		باب ۶: ملفوظات کے مجموعے
۴۰۷		باب ۷: اقبال کی مرتبہ درسی کتابیں
۴۳۳		ضمیمے
۵۰۳		کتابیات
۵۱۵		اشاریہ



تفصیل ابواب

۱- اُردو کلام کے مجموعے

۳۸	(الف) اُردو میں شعر گوئی
۵۲	(ب) اُردو کلام کے مجموعے:
۵۲	بانگِ درا، ۳ ستمبر ۱۹۲۳ء
۵۹	بالِ جبریل، جنوری ۱۹۳۵ء
۶۵	ضربِ کلیم، جولائی ۱۹۳۶ء
۶۸	ارمغانِ حجاز (اُردو) [نومبر ۱۹۳۸ء]
۷۱	(ج) کلیاتِ اقبال، اُردو

۲- فارسی کلام کے مجموعے

۹۰	(الف) اقبال کی فارسی گوئی
۱۰۲	(ب) فارسی کلام کے مجموعے:
۱۰۲	اسرارِ خودی، ۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء
۱۲۰	رموزِ بے خودی، ۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء
۱۲۵	اسرارِ رموز (یکجا)، ۱۹۲۳ء
۱۳۸	پیامِ مشرق، ۵-۹ مئی ۱۹۲۳ء
۱۶۳	زیورِ نغم، جون ۱۹۲۷ء
۱۷۰	جاوید نامہ، فروری ۱۹۳۲ء
۱۷۶	مسافر، ۱۹۳۳ء
۱۷۸	مثنویِ پس چہ باید کرداے اقوامِ مشرق، اکتوبر ۱۹۳۶ء
۱۸۰	مثنویِ پس چہ باید کردے --- مسافر، ۱۹۳۶ء
۱۸۲	ارمغانِ حجاز [نومبر ۱۹۳۸ء]

۱۸۵

(ج) کلیاتِ اقبال، فارسی

۳- مکاتیب کے مجموعے

- ۲۱۴ (الف) اقبال کی خطوط نویسی
- ۲۲۱ (ب) مکاتیب کے مستقل مجموعے
- ۲۲۱ شاد اقبال، ۱۹۳۲ء
- ۲۲۵ اقبال بنام شاد، ۱۹۸۶ء
- ۲۲۵ اقبال نامہ، اول [۱۹۳۳ء]
- ۲۳۳ اقبال نامہ، دوم، ۱۹۵۱ء
- ۲۳۹ اقبال نامہ [یک جلدی اشاعت]
- ۲۴۰ مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خاں مرحوم، ۱۹۵۴ء، ۱۹۸۶ء، ۱۹۹۵ء، ۲۰۰۶ء
- ۲۴۳ مکتوبات اقبال، ستمبر ۱۹۵۷ء
- ۲۴۷ انوار اقبال، مارچ ۱۹۶۷ء
- ۲۵۵ مکاتیب اقبال بنام گرامی، اپریل ۱۹۶۹ء
- ۲۵۷ خطوط اقبال، ۱۹۷۶ء
- ۲۶۰ خطوط اقبال بنام بیگم گرامی، جنوری ۱۹۷۸ء
- ۲۶۲ اقبال: جہان دیگر، ۱۹۸۳ء
- ۲۶۳ مکتوبات اقبال بنام چودھری محمد حسین، ۱۹۹۸ء
- ۲۶۳ Letters of Iqbal to Jinnah، ۱۹۳۳ء
- ۲۶۵ Iqbal's Letters to Attiq Begum، فروری ۱۹۴۷ء
- ۲۶۶ Letters and Writings of Iqbal، نومبر ۱۹۶۷ء
- ۲۶۸ Letters of Iqbal، ۱۹۷۸ء
- تکراری مجموعے (روح مکاتیب اقبال - اقبال نامے -)
- ۲۷۳ مکاتیب سر محمد اقبال بنام سید سلیمان ندوی - علامہ اقبال کے ۱۰۱ شاہکار خطوط
- ۲۷۶ (ج) کلیاتِ مکاتیب اقبال
- ۲۸۰ کلیاتِ مکاتیب اقبال (مظفر حسین برنی)

۴- مستقل نثری تصانیف

- ۲۸۴ (الف) اقبال کی نثر نویسی
- ۲۹۱ (ب) نثری تصانیف
- ۲۹۱ علم الاقتصاد [نومبر ۱۹۰۴ء]
- ۳۰۳ The Development of Metaphysics in Persia، ۱۹۰۸ء

۳۱۴

Six Lectures، مئی، ۱۹۳۰ء

۳۲۰

The Reconstruction of Religious Thought in Islam، مئی، ۱۹۳۴ء

۳۲۴

(ج) نثری تصانیف کی تدوین نو

۵- متفرق نثری مجموعے

۳۳۰

(الف) اقبال کی مضمون نویسی

۳۳۲

(ب) نثری مجموعے

۳۳۳

مضامین اقبال، ۱۹۳۳ء

۳۳۷

مقالات اقبال، مئی، ۱۹۶۳ء

۳۴۴

اقبال کے نثری افکار، مارچ، ۱۹۷۷ء

۳۵۲

گفتا راقبال، جنوری، ۱۹۶۹ء

۳۵۵

انوار اقبال، مارچ، ۱۹۶۷ء

۳۵۶

Speeches and Statements of Iqbal، (شاملو) مارچ، ۱۹۴۵ء

۳۶۰

Speeches, Writings and Statements of Iqbal، ۱۹۷۷ء

۳۶۳

Thoughts and Reflections of Iqbal، مئی، ۱۹۶۳ء

۳۶۶

Speeches and Statements of Iqbal، (اے آر طارق)، ۱۹۷۷ء

۳۶۷

Mementos of Iqbal، ۱۹۷۵ء

۳۶۸

Discourses of Iqbal، ۱۹۷۹ء

۳۷۰

Stray Reflections، جون، ۱۹۶۱ء

۳۷۴

تاریخ تصوف، ۱۹۸۵ء

۳۷۵

Bedil in the Light of Bergson، ۱۹۸۸ء

۳۷۷

(ج) متفرق نثری پاروں کی تدوین نو

۶- ملفوظات کے مجموعے

۳۸۴

(الف) ملفوظات اقبال

۳۸۸

(ب) ملفوظات کے مجموعے

۳۸۸

اقبال کے حضور، جولائی، ۱۹۷۱ء

۳۸۹

ملفوظات [اقبال]، اول: سن۔ دوم، ۱۹۳۹ء، سوم، ۱۹۷۷ء

۳۹۵

اقبال علیہ الرحمۃ کے چند جواہر ریزے، ۱۹۴۷ء

۳۹۶

روزگار فقیر، [اول]، ۱۹۵۰ء

۳۹۸

روزگار فقیر، دوم، ۱۹۶۴ء

تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ

۳۹۹

اقبال کے ہم صفیر [۱۹۷۷ء]

۳۹۹

اقبال کے ہم نشین

۴۰۱

مجلس اقبال

۴۰۳

(ج) ملفوظات اقبال کی تدوین نو

۷۔ اقبال کی مرتبہ درسی کتابیں

۴۰۸

(الف) اقبال بحیثیت معلم

۴۱۱

(ب) درسی کتابیں

۴۱۱

اُردو کورس، چھٹی جماعت کے لیے

۴۱۲

اُردو کورس، ساتویں جماعت کے لیے

۴۱۳

اُردو کورس، آٹھویں جماعت کے لیے

۴۱۵

اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے

۴۱۷

آئینہ عجم، ۱۹۲۷ء

۴۱۹

تاریخ ہند، ۱۹۱۳ء

❁ ضمیمے

۴۳۴

(۱) تصانیف اقبال کے کتابیاتی کوائف

۴۷۶

(۲) انگریزی اشارات بسلسلہ دیباچہ ”پیام مشرق“ (ایک غیر مطبوعہ تحریر)

۴۸۱

(۳) The Muslim Community (ایک نایاب مضمون کا مکمل متن)

❁ کتابیات

۵۰۵

الف۔ کتابیں

۵۱۱

ب۔ رسائل و اخبارات

۵۱۳

ج۔ مسودات اور قلمی بیاضیں

۵۱۴

د۔ غیر مطبوعہ خطوط اور یادداشتیں وغیرہ

۵۱۴

و۔ غیر مطبوعہ تحقیقی مقالے

۵۱۵

❁ اشاریہ

❁ عکسی نقول

۵۴

۱۔ سرورق ”بانگِ درا“، طبع اول

۱۱۰

۲۔ سرورق ”اسرارِ خودی“، طبع دوم

۴۳۲

۳۔ مکتوب بنام رابعِ احسن (مصغر) اور مکتوب بنام مولوی صالح محمد (جزوی مصغر)

۲۹۴

۴۔ سرورق ”علم الاقتصاد“، طبع اول

۳۰۹، ۳۰۸

۳۳۱

۳۱۴

۳۲۳

۳۲۶

۳۲۷

۳۲۹

۵-Development کے دستوں کے سرورق

۶-سرورق ”اقبال نامہ“ اڈل

۷-سرورق ”اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے“

۸-سرورق تاریخ ہند (نسخہ اکادمی)

۹-سرورق تاریخ ہند (نسخہ کفایت)

۱۰-سرورق تاریخ ہند (نسخہ سنجر پور)

۱۱-سرورق *History of India*





مکتوب رشید حسن خاں

(ایک اقتباس)

صاحب! میں نے آپ کی اس کتاب کو جی لگا کر اور نظر جما کر از اول تا آخر پڑھا اور کسی طرح کے تکلف کے بغیر یہ عرض کرتا ہوں کہ اسے قدر اول کا کام پایا۔ آپ نے جزئیات پر جس طرح توجہ مبذول کی ہے اور اس سلسلے میں جس اہتمام کو ملحوظ رکھا ہے، اب وہ کم یاب ہے۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے [کہ] متن کے تقابل کے سلسلے میں آپ نے املا کے متعلقات پر پوری طرح توجہ کی ہے۔ اور [یہ] پہلو ایسا ہے جو اب تک محروم توجہ رہا ہے۔ جس دیدہ ریزی اور باریک بینی کے ساتھ آپ نے ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف اور رموز اوقاف پر نظر ڈالی ہے، وہ ایک مثال کی حیثیت سے پیش کیے جانے کے قابل ہے۔ مثال کے طور پر صفحہ ۳۴ [زیر نظر اڈیشن میں صفحہ ۶۴، ۶۵] پر ”اور“ کے اضافوں پر جس طرح آپ نے نظر رکھی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حسینؑ اور حسینؑ میں بہت بڑا معنوی فرق ہے جس کی طرف عام آدمی کی توجہ عموماً مبذول نہیں ہو پاتی (بہت سے خواص کا بھی یہی احوال ہے) یا مثلاً صفحہ ۴۹ [زیر نظر اڈیشن میں صفحہ ۷۹] پر املا سے متعلق جو بحث کی گئی ہے، وہ ہمارے مرتبین کے پڑھنے کی چیز ہے، یا مثلاً صفحہ ۵۱ [زیر نظر اڈیشن میں صفحہ ۸۱] پر جن چھوٹی چھوٹی جزئیات کی نشان دہی کی گئی ہے (مثلاً ”ناپائیدار“ اور ”ناپائیدار“ یا دروازہ اور دروازے) ان کی حیثیت جس قدر اہم ہے، اسی قدر لوگ ان سے نا آشنا ہیں اور ان کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے یا مثلاً اسرار و رموز کے مختلف اڈیشنوں کا جس طرح تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے اور ایک ایک حرف اور حرکت اور علامت کا تعین کیا گیا ہے، اس کی مثال آپ کی اس کتاب سے پہلے مجھے تو کہیں ملتی نہیں یا مثلاً صفحہ ۲۳۸ [زیر نظر اڈیشن میں صفحہ ۲۴۶] پر ”محمد اقبال“ اور ”محمد اقبال“ کے نازک فرق کو ملحوظ رکھا۔

غرض کہ آپ کی یہ کتاب تدوین کے طلبہ کے لیے خاص حیثیت رکھتی ہے (اقبالیات کے

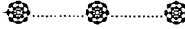
ذخیرے میں اضافہ تو خیر یہی [کذا]۔ میں اگر اس کتاب کے مطالعے سے محروم رہتا تو مجھے بڑا افسوس ہوتا۔ اسی پر تأسف ہے کہ اب تک کیوں نہیں اسے پڑھ سکا تھا اور آپ کا بطور خاص ممنون ہوں کہ آپ کی کرم فرمائی نے مجھے اس کے مطالعے کا موقع بخشا۔

مجھے آپ کی اس تجویز سے مکمل اتفاق ہے جو ص ۲۷۵ [زیر نظر اڈیشن میں ص ۲۷۹] پر آپ نے پیش کی ہے لیکن اس میں شک ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اس کام کو انجام دینا پسند کرے گا! تحقیقی اور تدوینی کام یوں بھی بہت اچھے اب نہیں ہو پارہے ہیں۔ اس لیے کہ جس انہماک کی ضرورت ہوتی ہے، ان کے لیے، وہ عمقا ہو گیا ہے۔ لوگ ”کثیر المقاصد“ ہوتے جا رہے ہیں اور تحقیق شرک کو قبول کرتی نہیں۔ پھر بھی عرض تمنا کرتے رہنا چاہیے، شاید آجائے کوئی آبلہ پا۔

بنام رفیع الدین ہاشمی

رشید حسن خاں

دہلی، ۲۰ مارچ ۱۹۸۳ء



دیباچہ

(طبع چہارم)

زیر نظر کتاب کا تیسرا ایڈیشن تقریباً آٹھ برس پہلے تیار ہوا تھا (تاریخ، دیباچہ: ۲۱ ستمبر ۲۰۱۰ء۔ سنہ اشاعت: ۲۰۱۱ء) آٹھ برسوں میں موضوع زیر بحث کے سلسلے میں سب سے بڑی پیش رفت تو یہ ہے کہ اقبال اکادمی کے نسخے میں متنِ بالِ جبریل کی اصل ترتیب کو بحال کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح دبستانِ اقبال لاہور کا کلیاتِ اقبال اردو بھی بالِ جبریل کی اصل ترتیب کے مطابق مرتب کیا جا رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ راقم نے ۱۹۸۰ء میں کلیاتِ اقبال اردو (۱۹۷۳ء و ما بعد) کی ترتیبِ کلام اور بعض قطعات کے عنوانات میں رد و بدل کی جو نشانِ دہی کی تھی اور بعد ازاں اس سلسلے میں کئی مضامین بھی لکھے تو یہ ”واویلا“ بالآخر سنا گیا۔ امید ہے کلیاتِ اقبال اردو کے دیگر ناشرین بھی کلامِ اقبال کی اصل ترتیب بحال کر دیں گے۔

بانگِ درا کی نظم: ”عبدالرحمنِ اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت“ (سرزمینِ اُنڈلس میں) کے پاورق حاشیے میں لکھا ہے: ”درخت مذکور مدینہ الزہرا میں بویا گیا تھا“ یہ درست نہیں ہے۔ مدینہ الزہرا تو عبدالرحمنِ اول کے زمانے سے بہت بعد میں تعمیر ہوا۔ دراصل عبدالرحمنِ اول نے وہ درخت مدینہ الرصافہ میں بویا تھا۔ اس غلطی کی نشانِ دہی افضل احمد انور (فیصل آباد) اور یعقوب نظامی (بریڈ فورڈ) نے بھی کی تھی۔ اقبال اکادمی کے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا رہی ہے۔

کلیاتِ اقبال فارسی کا واحد دستیاب نسخہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کا شائع کردہ ہے۔ اردو کلیات تو دسیوں ناشرین نے شائع کیا مگر فارسی کلیات کو پاکستان اور بھارت کے ناشرین نے بھاری پتھر سمجھ کر اسے چوم کر رکھ دیا۔ جناب احمد رضا (سابق مدیر کتب مجلس ترقی ادب لاہور) نے ۲۰۰۵ء میں کلیدِ کلیاتِ اقبال اردو کے نام سے کلامِ اقبال کا ایک ایسا ایڈیشن تیار کیا تھا جس میں پانچ طرح کے اشاریے شامل تھے۔ اب انھوں نے کشفِ کلیاتِ اقبال فارسی شائع کیا ہے۔ (ادارہ اہل قلم لاہور ۲۰۱۴ء) جس کا متنِ اقبال کے زمانے میں شائع شدہ نسخوں کی کتابت سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں تین سو صفحات کے مختلف النوع اشاریے بھی شامل ہیں۔ شیخ غلام علی کے (اب

تک کے واحد دستیاب) نسخے میں خاصی اغلاط موجود ہیں۔ احمد رضا صاحب نے اپنے کلیات میں اغلاط متن کو مقدور بھر درست کرنے کی کوشش ہے۔ اس اعتبار سے استفادے اور حوالے کے لیے احمد رضا کا مرتبہ فارسی کلیات زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

مکاتیب کے مجموعوں میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہو سکی۔ راقم خطوط اقبال کا دوسرا حصہ مرتب کرنا چاہتا تھا، مگر اس ارادے کو رو بہ عمل لانے میں نسبتاً زیادہ اہم کاموں کی مصروفیات حائل چلی آ رہی ہیں۔ اقبال نامہ [یکجا] کا دوسرا ایڈیشن، تصحیح اغلاط کے بغیر شائع کر دیا گیا ہے۔ کلیات مکاتیب اقبال (مرتب: مظفر حسین برنی) کی چاروں جلدیں جہلم کے بک کارزن نے بہ صورت عکس شائع کر دی ہیں۔ (۲۰۱۷ء) قابل ذکر پیش رفت اور جمود ٹوٹنے کی صورت یوں نظر آ رہی ہے کہ راقم نے تحقیق کا تجربہ رکھنے والے چند عزیز شاگردوں سے مل کر کلیات مکاتیب کا ایک منصوبہ اقبال اکادمی کو پیش کیا ہے۔ اکادمی سے منظوری کی توقع ہے۔ امید رکھنی چاہیے کہ اقبال کے جملہ دستیاب خطوط منظم انداز میں مرتب ہو کر حواشی و تعلیقات کے ساتھ شائع ہوں گے اور ممکن ہے یہ کاوش اقبال کی دیگر نثری تحریروں اور تصانیف کو بھی اسی انداز میں مدون کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ واللہ الموفق والتوب الیہ۔

مستقل نثری تصانیف کے ضمن میں ایک اہم پیش رفت انگریزی خطبات (Reconstruction) کا Stanford University Press کا شائع کردہ ایڈیشن ہے، جو ۲۰۱۲ء میں اقبال اکادمی پاکستان کے اشتراک سے شائع ہوا۔ اس کا متن طبع ۱۹۸۶ء پڑتی ہے۔ اس میں بلال کوشل کے مختصر دیباچے کے ساتھ جاوید مجید کا مفصل مقدمہ (۲۰ صفحات) بھی شامل ہے۔ اس اشاعت میں حواشی، حوالوں، کتابیات اور اشاریے پر نظر ثانی اور کہیں کہیں اضافے کیے گئے ہیں۔ اس نسخے کی ادارت (editing) کے لیے چار ایڈیٹروں نے کاوش کی۔ (ان کے نام بھی دیے گئے ہیں)۔ ہمارے خیال میں استفادے اور حوالے کے لیے یہی نسخہ استعمال ہونا چاہیے۔ شیخ محمد اشرف (پبلشر) نے Reconstruction کو پہلی مرتبہ ۱۹۴۴ء میں شائع کیا تھا۔ بعد ازاں شیخ محمد سعید کے مرتبہ نسخہ خطبات (ناشر: ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۶ء) سے قبل اسے کم و بیش نو مرتبہ چھاپا گیا۔

۱۹۸۶ء کے بعد شیخ اشرف کا نسخہ ساقط الاعتبار ہو گیا مگر تعجب ہے کہ کتاب بھون دہلی نے (بجائے شیخ سعید کے مرتبہ نسخے کے) اسی (طبع شیخ اشرف ۲۰۰۷ء کا) عکسی ایڈیشن شائع کر دیا ہے۔ البتہ پیلس پبلشرز لاہور کا شائع کردہ نسخہ، طبع ثقافت اسلامیہ ۱۹۸۹ء کی عکسی اشاعت ہے۔

علامہ اقبال کے تحقیقی مقالے Development کا نیا ایڈیشن، اقبال اکادمی نے شائع کیا ہے۔

(۲۰۱۸ء) جس کے آخر میں ایک نیا اشاریہ شامل ہے۔ خطبات کی طرح اس کا تحقیقی اڈیشن بھی مدون کرنے کی ضرورت ہے۔

علم الاقتصاد کی دو اشاعتیں منظر عام پر آئی ہیں۔ اقبال اکادمی نے ۲۰۱۸ء میں اپنے ۱۹۶۱ء اڈیشن کو مشینی کتابت میں شائع کیا ہے۔ سب میل کے نسخے (۲۰۰۴ء) میں شامل ممتاز حسن کا ”پیش لفظ“ اور ڈاکٹر انور اقبال قریشی کا ”مقدمہ“ نکال کر ڈاکٹر سلیم اختر کا ”تعارف“ شامل کیا گیا ہے حالانکہ ممتاز حسن ایک عالم اور سکار کی حیثیت سے اور قریشی صاحب کی ماہر معاشیات کے طور پر بہ نسبت ڈاکٹر سلیم اختر، زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کہ ان کی تحریریں بدستور علم الاقتصاد کی زینت بنی رہیں مگر ناشر کی صواب دید، سب پر غالب رہتی ہے۔ القمر انٹرنیشنل پرائز لاہور نے متفرق نثری کتابوں میں سے مقالات اقبال (طبع آئینہ ادب ۱۹۸۸ء) کا عکسی اڈیشن شائع کیا ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم نے علامہ اقبال کی اردو نثر مع حواشی و تعلیقات کے عنوان سے اقبال کی ۱۲ منتخب نثری تحریروں پر تحقیق کی تھی۔ یہ نثری تحریریں (مضامین اور دیباچے) بار بار شائع ہوتی رہیں۔ شاکر صاحب نے ہر تحریر کا پس منظر اور اس کا متن دینے کے بعد اس پر حواشی و تعلیقات لکھے، ”موازنہ اختلاف متن“ کے زیر عنوان ایک گوشوارہ بنا کر متعلقہ مضمون کی مختلف اشاعتوں کے متن کا تقابل کیا ہے مگر یہ واضح نہیں کیا کہ کون سا متن نسبتاً مستند اور قابل ترجیح ہے۔ شاکر صاحب کے حین حیات یہ مجموعہ شائع نہ ہو سکا۔ اب ڈاکٹر خالد ندیم نے اسے از سر نو مرتب کیا اور اپنے ”تعارف“ میں ترتیب و تدوین کے ضمن میں کی جانے والی تبدیلیوں اور رد و بدل (جن سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا ہے) کی تفصیل بیان کی ہے۔ آخر میں ”تعلیقات“ کے زیر عنوان شخصیات، کتب و رسائل، اخبارات، فکر و فلسفہ، مقامات و عمارات پر بڑی محنت سے لکھے گئے نوٹ شامل ہیں۔ کلیات نثر اقبال کی تدوین کی طرف یہ عمدہ پیش رفت ہے، تاہم ہنوز دلی دور است۔

ڈاکٹر ندیم شفیق ملک نے ملفوظات اقبال کی چھ کتابیں شائع کی ہیں۔ (علامہ اقبال کی تابندہ یادیں، علامہ اقبال کی معطر یادیں، علامہ اقبال کی درخشندہ یادیں، علامہ اقبال کی پائندہ یادیں، علامہ اقبال کی زندہ یادیں، علامہ اقبال کی منور یادیں)۔ ان کی ”ترتیب“ کا اسلوب بالکل ”نیا“ ہے۔ انھوں نے ملفوظات کے سابقہ مجموعوں (ملفوظات اقبال از محمود نظامی۔ اقبال کے ہم نشین از صابر گلوروی۔ مجالس اقبال از جعفر بلوچ اور رجم بخش شاہین کی اوراق گم گشتہ) سے مضامین نقل کر کے یہ چھ مجموعے مرتب کیے ہیں۔ چند ایک مضامین رسائل اور بعض کتابوں سے

اخذ کیے ہیں۔ علامہ اقبال کی معطر یادیں کے کل ۴۰ مضامین میں سے ۲۳ مضامین ایک ہی کتاب روایات اقبال سے منقول ہیں۔ ان سب کتابوں کے دیباچے تقریباً یکساں ہیں۔ پرنٹ لائن کے صفحے پر ایک دل چسپ جملہ ملتا ہے: ”اس کتاب کے کسی بھی حصے کی کسی شکل میں دوبارہ اشاعت کی اجازت نہیں ہے۔“

محمود نظامی کی مرتبہ ملفوظات اقبال، احمد میر کی ”نظر ثانی“ کے بعد ایک نئے نام: علامہ اقبال، قریب سے کے نئے نام سے شائع ہوئی ہے (آتش فشاں پبلشرز لاہور، ۲۰۱۳ء) اس میں مرتب کے ”پیش لفظ“ (۸ صفحات) اور علامہ اقبال، ان کے قریبی احباب اور بعض عقیدت مندوں کی تصاویر کا اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ پروفیسر حمید احمد خاں، سر عبدالقادر، میاں بشیر احمد، محمد دین تاثیر، عابد علی عابد اور خواجہ عبدالوحید جیسے اکابر کی تحریروں میں احمد میر صاحب نے کیا کی محسوس کی یا خرابی دیکھی کہ ان پر ”نظر ثانی“ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پھر یہ کہ کتاب کا نام تبدیل کرنے میں کیا ”حکمت“ ہے؟ مصلحت یا حکمت جو بھی ہو، یہ حرکت بہت نامناسب ہے۔

مرقع اقبال، علی بخش کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے جسے علی بخش کے منہ بولے بیٹے محمد اقبال نے مرتب کیا (ناشر: نور اکیڈمی، بہاول نگر) علی بخش تقریباً چالیس برس اقبال کی خدمت پر مامور رہا۔ سفر و حضر میں علامہ اقبال کے معمولات کا شاہد رہا۔ ان یادداشتوں میں اس نے اپنی خدمت گزاری کی تفصیل کے ساتھ، علامہ اقبال کی شخصیت، ان کے معمولات، ان کی طبیعت، ان کے احباب، ان کی بیماریوں، ان کی وکالت اور ان کے عشق رسولؐ کی کیفیات بھی بیان کی ہیں۔ علی بخش کے بیانات سے، سوانح اقبال کی بعض باتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

آخر میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تصانیف اقبال کے جو نسخے، عرصہ زیر بحث میں، جوں کے توں شائع ہوئے ہیں، ان کا ذکر زیر نظر دیباچے میں نہیں کیا جا رہا۔ راقم نے طبع سوم کے دیباچے میں لکھا تھا: ”میں یہ کام مستقبل کے محققین اقبال کے سپرد کرتا ہوں۔“

افسوس ہے کہ اس تحقیق کو آگے بڑھانے والے ابھی تک سامنے نہیں آئے۔ بعض کتابوں کے بعض اڈیشنوں پر اکاؤنٹ مضامین تو لکھے گئے لیکن زیر نظر ناتمام کاوش، کہیں زیادہ بہتر اور برتر معیار پر انجام پذیری کے لیے ہنوز تازہ دم محققین کی منتظر ہے۔ اللہ انھیں توفیق بخشے، آمین۔ والسلام

رفیع الدین ہاشمی

دیباچہ (طبع سوم)

زیر نظر کتاب کا دوسرا ایڈیشن دس برس پہلے تیار ہوا تھا۔ (تاریخ دیباچہ طبع دوم: ۱۴ جولائی ۲۰۰۰ء، سنہ اشاعت: ۲۰۰۱ء، مگر عملاً یہ اگست ۲۰۰۲ء میں منظر عام پر آیا)۔ دس برسوں میں موضوع زیر بحث کے سلسلے میں جو کچھ پیش رفت ہوئی، ذیل میں باب وار اس کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے:

۲۱۔ اُردو اور فارسی کلام کے مجموعے

ہم نے طبع دوم کے دیباچے میں لکھا تھا کہ کلام اقبال کے ”حقوق اشاعت کے محفوظ“ ہونے کی پابندی ختم ہونے کے بعد، اب بازار میں کلیات اقبال، اُردو کی نوع بنوع اشاعتوں کی بھرمار ہے۔ آٹھ سال کے عرصے میں رفتہ رفتہ اس بھرمار میں اضافہ ہوتا گیا اور اب اُردو کلیات کا ایک سیلاب آچکا ہے۔ سیلاب کی زد میں آنے والی ہر شے ”سیلاب زدہ“ ہو جاتی ہے چنانچہ اقبال کے ان نوع بنوع کلیات میں صحت متن کا حال بدستور پتلا ہے۔ البتہ اقبال اکادمی پاکستان لاہور کا شائع کردہ ایڈیشن ۲۰۰۷ء صحیح ترین نسخہ ہے۔ اس کی ساتویں اشاعت، ۲۰۰۴ء میں صفحہ ۳/۵ کی غلطی بدستور موجود تھی۔ ایک اور غلطی بال جبریل کی اولین اشاعت ہی سے تصحیح طلب چلی آ رہی ہے۔ ص ۳۵۹/۳۵ کی پہلی سطر میں ”نومبر“ کے بجائے ”۳۰ اکتوبر“ صحیح ہے۔ اب ان دونوں اغلاط کی تصحیح ہو گئی ہے۔

کلیات اقبال اُردو کے ضمن میں ہم نے اپنے ایک مضمون ”کلام اقبال کی تدوین“ (مشمولہ: اقبالیات: تفہیم و تجزیہ، لاہور [۲۰۰۵ء]) میں جو گزارشات پیش کی تھیں، وہ قابل غور ہیں۔ اس کے ساتھ ہی جناب رشید حسن خاں کا مضمون ”کلام اقبال کی تدوین“ بھی توجہ چاہتا ہے۔ انھوں نے کلام اقبال کا ایک تحقیقی ایڈیشن مرتب کرنے کے حق میں نہایت وزنی دلائل دیے ہیں۔ ان کا یہ مضمون کم و بیش ۱۵ برس پہلے چھپا تھا اور جب انھوں نے محسوس کیا کہ ان کی آواز صدابصحر اثابت ہوئی ہے تو موصوف نے ڈاکٹر خلیق انجم کی تجویز و تحریک پر خود ایسا ایک تحقیقی ایڈیشن مرتب کرنے کا

بیڑا اٹھایا اور راقم کو بھی شریک کار کر لیا۔ ہم نے مجوزہ تحقیقی اڈیشن کی کچھ تفصیلات بھی طے کر لی تھیں۔ خیال تھا کہ ۲۰۰۵ء کا موسم خزاں (نومبر) شروع ہوتے ہی عملاً کام کا آغاز ہو جائے گا مگر ہم دونوں کی خرابی صحت آڑے آئی پہلے کام میں تعطل پیدا ہوا تا آنکہ ۲۶ فروری ۲۰۰۶ء کو خاں صاحب خالق حقیقی سے جا ملے اور ہمارا یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا: آں قدح بشکست و آں ساقی نمائد۔ محبی ڈاکٹر خلیق انجم بدستور خواہاں ہیں کہ میں اس منصوبے کو انجام دوں۔ و بید اللہ التوفیق۔

اس عرصے میں ایک عجیب و غریب اور نامعقول حرکت بانگِ درامکمل کے نام سے سامنے آئی ہے جسے کسی بشیر احمد نے مرتب کیا اور دنیا پہلی کیشنز دہلی نے شائع کرنے کا ”کارنامہ“ انجام دیا ہے۔ بشیر احمد نے کیا یہ ہے کہ ۱۹۲۳ء تک علامہ اقبال کا سارا متروک کلام بانگِ درام میں شامل کر کے بانگِ درامی (اقبال کی قائم کردہ) ترتیب کو بدل ڈالا ہے۔ اس حرکت کے ذریعے انھوں نے بزرگم خولیش بانگِ درام کو ”مکمل“ کر دیا ہے جسے ان کے خیال میں اقبال ”ادھوری“ چھوڑ گئے تھے۔ یہ متروک کلام انھیں سارے کا سارا، باقیات کلام اقبال کے مجموعوں خصوصاً صابر گلوروی مرحوم کے مرتبہ کلیات باقیات شعر اقبال سے تیار شدہ مل گیا (یہ مجموعہ اقبال اکادمی پاکستان لاہور سے اشاعت پذیر ہونے کے بعد دہلی سے بھی چھپ چکا ہے)۔ علامہ اقبال نے اپنے کلام کا کچھ حصہ تلف کر دیا تھا اور ۱۹۲۳ء میں بانگِ درام شائع کرتے وقت بہت سا شائع شدہ کلام بھی قلم زد کر دیا تھا۔ اس متروک کلام کو الگ سے شائع کرنا اقبال کے ذہنی ارتقا کو سمجھنے کے لیے علمی طور پر تو مفید ہو سکتا ہے مگر اسے متداول کلام میں دوبارہ ملا کر ”مکمل“ اقبال کو پیش کرنا انتہائی بدذوقی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے گندم کے ڈھیر سے نکالے ہوئے بھوسے، روڑوں اور کنکر پتھر کو دوبارہ اسی ڈھیر میں ملا دیا جائے اور اعلان کیا جائے کہ ہم نے گندم کے ڈھیر کو ”مکمل“ کر دیا ہے۔

جو تماشا بشیر احمد صاحب نے کیا ہے، اگر ہم اپنے علمی اور ادبی ذخیرے کو اسی طرح ”مرتب“ اور ”مکمل“ کرنا شروع کر دیں تو سارا ادب ”کہاں کی اینٹ کہاں کا روڑا، بھان مٹی نے کنبہ جوڑا“ کے مصداق ”چوں چوں کا مرہ“ بن کر رہ جائے گا۔

اقبال کے متروک کلام کو ان کے اصل کلام کے چشمہ صافی میں ملانا ایک نامعقول حرکت ہے اور یہ علامہ اقبال کی رسوائی کے مترادف ہے۔ خدایا، بشیر احمد صاحب کو توفیق نہ دے کہ وہ بالِ جبریل

۱- اس کی کچھ تفصیل راقم کے نام رشید حسن خاں کے متعدد خطوں میں ملتی ہے۔ یہ خطوط مسکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ ناشر: ادبیات لاہور، ۲۰۰۹ء۔

اور ضربِ کلیمہ وغیرہ بھی اسی طرح ”مکمل“ کر کے شائع کریں۔

کلیاتِ اقبال، فارسی کا کوئی دوسرا ایڈیشن، تاحال سامنے نہیں آیا۔ غلام علی ایڈیشن گرام قیمت ہے اور اس کا حجم اور ضخامت بھی زیادہ ہے۔ اگر کوئی ناشر اسی ہندی [بر عظیم ہندو پاکستان میں رائج] نستعلیق خط اور املا میں فارسی کلیات شائع کرے تو نہ صرف پاکستان بلکہ بھارت کے (بچے کچھ فارسی) قارئین کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور وہ نامانوس املا میں طبع شدہ ایرانی کلیات (اکادمی ایڈیشن، کاتب: امیر فلسفی) کو با مجبور پڑھنے کی مشقت سے بچ جانے پر آسودگی محسوس کریں گے۔

۳۔ مکاتیب کے مجموعے

اس عرصے میں دو تین چیزیں سامنے آئی ہیں، اول: اقبال نامہ کا ایک جلدی ایڈیشن (مرتب: مختار مسعود) دوم: مکاتیبِ اقبال بنام نیاز کا نیا ایڈیشن (مرتب: عبداللہ شاہ ہاشمی) سوم: اقبال نامے کا نیا ایڈیشن (مرتب: ڈاکٹر اخلاق اثر)۔ ان تینوں کتابوں کا تعارف، تیسرے باب میں اپنے محل پر دیا جا رہا ہے۔

زیر نظر کتاب کے دیباچہ طبع دوم میں ہم نے خطوطِ اقبال کی تحقیقی تدوین کا ذکر کیا تھا، باوجودیکہ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال اس وقت اقبال کے نثری متون کی سب سے مقبول کتاب ہے، مذکورہ بالا ضرورت باقی ہے بلکہ کلیاتِ مکاتیب کے موجودہ غیر اطمینان بخش معیار ترتیب و تدوین کے پیش نظر، اس ضرورت کی اہمیت دو چند ہوگئی ہے۔ یہ کام ذوقِ تحقیق رکھنے والے کسی اقبال شناس کا منتظر ہے:

اک آبلہ پا وادی پُر خار میں آئے

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال (مرتب: سید مظفر حسین برنی) پر تعارفی نوٹ، اسی تیسرے باب کے

آخر میں (ص ۲۸۰-۲۸۲) ملاحظہ کیجیے۔

اس طرح اقبال کے متفرق خطوطِ خاصی تعداد میں سامنے آئے ہیں۔ رسائل و جرائد میں شائع شدہ ایسے غیر مطبوعہ خطوط کی مجموعی تعداد ایک سیکڑے سے متجاوز ہوگی۔ مزید برآں خطوطِ اقبال کے بعض اہم ذخیرے بھی سامنے آئے ہیں جو مختلف کتابوں میں شامل ہیں، مثلاً:

اول: سید شکیل احمد کے دریافت کردہ ذخیرہ مکاتیب میں سات خطوط شامل ہیں (اقبال ریویو، حیدرآباد دکن، جنوری ۱۹۸۲ء)۔ ان میں اکبر حیدری کے نام ۳ خطوط اس اعتبار سے اہم ہیں کہ ان کا موضوع اقبال کے بڑے بیٹے آفتاب اقبال ہیں۔ آفتاب قدرتی طور پر ہمیشہ اپنی والدہ کے طرف دار رہے، جن سے اقبال کے تعلقات اچھے نہیں تھے لیکن ان خطوں سے پہلی بار یہ اندازہ ہوتا ہے کہ والد

کے ساتھ آفتاب اقبال کا اپنا رویہ بھی حد درجہ نامناسب اور تکلیف دہ تھا اور اس نے اپنی حرکتوں سے اقبال کو بہت ذہنی اذیت پہنچائی۔ اقبال کہتے ہیں کہ وہ ہمیں nasty قسم کے خطوط لکھتا رہا اور جو کچھ وہ کرتا ہے (آفتاب اقبال، سرائیکر حیدری سے مالی اعانت کے حصول کے لیے کوشش و کاوش) وہ اس کی black mailing scheme کا حصہ ہے۔ (اقبال نئی تحقیق، ص ۵۴) ۲۲ فروری ۱۹۳۷ء کے خط میں لکھتے ہیں کہ ان برسوں میں اس کا رویہ اس قدر تکلیف دہ رہا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ وہ میرے لیے a constant source of pain (ایک مستقل درد سبب بنا) رہا ہے۔ (ایضاً، ص ۵۵) اس ذخیرہ مکاتیب کے قدرے مفصل تعارف کے لیے دیکھیے: راقم کا تبصرہ در اقبالیات جائنزے (ص ۵۵-۵۷)۔

دوم: شیخ اعجاز احمد کی تصنیف مظلوم اقبال (۱۹۸۵ء) میں ۱۰۳، ایسے خطوط شامل ہیں جو اقبال نے افروز خاندان (شیخ نور محمد، شیخ عطاء محمد، شیخ اعجاز احمد اور شیخ مختار احمد) کے نام لکھے تھے۔ شیخ اعجاز احمد نے انہیں ضروری صراحتوں کے ساتھ مربوط و مسلسل انداز میں مرتب کر کے پیش کیا ہے۔ زیادہ تر خطوط روزمرہ زندگی کے امور و معاملات سے متعلق میرتاہم بعض خطوط سے اقبال کی شخصیت، ذہن اور ملت کے مستقبل کے بارے میں ان کی رجائیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مرتب خطوط نے کہیں کہیں بعض الفاظ حذف کر دیے ہیں۔ سوانحی اعتبار سے یہ ذخیرہ اہم ہے۔ (مظلوم اقبال کے خطوط کا نسبتاً تفصیلی تعارف، دیکھیے راقم کی کتاب: ۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب، ص ۱۴-۱۵)

سوم: ڈاکٹر سعید اختر درانی نے اقبال کی جرمن ٹیوٹس ایماؤنگے ناسٹ کے ۲۷ (انگریزی = ۱۰ اور جرمن = ۱۷) خطوط اپنی کتاب اقبال یورپ میں (۱۹۸۵ء) میں شائع کیے تھے۔ کتاب کے دوسرے ایڈیشن (۱۹۹۹ء) میں خطوں کو مزید بہتر انداز میں اور اقبال کے دست نوشت عکوس اور ان کی نقل حرفی کو اُردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ ان کا زمانہ تحریر اکتوبر ۱۹۰۷ء سے ۱۹۳۳ء تک کا ہے مگر ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے بعد سے ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۱ء تک کے درمیانی عرصے کا کوئی خط موجود نہیں ہے۔ اقبال کی شخصیت، ان کی نفسیات اور رومانوی افتاد طبع کو سمجھنے کے لیے یہ خطوط ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ویگے ناسٹ اور اس کے حوالے سے جرمنی کی یاد ان کے ذہن سے کبھی جھونے ہو سکی۔ (مزید تفصیل دیکھیے: ۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب، ص ۱۱-۱۲)۔

چہارم: عبدالعزیز مالواڈہ (م: ۲۸ جنوری ۱۹۷۱ء) کا ذخیرہ مکاتیب (نوادر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۵ء) ۱۹ اُردو اور انگریزی خطوں اور پانچ دعوتی رقعات پر مشتمل ہے۔ یہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اقبال، مالواڈہ کو اپنے ”بہترین دوستوں“ میں شمار کرتے تھے اور ان کے دل پر مالواڈہ

کے پُر خلوص خطوں کا، گہرا نقش میچھو تھا۔ ان خطوں سے دونوں کے بے تکلفانہ باہمی روابط کی نوعیت سامنے آتی ہے۔ (مزید دیکھیے: ۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب، ص ۷۵)۔

پنجم: نوادرات (فہرست اقبال نمائش: عجائب گھر لاہور، ۱۹۸۲ء) میں ڈاکٹر ظفر الحسن (اور ڈاکٹر سید عبداللطیف) کے نام، اقبال کے چند اہم دست نوشت خطوط شامل ہیں۔

ششم: اقبال ریویو (حیدرآباد دکن، اپریل ۲۰۰۶ء) میں اقبال کے بعض حیدرآبادی معاصرین (علامہ عبداللہ عمادی، ابو ظفر عبدالواحد، غلام دستگیر رشید اور ڈاکٹر سید عبداللطیف) کے نام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مکاتیب یکجا شائع کیے گئے ہیں۔ ان برسوں میں اقبال اکادمی پاکستان کے اُردو مجلے اقبالیات میں علامہ کے متعدد غیر مطبوعہ خطوط شائع ہوتے رہے ہیں۔

۱۹۸۵ء میں اقبال کے ۹ غیر مطبوعہ خطوط دریافت ہوئے تھے۔ (تفصیل دیکھیے: ۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب، ص ۱۸-۲۳) اسی طرح مزید ۱۲ غیر مطبوعہ خطوں کی دریافت کی تفصیل کے لیے دیکھئے: اقبالیاتی ادب کے تین سال ۱۹۸۷ء-۱۹۸۹ء، ص ۲۷-۲۸)۔

ڈاکٹر صابر گلوروی گذشتہ تین دہائیوں سے اقبال کے غیر مدون خطوں کو یکجا کر کے ایک نیا مجموعہ شائع کرنے کا عزم کیے ہوئے تھے۔ انھوں نے لکھا تھا: ”راقم الحروف بھی تقریباً پونے دو صد خطوں پر مشتمل ایک نیا مجموعہ مکاتیب مرتب کر رہا ہے۔“ (دیباچہ: اشاریہ مکاتیب اقبال، ص ”ص، ص“۔) افسوس ہے وہ ۲۲ مارچ ۲۰۰۸ء کو انتقال کر گئے اور ان کا یہ منصوبہ تھمنا تکمیل رہ گیا۔

باب ۴: مستقل نثری تصانیف

کسی کتاب کا نئی، بہتر اور تحقیقی تدوین کے ساتھ کوئی نیا ایڈیشن سامنے نہیں آیا۔ علم الاقتصاد اور ڈاکٹریٹ کے مقالے Development کی تحقیقی تدوین بطور ایک علمی ضرورت بدستور باقی ہے۔

باب ۵: متفرق نثری مجموعے

بعض مجموعوں کی (بلا ترمیم و اضافہ) اشاعت مکرر عمل میں آئی، البتہ Stray Reflections ان عرصے میں تین بار اضافوں، تبدیلیوں اور نئی ترتیب و تدوین کے ساتھ چھپی ہے۔ زیر نظر ایڈیشن میں ان سب کا ذکر، اپنے محل پر کر دیا گیا ہے۔

باب ۶: ملفوظات کے مجموعے

اس عرصے میں شائع شدہ پروفیسر جعفر بلوچ کا مرتبہ ملفوظاتی مجموعہ مجالس اقبال (۲۰۰۲ء) ملفوظاتی سلسلے کی ایک اور کڑی ہے جس کا ذکر، اپنے محل پر کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح ماقبل کے دو مجموعوں اقبال کے ہم صفیر (۱۹۷۷ء) اور اقبال کے ہم نشین (۱۹۸۵ء) کا جائزہ تصانیف اقبال کے سابق ایڈیشن (۲۰۰۱ء) میں شامل نہیں ہو سکا تھا، زیر نظر اشاعت میں دونوں مجموعوں کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

مجالس اقبال کے علاوہ، اس عرصے میں مختلف رسائل و جرائد میں ملفوظاتی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ یادداشتوں پر مبنی شذرات اور کچھ ملفوظات بعض آپ بیتیوں کے ذریعے منظر عام پر آئے ہیں۔ اس نوع کی تحریریں، اقبال کی شخصیت اور ان کی فکر کو سمجھنے کے لیے خاص اہمیت رکھتی ہیں، اس لیے ملفوظات اقبال پر تحقیق اور ان کا تجزیاتی مطالعہ، بدستور توجہ طلب ہے۔

باب ۷: اقبال کی مرتبہ درسی کتابیں

اس سلسلے میں ایک اہم دریافت اقبال سے منسوب تاریخ ہند کے نسخہ کفایت کے ناقص الآخر اور بعد ازاں مکمل نسخے کی ہے، جن کا اجمالی ذکر باب ۷ میں کیا جا رہا ہے۔ اس کی تفصیل بعنوان ”تاریخ ہند: چند تقریحات“، مشمولہ راقم کی کتاب اقبالیات: تقسیم و تجزیہ (اقبال اکادمی لاہور [۲۰۰۵ء]) میں پیش کی گئی ہے۔ متذکرہ مضمون میں نسخہ کفایت ناقص الآخر کا ذکر تھا، خوش قسمتی سے بعد ازاں نسخہ کفایت، مکمل صورت میں دستیاب ہو گیا۔ اس سلسلے میں اس ایڈیشن کا سراغ عزیز دوست ملک حق نواز خاں (پیرزئی، ضلع انک) نے لگایا۔ نسخہ کفایت (مکمل) کا یہ نایاب نسخہ انیس شاہ جیلانی صاحب کی ملکیت ہے، اسی سے استفادہ کیا گیا ہے۔ میں ان دونوں حضرات کا شکر گزار ہوں۔

بحیثیت مجموعی اقبال کی مرتبہ درسی کتابوں پر تحقیق مزید کی ضرورت ہے اور ہم پر امید ہیں کہ مستقبل کے محققین اقبالیات، کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی موقع پر یا کسی سند کے لیے ہی سہی، اس اہم کام کی طرف متوجہ ہوں گے۔

طبع دوم کے دیباچے میں راقم نے عرض کیا تھا کہ:

۱- ”تصانیف اقبال پر تحقیق ایک وسیع موضوع ہے۔ سطور بالا میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کی

حیثیت فقط چند اشارات کی ہے اور وہ بھی شاید نامکمل۔“ (ص ”و“)

۲- ”راثم الحروف کے لیے یہ احساس (جو مبنی بر حقیقت ہے) سوہانِ روح ہے کہ ۲۰، ۱۹ برس پہلے متونِ اقبال کی جن غلطیوں کی نشان دہی کی گئی تھی وہ متون اُنھی غلطیوں سمیت بدستور چھپ رہے ہیں۔“ (ص ”و-ز“)

آج نو برس بعد مجھے اپنے مندرجہ بالا بیانات میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ صورتِ حالات برقرار اور بدستور ہے۔ اگرچہ کلامِ اقبال کے بعض ناشرین (اور ان میں اقبال اکادمی پاکستان لاہور پیش پیش ہے) کوشش کرتے ہیں کہ نیا ایڈیشن شائع کرتے وقت متن کی معلوم اغلاط درست کر لی جائیں لیکن بیشتر ناشرین کلامِ اقبال نے جس نئے (غلام علی ایڈیشن ۱۹۷۳ء) کو بنیاد بنایا، اس میں جن اغلاط کی نشان دہی برسوں پہلے کی گئی تھی، بیشتر اب بھی بدستور موجود ہیں۔ اس سے قطع نظر اقبال کے فارسی اور اردو کلام میں اب بھی کہیں نہ کہیں کوئی ایسا مقام سامنے آجاتا ہے جو تحقیق مزید اور درحقیقت فارسی اور اردو کلام کے تحقیقی ایڈیشنوں کی ضرورت کا احساس تازہ کرتا ہے۔

زیر نظر ایڈیشن مشینی کتابت پر پیش کیا جا رہا ہے۔ نظر ثانی میں، اس موقع پر متن میں کہیں کہیں ترامیم کی گئی ہیں اور محدودے چند اضافے بھی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ زیر نظر کتاب کے بعض حصے آج [۲۹ سال بعد] از سر نو لکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس بات کا قائل ہونے کے باوجود کہ قلم کار، خصوصاً تحقیق کار کو تا دمِ آخر اپنے موضوع سے جڑے رہنا چاہیے، اور قارئین کو متعلقہ موضوع پر تازہ ترین معلومات و تحقیقات سے آگاہ رکھنا چاہیے، بعض وجوہ سے اب میرے لیے ایسا ممکن نہیں چنانچہ میں یہ کام مستقبل کے محققین اقبالیات کے سپرد کرتا ہوں۔ امید واثق ہے کہ وہ نہ صرف اس تحقیق کو آگے بڑھائیں گے بلکہ راتم کی زیر نظر ناتمام کاوش کو، کہیں زیادہ بہتر اور برتر معیار پر انجام پذیر کرنے کی کوشش کریں گے۔

زیر نظر ایڈیشن کی تیاری کے سلسلے میں میں بہت سے دوستوں اور عزیزوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے وقتاً فوقتاً بعض غلطیوں اور کمیوں کی طرف توجہ دلائی اور بعض نے عملاً تعاون علمی فراہم کر کے اس کام کو آسان بنایا۔ ان میں جناب رشید حسن خاں مرحوم، ملک حق نواز خاں، پروفیسر تحسین فراتی

اور ڈاکٹر سعید اختر درانی شامل ہیں۔ محمد شاہد حنیف نے اس مقالے کو بڑی مہارت سے کمپوز کیا۔ شاگرد عزیز قاسم محمود احمد نے آخری پررفوں کی تیاری میں مدد بہم پہنچائی اور کتاب کا اشاریہ بھی تیار کیا۔ میں اقبال اکادمی پاکستان کے جملہ کارپردازان کا بھی سپاس گزار ہوں۔ یہ کام ان کے تعاون کے بغیر انجام پذیر ہونا ممکن نہ تھا۔ بالخصوص ناظم اکادمی جناب محمد سہیل عمر صاحب، ناظم طباعت فرخ دانیال صاحب اور عملہ کتب خانہ۔ وبید اللہ التوفیق۔

رفیع الدین ہاشمی

rdhashmi@zho.com

۲۱ ستمبر ۲۰۱۰ء



دیباچہ

(طبع دوم)

تصانیفِ اقبال کا زیر نظر تجزیہ جون ۱۹۸۰ء میں مرتب کیا گیا تھا۔ اڑھائی برس بعد ۹ نومبر ۱۹۸۲ء کو اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ ۱۹، ۲۰ برسوں میں ”پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہ چکا ہے“ اور قافلہ اقبالیات اپنے راستے کی بہت سی منزلیں طے کر چکا ہے، اس کے باوجود اس تجزیے کی افادیت اور اس کی اشاعت مکرر کا جواز موجود ہے۔

راقم نے زیر نظر تجزیے میں تصانیفِ اقبال کے ضمن میں جس بنیادی نکتے (صحت متن اور تحقیق تدوین) پر زور دیا تھا، اس عرصے میں اقبالیاتی تحقیق کاروں کی کچھ نہ کچھ توجہ اس طرف مبذول ہوئی ہے۔ (یہ دعویٰ نہیں کہ یہ توجہ محض راقم کی تصنیف کا نتیجہ ہے۔)

بیس برسوں میں علامہ اقبال کے اردو اور فارسی کلیات اور مختلف شعری مجموعوں کے متعدد متون سامنے آئے۔ انگریزی اور اردو نثر کے بہت سے نئے مجموعے مرتب ہوئے، چند مجموعوں کی تحقیقی تدوین بھی عمل میں آئی اور بعض مجموعوں کے علاوہ، سابقہ مطبوعات کے گونا گوں اڈیشن بھی شائع ہوئے ہیں۔ یہاں ان سب کا تفصیلی جائزہ ممکن نہیں ہے۔ (یہ کام اسی طرح کے ایک اور تحقیقی مقالے کا موضوع ہے)۔ سردست اس عرصے میں ہونے والے چند نمایاں اور اہم کاموں، نیز موجودہ صورتِ حال کے بارے میں، باب وار چند اشارے اور تصریحات پیش کی جا رہی ہیں:

۲۱۔ اردو اور فارسی کلام کے مجموعے: کلامِ اقبال کی اشاعت کے ضمن میں اس عرصے کی ایک بڑی اہم پیش رفت یہ ہے کہ ۲۱ اپریل ۱۹۸۸ء کو (اقبال کی پچاسویں برسی پر) کاپی رائٹ ایکٹ کی رو سے کلامِ اقبال کے ”حقوق اشاعت محفوظ“ کی پابندی ختم ہو گئی تو متعدد ناشرین نے اردو کلیات اور اردو کے مختلف شعری مجموعے شائع کرنا شروع کر دیے۔ تجارتی مسابقت کی وجہ سے یہ مجموعے نسبتاً ابرزاں قیمت پر دستیاب ہونے لگے۔ کلامِ اقبال کی وسیع تر اشاعت کے نقطہ نظر سے

تو یہ ایک خوش آئند امر تھا مگر اس صورتِ حال کا ایک منفی پہلو بھی سامنے آیا کہ بعض غیر ذمہ دار ناشرین نے کلام اقبال میں من مانی تحریفات کر ڈالیں۔ ایک ناشر نے تو بڑا ستم ڈھایا۔ بانگِ درا کا دیباچہ اڑا دیا، کلام اقبال کی ترتیب بدل ڈالی، ادوار کی حد بندی ختم کر دی، لاپرواہی کی انتہا یہ کہ کلام کا کچھ حصہ کلیات اردو سے حذف کر دیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: اقبالیاتی ادب کے تین سال: ص ۳۴، ۳۵)۔

اس عرصے میں کلام اقبال کے جس قدر نسخے شائع ہوئے، ان میں سے اقبال اکادمی پاکستان کا تیار اور شائع کردہ کلیات = (نسخہ اکادمی) فائق اور بہتر ہے کیونکہ اس میں صحتِ متن و املا کی مقدور بھرکوشش کی گئی ہے۔ حال اس میں متن کی صرف ایک غلطی کا علم ہو سکا ہے۔ صفحہ ۳۷۵ء کی آخری سطر میں ”فراق انگیز“ کے بجائے ”فراق آمیز“ درست ہے۔ دراصل یہ غلطی شیخ غلام علی اڈیشن کی ہے۔ نسخہ اکادمی کی اشاعت دوم (۱۹۹۴ء) پر ”عوامی اڈیشن“ اور ”اغلاط سے پاک نسخہ“ کے الفاظ درج ہیں۔ اشاعت سوم (۱۹۹۵ء) میں بھی یہی صورت برقرار ہے مگر چہارم (۱۹۹۷ء) سے ”عوامی اڈیشن“ اور ”اغلاط سے پاک نسخہ“ کے الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں، تاہم صفحہ ۳۷۵ء کی غلطی بدستور موجود ہے۔ نسخہ اکادمی کا پہلا خصوصی اڈیشن (جسے ڈی لکس اڈیشن کا نام بھی دیا گیا ہے) سب سے پہلے شائع کیا گیا تھا۔

نسخہ اکادمی کی تین مختلف طرح کی اشاعتیں عمل میں آئیں:

۱- عوامی اڈیشن ۱۹۹۴ء، ۱۹۹۵ء، ۱۹۹۷ء اور ۲۰۰۰ء

۲- خصوصی (ڈی لکس) اڈیشن ۱۹۹۰ء

۳- سپر ڈی لکس اڈیشن ۱۹۹۴ء

ان اشاعتوں کے سنین میں کچھ بے قاعدگی اور الجھاؤ ہے اور عام قاری چکرا جاتا ہے۔ ان کے ابتدائی صفحات میں کئی بار تبدیلیاں کی گئیں (تفصیل کے لیے دیکھیے: راقم کا مضمون ”کلام اقبال کی تدوین“ پر استدراک“ مطبوعہ سیارہ، لاہور، اقبال نمبر ۱۹۹۲ء، نیز مضمولہ: تدوین۔ تحقیق اور روایت از رشید حسن خاں، دہلی ۱۹۹۹ء)۔ بہر حال ان تینوں اشاعتوں میں ۱۹۹۰ء کا خصوصی اڈیشن نہایت حسین اور دیدہ زیب ہے۔ رشید حسن خاں کے بقول: ”اس کے صفحات کے حواشی، ایسی گل کاری اور رنگ آمیزی سے مزین ہیں کہ کچھ دیر کے لیے تو محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آنکھوں کی روشنی بڑھ گئی ہو“۔

نسخہ اکادمی کی خطاطی تصویر رقم نے کی ہے اور رنگین و خوش نما جڈول ذوالفقار احمد کی تیار کردہ ہے۔ کلام اقبال کا ایسا دیدہ زیب اڈیشن کبھی شائع نہیں ہوا۔ تدوین کے ضمن میں ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ بال جبریل اور ارمنجان حجاز کے آغاز میں منظومات اور دیگر مشمولات کی فہرستوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے، مگر قابل اعتراض بات یہ ہے کہ نسخہ اکادمی میں، ترتیب کلام کی وہ اصل صورت بحال نہیں ہو سکی جو خود حضرت علامہ نے قائم کی تھی۔ غالباً اس لیے کہ نسخہ اکادمی کی تیاری میں غلام علی اڈیشن پیش نظر رہا، جس میں پہلی بار قطعات اقبال کو ”رباعیات“ کے تحت یکجا کرنے کی بدعت اختیار کی گئی۔ نسخہ اکادمی میں ایک اور کمی اشاریے کی ہے۔ اگرچہ بتایا گیا ہے کہ اشارے اور حواشی کو ایک مستقل جلد کی صورت دی گئی ہے مگر تا حال یہ جلد شائع نہیں ہوئی۔ (جب شائع ہوگی، تب بھی اس الگ جلد کی افادیت وہ نہ ہوگی جو کلیات سے منسلک اشارے اور حواشی کی ہو سکتی ہے۔)

نسخہ اکادمی میں بانگ درا اور بال جبریل کا قلم نسبتاً خفی ہے، جب کہ ضرب کلیم اور ارمنجان حجاز نسبتاً جلی قلم میں کتابت کیے گئے ہیں۔ اس کی لم اپنی فہم ناقص سے بالاتر ہے۔ قلم یکساں ہوتا تو کلیات کے حسن و جمال اور دیدہ زیبی میں اضافہ ہوتا۔ فارسی کلیات کے ڈی کس اور سپر ڈی کس اڈیشنوں کی کتابت ایران کے نامور خطاط امیر فلسفی کی ہے۔ یہ اسلوب کتابت سراسر ایرانی ہے اور بر عظیم (بنگلہ دیش، پاکستان اور بھارت) کے بیشتر فارسی قارئین کے لیے نامانوس اور اجنبی ہے اور الجھن میں مبتلا کرتا ہے۔ اس نظام میں غنہ آوازیں نہیں ہیں اور یائے معروف و مجہول اور واو معروف و مجہول کی تفریق روا نہیں رکھی گئی، جس کی وجہ سے صرف معروف آوازیں رہ گئی ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: نسخہ اکادمی پر جناب رشید حسن خاں کا مضمون اور اس پر راقم کا استدراک، محولہ بالا)۔ نسخہ اکادمی اپنی بعض کمیوں کے باوجود صحت متن کے لحاظ سے کلیات اُردو کا سب سے معتبر اور اطمینان بخش نسخہ ہے۔ اگرچہ بازار میں کلام اقبال کے نوع بنوع نسخوں اور اشاعتوں کی بھرمار ہے مگر ”ہمیں اعتراف کر لینا چاہیے کہ اقبال کو بہت کچھ ماننے کے باوجود ان کے کلام کا کوئی تحقیقی اڈیشن اب تک مرتب نہیں ہو پایا ہے“۔ (رشید حسن خاں)

۳- مکانیب کے مجموعے: اس عرصے میں اقبال کے خطوں کے کئی مجموعے چھپے ہیں، جیسے: مولانا راغب احسن کے نام خطوط اقبال: جہان دیگر مرتبہ: محمد فرید الحق (کراچی، ۱۹۸۳ء) یا اقبال بنام شاد مرتبہ: محمد عبداللہ قریشی (لاہور، ۱۹۸۶ء) جس میں شاد اقبال اور صحیفہ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں مطبوعہ خطوط کو یکجا کر کے انھیں از سر نو مرتب کیا گیا ہے۔ بیسیوں نئے (اور بعض غیر

مطبوعہ) خطوط بعض اصحاب کی کاوشوں سے سامنے آئے ہیں۔ سب سے اہم اضافہ ایک تو ڈاکٹر سعید اختر درانی نے اور دوسرا ثاقف نفیس نے کیا۔ جرمن ٹیوٹر ایماویگے ناسٹ کے نام، اقبال کے جرمن اور انگریزی خطوط، جرمن نو مسلم محمد امان ہو بوہوم کی تحویل میں تھے جنہیں درانی صاحب بڑی کاوش و محنت سے اُردو ترجمے اور حواشی کے ساتھ مدون کر کے سامنے لائے ہیں۔ (اقبال بیورپ میں طبع دوم، ۱۹۹۹ء) چودھری محمد حسین کے نام ۲۶ اُردو + ایک انگریزی = ۲۷ غیر مطبوعہ خطوط اقبال کا ایک اہم ذخیرہ، ان کے پوتے ثاقف نفیس نے اپنے ایم اے اُردو کے مقالے (۱۹۸۳ء) کے ذریعے منکشف کیا۔ اب یہ ذخیرہ مکتوبات اقبال بنام چودھری محمد حسین کے نام سے شائع ہو گیا ہے (لاہور، ۱۹۹۸ء) [مگر مجموعہ صرف ۲۰ خطوں پر مشتمل ہے، ۷ طویل خط شامل نہیں کیے گئے]۔ خطوط پر بحث و تحقیق کے سلسلے میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار صاحب، ڈاکٹر صابر کلوروی، ڈاکٹر تحسین فراقی، ڈاکٹر اخلاق اثر، ڈاکٹر اکبر رحمانی، ماسٹر اختر، کمال احمد صدیقی اور ڈاکٹر وحید عشرت وغیرہ کے مقالات اور کتابیں اہمیت رکھتی ہیں۔ لعلہ حیدر آبادی اور ممنون حسن خاں کے نام خطوط پر بحث نے بہت طول کھینچا اور نئے سے نئے نکات سامنے آئے (حوالوں کے لیے دیکھیے: اقبال کئی اُردو نثر از زیب النساء، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۹۷ء)

خطوط اقبال کے ضمن میں ایک خوش آئند امر یہ ہے کہ کلام اقبال کے برعکس، خطوط اقبال کی تحقیقی تدوین پر خاصی توجہ دی گئی ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی نے اقبال نامہ اول کی تحقیقی تدوین کی ہے (یہ نئے اقبال اکادمی پاکستان سے عنقریب شائع ہوگا)۔ مزید برآں ایم فل اقبالیات کے حسب ذیل تحقیقی مقالات کی شکل میں بھی خطوط پر مفید کام ہوا ہے:

۱- مکتاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خان: تعلیقات و حواشی، ۱۹۹۳ء، از عبداللہ شاہ ہاشمی

۲- اقبال جہان دیگر: تعلیقات و حواشی، ۱۹۹۷ء از محمد صدیق ظفر [مجازی]

۳- انوار اقبال (خطوط - ترتیب و تحشیہ) ۱۹۹۸ء از زیب النساء

ان مقالوں کو تدوین خطوط کے ضمن میں اچھی پیش رفت قرار دیا جاسکتا ہے۔

راقم الحروف نے ۱۹۷۶ء میں کلیات مکتاتیب اقبال کی ایک جامع تدوین کی تجویز پیش کی تھی (خطوط اقبال، ص ۲۶)۔ پھر زیر نظر تجربے (۱۹۸۰ء، ۱۹۸۲ء) میں مکرر عرض کیا تھا کہ خطوط اقبال کا یہ عظیم الشان ذخیرہ کلیات مکتاتیب اقبال کی شکل میں زیادہ توجہ اور وقتِ نظر کے ساتھ مرتب و مدون کیے جانے کا محتاج ہے اور اس ضمن میں چند تجاویز بھی پیش کی تھیں (ص ۲۷ تا ۲۷)۔ کئی

برس بعد سید مظفر حسین برنی نے اس کام کا بیڑا اٹھایا، اور اب ان کی مرتبہ کلیات مکتب اقبال چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ (تیسری جلد پر ڈاکٹر تحسین فراتی کا تبصرہ مشمولہ اقبال : چند نئے مباحث شدت کے ساتھ خطوط اقبال کی تحقیقی تدوین کی ضرورت کا احساس دلاتا ہے۔

۴- مستقل نثری تصانیف: پروفیسر محمد سعید شیخ نے اقبال کی انگریزی نثر کی مشکل ترین کتاب یعنی انگریزی خطبات (Reconstruction) کو برسوں کی محنت کے بعد ایک قابل رشک معیار پر مرتب کیا ہے (۱۹۸۶ء)۔ متن کی صحت، حوالوں کی تلاش و تصحیح، اقتباسات کی تعیین، اشعار کی تخریج اور حواشی و تعلیقات کے کام میں انھوں نے جیسی دیدہ ریزی اور دقت نظر سے کام لیا ہے، ویسی محنت و کاوش اقبال کے کسی اور متن کی تدوین پر نہیں کی گئی۔ یہ ایک معیاری و مثالی تحقیقی اڈیشن ہے، جسے اقبالیات کے تدوینی کاموں میں نشانِ راہ بنایا جاسکتا ہے (تفصیلی جائزہ دیکھیے: ۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب، ص ۲۳ تا ۲۷)۔

اقبال کے تحقیقی مقالے Development کے اصل مسودے کی بازیافت ڈاکٹر سعید اختر ڈرانی نے کی ہے۔ (انھوں نے اس مقالے کی ایک مکمل نقل نومبر ۱۹۸۳ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کی دوسری عالمی اقبال کانگریس کے موقع پر ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کے ذریعے اقبال میوزیم لاہور کو دی تھی)۔ مذکورہ اولین مسودے میں، بعد ازاں اقبال نے چند تبدیلیاں کیں اور مقالے کی اشاعت کے موقع پر اس کے کچھ حصے حذف کر دیے۔ ڈاکٹر درانی نے اس متن کی تراجم اور محذوفات پر ایک سیر حاصل مضمون میں روشنی ڈالی ہے۔ (دیکھیے: اقبال یورپ میں طبع دوم ۱۹۹۹ء)۔

ایک اور اچھی تدوین، اقبال کے ایک نو دریافت انگریزی مضمون Bedil in the Light of Bergson کی صورت میں سامنے آئی (۱۹۸۶ء)۔ ڈاکٹر تحسین فراتی نے اقبال میوزیم سے اس غیر مطبوعہ مقالے کا دست نوشت مسودہ تلاش کر کے دقت نظر سے اسے پڑھا، پھر متن کو اردو ترجمے، حواشی اور ایک عالمانہ مقدمے کے ساتھ مطالعہ بیدل، برگسن کی نظر میں کے نام سے شائع کر دیا۔ علامہ نے The Problem of Time in Muslim Philosophy کے نام سے ایک طویل مضمون لکھا تھا، اس کے معدوم متن کا صرف ایک ہی ورق دستیاب ہوا، اسے بھی فراتی صاحب نے ترجمے اور توضیحات کے ساتھ ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ (سیارہ خاص نمبر ۲۳)۔

اقبال کی موعودہ تصنیف ”تاریخ تصوف“ کے دو ابواب کا مسودہ صابر کلکوردی کو دستیاب ہوا، جسے انھوں نے تاریخ تصوف کے نام سے بعض حواشی کے ساتھ مرتب کر کے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔

۵- متفرق نثری مجموعے: اقبال کے غیر مدون نثر پاروں کا ایک مجموعہ نگارشات اقبال (مرتبہ زین النساء) ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ اقبال کے نثری ذخیرے کی تحقیقی تدوین کے سلسلے میں ایک اچھی اور کامیاب کوشش اختر النساء کے ایم فل اقبالیات کے تحقیقی مقالے بعنوان گفتار اقبال: متن کا تحقیقی مطالعہ (۱۹۹۶ء) میں نظر آتی ہے۔ دیگر مجموعوں پر بھی اسی انداز میں تحقیق کی ضرورت ہے۔

۶- ملفوظات کے مجموعے: اقبال کے ”ملفوظات“ ان کے سماعی متن کے ذیل میں آتے ہیں۔ اس عرصے میں اقبال پر بعض سوانحی کتابوں میں ان کے ملفوظات پر مشتمل خاصا مواد یکجا ہو کر سامنے آیا ہے۔ رسائل و جرائد میں بھی بیسیوں ملفوظاتی مضامین اور انٹرویو شائع ہوتے رہے۔ ایسے ملفوظاتی مضامین کا ایک عمدہ مجموعہ صابر کلوروی نے اقبال کے بہم نشین کے نام سے مرتب کیا تھا (۱۹۸۵ء)۔ ملفوظات کے تحقیقی اور تجزیاتی مطالعے کی ایک کوشش طالب حسین اشرف نے ایم فل کے تحقیقی مقالے بعنوان ملفوظات اقبال: تحقیق و تجزیہ (۱۹۹۳ء) کی صورت میں کی ہے مگر یہ موضوع پوری طرح ان کی گرفت میں نہیں آسکا۔ ملفوظات پر تحقیق کی ضرورت تاحال باقی ہے۔

۷- اقبال کی مرتبہ درسی کتابیں: ڈاکٹر ملک حسن اختر نے اس موضوع پر کچھ مزید معلومات فراہم کی تھیں اور ایک مضمون میں راقم کی فراہم کردہ معلومات پر بعض اعتراضات کیے تھے (ماہ نو، لاہور، اپریل ۱۹۸۳ء۔ یہ مضمون ان کے مجموعہ مضامین: اقبال ایک تحقیقی مطالعہ، لاہور، ۱۹۸۸ء میں بھی شامل ہے۔) راقم نے جواباً اپنے وضاحتی مضمون: ”اقبال کی مرتبہ درسی کتابیں“ (ماہ نو، لاہور، اگست ۱۹۸۳ء) میں ضروری توضیحات اور تصریحات پیش کیں۔ محمد بشیر چودھری نے ۱۹۹۳ء میں درسی کتابوں کے تجزیے پر ایم فل کا تحقیقی مقالہ مرتب کیا، بعنوان: علامہ اقبال کی مرتبہ نصابی کتب: ایک تجزیہ۔

تصانیف اقبال پر تحقیق ایک وسیع موضوع ہے۔ سطور بالا میں جو کچھ کہا گیا، اس کی حیثیت فقط چند اشارات کی ہے اور وہ بھی شاید نامکمل۔ اقبالیات کے زیر بحث شعبے میں جو پیش رفت ہوئی ہے، اس سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کو مزید معلومات اور حوالوں کے لیے اقبال کسی اُردو نثر (زیب النساء، لاہور ۱۹۹۷ء) کے علاوہ راقم کی بعض تالیفات: ۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب، ۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب، اقبالیاتی جائزے اور اقبالیاتی ادب کے تین سال کے متعلقہ حصے دیکھنے چاہئیں۔

مزید برآں ڈاکٹر محمد ریاض کے مضمون ”اقبال کے اُردو فارسی کلیات کی اشاعت“ (برکاتِ اقبال، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۲۳۷ تا ۲۵۳) اور راقم کے ایک مضمون: ”تصانیفِ اقبال کا اشاعتی معیار“ (سیارہ، لاہور۔ اقبال نمبر ۱۹۹۲ء) کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔

راقم الحروف کے لیے یہ احساس (جو مبنی بر حقیقت ہے) سوہانِ روح ہے کہ ۱۹، ۲۰ برس پہلے متونِ اقبال کی جن غلطیوں کی نشان دہی کی گئی تھی، وہ متون اب بھی انھی غلطیوں سمیت بدستور چھپ رہے ہیں۔

اس دوران میں اتفاقاً شیخ غلام علی اڈیشن کی چند ایک مزید اغلاط میرے علم میں آئیں۔ کلیاتِ اُردو کی اغلاط کے لیے ”تصریحات“ (ص ۵۲۳) میں نمبر ۶ دیکھیے۔ کلیاتِ فارسی کے ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۳	۶	در	در (واؤ، رے)
(یہ غلطی طبع اول سے چلی آ رہی ہے۔)			
۵۱۲	۲	پیش	پیش
۹۰۳	۳	جنید و بایزید	جنید و بایزید

کلیاتِ اُردو (غ ع اڈیشن) کے دیباچے (بعنوان: ”اعتذار“) میں محترم جاوید اقبال صاحب نے بتایا ہے کہ کتابت کا آخری مرحلہ اور صحتِ کلام کی ”سب سے کٹھن منزل“ مولانا مہر کی ”رہنمائی“ میں انجام پائی۔ اس کے باوجود کلیاتِ اُردو میں چند دلچسپ ”غلطیاں“ ملتی ہیں، مثلاً:

بانگِ درا (ص ۱۷۶) کا ایک مصرع ہے:

تیری میناے سخن میں ہے شرابِ شیراز

مہر صاحب کہتے ہیں: ”تیرے میناے سخن“ درست ہے۔ ”تیری“ کتابت کی غلطی ہے (مطالب بانگِ درا، ص ۲۲۵) مگر شیخ غلام علی اڈیشن کی پروف خوانی میں انھوں نے یہ درستی نہیں کی۔

بالِ جبیریل (ص ۹۵) کا یہ مصرع:

عشق کے مضراب سے نغمہ تارِ حیات

طبع اول سے اسی طرح چھپ رہا ہے۔ مہر صاحب فرماتے ہیں: ”کے“ کا تب کی غلطی ہے

(مطالب بال جبریل، ص ۱۱۹) مگر پروف خوانی میں انھوں نے اس غلطی کی تصحیح نہیں کی۔
بال جبریل (ص ۲۰) کا یہ مصرع:

کردے اسے اب چاند کی غاروں میں نظر بند
طبع اول سے اسی طرح چھپ رہا ہے۔ مہر صاحب کے نزدیک ”کی“ کتابت کی غلطی ہے
(مطالب بال جبریل، ص ۳۰) مگر کلیات شیخ غلام علی میں انھوں نے اسے درست نہیں کیا۔
اسرار و رموز (ص ۱۲۲) میں ایک مصرع ہے:

شاید از سیل قہستاں برخوری ارشاد
یہ مصرع اسرار و رموز کے پہلے یکجا ایڈیشن [۱۹۲۳ء] سے اسی طرح چھپ رہا ہے۔ مہر
صاحب لکھتے ہیں: ”قہستان کا تب نے غلط لکھا ہے۔ یہاں کہستان“ ہونا چاہیے جو کہستان کا مخفف
ہے۔ قہستان، خراسان کا علاقہ ہے، اسے سیل سے کوئی مناسبت نہیں۔“ (مطالب اسرار و رموز،
ص ۲۳۰، ۲۳۱) مگر کلیات فارسی میں انھوں نے یہ غلطی بھی درست نہیں کی۔
ایسے متعدد امور تاحال تحقیق طلب ہیں۔

مجھے اعتراف کرنا چاہیے کہ طبع اول میں مجھ سے چند فاش غلطیاں سرزد ہوئیں۔ بعض اغلاط
بعد ازاں دریافت ہوئیں۔ زیر نظر، طبع دوم میں ایسی غلطیوں کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض اہم
امور کی تصحیح و تصریح صفحہ ۵۴۳ پر کی جا رہی ہے۔ اس کے باوجود، ممکن ہے اب بھی بعض اغلاط باقی
ہوں۔ قارئین سے التماس ہے کہ نشان دہی کر کے ممنون فرمائیں۔

راقم کو اپنے کاموں کے ناتمام اور ناقص ہونے کا ہمیشہ احساس رہا ہے اور یہ کاوش بھی اس
اعتراف کے ساتھ پیش ہے کہ: کار دنیا کسے تمام نہ کرد۔۔۔۔۔ السعی منی والا تمام من اللہ۔

رفیع الدین ہاشمی

صدر شعبہ اُردو

۱۳ جولائی ۲۰۰۰ء

یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

حرفِ آغاز

(دیباچہ، طبع اوّل)

اُردو ادب میں، ”اقبالیات“ کی اصطلاح نسبتاً نئی ہے۔ علامہ اقبال کے شعری اور نثری مجموعے، ان کی شخصیت اور سوانح سے متعلق کتابیں، ان کے فکری و فنی ارتقاء، ان کے سیاسی و مذہبی اور فلسفیانہ نظریات کے تحقیقی و تنقیدی مطالعے اور ان کی نظم و نثر کے توضیحی و تشریحی تجزیوں پر مبنی کتابیں، انتخاباتِ نظم و نثر، حتیٰ کہ رسائل و جرائد کے اقبال نمبر..... یہ سب ”اقبالیات“ کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔

اس وسیع اور متنوع ذخیرے کو دو واضح حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱- اقبال کی تصانیفِ نظم و نثر۔

۲- اقبال کے بارے میں سوانحی، تحقیقی، تنقیدی اور تشریحی کتب و مقالات۔

”اقبالیات“ میں اوّل الذکر کی حیثیت بنیادی اور موخر الذکر کی نوعیت ثانوی ہے۔ ثانوی نوعیت کی تحریریں بے حد و حساب ہیں اور ان کی مقدار روز افزوں ہے، جبکہ اقبال کی اپنی تحریروں (Works by Iqbal) میں اضافہ ممکن نہیں۔ اُن کا کلامِ نظم و نثر، بالفاظِ دیگر، اقبال کا متن جتنا اور جیسا کچھ ہے، ”اقبالیات“ کے بنیادی ماخذ کے طور پر باقی رہے گا۔

زیر نظر مقالے میں، ”اقبالیات“ کے اسی بنیادی ماخذ یعنی علامہ اقبال کی نظم و نثر کا تحقیقی اور توضیحی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ جس خاکے (Synopsis) کی بنیاد پر پنجاب یونیورسٹی نے اس موضوع پر تحقیق کی اجازت دی تھی، اُس میں مقالے کی نوعیت اور حدود و کار کا تعین کرتے ہوئے واضح کیا گیا تھا کہ: ”یہ جائزہ تحقیقی و تنقیدی اور توضیحی ہوگا۔ تصانیفِ اقبال پر بحیثیت کتاب تنقید بھی کی جائے گی، مگر اقبال کی شاعری اور افکار پر تنقید، مقالے کے دائرے میں شامل نہیں۔“۔۔۔ چنانچہ انھی حدود کے اندر رہتے ہوئے، اس مقالے میں:

اوّل: جملہ شعری اور نثری مجموعوں کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کی گئی ہیں، یعنی ہر

مجموعے کا مختصر پس منظر، اس کی ترتیب و تیاری، کتابت و طباعت، طبعِ اوّل کی تاریخ اشاعت اور مابعد اشاعتوں کی تفصیل۔ مزید برآں بعض منظومات اور نثر پاروں کی تاریخ تحریر بھی متعین کی گئی ہے۔ ”اقبالیات“ کے جائزوں میں اس نوعیت کی کوئی مربوط تحقیقی کاوش موجود نہیں۔ اس مقالے میں بعض حقائق پہلی بار منظر عام پر آئے ہیں، اور کئی امور، جو ”غلطی ہائے مضامین“ کی حیثیت اختیار کر چکے تھے، ان کی تصحیح ہو گئی ہے۔

دوم: متن کے تحقیقی مطالعے میں مختلف مجموعوں کی اولین اشاعتوں کے بعد، دوسرے اور تیسرے اڈیشنوں میں کی جانے والی ترامیم، محذوفات، نیز ترتیب اشعار میں تقدیم و تاخیر کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ امید ہے اقبال کے دور بہ دور ذہنی ارتقا کو سمجھنے میں اس سے مدد ملے گی۔

سوم: صحتِ متن پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے، ہر مجموعے کی اغلاط کتابت و املا کے ساتھ ساتھ اُن تصرفات کی نشان دہی بھی کر دی گئی ہے، جو بعض مرتبین کے سہو نظر کے باعث، اقبال کے شعری و نثری متن میں راہِ پائے ہیں۔ راقم کے نزدیک اقبال کے اصل متن سے ہر موخراف بھی روانہ نہیں، کیونکہ متن سے انحراف کے بعد، کی جانے والی تحقیق و تنقید: ”تاثریامے رود یوار کج“ کا نقشہ پیش کرے گی۔

چہارم: اقبال کی بعض تحریروں کے بارے میں متعدد غلط فہمیاں مسلسل تکرار اور نقل در نقل کے سبب ”مسلمہ حقائق“ کی حیثیت اختیار کر گئی ہیں، مثلاً یہ کہ:

(الف) ”ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر“ خطبہ علی گڑھ بعنوان *Islam as a Moral and Political*

Ideal کا اردو ترجمہ ہے..... حالانکہ خطبہ مذکورہ کا عنوان *The Muslim Community* ہے۔

(ب) ”جناب رسالت مآب کا ادبی تبصرہ“ یا ”رسول“ فن شعر کے مبصر کی حیثیت میں، ایک اردو مضمون ہے، جو علامہ اقبال سے درخواست کر کے لکھوایا گیا، حالانکہ اصل مضمون انگریزی میں تھا۔

اس کا عنوان تھا: *Our Prophet's Criticism of Contemporary Arabian Poetry*

(ج) لندن کے مجلہ: *Sociological Review* میں شائع شدہ مضمون کا عنوان *Islam and*

Khilafat تھا، حالانکہ مضمون کا عنوان تھا: *Political Thought in Islam*۔

زیر نظر مقالے میں اس نوعیت کی متعدد غلط فہمیوں کی تصحیح کرتے ہوئے امکانی حد تک، اقبال کی بیشتر تحریروں کا صحیح سیاق و سباق واضح کیا گیا ہے۔

پہجم: اقبال کی متفرق تحریروں کی تلاش و جستجو اور جمع و ترتیب کے نتیجے میں اب تک لگ بھگ دو درجن چھوٹے بڑے اُردو اور انگریزی مجموعے مدون کیے جا چکے ہیں۔ اس کے باوجود اقبال کی متعدد مطبوعہ تحریریں مرتبین کی نظروں سے اوجھل رہیں اور کسی مجموعے میں شامل نہ ہو سکیں۔ علاوہ ازیں بعض تحریریں تاحال پردہِ خفا میں تھیں، زیرِ نظر مقالے میں متعدد غیر مدون اور غیر مطبوعہ اشعار، خطوط اور متفرق تحریروں کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ اس طرح یہ مطالعہ، نظم و نثر اقبال کی تکمیل کی جانب مزید ایک قدم ہے۔

یہ وضاحت ضروری ہے کہ متروک کلام کے مجموعوں (باقیاتِ اقبال، سرودِ رفتہ، نوادرِ اقبال، تبرکاتِ اقبال، اصلاحاتِ اقبال) کو اس مطالعے میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس حصے کی تاریخی اہمیت سے انکار نہیں، مگر علامہ اقبال نے اسے اپنے مستقل متن سے خارج کر دیا تھا۔ البتہ نثر کی صورت مختلف ہے۔ مستقل نثری تصانیف سے قطع نظر، اقبال کی زندگی میں اُن کے کسی مجموعہ نثر کی ترتیب و اشاعت کی نوبت نہیں آئی، گویا انھیں اپنی نثر کے انتخاب کا موقع نہیں ملا۔ اگر یہ مرحلہ پیش آتا، تو ممکن تھا کہ وہ متروک منظومات کی طرح اپنی بعض نگارشات نثر کو بھی انتخاب میں شامل نہ کرتے، مگر ایسا نہیں ہوا۔ اب ہمارے لیے نثر اقبال کے کسی بھی حصے کو ”متروک“ قرار دینا ممکن نہیں، چنانچہ نثری آثار جس قدر بھی دستیاب ہو سکے، بہ تمام و کمال، زیرِ بحث آئے ہیں۔

زیرِ نظر کاوش کا ایک ثمرہ ”دریافتیں“ بھی ہیں، جن کا مفصل تذکرہ مختلف ابواب میں اپنے محل پر دیکھا جاسکتا ہے۔ تاہم چند اجمالی اشارے یہاں بھی نامناسب نہ ہوں گے:

(۱) اقبال کے ایک غیر مطبوعہ اور نایاب مضمون The Muslim Community کا اصل اور مکمل متن، جسے اب تک معدوم تصور کیا جاتا تھا۔ علامہ اقبال کے پاس بھی اس کی نقل محفوظ نہ تھی۔ یہ ۱۹۱۱ء کا خطبہِ رعلی گڑھ ہے۔ (ضمیمہ: ۳، دیکھیے)

(۲) وہ انگریزی اشارات (Notes) جن کی بنیاد پر پیامِ مشرق کا دیباچہ لکھا گیا۔ (ضمیمہ: ۲)

(۳) حکیم احمد شجاع کے اشتراک سے، علامہ اقبال کی مرتبہ ایک درسی کتاب: اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے، جس کا ذکر اقبال کے کسی تذکرے، سوانح یا کتابیات میں نہیں ملتا، اس کا تعارف، آخری باب میں شامل ہے۔

(۴) شعری مجموعوں اور نثری تصانیف کی اولین اشاعتوں کا، امکانی حد تک حتمی تعین۔ (ضمیمہ: ۱)

(۵) اسرارِ خودی، رموزِ بر خودی، بانگِ درا، پیامِ مشرق اور Reconstruction کی پہلی

اشاعتوں کے بعد، دوسرے اور بعض صورتوں میں تیسرے اڈیشنوں کے متن میں کی جانے والی ترامیم و محذوفات کی تفصیل۔ اسرار و رموز کے ضمن میں ایک ناقص سی تفصیل سرود رفتہ میں موجود ہے، مگر پیام مشرق، بانگ درا اور Reconstruction کی ترامیم کی نشان دہی پہلی بار کی جا رہی ہے۔

الغرض یہ مقالہ، نظم و نثر اقبال کو اصل اور مکمل تر شکل میں لانے کی تدابیر کے ضمن میں پہلی تحقیقی کاوش ہے، جس سے ”اقبالیات“ کی ایک محکم تر اساس مہیا ہو جانے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اس مقالے کی مدد سے اقبال کے مکمل ذخیرہ نظم و نثر کو تحقیق کی روشنی میں پوری صحت و جامعیت کے ساتھ مرتب و مدون کیا جاسکے گا اور اقبال کا مکمل اور معیاری متن سامنے آجانے سے اقبالیاتی تحقیق و تنقید کی سمت درست کرنے اور صحیح تر نتائج اخذ کرنے میں خاطر خواہ مدد مل سکے گی۔

اس مقالے کی تیاری و تکمیل استاذی ڈاکٹر وحید قریشی کی نگرانی میں ہوئی۔ اُن کی تحقیقی نکتہ رسی نے بہت سے مشکل اور حل طلب مسائل کو آسان بنایا۔ فی الحقیقت یہ کام ان کی راہ نمائی اور تاکید و توجہ ہی سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اقبالی بزرگوں بشیر احمد ڈار مرحوم، شیخ محمد اشرف مرحوم، سید نذیر نیازی مرحوم، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، محمد عبداللہ قریشی، لطیف احمد شروانی اور شیخ نیاز احمد صاحبان نے متعدد بالمشافہ ملاقاتوں میں، نیز بذریعہ مراسلت بعض قیمتی معلومات فراہم کیں۔ اسی طرح محترم ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، جناب مشفق خواجہ، ڈاکٹر سید معین الرحمن، ڈاکٹر آفتاب اصغر، ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر سعید اختر درانی اور ڈاکٹر محمد ریاض صاحبان نے بھی مفید مشورے عطا کیے۔ بعض جرمن الفاظ و عبارات کی تفہیم محترم محمد کاظم صاحب کے ذریعے ممکن ہوئی۔ مختلف مراحل میں برادر مر ڈاکٹر خورشید رضوی صاحب کا ہمہ پہلو تعاون حاصل رہا۔

فراہمی کتب و لوازمہ میں علامہ اقبال میوزیم، اقبال اکادمی لائبریری، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، پشاور یونیورسٹی لائبریری اور ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان لائبریری کے علاوہ لاہور اور بیرون لاہور کی مختلف کالج لائبریریوں سے مدد ملی۔ خاص طور پر ڈاکٹر تین اداروں کے ذمہ داران: مسعود الحسن کھوکھر صاحب، ڈاکٹر محمد معز الدین صاحب اور جمیل رضوی صاحب نے فراخ دلانہ تعاون کیا۔ بزرگوارم فضل حسین تبسم صاحب اور برادر مر قاضی افضل حق قریشی نے بعض نادر نسخوں سے استفادے کی اجازت دی۔ بعض احباب خصوصاً ڈاکٹر معین الدین عقیل، فاروق اختر نجیب، عبدالجبار شاکر، صابر کلرونی، اختر راہی اور عبدالغنی فاروق نے تلاش کتب میں زحمت اٹھائی۔ آخری مرحلے میں متفرق امور کی انجام دہی میں چودھری محمد ابراہیم صاحب، فاروق اعظم صاحب، عبداللہ شاہ، غلام نبی،

ساجد بشیر اور فرحت بہن نے ہاتھ بٹایا۔ بعض دیگر اصحاب بھی براہ راست یا بالواسطہ اس کام کی تکمیل میں معاون ثابت ہوئے۔

اس مقالے کی طباعت نہایت قلیل عرصے میں مکمل ہوئی۔ اس ضمن میں ڈائریکٹر اقبال اکادمی پاکستان [ڈاکٹر وحید قریشی] کی خصوصی توجہ کے ساتھ ساتھ، اکادمی کے [ناظم طباعت] فرخ دانیال صاحب اور حمایت اسلام پریس کے منتظم میاں محمد یعقوب صاحب اور کمپوزر محمد ابراہیم صاحب کی مساعی کو خاص دخل ہے۔ میں ان سب اصحاب اور اداروں کا تہ دل سے سپاس گزار ہوں۔ اللہ انھیں جزاے خیر دے۔

میرے دادا مرحوم نہایت نیک نفس اور متدین انسان تھے۔ ان کی شفقت و محبت کے ساتھ ساتھ، میں ان کی روحانیت سے بھی مستفیض ہوا۔ اس کتاب کا انتساب انھی کے نام ہے۔ خدا انھیں غریق رحمت کرے۔

رفیع الدین ہاشمی

شعبۂ اُردو

یونیورسٹی اور نیشنل کالج لاہور

۲ نومبر ۱۹۸۲ء

محترم سید نفیس رقم کا شکریہ واجب ہے۔ کتاب [طبع اول] کی پیشانی اور عناوین ابواب ان کے تحریر کردہ ہیں۔ جاوید نامہ، اول کے خوش نویس (پیر عبد الحمید) کی نشان دہی بھی انھوں نے کی۔ پیر عبد الحمید مرحوم کے ایک ہم عصر بزرگ اور خوش نویس جناب عنایت اللہ وارثی نے اس کی تصدیق کی ہے (بوساطت فاروق اختر نجیب صاحب)۔

مخففات

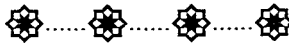
<i>Speeches</i> (شروانی)	Speeches, Writings and Statements of Iqbal
<i>Speeches</i> (اول)	Speeches and Statements of Iqbal (مرتبہ: شاملو، ۱۹۳۲ء)
<i>Speeches</i> (دوم)	Speeches and Statements of Iqbal (مرتبہ: شاملو، ۱۹۳۸ء)
<i>Speeches</i> (طارق)	Speeches and Statements of Iqbal (مرتبہ: اے آر طارق)
<i>Thoughts</i>	Thoughts and Reflections of Iqbal
<i>Letters to Atiya</i>	Iqbal's Letters to Attiya Begum
<i>Letters</i>	Letters and Writings of Iqbal
<i>Development</i>	The Development of Metaphysics in Persia
<i>Reconstruction</i>	The Reconstruction of Religious Thought in Islam
مکاتیب اقبال بنام نیاز غ ع	مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خاں مرحوم شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
کلیات مکاتیب	کلیات مکاتیب اقبال (منظر حسین برنی)

مترادفات

قلا بین	[]
لوازمہ	(Matter) مواد
نقل حرفی	Transliteration

باب: ا

اُردو کلام کے مجموعے



(الف) اُردو میں شعر گوئی

آغاز و محرکات

علامہ اقبال کے آبا و اجداد کشمیری برہمن تھے، لیکن یہ حسن اتفاق معنی خیز ہے کہ اُن کا سلسلہ نسب برہمنوں کی اس شاخ سے ملتا ہے، جس نے کشمیر کے ہر دل عزیز بادشاہ سلطان زین العابدین عرف بڈ شاہ (۱۴۲۱ء-۱۴۶۹ء) کے دور میں فارسی سیکھی اور اسلامی علوم کی طرف متوجہ ہوئی۔ قدیم برہمن روایات سے اس ”انحراف“ کی وجہ سے کشمیری برہمنوں نے انہیں ازراہ تعریض و تحقیر ”سپرو“ (یعنی جو سب سے پہلے پڑھنا شروع کرے) کا لقب دیا۔^۱

بابا لولچ، سپرو خاندان میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ اُنہوں نے بابا نصر الدین کے حلقہٴ ارادت میں داخل ہو کر فقر و درویشی اختیار کی اور کشمیر کے مشہور مشائخ میں شمار ہوئے۔^۲ فقر و درویشی اور روحانیت کا یہ رنگ، اقبال کے متعدد اجداد کے ہاں موجود تھا۔ اُن کے ایک جد، شیخ محمد رمضان نے فارسی تصوف پر متعدد کتابیں تالیف کیں۔^۳ اقبال کے والد شیخ نور محمد طبعاً تصوف سے لگاؤ رکھتے تھے۔ وہ آوان شریف (ضلع گجرات، پنجاب) کے ایک بزرگ قاضی سلطان محمود (م: ۱۹۱۹ء) سے بیعت تھے۔ اقبال بن شعور کو پینچے تو والد نے انہیں بھی قاضی صاحب سے بیعت کرا دیا۔^۴

صوفیہ اور اولیا سے اقبال کو ہمیشہ ایک گونہ عقیدت رہی۔ وہ مختلف اوقات میں حضرت نظام الدین اولیا اور حضرت مجدد الف ثانی کے مقابر پر حاضر ہوتے رہے۔

۱- ملاحظہ کیجیے:

(الف) انوار اقبال: ص ۷۶

(ب) ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ: ص ۱۰، ۲۳۳

۲- صحیفہ، اقبال نمبر، اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء، ص ۴

۳- تاریخ اقوام کشمیر: ص ۳۲۳۔ بحوالہ زندہ رود [اول] ص ۱۰

۴- آئینہ، لاہور، اپریل ۱۹۶۵ء، ص ۴۴

تصوف اور روحانیت کا، انسان کے احساسات لطیف سے قریبی تعلق ہے، چنانچہ اقبال کے آبا و اجداد کا تصوف اور ان کی روحانیت اور فقر، اقبال کی ذات میں اعلیٰ جذبات اور لطیف احساسات کی صورت میں متشکل ہوا۔ شیخ نور محمد نے باقاعدہ تعلیم نہیں پائی تھی، مگر صوفیاء اور علماء کی صحبت نے ان کی طبیعت میں ایک نکھار اور جلا پیدا کر دی تھی۔ عربی، فارسی اور دینی علوم کے فاضل اجل علامہ سید میر حسن سے ان کی گہری دوستی تھی۔ شیخ نور محمد اُردو اور فارسی کی کتابیں پڑھ لیتے تھے، کلام اقبال بھی اُن کے زیر مطالعہ رہتا۔ شعر سے انھیں فطری رغبت تھی اور کبھی کبھار خود بھی شعر کہ لیا کرتے تھے۔

اقبال کو لڑپکن ہی سے شعر و شاعری سے طبعی مناسبت تھی۔ ان کی موزوں طبعی کے بارے میں شیخ عطا محمد کی اہلیہ راوی ہیں کہ وہ رات کے وقت بازار سے منظوم قصے لاکر گھر میں لُحْن سے سنایا کرتے تھے۔ اکثر اوقات قصہ پڑھتے پڑھتے اپنی طرف سے بھی کوئی فقرہ (مصرع) اس میں جڑ دیتے۔ ان کا یہ پیوند ایسا خوب صورت اور پُر اثر ہوتا کہ سب لوگ بے ساختہ داد دیتے۔ خیال رہے کہ اُس وقت اُن کی عمر بمشکل دس بارہ سال تھی۔

اقبال کے لڑپکن کے دوست سید تقی شاہ کا بیان ہے کہ ایک بار ہم نے کبوتر خریدے تو اقبال نے اس خوشی میں تگ بندی کی تھی۔ سید تقی شاہ نے مندرجہ ذیل پانچ مصرعے نقل کیے ہیں:

دل میں آئی جو تقی کے ، تو کبوتر پالے

جمع لا لا کے کیے لال ، ہرے ، مٹیا لے

ان میں ایسے ہیں جو ہیں پہروں کے اڑنے والے

اب یہ ہے حال کہ آنکھیں ہیں کہیں ، پاؤں کہیں

پاؤں کے نیچے ، نہ معلوم ، زمیں ہے کہ نہیں ہے

یہ بالکل موزوں مصرعے ہیں، انھیں ”تگ بندی“ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اُس زمانے میں اقبال،

۱- شیخ اعجاز احمد کا بیان ہے کہ والدہ اقبال کی وفات پر انھوں نے دو ہفتوں میں دس بارہ شعر قلم بند کرائے اور کوئی مصرع بھی وزن سے خارج نہ تھا۔ (روز گار فقیر، دوم، ص ۲۱۶)۔

۲- (الف) روایات اقبال: ص ۳۹۔ (ب) اقبال درون خانہ ص ۱۰۔

۳- الزبیر، اقبال نمبر ۱۹۷۷ء، نمبر ۲، ص ۱۱..... مزید دیکھیے: دانائے راز (نذیر نیازی) طبع اول: ص ۶۸،

نیازی صاحب نے صرف ایک شعر دیا ہے، وہ یوں ہے:

جی میں آئی جو تقی کے، تو کبوتر پالے

کوئی کالا، کوئی اسپید ہے، وہ مٹیا لے

علامہ میر حسن کے حلقہ مہلانہ میں شامل تھے۔ ان کے متعدد شاگرد راوی^۱ ہیں کہ میر حسن کو دیوان حافظ، مثنوی مولانا روم، سکندر نامہ نظامی اور قصائد عرفی بے حد پسند تھے۔ اُردو، فارسی، عربی اور پنجابی کے ہزاروں شعر ان کے نوکِ زبان تھے۔ بات بات پر شعر پڑھنے کی عادت تھی۔ ان کے اندازِ تدریس میں یہ بات اہم تھی کہ عربی پڑھاتے تو موضوع کی مناسبت سے فارسی اور اُردو اساتذہ کے اشعار اور بہیر وارث شاہ کے اشعار سنا تے۔ اپنے شاگردوں میں اقبال پر ان کی خاص توجہ تھی۔ میٹرک کے امتحان کے بعد تو ان کا بیشتر وقت شاہ صاحب کے ہاں گذرتا، گھر جاتے ہوئے مطالعے کے لیے کتابیں لے جاتے۔ مختصر یہ کہ میر حسن کی شخصیت، ان کی صحبت اور ان سے تلمذ، اقبال کے ادبی اور شعری ذوق کی نشوونما کے لیے نہایت مفید ثابت ہوا۔ ان کی طبعی موزوں گوئی نے، جو ابتدا میں، منظوم قصے پڑھ کر سنانے میں راہ اظہار پاتی رہی، اب باقاعدہ شعر گوئی کا راستہ اختیار کیا چنانچہ ابھی سکول میں زیر تعلیم تھے کہ شعر و شاعری کرنے لگے۔^۲ ابتدائی مشق کے دنوں میں انھوں نے بعض غزلوں پر علامہ میر حسن سے اصلاح لی۔^۳

تخلیقِ شعر کے پُر اسرار اور پیچیدہ عمل کے بارے میں مختلف نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ اقبال کی شعر گوئی کے ضمن میں اُس مکتبِ فکر کا نظریہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے جس نے شاعر کو ”تلمیذ الرحمن“ کہا ہے۔ اقبال کے تخلیقی شعور میں شاعری کا وجدانی اور الہامی حوالہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اُن کے نزدیک فیضانِ الہی ایک آسمانی عطیہ ہے جس کی بنا پر ”شاعرانہ طبیعت“ رکھنے والا ایک شخص شعر کہنے پر مجبور ہوتا ہے۔

عوام میں اقبال کی مقبولیت و شہرت کا بڑا سبب اُن کا اُردو کلام تھا مگر ان کی ”شاعرانہ طبیعت“ اُردو کی نسبت فارسی کی طرف زیادہ مائل رہی۔ ۱۹۳۲ء تک فارسی کے پانچ مجموعوں کے مقابلے میں اُردو کا صرف ایک مجموعہ (بگ درا) شائع ہوا تھا۔ قدرتی طور پر اُردو کلام کے دل دادگان کو شکایت پیدا ہوئی۔ جب اُن سے کہا گیا کہ: ”فارسی میں لکھنا بجا، مگر اُردو کا بھی تو آپ پر حق تھا“..... تو انھوں نے اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے کہا:^۴

- It comes to me in Persian

۱- روایات اقبال: ص ۲۶، ۵۵، ۶۰

۲- دیباچہ بانگِ درا: ص ۱۰

۳- روایات اقبال: ص ۱۳

۴- روایت پروفیسر حمید احمد خاں: اقبال کسی شخصیت اور شاعری: ص ۲۵

نزولِ شعر کے موقع پر وہ محسوس کرتے جیسے وہ خود ایک پُر اسرار کیفیت کی گرفت میں ہیں۔ اس کا اندازہ ان کے بعض بیانات سے لگایا جاسکتا ہے:

(۱) جب مجھ پر شعر کہنے کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو مجھ پر بنے بنائے اور ڈھلے ڈھلائے شعر اُترنے لگتے ہیں اور میں انھیں بے غم نقل کر لیتا ہوں۔ بار بار ایسا ہوا کہ میں نے ان اشعار میں کوئی ترمیم کرنا چاہی، لیکن میری ترمیم اصل اور ابتدائی نازل شدہ شعر کے مقابلے میں بالکل بیچ نظر آئی اور میں نے شعر کو جوں کا توں برقرار رکھا۔^۱

(۲) شعری تجربے کے دوران میں، میں نے اکثر اسے [شعر کو] غور و فکر کے ذریعے سمجھنے اور گرفت میں لینے کی کوشش کی ہے، لیکن جیسے ہی میں اپنی کیفیت کا تجزیہ شروع کرتا ہوں، وہ روانی اور الہام کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔^۲

اقبال پر نزولِ شعر سے متعلق اس طرح کی متعدد روایات و واقعات مؤید ہیں کہ فیضانِ الہی، اقبال کے ہاں تخلیقِ شعر کا اہم ترین محرک ہے۔

علامہ اقبال نے ایک بار احمد شجاع پاشا سے کہا تھا: ”تم اور میری شاعری ہم عمر ہو“۔^۳ احمد شجاع نے اپنا سالِ ولادت ۱۳۱۲ھ بتایا ہے جو عیسوی سنہ ۱۸۹۳-۱۸۹۵ء کے مطابق ہے۔ اس اعتبار سے ۱۸۹۳ء کو اقبال کی شاعری کا سالِ آغاز قرار دینا چاہیے، لیکن سر عبدالقادر کا یہ بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سکول میں پڑھتے تھے کہ کلامِ موزوں زبان سے نکلنے لگا۔^۴

۱۸۹۳ء میں تو میٹرک کا امتحان دے کر وہ سکول سے رخصت ہو چکے تھے۔ گویا ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء کو ان کی شعر گوئی کا سالِ آغاز قرار دینا صحیح تر ہوگا۔ ۱۸۹۳ء میں، اُن کے کلام میں اتنی پختگی آچکی تھی کہ وہ ادبی رسالوں میں چھپنے لگے تھے۔ داغ سے اقبال کے سلسلہ تلمذ کا آغاز ۱۸۹۳ء میں ہوا مگر یہ

۱- ذکرِ اقبال، ص: ۲۳۵

۲- روایت محمد دین تاثیر: تہ ماہ نو، اقبال نمبر ۱۹۷، ص: ۱۳۳-۱۳۵

۳- خوں بہا: ص: ۱۹۷

۴- دیباچہ بانگِ درا: ص: ۱۰

۵- رانم نے ابتدا میں اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں لکھا تھا: ”کوئی ایسی شہادت میٹر نہیں جس کی بنا پر حتمی تعین ہو سکے کہ داغ سے اقبال کا سلسلہ تلمذ کب شروع ہوا۔ البتہ اُن کی ۱۸۹۳ء کی ایک غزل (مطبوعہ: زبانِ دہلی، نومبر ۱۸۹۳ء بحوالہ: سرودِ رفتہ: ص: ۱۳۳-۱۳۴) میں واضح طور پر داغ کا رنگ نمایاں ہے۔ اس زمانے کی ایک اور غزل کا یہ منقطع: (بقیہ آئندہ صفحے پر)

سلسلہ ایک دو برس سے زیادہ جاری نہیں رہا۔ اقبال علم عروض اور متعلقہ علوم پر عبور حاصل کر چکے تھے، چنانچہ داغ نے بہت جلد کہہ دیا کہ کلام میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ہے۔ اس طرح اُن سے تلمذ کا سلسلہ ختم ہو گیا، اُس وقت وہ انٹرمیڈیٹ میں زیر تعلیم تھے۔ داغ ایسے اسٹاذ فن کی یہ حوصلہ افزائی، اقبال جیسے نوخیز شاعر کے لیے ایک غیر معمولی بات تھی، جس نے انھیں اپنے فن پر زیادہ اعتماد بخشنا۔

۱۸۹۵ء میں لاہور پہنچ کر، اقبال گورنمنٹ کالج میں بی اے میں داخل ہوئے۔ پہلے کچھ عرصہ اندرون بھائی گیٹ مقیم رہے، ۱۸۹۶ء میں کالج کے کوچ ریڈنگل (حال اقبال) ہوٹل کے کمرہ نمبر میں اٹھ آئے اور ۱۸۹۹ء تک، جب انھوں نے ایم اے فلسفہ کیا، یہیں مقیم رہے۔ ہوٹل کا یہ تین سالہ قیام، اُن کی زندگی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ان کا کمرہ، بہت جلد شعری وادبی ذوق رکھنے والے طلبہ کی توجہ اور مجلس آرائی کا مرکز بن گیا۔ اقبال کے بعض دوست، شاعر ہونے کے ساتھ نقد شعر کا عمدہ ذوق بھی رکھتے تھے۔ غلام بھیک نیرنگ کو اقبال کی ذات میں ”مستقبل کا غالب“ نظر آیا اور انھوں نے کلام اقبال کو جمع و محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ اقبال کے مذاق سخن کے ارتقا میں ہوٹل کی بے تکلفانہ شعری وادبی محفلوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چند ماہ کے اندر وہ بعض دوستوں کے اصرار پر، لاہور کی ادبی محفلوں اور مشاعروں میں شریک ہونے لگے، جہاں بعض نامور شعرا اور ادب دوست اصحاب جمع ہوتے تھے۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ)

گرم ہم پر کبھی ہوتا ہے جو وہ بت، اقبال
حضرت داغ کے اشعار سنا دیتے ہیں

بھی اقبال پر داغ کے براہ راست اثرات (اور ایک اعتبار سے اُن کے تلمذ کے اعتراف) کو ظاہر کرتا ہے۔ (ص: ۶) مگر بعد میں راقم کو سر عبدالقادر کی ایک شہادت مل گئی۔ وہ اپنے مضمون ”اقبال“ (مطبوعہ: خدنگ نظر مئی ۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں: ”امتحان انٹرنس پاس کرنے کے بعد اقبال نے جناب نواب فصیح الملک نواب مرزا خاں صاحب داغ دہلوی، استاد حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ سے بذریعہ خط کتابت تلمذ کی ٹھہرائی..... جس سال حضرت داغ سے اصلاح لینے کا سلسلہ شروع ہوا، اسی سال اقبال کی زندگی میں ایک اور واقعہ پیش آیا..... یعنی اُن کی شادی ہو گئی۔“ (بحوالہ: اقبال جاوہر گربہندی، نژاد: ص ۱۳۰)۔ اقبال نے انٹرنس کا امتحان ۱۸۹۳ء میں پاس کیا اور اسی برس اُن کی شادی ہوئی۔ اس طرح داغ سے تلمذ کا سال (۱۸۹۳ء) حتمی طور پر متعین ہو جاتا ہے۔

۱- دیاچہ بانگ درا: ص ۱۱

۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: غلام بھیک نیرنگ کا مضمون: مجلہ اقبال، اکتوبر ۱۹۵۷ء۔

اقبال لاہور آئے تو اسی برس حکیم شجاع الدین محمد نے ”اُردو بزمِ مشاعرہ“ کی بنیاد رکھی۔ دسمبر ۱۸۹۵ء میں منعقدہ، بزم کے دوسرے مشاعرے میں اقبال پہلی بار شریک ہوئے اور اپنی غزل پر دادِ سخن پائی۔ اگرچہ اس وقت تک، بیسیوں غزلیں کہنے کے بعد، اُن کے اندر اپنی شاعرانہ صلاحیتوں پر اعتماد پیدا ہو چکا تھا، تاہم سیال کوٹ سے لاہور آنے کے بعد کسی پبلک مشاعرے میں یہ ان کی اولین شرکت تھی۔ اس میں مرزا ارشد گورگانی ایسے استاذِ فن نے اُن کے اس شعر کو بے حد سراہا:

موتی سمجھ کے شانِ کریبی نے چُن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اس حوصلہ افزائی سے اقبال، شعر گوئی میں اور زیادہ پُر اعتماد ہو گئے۔

اس زمانے میں لاہور کی اہم ترین ”اُردو بزمِ مشاعرہ“ کے علاوہ بعض چھوٹی انجمنیں بھی قائم تھیں۔ حکیم شجاع الدین محمد کے انتقال (۱۸۹۶ء) پر دوسری انجمنیں زیادہ سرگرم ہو گئیں تو اقبال ان انجمنوں کے مشاعروں میں شریک ہونے لگے۔ ان میں کم و بیش ایک سو سا معین جمع ہو جاتے۔ یہ سب تعلیم یافتہ اور باذوق حضرات ہوتے تھے۔ ان پبلک مشاعروں کو اقبال کی شعر گوئی میں بہت دخل ہے۔ ان میں سے ”انجمنِ اتحاد“ کے مشاعروں کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان میں، ۱۸۹۸ء کے لگ بھگ، مختلف موضوعات و عنوانات پر نظم گوئی کا سلسلہ جاری ہوا اور اقبال کی بعض نظمیں مثلاً ہمالہ، دردِ عشق، موجِ دریا، انسان اور بزمِ قدرت وغیرہ ”مشاعرہ اتحاد“ ہی کے زیرِ اثر لکھی گئیں۔ ان مشاعروں میں اقبال کے علاوہ بعض ایسے شعرا بھی شریک ہوتے تھے، جو کسی زمانے میں انجمنِ پنجاب کے مشاعروں میں شریک ہو کر متعدد منظومات پڑھ چکے تھے۔ مشاعرہ اتحاد پر انجمنِ پنجاب کے اثرات کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں انجمن کی نشاۃ ثانیہ کے موقع پر اسے ”مرحوم انجمنِ پنجاب سے زیادہ بارونق“ کر دینے کا عزم ظاہر کیا گیا۔^۱

۱- حکیم احمد شجاع نے خوں بہا (ص: ۱۹۶) میں اسے اپنے سنِ ولادت (۱۸۹۳ء) کا واقعہ قرار دیا ہے مگر اُن کی ایک اور جگہ، تحریر سے اس کی تردید ہوتی ہے (دیکھیے: نقوش نمبر ۱۰۸، ستمبر ۱۹۶۷ء، ص: ۱۰)۔

۲- محمد عبداللہ قریشی کا یہ بیان محلِ نظر ہے کہ: ”اقبال پہلے پہل ۱۸۹۶ء کے کسی مشاعرے میں شریک ہوئے۔“ (مجلد اقبال، اکتوبر ۱۹۵۳ء، ص: ۴۰) جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، اقبال نے پہلی مرتبہ دسمبر ۱۸۹۵ء میں بازارِ حکیموں کے دوسرے ”اُردو بزمِ مشاعرہ“ میں شرکت کی (نقوش نمبر ۱۰۸، ستمبر ۱۹۶۷ء، ص: ۱۰)۔

۳- روایاتِ اقبال: ص: ۱۶۱

۴- مجلہ اقبال، اکتوبر ۱۹۵۵ء، ص: ۷۴-۸۰

اس دور میں لاہور کی شعری محفلوں میں ناظم حسین لکھنوی اور مرزا ارشد گورگانی کے شاگردوں اور مذاہنوں کے درمیان معاصرانہ چشمک جاری تھی۔ انجمن اتحاد کے مشاعروں میں بھی اس کے مظاہرے دیکھنے میں آتے تھے۔ اگرچہ مرزا داغ سے سلسلہ تلمذ کے حوالے سے اقبال، لکھنؤ کی نسبت دہلی سے زیادہ قریب تھے۔ تاہم انھوں نے یہ کہہ کر:

اقبال لکھنؤ سے، نہ دلی سے ہے غرض

ہم تو اسیر ہیں خم زلفِ کمال کے

خود کو دونوں گروہوں کی نوک جھونک سے علاحدہ رکھا اور یہ ایک نیک فال تھی۔ اگر وہ اس چشمک میں شامل ہو جاتے تو لکھنویت اور دہلویت کی لسانی مجاز آرائی میں، خدشہ تھا کہ مستقبل میں ان کے شعری امکانات کو ضعف پہنچتا۔

”اُردو بزمِ مشاعرہ“ کا سلسلہ ختم ہوا تو حکیم شہباز دین کی بیٹھک میں ہر روز شام کو متعدد باذوق اصحابِ فکر و نظر، ادبا و شعرا اور اساتذہ و علما جمع ہونے لگے۔ اقبال ہمیشہ سے اس نوع کی مجالس کے دلدادہ تھے، اس لیے وہ باقاعدگی کے ساتھ بازارِ حکیمان کی ان نشستوں میں شریک ہوتے۔ ان محفلوں میں حکیم امین الدین، حکیم شہباز دین، سر عبدالقادر، سر شہاب الدین، خواجہ رحیم بخش، خواجہ کریم بخش، خواجہ امیر بخش، خلیفہ نظام الدین، شیخ گلاب دین، مولوی احمد دین، مولانا عبدالحکیم کلانوری، مولوی محمد حسن جالندھری، مفتی محمد عبداللہ ٹوکی، فقیر سید افتخار الدین، خان احمد حسین خاں، نسی محمد دین فوق، مولانا اصغر علی رومی اور سید محمد شاہ وکیل شامل ہوتے تھے۔ حکیم امین الدین

۱- تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

محمد عبداللہ قریشی کا مضمون: ”حیاتِ اقبال کی گم شدہ کڑیاں“ (لاہور کے مشاعرے اور اقبال) قسط دوم، مجلہ

اقبال اکتوبر ۱۹۵۵ء، ص ۷۲-۹۷

۲- لاہور میں، مرزا ارشد گورگانی، دبستان دہلی کے سرگروہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ لاہور آنے پر اقبال کو ارشد سے تلمذ ہوا، مگر کچھ دنوں بعد داغ کے باقاعدہ شاگرد ہو گئے۔ لالہ سری رام، عبدالقادر سروری، محمد عبداللہ قریشی اور بعض دیگر مورخین ادب اسی غلط فہمی کا شکار ہیں مگر ارشد سے تلمذ کی کوئی معاصر شہادت دستیاب نہیں۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے اس مسئلے پر مفصل بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ داغ سے اصلاح لینے کا سلسلہ ۱۸۹۳ء میں یعنی لاہور آنے سے قبل ہی، جاتا رہا تھا، اس لیے لاہور پہنچ کر ارشد گورگانی سے تلمذ کی بات درست نہیں۔ (”ولادتِ اقبال کے سلسلے کی ایک تاریخی دلیل“، راوی اقبال نمبر، اپریل

۱۹۷۳ء، ص ۸۳)

نہایت باذوق انسان اور بھر عالم تھے۔ حکیم شہباز دین خود شاعر تھے اور اپنی علم دوستی اور ادب نوازی کے سبب، انھوں نے شورِ محشر کی اشاعت برقرار رکھی۔ سر عبد القادر خوش ذوق ادیب تھے، بعد میں محزن کے ذریعے انھوں نے اُردو زبان و ادب کے لیے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ سر شہاب الدین کا مسدسِ خالی کا منظوم پنجابی ترجمہ بہت مقبول ہوا۔ بخش برادران کے ملی لاج (واقع محلہ تھڑیاں بھاریاں، بازار حکیمان) میں عرصہ دراز تک علمی مجالس جستی رہیں۔ ولایت سے واپسی پر اقبال بھی کئی برس تک ان میں شریک ہوئے۔ مولوی احمد دین وکیل نے سرگذشتِ الفاظ اور بعد ازاں، اقبال کی شاعری پر پہلی کتاب اقبال بھی لکھی۔ خان احمد حسین خاں، لاہور کی ادبی دنیا کی اہم شخصیت تھے۔ شورِ محشر اور بعد ازاں شبابِ اُردو کے مدیر رہے۔ مولوی محمد حسن جالندھری، مولانا عبدالحکیم کلانوری اور مفتی محمد عبداللہ ٹوکی اپنے دور کے جید علما اور قابل اساتذہ میں سے تھے۔ مفتی صاحب کے ناتواں جسم میں ”علم و فضل کا اتنا ذخیرہ تھا کہ کوزے میں دریا بند ہونے کی مثل ان پر صادق آتی ہے“۔ مولانا عبدالحکیم کلانوری، ”قواعدِ فارسی کے علاوہ عروض، صنائعِ بدائع اور املا کے خصائص پر کئی رسالوں کے مصنف تھے۔ شام کی مجلسوں میں ان کے مخاطب زیادہ تر اقبال ہوتے اور شعر و شاعری کے ادبی محاسن پر گفتگو کرتے“۔ ان جلسوں میں شریک متذکرہ بالا اصحاب کے علاوہ، باقی حضرات بھی علمی و ادبی اعتبار سے قابلِ لحاظ حیثیت کے مالک تھے۔ اقبال کے ذوقِ شعر کی تربیت میں ان ادبی صحبتوں کے اثرات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ متذکرہ بالا اصحاب کے بارے میں حکیم احمد شجاع لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں اقبال اپنا کلام پہلے ان بزرگوں کو سناتے اور پھر اسے کسی مجلسِ عام میں پڑھتے۔ ”نالہ یتیم“، ”ہلالِ عید“ اور ”تصویرِ درد“ جیسی معروف نظمیں، انجمنِ حمایتِ اسلام کے جلسوں میں سنانے سے پہلے، انھی لوگوں کے سامنے پڑھی گئیں۔

۱۸۹۹ء میں ایم اے کا امتحان پاس کر کے اقبال نے تعلیمی زندگی کو خیر باد کہا اور ہوسٹل چھوڑ دیا۔ حسن اتفاق سے انھی دنوں (اپریل میں) اُن کے مشفق استاد پروفیسر آرنلڈ نے اورینٹل کالج لاہور کے قائم مقام پرنسپل کا منصب سنبھالا۔ چند روز بعد ۱۳ مئی کو اسی کالج میں میکلوڈ عریک ریڈر

۱- اقبال ریویو، جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۲۵

۲- نقوشِ اقبال نمبر دوم، دسمبر ۱۹۷۷ء، ص ۵۵۸

۳- نقوش، نمبر ۱۰۸، ستمبر ۱۹۶۷ء، ص ۱۲

۴- خوں بہا: ص ۱۹۹-۲۰۰

کی حیثیت سے اقبال کا تقرر ہو گیا۔ اس مرحلے پر اُن کا حلقہ احباب قدرتی طور پر اور بھی وسیع ہو گیا۔ اقبال کے مذکورہ بالا دوستوں کے علاوہ منشی محبوب عالم، نادر کا کوروی اور منشی سراج الدین بھی ان کے حلقہ احباب میں اہمیت رکھتے تھے۔ سوامی رام تیرتھ سے کالج کے زمانے ہی سے اُن کی دوستی تھی۔ اقبال نے اُن سے سنسکرت پڑھی اور بعد میں اسی واسطے سے ہندی اور ہندستانی فلسفوں کا مطالعہ کیا۔

ان کی شعر گوئی نے، جو ہوٹل میں دوستوں کی بزم آرائیوں اور بازار حکیمان کی شعری محفلوں تک محدود تھی، اب اپنے اظہار کے لیے نئے افق کی طرف قدم بڑھائے مگر ایک شاعر کی حیثیت سے اس وقت تک اقبال، عوام الناس میں معروف نہیں ہوئے تھے۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۵ء تک چھ برسوں میں، اقبال کی شاعری دو واسطوں سے، عوام کے سامنے متعارف ہوئی۔ اول: انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے۔ دوم: رسالہ مخزن۔

بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے اسٹیج سے اُنھوں نے متعدد نظمیں پڑھیں۔ ابتدا میں کارپردازان انجمن ان کی شاعرانہ حیثیت اور ان کی شاعری کی قدر و منزلت سے آگاہ نہ تھے۔ انجمن کے چند ہویں سالانہ جلسے (۱۴ فروری ۱۹۰۰ء) میں پہلی بار اقبال نے ”نالہ بیہیم“ سنائی۔ صدر اجلاس ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے اس کاوش کو ان الفاظ میں سراہا:

میں نے ان کانوں سے انیس اور دیر کے مرے سنے مگر جس پائے کی نظم آج سننے میں آئی اور جواثر اس نے میرے دل پر کیا، وہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔^۱

یہ واقعہ اقبال کی ملک گیر شہرت کے لیے نقطہ آغاز ثابت ہوا۔ آئندہ کئی برسوں تک اُنھوں نے انجمن کے سالانہ جلسوں میں اپنی منظومات سنا کر عوام و خواص سے بے پناہ خراج تحسین پایا۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہوتی تھی کہ سامعین، اقبال کی نظمیں سن کر دل کھول کر چندہ دیتے۔ دوسرے یہ کہ وہ ہر جلسے کے موقع پر، منظومات اقبال کے مطبوعہ نسخوں اور غیر مطبوعہ نقول کو گراں قدر رقوم کے عوض نہایت

۱- ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار: *Journal of Research*، پنجاب یونیورسٹی لاہور، جولائی ۱۹۷۷ء تا

جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۸۶-۸۷

۲- عبدالمجید سالک (ذکر اقبال: ص ۱۸) اور ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی (اقبال کی صحبت میں:

ص ۲۳) نے لکھا ہے کہ ”نالہ بیہیم“ ۱۸۹۹ء کے سالانہ جلسے میں پڑھی گئی مگر یہ درست نہیں ہے۔

۳- اقبال اور انجمن حمایت اسلام: ص ۷۰

پر جوش طریقے سے ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ جن اکابر سے اقبال کو ان کے کلام پر داد ملی، اُن میں ڈپٹی نذیر احمد، مولانا حالی، مولانا شبلی، خواجہ حسن نظامی اور سر محمد ذوالفقار علی خاں کے نام نمایاں ہیں۔ ۲۳ فروری ۱۹۰۲ء کو صدر اجلاس میاں نظام الدین سب جج راولپنڈی نے اقبال کو ”ملک الشعراء“ قرار دیا۔ یوں انجمن کے جلسوں کے ذریعے اقبال کی شہرت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔

انجمن حمایت اسلام لاہور، پنجاب کے مسلمانوں کا تعلیمی اور ملٹی ادارہ تھا، لہذا اس کے پلیٹ فارم سے رسمی اور روایتی شاعری کے برعکس قومی اور ملٹی منظومات پیش کی جاتی تھیں۔ اقبال بھی ملٹی شاعری کی طرف مائل و متوجہ ہوتے گئے۔ اُنھوں نے انجمن کے سالانہ جلسوں میں جو نظمیں پڑھیں ان میں ’نالہ یتیم‘ (۱۹۰۰ء) ’یتیم کا خطاب ہلال عید سے‘ (۱۹۰۱ء)، ’اسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب سے‘ (۱۹۰۲ء) ’ایرگو ہربار یا فریاد امت‘ (۱۹۰۳ء) ’تصور پر درڈ‘ (۱۹۰۴ء) ’شکوہ‘ (۱۹۱۱ء) ’شع و شاعر‘ (۱۹۱۲ء) ’خضر راہ‘ (۱۹۲۲ء) ’طلوع اسلام‘ (۱۹۲۳ء) قومی، ملٹی اور اسلامی موضوعات سے متعلق ہیں۔ اس نوع کی نظم نگاری میں زیادہ تر انجمن کے تقاضوں اور اقبال کے ملٹی جذبات و احساسات کو دخل تھا۔ غزل کی رسمی شاعری کو خیر باد کہہ کر ایک نئی روش اختیار کرنا، اقبال کی ایک اجتہادی کاوش تھی۔

یوں تو اقبال کی متعدد غزلیں، اخبارات و جرائد میں چھپ چکی تھیں مگر سخن کے پہلے شمارے (اپریل ۱۹۰۱ء) میں ”ہمالہ“ کی اشاعت سے ”نئے انداز کی نظموں اور غزلوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہو گیا“۔ ”ہمالہ“ کی اشاعت نوخیز شاعر کی شعر گوئی کی شاندار تمہید ثابت ہوئی۔ انگریزی شعر و ادب کے مطالعے کا سلسلہ، دورانِ تعلیم شروع ہوا تھا، اب گورنمنٹ کالج میں انگریزی کے ایڈیشنل پروفیسر مقرر ہوئے تو اس مطالعے میں وسعت اور عمق پیدا ہوا، جس نے اُن کی شاعری پر باعتبار خیالات اور باعتبار فن، دونوں طرح گہرا اثر ڈالا۔ اس دور کی متعدد نظمیں کسی نہ کسی حیثیت میں بعض مغربی شعرا مثلاً ٹینیسن، لائلنگ، فیو، امیرسن اور ولیم کوپر وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔ لائلنگ، درا کی بہت سی

۱- رویداد سترھواں سالانہ جلسہ انجمن حمایت اسلام: ص ۲۰۰

۲- اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ج ۳، ص ۹

۳- اقبال کے ذاتی ذخیرہ کتب میں، جو بعد میں اسلامیہ کالج لاہور کو منتقل کر دیا گیا، ورڈز ورتھ، ٹینیسن، براؤٹنگ، شیلے اور تھامس گرے وغیرہ کے شعری مجموعے موجود ہیں، ان میں سے بیشتر انیسویں صدی کے مطبوعہ ہیں۔ قرین قیاس ہے کہ دورانِ تعلیم و تدریس، یہ سب اُن کے زیر مطالعہ رہے ہوں گے۔

نظموں پر، ”ماخوذ“ کی صراحت موجود نہیں مگر تشبیہوں، استعاروں اور تراکیب کے علاوہ اپنے اُسلوب فکر و بیان کے لحاظ سے بھی، یہ انگریزی شاعری سے متاثر معلوم ہوتی ہیں۔ ورڈز ورتھ سے اقبال کی اثر پذیری کا اندازہ ان کے اس اعتراف سے لگایا جاسکتا ہے:

[Wordsworth] saved me from atheism in my student days.^۱

اسی لیے مظاہر فطرت کو اقبال کے دورِ اوّل کی شاعری میں خاص اہمیت حاصل ہے۔^۲ وہ مخزن کے مستقل لکھنے والوں میں سے تھے اور انھوں نے سر عبد القادر سے مستقلاً ”نئے رنگ کی نظمیں“ لکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مغربی ادب کے مطالعے اور مخزن کے مقاصد و مزاج کے پیش نظر اگرچہ انھوں نے مغربی شعرا سے اثرات قبول کیے، تاہم مشرقیت کی روح، اقبال کے ہاں ہمیشہ غالب رہی۔

منشی محمد دین فوق، اقبال کے عزیز دوست تھے۔ وہ بھی اپنے اخبار پنجنہ فولاد کے لیے اقبال سے تازہ کلام کی فرمائش کرنے لگے۔ حق دوستی کے ساتھ، پنجنہ فولاد کے حلقہ اشاعت میں وسعت کا خیال بھی فوق کے ذہن میں موجود ہوگا۔ بعض دیگر پرچے بھی تازہ کلام حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہوئے۔ اقبال سب کی فرمائشوں کی تعمیل سے قاصر تھے، تاہم اُن کا تازہ کلام مخزن میں اکثر و بیشتر اور پنجنہ فولاد میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتا تھا۔ مخزن میں کلام اقبال کے ساتھ اکثر سر عبد القادر کے تعارفی نوٹ بھی شامل ہوتے۔ اس طرح مخزن نے اقبال کو ایک جدید نظم گو کی حیثیت سے متعارف کرانے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ یوں انجمن پنجاب کی جدید شاعری کی تحریک کو، اقبال کی نظم گوئی سے، ایک بہتر سطح پر فروغ حاصل ہوا، کیونکہ منظومات اقبال اپنے فکری عمق اور جمالیاتی حسن کی بدولت انجمن پنجاب کی قدیم منظومات سے نسبتاً زیادہ معیاری اور جاندار تھیں۔ بہر حال انجمن حمایت اسلام کے عوامی سٹیج اور مخزن کی مسلمہ ادبی حیثیت نے اقبال کو شہرت دوام عطا کی۔

ستمبر ۱۹۰۵ء میں اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ چلے گئے۔ شعر گوئی کے سلسلے میں اُس دور کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ سر عبد القادر کی مخلصانہ کوششوں اور آرنلڈ کے دانش مندانہ فیصلے نے اقبال کو مجبور کیا کہ وہ ترک شعر کا اپنا ”ارادہ مصمم“ تبدیل کر دیں۔ اس زمانے میں یورپ کی فضا اور

۱- Stray Reflections: ص ۵۴

۲- مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر وزیر آغا کا مضمون ”اقبال: فطرت پرستی کی ایک مثال“ مشمولہ نظمیں

جدید کسی کروٹیں: ص ۳۱-۴۰

۳- دیباچہ بانگِ در: ص ۱۵

تہذیبی و ثقافتی اقدار کے براہ راست اور قریبی مطالعے نے اقبال کو ایک ذہنی انقلاب سے دوچار کیا۔ اس انقلاب کا اہم ترین پہلو، اُن کے قوم پرستانہ خیالات میں تبدیلی تھا۔ یہ تبدیلی ”مغرب کی، بہیمانہ زندگی اور قوم و نسل کی بنیاد پر جنگ و جدل کے خلاف ردِ عمل“ کی مرہونِ منت تھی۔ معاشرتی اور مجلسی سطح پر نئے یورپی معاشرے، کیمبرج کے علمی ماحول، ہائینڈل برگ کی بے تکلف مجالس، جرمن خواتین اور عطیہ بیگم سے علمی مباحث نے اقبال کے قلب و ذہن پر مثبت اثرات مرتب کیے۔ یورپ کے خوب صورت قدرتی مناظر نے ان کی طبیعت پر نہایت خوش گوار اثر ڈالا۔ اس دور کی نظمیں تعداد میں زیادہ نہیں، مگر قیامِ یورپ کے اثرات سے ان نظموں میں، اقبال کی طبیعت کے مفکرانہ اور فلسفیانہ رُخ کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

۱۹۰۸ء میں یورپ سے واپسی پر، چندے توقف کے بعد، اقبال نے لاہور میں وکالت شروع کی۔ اس مصروفیت سے بہت کم وقت بچتا تھا۔ انجمن کشمیری مسلمانان کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے بھی انھیں کچھ فرائض انجام دینے پڑتے تھے، ان کی طبیعت پر قیامِ یورپ کا ردِ عمل، اسی دور میں سامنے آیا اور وہ کسی قدر افسردگی، حرماںِ نصیبی، اندرونی اضطراب اور احساسِ تنہائی کی کیفیات سے دوچار ہوئے۔ یہ کیفیات بھی اقبال کے لیے تخلیقِ شعر کا محرک ثابت ہوئیں۔ یہ اقبال کی شخصیت کا اعجاز تھا کہ ان کی طبیعت نے عملاً کوئی منفی رُخ اختیار نہیں کیا۔ اُن کا خاصا وقت بے تکلف دوستوں کے ساتھ مجلسِ آرائی میں بسر ہوتا۔ زیادہ تر مجلسِ آرائی لٹی لاج، اندرون بھائی دروازہ میں ہوتی، جس میں اقبال کے اکثر احباب شریک ہوتے اور اقبال اُن سے دادِ کلام وصول کرتے۔ لٹی لاج کی محفلوں کے علاوہ اقبال کے متعدد دوست، اُن کے مکان واقع انارکلی، پر بھی آیا کرتے۔ برعظیم کے مختلف علاقوں سے انھیں بکثرت فرمائشیں موصول ہوتیں مگر وہ انھیں پورا کرنے سے قاصر تھے۔ البتہ انجمن حمایتِ اسلام کے جلسوں میں نظم گوئی کا جو سلسلہ، یورپ جانے پر منقطع ہو گیا تھا، دوبارہ شروع ہوا اور انجمن کے اسٹیج سے ۱۹۱۱ء میں ”شکوہ“ اور ۱۹۱۲ء میں ”شع اور شاعر“ پڑھی گئیں۔

اس دور میں، اقبال اپنے احباب میں سب سے زیادہ مولانا گرامی سے متاثر و مستفید ہوئے۔ بعض اعتبار سے وہ اقبال کے ہم مزاج واقع ہوئے تھے۔ جب لاہور آتے تو مستقلاً اقبال کے

۱- ڈاکٹر وحید قریشی: پاکستان کی نظریاتی بنیادیں: ص ۴۲

۲- اقبال اور انجمن کشمیری مسلمانان: ادبی دنیا اقبال نمبر، دورِ ششم، شمارہ ۲۳: ص ۱۹۹

۳- خواجہ عبدالوحید: اقبال ریویو، جنوری ۱۹۶۹ء: ص ۴۸

ہاں قیام کرتے۔ شب و روز دونوں میں علمی گفتگو رہتی، شعری رموز و نکات پر بحث ہوتی، ایک دوسرے کے اشعار نقد و انتقاد کی کسوٹی پر پرکھے جاتے، باہمی شعر گوئی اور مباحثوں کی ان نشستوں میں اقبال اور گرامی کئی کئی روز منہمک رہتے۔ مختصر یہ کہ گرامی کی شخصیت اور صحبت بھی، اقبال کی شعری تخلیق اور ان کے شاعرانہ ارتقا میں اہمیت رکھتی ہے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب وہ اپنی معرکہ آرا فارسی تصانیف اسرارِ خودی، رموزِ بے خودی، پیامِ مشرق اور زیورِ عجم کی تالیف و ترتیب میں مشغول تھے۔ اس زمانے میں اقبال نے سید سلیمان ندوی، مولانا حبیب الرحمن شردانی اور عبدالماجد دریا بادی سے بھی مشورہ لیا لیکن زبان و محاورے کی باریکیوں اور شعری غوامض کے سلسلے میں وہ، گرامی کی رائے کو زیادہ صائب سمجھتے تھے۔^۱

اب اقبال کی شاعری اس مرحلے تک آپہنچی تھی کہ انھیں کسی حوصلہ افزائی یا داد و تحسین کی ضرورت نہ تھی۔ ایک شاعر کی حیثیت سے وہ شہرت و نام وری کی ہر تمنا سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ ترنم سے پڑھنا تقریباً ترک کر چکے تھے۔ شعر سنانے کی فرمائش عموماً ٹال دیتے۔ اس دور میں، اُن کے ہاں بڑے تو اثر اور تسلسل کے ساتھ یہ اظہار ملتا ہے کہ میں شاعر ہوں اور نہ مجھے فنِ شاعری سے کوئی دلچسپی ہے۔ وہ مذہبی اور اخلاقی مقاصد کو اولین اہمیت دینے لگے اور شاعری ثانوی حیثیت اختیار کر گئی۔ قارئین کے خیالات میں انقلاب پیدا کرنا، اقبال کی سخن گوئی کا مقصد ٹھہرا۔ نسبتاً بعد کے دور میں، اُن کے کلام میں شاعرانہ تخیل اور رنگینی بیان کی کمی کا شکوہ کیا گیا، تو فرمایا:

جو پیغام میں دینا چاہتا ہوں، وہ اب میرے لیے بالکل واضح ہو گیا ہے۔ میں عربی شاعری کی روش پر بالکل صاف صاف اور سیدھی سیدھی باتیں کہ رہا ہوں۔^۲

مطلق شعر گوئی کو اُنھوں نے اپنے لیے ایک ”تہمت“ کے قرار دیا۔ اب اقبال کے لیے خصوصاً عمر کے آخری برسوں میں، سب سے بڑا محرک شعر وہ سوز و ساز، سچ و تاب، درد مندی اور سب سے بڑھ کر وہ جذبہ اضطراب تھا، جس سے اقبال کا دل و دماغ، مستقلاً دوچار رہا۔ بقول حکیم احمد شجاع:

- ۱- اقبال نامہ، اوّل: صفحات ۸۶، ۹۷-۱۰۱، ۱۰۳-۱۰۹، ۱۱۷، ۱۲۶، ۳۲۶
- ۲- اقبال خود اس امر کے معترف تھے۔ گرامی سے مشوروں کے بارے میں تفصیلی بحث ملاحظہ کیجیے: مکاتیب اقبال بنام گرامی: ص ۷۱-۸۱
- ۳- روایت غلام رسول مہر: اقبال کسی شخصیت اور شاعری: ص ۷۶
- ۴- زیورِ عجم میں ہے:

نہ بینی خیر، ازاں مرد فرو دست
کہ بر من تہمتِ شعر و سخن بست (ص ۱۳۶)

ان کے چہرے پر اکثر فکر و تردد کے آثار نظر آتے تھے اور کبھی کبھی، ان آثار میں اس درد و کرب کی گہری لکیریں بھی دکھائی دینے لگی تھیں، جنہیں وہ اپنے صبر و ضبط سے اپنے ہم نشینوں پر ظاہر نہ کرنا چاہتے تھے۔^۱ اقبال کے ”دنوں کی تپش“ اور ”شبوں کے گداز“ کی غرض و غایت اسی ایک نکتے پر مرکوز ہو گئی تھی کہ نئی نسل کے ذہنوں کو اُن انقلاب انگیز خیالات سے متور کیا جائے، جو اُن کی شاعری کی اساس ہیں۔ دوست احباب کے ساتھ محفل آرائی اب بھی ہوتی تھی، ان محفلوں میں شعر و شاعری کے علاوہ علمی و ادبی اور سیاسی و معاشرتی مسائل زیر بحث آتے اور ظریفانہ خوش گپیاں بھی ہوتیں مگر اپنے وسیع حلقہٴ احباب، اپنی تمام تر شہرت و مقبولیت اور غیر معمولی عزت و اکرام کے باوجود، ایک احساسِ تنہائی نے اُنہیں ہمیشہ ہی، خصوصاً عمر کے آخری برسوں میں، بے چین رکھا۔ ارمغان حجاز میں یہ تاثر زیادہ شدت کے ساتھ موجود ہے۔ یہ ملتی احساس، سوز و اضطراب اور احساسِ تنہائی، اقبال کے آخری دور میں اُن کی شعر گوئی کا ایک اہم محرک رہا۔

اپنے ہم عصروں میں اقبال کو، اکبر کے طرز احساس نے متاثر کیا۔ اپنے خطوط میں وہ ذہنی اور فکری طور پر اکبر الہ آبادی کے ساتھ حد درجہ قریب و ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ کسی اور ہم عصر کے ساتھ اقبال کی ایسی فکری یک جہتی اور نظریاتی یگانگت نظر نہیں آتی۔ ابتدائی دور میں ایک مختصر عرصے کے لیے اُنہوں نے اکبر کے اسلوب کا تتبع بھی کیا، مگر اسے موزوں نہ پا کر جلد ترک کر دیا۔ تاہم اقبال کی شاعری، اکبر ہی کے ندرت فکر کا ایک سنجیدہ اور نسبتاً عمیق نقش ہے۔ حالی کی درد مندی اور مقصدیت نے بھی اقبال کو متاثر کیا تاہم حالی کی افسردگی اور کسی قدر مایوسی کے برعکس، اقبال کے ہاں رجائی لہجہ غالب ہے۔ اس طرح یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مغرب کے خلاف ایک مثبت ردِ عمل اور اسلامی نشانی ثانیہ کی آرزو، زندگی کے ہر دور میں، اقبال کی شعر گوئی کا سب سے بڑا محرک رہی۔

تخلیقِ شعر کے محرکات اور شعر گوئی کا جو پس منظر، اوپر کی سطور میں بیان کیا گیا ہے، ان محرکات اور اس پس منظر میں اقبال کی شاعری جس طرح ارتقا پذیر ہوئی، اس کے نتیجے میں اُردو کلام کے تین مکمل (بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم) اور ایک نصف شعری مجموعہ (ارمغان حجاز) تیار ہوا۔ آئندہ صفحات میں ان اُردو مجموعوں کی ترتیب و تدوین، طباعت و اشاعت اور صحتِ متن کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا۔

۱- نقوش، نمبر ۱۰۸، ستمبر ۱۹۶۷ء، ص ۲۰

۲- ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں: ”اکبر کا کلام معجزہ بھی اقبال کے لیے محرک فکر (inspiration) کا کام دیتا تھا۔“ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: اکبر اور اقبال، ص ۷۵-۵۸

(ب) اُردو کلام کے مجموعے

✽ بانگِ درا

گذشتہ صفحات میں ذکر آچکا ہے کہ انجمن حمایت اسلام کے جلسوں اور محزون کے ذریعے اقبال کی شاعرانہ شہرت، خوش بو بن کر پورے برعظیم میں پھیلی۔ اس کے نتیجے میں شائقین، اپنے اپنے طور پر، ان کا کلام جمع کرنے لگے۔ متعدد اصحاب کو اشاعتِ کلام کا خیال پیدا ہوا، مگر حقوقِ اشاعت کے معاملے میں اقبال خاصاً سخت نقطہ نظر رکھتے تھے۔^۱ اس کی متعدد وجوہ تھیں: ایک تو یہ کہ بقول اقبال: ”لوگ تجارتی اغراض کو ملحوظ رکھتے ہیں اور اس بات کی مطلق پروا نہیں کرتے کہ شعر غلط چھپا ہے یا صحیح؟“^۲ دوسرے یہ کہ علامہ اقبال اپنے کلام کی مکرر اشاعت سے پہلے اس پر نظر ثانی ضروری سمجھتے تھے۔ تیسرے یہ کہ ان کی گذر اوقات کا ایک اہم ذریعہ کتابوں کی رائٹنگ تھا، خصوصاً آخری سالوں میں،^۳ اس لیے ہر کہ وہ کو اشاعتِ کلام کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی۔

۱- ملاحظہ کیجیے:

(الف) باقیات اقبال، طبع اوّل: ص ۵، ۷

(ب) روزگار فقیر، دوم: ص ۲۱۵

(ج) نقشب اقبال (عبدالواحد معینی): ص ۷۰

۲- محمد دین فوق کو ایک بار لکھا: ”اگر کوئی میرا کلام میری اجازت کے بغیر چھاپے تو اس پر دعویٰ کروا جائے۔“ (انوار اقبال: ص ۶۳) عبدالجید سالک نے بلا اجازت اقبال کی نظم شائع کی تو انہیں قانونی نوٹس بھیج دیا۔ (یاران کہن: ص ۳۲-۳۳) شیخ اعجاز احمد کے دوست مشتاق صاحب کو اُردو کلام کا مجموعہ شائع کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ (روزگار فقیر، دوم: ص ۲۱۸)۔

۳- انوار اقبال: ص ۶۳

۴- ۱۷-۱۹۱۶ء سے وفات تک، اقبال کو جو مجموعی آمدنی ہوئی، اس کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ وکالت کے بعد، ان کا سب سے بڑا ذریعہ آمدنی کتابوں کی رائٹنگ تھا۔ یہ رقم (-/۶۲۹۶ روپے) وکالت سے آمدنی کی رقم کے نصف سے کسی قدر زیادہ ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: صفدر محمود کا مضمون ”علامہ اقبال کا گوشوارہ آمدنی“۔ صحیفہ اقبال نمبر، حصہ اوّل، اکتوبر ۱۹۷۳ء: ص ۵۱ تا ۵۱۳۔

ترتیب اشعار کا خیال ۱۹۰۳ء ہی سے ان کے ذہن میں موجود تھا، مگر جلد ولایت چلے گئے۔ واپسی پر تدریسی اور قانونی مشاغل میں، پھر اسرارِ خودی اور بعد ازاں رموزِ برے خودی کی ترتیب میں مصروف رہے۔ اس عرصے میں اُردو کلام کی اشاعت کے لیے اقبال کے احباب اور شائقین کا اصرار جاری رہا۔ عطیہ فیضی کے نام سے اپریل ۱۹۱۰ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں:

I have been receiving letters from various parts of the country to bring out my poems in book form.^۲

تاہم ایک عرصے تک ترتیبِ کلام کے سلسلے میں عملی پیش رفت نہ ہو سکی۔ یہ امر بھی، کسی حد تک، باعثِ تاخیر ہوا کہ اُردو کلام کی مقدار کم تھی۔^۳ ۱۹۲۱ء میں اقبال سنجیدگی سے اُردو کلام کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوئے۔ مسودے کی تدوین میں چودھری محمد حسین نے بہت ہاتھ بٹایا۔^۴ اور فروری ۱۹۲۳ء میں مسودہ کاتب کے حوالے کر دیا گیا۔^۵

متنِ کلام کی کتابت تو جولائی میں مکمل ہو گئی، مگر دیاچے کی کتابت اور طباعتِ کتاب میں کئی ہفتے صرف ہو گئے۔^۶ بالآخر ۳۰ ستمبر ۱۹۲۳ء کو بانگِ درا کا پہلا ایڈیشن منظرِ عام پر آیا۔ یہاں یہ وضاحت مناسب ہوگی کہ فقیر سید وحید الدین نے *Iqbal in Pictures* میں بانگِ درا کے سرورق کا جو عکس دیا ہے، اس کے نیچے لکھا ہے: 'Title page of First Edition of 'Bang-i-Dara'۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے ہم طبعِ اول کا عکس سرورق دے رہے ہیں (دیکھیے آئندہ صفحہ)۔

- ۱- اقبال نامہ، اول: ص ۲۱
- ۲- *Letters to Atiya*: ص ۶۸
- ۳- اقبال نامہ، اول: ص ۲۱
- ۴- اقبال کی صحبت میں: ص ۱۲۹
- ۵- مکاتیبِ اقبال بنام نیاز: ص ۴۹
- ۶- کتاب مذکور: ص ۵۰
- ۷- میاں نظام الدین کو پیش کردہ نسخے پر ”محمد اقبال ۳ ستمبر ۱۹۲۳ء“ درج ہے (بحوالہ: اوراقِ گم گشتہ: ص ۱۳۸) پروفیسر آرنلڈ کو پیش کردہ نسخے پر بھی یہی تاریخ درج ہے (روایت: علی سردار جعفری در: فکرِ اقبال مرتبہ عالم خوند میری، مغنی تبسم۔ حیدرآباد، ۱۹۷۷ء، ص ۶۶)
- ۸- پہلے ایڈیشن کی پرنٹ لائن میں ”اشاعتِ اول“ کے الفاظ درج نہیں اس لیے یہ ظاہر (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

بانگِ درا طبعِ اول کا عکس

(عکس نمبر ۱ ص ۲۳)

بانگِ درا

اقبال

پرنٹنگ ہاؤس: پبلسٹی

بانگِ درا کی تدوین کے موقع پر، اقبال کے پاس اپنا پورا کلام محفوظ و موجود نہیں تھا کیونکہ ریکارڈ رکھنا، اُن کے لیے خاصا مشکل تھا۔ مطبوعہ کلام کے علاوہ بہت سا غیر مطبوعہ کلام، اُن کے احباب اور شائقین کے پاس تھا۔ چنانچہ احباب کی بیاضوں سے مدد لی گئی۔ بانگِ درا کی اشاعت سے پہلے مولوی احمد دین کی تصنیف اقبال چھپ کر آگئی تھی جس میں اُردو کلام کا معتد بہ حصہ شامل تھا۔ اقبال نے اسے پسند نہیں کیا چنانچہ احمد دین صاحب نے کتاب ضائع کر دی۔ ۱۹۲۳ء میں حیدرآباد دکن سے مولوی عبدالرزاق راشد نے کلیات اقبال شائع کی۔ اس بلا اجازت اور غیر قانونی اشاعت کے خلاف قانونی چارہ جوئی آسان نہ تھی کیونکہ دکن میں برطانوی قانون تحفظ اشاعت لاگو نہ ہوتا تھا۔ بالآخر سزا کبر حیدری کے توسط سے کتاب کی فروخت، دکن تک محدود کر دی گئی۔

بانگِ درا کی بیشتر نظمیں اور غزلیں، اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکی تھیں۔ نظموں کے ابتدائی متن سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے ترتیب کتاب کے وقت خاصی ترمیم و تمشیح سے کام لیا۔ کئی مصرعوں اور اشعار کو بہتر بنایا۔ متعدد بند خارج کیے اور بعض نئے بندوں کا اضافہ کیا۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کوئی نظم یا غزل بانگِ درا میں شامل نہیں کی۔ زیادہ تر ترمیم و اصلاح ۱۹۰۸ء تک کے کلام میں کی گئی۔ اپنے تیسرے دور کے کلام میں اقبال نے نسبتاً کم ترمیم کی ہے۔ ترمیم و اصلاح کا یہ سلسلہ اُنھوں نے بانگِ درا کی ترتیب سے بھی قبل شروع کر دیا تھا۔ ”شکوہ“ مطبوعہ مرغوب ایجنسی لاہور کے نسخے کا متن، اس نظم کے اولین متن سے مختلف ہے۔ سرورق پر وضاحت درج ہے کہ یہ نسخہ

(بقیہ گذشتہ صفحہ)

نہیں ہوتا کہ یہ نسخہ، پہلے اڈیشن کا ہے..... اس کا کاغذ، وقت کے ساتھ خستہ ہو چکا ہے اور نہ کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے اندر دائرہ مارک میں یہ عبارت نظر آتی ہے: Rose Brand - Manufactured by Allah
Diya and Sons, Lahore and Delhi۔ طبع اوّل کے کتابیاتی کوائف کے لیے ملاحظہ کیجیے: ضمیر نمبر

۱- (الف) خطوط اقبال: ص ۱۲۹

(ب) مکتوبات اقبال بنام نیاز: ص ۸

۲- (الف) باقیات اقبال، طبع اوّل: ص ۵

(ب) روزگار فقیر، دوم: ص ۲۱۵

۳- تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

(الف) انوار اقبال: ص ۳۱-۳۲

(ب) کلیات اقبال کی سرگذشت از عبدالواحد معنی، مشمولہ: نقشب اقبال: ص ۶۵-۸۲

۴- مفصل مطالعے کے لیے دیکھیے: اصلاحات اقبال از محمد شیرالحق دستوی۔

”مصنف موصوف کی نظر ثانی“ کے بعد چھاپا گیا ہے۔ اس میں دو تین مقامات ایسے ہیں، جہاں اقبال نے بانگِ درامتب کرتے وقت پھر ترمیم کی۔ یہ سب ترمیم و اصلاحات، اقبال کے تنقیدی شعور اور انتخابی ذہن پر دلالت کرتی ہیں۔^۱

پہلے اڈیشن کے سرورق پر ”جملہ حقوق مع حق ترجمہ محفوظ“ کے الفاظ درج ہیں۔ کلیاتِ اقبال (دکن) کے قصبے کے پس منظر میں یہ الفاظ اہم ہیں۔ دیباچہ، سر عبدالقادر نے لکھا کیونکہ بانگِ دراکِ دیباچہ نویسی کے لیے، اقبال انھی کو سب سے زیادہ موزوں سمجھتے تھے^۲ اور یہ بات ۱۹۱۰ء ہی سے ان کے ذہن میں موجود تھی۔^۳ اشاعتِ اول میں کتابت یا املا کی متعدد اغلاط موجود ہیں، مثلاً:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۴	۳	مزرعہ	مزرع
۷۸	۸	ستم کیلئے	ستم کے، لیے
۱۲۲	۳	تیری	تری
۱۳۱	۷	خجستہ کام	خجستہ گام
۱۴۰	۷	سعدی	سعدی
۱۸۴	۷	کیلئے دل تو نے	کے، لیے دل تو نے
۱۸۸	۵	آئینے	آئنے
۱۸۹	۳	آئینے	آئنے
۲۴۶	۵	زبان	زباں
۲۷۷	۴	دیباختواں یافت	دیباختواں یافت

دوسری بار بانگِ دراکو خط نسخ میں چھاپنے کی تجویز ہوئی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے ۱۹۲۵ء میں

۱- بانگِ درامتب کرتے وقت اقبال نے اپنے کلام میں جو ترمیم و تہنخ کی ہے، اس کے پیش نظر سر عبدالقادر کی یہ رائے کتنی عجیب لگتی ہے کہ: ”علامہ نے غالب کی طرح اشاعت کے لیے اپنے کلام کا انتخاب نہیں کیا تھا“۔ (باقیاتِ اقبال، طبع اول: ص ۷)۔

۲- روایت عاشق حسین بٹالوی: چند یادیں، چند تاثرات: ص ۷۷

۳- عطیہ بیگم کے نام ۷ مارچ ۱۹۱۰ء کے خط میں اس امر کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

برلن سے دیوانِ غالب کا منقش اڈیشن شائع کرنے کے بعد بانگِ درا کا ایسا ہی نسخہ چھاپنے کا ارادہ ظاہر کیا، مگر اقبال کا ذوق، نستعلیق کو نسخ پر قربان کرنے کے لیے تیار نہ تھا، اس لیے یہ تجویز رو بہ عمل نہ آسکی۔ دو برس بعد، ستمبر ۱۹۲۶ء میں دوسرا اڈیشن نستعلیق ہی میں شائع ہوا۔ اس کے متن میں مندرجہ ذیل مقامات پر ترامیم ملتی ہیں:

صفحہ	سطر	اشاعت اول	اشاعت دوم
۶۷	۴	تری ظلمت میں، میں روشن چراغاں.....	تری تاریک راتوں میں، چراغاں.....
۹۰	۱	یعنی یہ لیلیٰ وہاں بے پردہ.....	لیلیٰ معنی وہاں بے پردہ.....
۹۱	۱	آہ، آہ، اے بیٹ الحرام مذہبِ اہلِ سخن	اے جہاں آباد، اے سرمایہ بزمِ سخن
۹۱	۲	یعنی خالی داغ سے.....	آہ، خالی داغ سے.....
۱۶۳	۳	یہ قمر جو ناظمِ عالم کا.....	چاند جو صورتِ گرہ ہستی کا.....
۱۶۳	۳	پہنے سونے کی قبا.....	پہنے سیمائی قبا.....
۲۱۴	۱۲	گہتِ خوابیدہ.....	گہتِ خوابیدہ.....
۲۷۴	۱۰	مگر فطرت تری رخشندہ اور.....	مگر فطرت تری افتندہ اور.....

متنِ کلام میں ص ۲۳۶ کی غلطی کی اصلاح ہوگئی ہے، باقی تمام اغلاط کتابت جوں کی توں موجود ہیں۔ مزید برآں مندرجہ ذیل نئی غلطیاں بھی رو پذیر ہوگئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۶	۳	مصیبت	مصیبت
۲۷۶	۱۰	جمعیت	جمعیت

تیسرا اڈیشن چار سال کے وقفے سے ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔ اس بار اقبال نے متن میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی، صرف دیاچے میں، علامہ میر حسن کے بارے میں، حاشیے میں اس عبارت کا اضافہ کیا گیا ہے: ”۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو حضرت کا وصال ہو گیا ہے“۔ اشاعتِ سوم کے

۱- مکتوباتِ اقبال: ص ۴

۲- اس اڈیشن میں دیاچے کے بعد اور متن کتاب سے پہلے، علامہ اقبال کی ایک تصویر بھی لگائی گئی ہے۔ پہلے اڈیشن کے برعکس اس اڈیشن کا کاغذ مضبوط اور پاکدار ہے۔ کتابیاتی کوائف کے لیے ضمیمہ نمبر ملاحظہ کیجیے۔

سلسلے میں سب سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ اس میں، اشاعتِ دوم کی ترمیمات کو نظر انداز کر دیا گیا۔ متن کے بغور مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تیسرے ایڈیشن کی کتابت کے لیے خوش نوٹس کو، دوسرے ایڈیشن کے بجائے پہلا ایڈیشن دے دیا گیا اور اسے جوں کا توں کتابت کرا کے چھاپ دیا گیا۔ تیسرے ایڈیشن کی تیاری اور طباعت کے موقع پر، دوسرے ایڈیشن کی ترمیم نہ معلوم اُن کے ذہن سے کیوں محو ہو گئیں۔ بہر حال اشاعتِ دوم کی متذکرہ بالا آٹھ ترمیم، اشاعتِ سوم میں نظر نہیں آتیں۔ پہلے اور دوسرے ایڈیشن کی بیشتر اغلاط کتابت بھی بدستور موجود ہیں۔ ص ۱۳۱ کی غلطی درست کر دی گئی ہے، مگر تین نئی اغلاط رونما ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۵	۶	پستی ہوں	چلتی ہوں
۸۹	۱۰	جہاں آباد	جہاں آباد
۲۷۷	۳	خرمانتواں بافت	خرمانتواں یافت

علامہ اقبال کی وفات کے بعد اُن کے شعری مجموعوں کی اشاعت و طباعت چودھری محمد حسین ایم اے کی زیر نگرانی ہونے لگی۔ چنانچہ بانگِ درا کا چوتھا ایڈیشن جون ۱۹۳۹ء میں چودھری صاحب کی نگرانی میں شائع ہوا۔ یہ ایڈیشن اس اعتبار سے اہم ہے کہ اسی ایڈیشن کی پلیٹوں محفوظ کر لی گئیں۔ اور کلیاتِ اقبال (فروری ۱۹۷۳ء) کی اشاعت سے پہلے بانگِ درا کے تمام ایڈیشن انہی پلیٹوں سے چھاپے گئے۔

خوش قسمتی سے اشاعتِ چہارم میں دوسری اشاعت کا متن اختیار کیا گیا۔ چنانچہ تیسری اشاعت کے موقع پر، جو آٹھ ترمیم نظر انداز ہو گئی تھیں، چوتھے ایڈیشن میں، اُن کی بنیاد پر، متن صحیح صورت میں شائع ہوا..... سوائے ایک مقام کے، جہاں اشاعتِ دوم کی ترمیم (تری اٹھندہ اور.....) کو اختیار نہیں کیا گیا بلکہ پہلے ایڈیشن ہی کے متن (تری رخشندہ اور.....) کو رہنے دیا گیا..... خدا جانے کیوں؟..... اس ایڈیشن میں صفحات ۵۴، ۵۵، ۷۸، ۸۹، ۱۲۲، ۱۸۴، ۱۸۸، ۱۸۹ اور ۲۳۶ کی غلطیاں بدستور موجود ہیں۔ صفحہ ۱۱۴ اور ۲۷۷ کی اغلاط درست کر دی گئی ہیں مگر صفحہ ۱۰۲ پر ایک نئی غلطی رو پذیر ہو گئی ہے۔

۱- اس لحاظ سے ڈاکٹر جاوید اقبال کا یہ بیان کہ: ”کلام اقبال کے اب تک جتنے ایڈیشن شائع ہوئے، وہ سب کے سب انہی پلیٹوں سے طبع ہوتے رہے ہیں، جنہیں حضرت علامہ مرحوم نے خود اپنی نگرانی میں تیار کروایا تھا“ (دیباچہ کلیاتِ اقبال: صفحہ ۵) غلط نہیں پڑتی ہے۔

سطر	غلط	صحیح
۳	ہفتاد و دو ملت	ہفتاد و دو ملت

بعد کی اشاعتوں میں اسی چوتھے اڈیشن کی پلیٹوں کو حسب ضرورت سنگ سازی کے بعد، استعمال کیا جاتا رہا۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۷۲ء تک بانگِ درا کوئی آئینہ مرتبہ چھپی۔ جس میں ۱۹۳۹ء تک کی اشاعتیں، چودھری محمد حسین صاحب کی نگرانی میں ہوئیں، مگر اغلاط کتابت کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی، چنانچہ صفحات: ۷۸، ۸۹، ۱۲۲، ۱۸۳، ۱۸۸، ۱۸۹ اور ۲۳۶ کی محولہ بالا اغلاط، بعد کے اڈیشنوں میں بھی بدستور موجود ہیں۔ البتہ دلچسپ بات یہ ہے کہ بعض اوقات کسی سنگ ساز نے بزعم خویش، کتابت کی ایک غلطی درست کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ صفحہ ۲۸۳ پر ”آئینہ عارض“ (صحیح) کو ”آئینہ عارض“ (غلط) بنا دیا گیا۔ غالباً محض اس قیاس کی بنیاد پر کہ اس نظم میں پانچ سات جگہ ”آئینہ“ ہے تو یہاں بھی ”آئینہ“ کے بجائے ”آئینہ“ ہونا چاہیے۔

✽ بالِ جبریل

بانگِ دار کی اشاعت (۱۹۳۳ء) کے بعد، مسلسل کئی برس تک، اقبال کی زیادہ تر توجہ فارسی کی طرف رہی۔ اُس دوران میں بانگِ درا بار بار کثیر تعداد میں اشاعت پذیر ہو کر اُردو قارئین کے لیے تسکینِ ذوق کا سامان فراہم کرتی رہی، تاہم شائقین، نئے مجموعے کی اشاعت کے لیے مسلسل مصر اور منتظر رہے۔ اسی اصرار کے پیش نظر اقبال نے نیا اُردو مجموعہ مرتب کر لیا۔ قبل ازیں ۱۹۲۹ء میں پیامِ مشرق کا تیسرا اڈیشن مطبع جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں طبع ہوا تھا۔ اب جامعہ والے نیا اُردو شعری مجموعہ بھی چھاپنا چاہتے تھے۔ اقبال اس پر رضامند تھے۔ انھوں نے سید نذیر نیازی

۱- بعد کی اشاعتوں کے کتابیاتی کوائف کے لیے ملاحظہ کیجیے: ضمیر نمبر ۱

۲- یکے بعد دیگرے فارسی کے چار شعری مجموعے شائع ہوئے:

(۱) زیورِ عجم: ۱۹۲۷ء۔

(۲) جاوید نامہ: ۱۹۳۳ء۔

(۳) مسافر: ۱۹۳۳ء۔

(۴) مثنوی پس چہ باید کرد: ۱۹۳۶ء۔

۳- پہلی تین اشاعتوں کے نسخوں کی تعداد: اٹھارہ ہزار۔

۴- مکتوباتِ اقبال: ص ۱۶۳، ۱۸۷۔

صاحب کو اختیار دیا کہ وہ ناشر سے معاملہ طے کر لیں۔ اس اثنا میں ۹ ستمبر ۱۹۳۴ء کو اردو مجموعے کی کتابت شروع ہو گئی۔

نئے اردو مجموعے کا نام نشان منزل تجویز ہوا اور مسودے کے سرورق پر بھی یہی نام لکھا گیا مگر بعد میں اقبال نے محسوس کیا کہ بال جبریل زیادہ موزوں ہے، چنانچہ انھوں نے مسودے پر نشان منزل کو قلم زد کر کے بال جبریل لکھ دیا..... اشاعت کے سلسلے میں جامعہ ملیہ سے تو معاملہ طے نہ ہو سکا، البتہ تاج کمپنی لاہور سے معاہدہ ہو گیا۔ پہلے خیال تھا کہ مجموعہ ۱۹۳۴ء ہی میں چھپ جائے گا، اس لیے مسودے کی پرنٹ لائن میں ”اشاعت اول: ۱۹۳۴ء“ کے الفاظ ملتے ہیں، مگر عملاً کتاب، جنوری ۱۹۳۵ء کے پہلے عشرے میں منظر عام پر آئی۔ تعداد اشاعت کے بارے میں مسودے میں اقبال کی تحریر میں ”پانچ ہزار“ کے الفاظ درج ہیں، پھر کسی نے پانچ کے گرد، دائرہ بنا کر تین لکھ دیا، مگر جیسا کہ طبع اول پر صراحت موجود ہے، کتاب دس ہزار کی تعداد میں چھاپی گئی۔

بانگ درا کے برعکس بال جبریل، بغیر کسی تمہید کے شائع ہوئی۔ غالباً اقبال نے محسوس کیا کہ ان کی شاعری، فکر و فن کے اس معیار و مرحلے تک پہنچ چکی ہے کہ اب نئے مجموعے کے آغاز میں کسی پس منظر، تعارف یا توضیح کی ضرورت نہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بال جبریل کے بعد کے کسی بھی شعری مجموعے میں کوئی نثری دیباچہ یا تمہید موجود نہیں۔

پہلے اڈیشن کی کتابت خاص اہتمام سے کرائی گئی۔ تاہم اس میں کتابت کی مندرجہ ذیل اغلاط نظر آتی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	۹	خذف	خزف

- ۱- مکتوبات اقبال، ص ۱۵۳، ۱۸۷
- ۲- کتاب مذکور، ص ۱۸۷
- ۳- ملاحظہ کیجئے: سرورق قلمی مسودہ بال جبریل نمبر 1977-88 A/M مخزنہ اقبال میوزیم، لاہور۔
- ۴- مکتوبات اقبال ص ۲۳۲، ۹ جنوری ۱۹۳۵ء کے خط میں نذیر نیازی اطلاع دیتے ہیں کہ بال جبریل چھپ کر شائع ہو گئی ہے۔ (ایضاً: طبع اول، ص ۲۳۲)۔ علیا حضرت میوند سلطان بیگم صاحبہ بھوپال کو پیش کردہ نسخے پر ۲۸ جنوری ۱۹۳۵ء کی تاریخ درج ہے۔ (اقبال نامے طبع سوم از اخلاق اثر، ص ۸۳)۔
- ۵- ملاحظہ کیجئے: سرورق قلمی مسودہ بال جبریل نمبر 1977-88 A/M مخزنہ اقبال میوزیم، لاہور۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹	۳	لَا إِلَهَ	لَا إِلَهَ
۲۷	۳	میرے	مرے
۳۳	۶	نو برگ	تو برگ
۳۳	۱۱	قرآن	قرآن
۴۱	۸	فرقاں	فرقاں
۵۴	۳	رورو ہو کے	رورو کے
۶۸	۱۱	لَا إِلَهَ	لَا إِلَهَ
۶۹	۵	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
۷۶	۳	میری	مری
۹۴	۴	آئینہ	آئینہ
۹۷	۱۲	میرے	مرے
۹۹	۷	لَا إِلَهَ	لَا إِلَهَ
۱۱۱	۲	لَا إِلَهَ	لَا إِلَهَ
۱۳۴	۹	دین	دیں
۱۶۱	۱	لِللّٰهِ	لِللّٰهِ
۲۰۹	حاشیہ	غفران و لزومات	غفران

صفحہ ۳۷ پر پہلی غزل کے تمہیدی نوٹ میں اقبال نے لکھا ہے: ”نومبر ۱۹۳۳ء میں مصنف کو حکیم ستانی غزنوی کے مزار مقدس کی زیارت نصیب ہوئی، حالانکہ یہ واقعہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء کا ہے۔ انھوں نے یادداشت سے کام لیتے ہوئے نومبر لکھ دیا۔ صفحہ ۲۰۹ پر متن کلام میں ضرورتِ شعری کے تحت اقبال نے ”لزومات“ باندھا اور حاشیے میں بھی یہی لکھ دیا۔“

۱- سیر افغانستان: ص ۱۱۶-۱۲۹

۲- ظ۔ انصاری کا گمان ہے کہ اقبال نے معزی کا مطالعہ انگریزی یا جرمن میں کیا، مگر اس طرح کتب کے (فقید آئینہ صفحہ ۲)

بال جبریل، اقبال کا پہلا مجموعہ تھا، جو دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔ ان کی ملک گیر شہرت اور پہلے اُردو مجموعے بانگِ درا کی متعدد اشاعتوں کے پیش نظر، بال جبریل کے پہلے ہی اڈیشن کی کثیر تعداد میں اشاعت، ایک مناسب فیصلہ تھا۔ اشاعتِ اول کی فروخت کے سلسلے میں اہم بات یہ ہوئی کہ شیخ مبارک علی کے بجائے یہ کتاب تاج کمپنی کو دی گئی۔ غالباً شرح کمیشن میں تفاوت کے سبب ایسا ہوا مگر تاج کمپنی سے معاملات خوش اُسلوبی سے نہ چل سکے۔ چند ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ اقبال نے نذیر نیازی کو لکھ دیا کہ اُن کے دوست، آئندہ کتابوں کے سول ایجنٹ بن سکتے ہیں۔ گویا علامہ، تاج کمپنی سے معاملہ طے کر کے مطمئن نہ تھے۔

اقبال کی زندگی میں، بال جبریل کا یہی اڈیشن شائع ہو سکا۔ دوسرا اڈیشن، ان کی وفات کے بعد مئی ۱۹۴۱ء میں چودھری محمد حسین کی نگرانی میں شائع ہوا۔ اس کی کتابت نسبتاً جلی ہے۔ طبع دوم میں اشاعتِ اول کے صفحات ۸، ۳۳، ۴۱، ۵۴، ۱۳۴ اور ۲۰۹ کی اغلاط درست کر دی گئیں، مگر صفحات ۱۹، ۲۷، ۶۸، ۷۶، ۶۹، ۹۷، ۹۹، ۱۱۱ اور ۱۶۱ کی اغلاط بدستور موجود ہیں۔ مزید برآں اس اڈیشن میں حسب ذیل نئی غلطیاں بھی رو پڑی ہوئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷	۳	۳۳	۳۳
۱۱۰	۲	مقط	فقط
۱۳۱	۲	دنیوب	دنیوب
۱۳۶	حاشیہ	قرطبہ کا	قرطبہ کا

(بقیہ گذشتہ صفحہ)

نام کے صحیح تلفظ اور املا (لٹریچر) سے نا آشنا رہے ہوں گے (اقبال کسی تلاش میں: ص ۱۱۵)۔ یہ گمان فقط ایک بے بنیاد قیاس آرائی ہے۔ اقبال نے عربی زبان و ادب کا وسیع مطالعہ کیا تھا اور ممکن نہیں کہ لٹریچر کے صحیح تلفظ سے ناواقف ہوں۔

۱- راقم کے استفسار پر سید نذیر نیازی، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی اور شیخ نیاز احمد صاحبان نے بتایا کہ غالباً بال جبریل کے سول ایجنٹ نے مطبع سے ساز باز کر کے، کتاب زیادہ تعداد میں چھپوائی تھی اور یہی امر خرابی تعلقات کا سبب بنا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۱	۳	ولیکن	ولیکن
۱۵۵	۶	علمِ نخیل	علمِ نخیل
۱۶۹	۱	آسمالوں	آسمانوں

پہلے اڈیشن کی طرح، اس اڈیشن میں بھی رموزِ اوقاف اور اعراب کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ صفحہ ۱۳۷ پر نظم کے تمہیدی نوٹ میں ”ہسپانیہ کے ایک اور حکمران“ کے الفاظ کو ”ہسپانیہ کے ایک حکمران“ سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ راقم کے نزدیک یہ تبدیلی درست نہیں ہے۔ معتمد، ہسپانیہ (ہی) کے ایک خطے (اشبیلیہ) کا حکمران تھا۔ ہسپانیہ کے ”ایک اور حکمران“ (یوسف بن تاشفین) نے ہسپانیہ کا اقتدار حاصل کرنے کے بعد معتمد کو مجبوس کر دیا تھا۔ اگر یہاں سے ”اور“ نکال دیا جائے تو مفہوم یہ نکلتا ہے کہ معتمد (ہسپانیہ کے کسی خطے کا نہیں بلکہ) کوئی غیر ہسپانوی بادشاہ تھا، جسے ”ہسپانیہ کے ایک حکمران“ نے قید کر دیا تھا۔ تمہیدی نوٹ میں متذکرہ تبدیلی، علامہ اقبال کی وفات کے بعد، اشاعت کا اہتمام کرنے والوں نے اپنی صواب دید پر کی، غالباً چودھری محمد حسین نے۔ بہر حال یہ تبدیلی درست نہیں ہے۔

دوسرے اڈیشن کی پلیٹیں محفوظ کر لی گئیں اور آٹھویں اڈیشن (جون ۱۹۵۱ء) تک بال جبریل، انجی پلیٹوں سے طبع کی جاتی رہی، سنگ سازی میں کوتاہی کے سبب، بعد کے اڈیشنوں میں کہیں کہیں نکتے اڑ گئے اور اغلاط رُو پذیر ہو گئی ہیں۔ مثلاً طبع ہفتم میں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۹	۳	بلد	بلند
۷۲	۶	نہ سو	نہ ہو
۱۴۱	۳	ولیکن	ولیکن

نویں اڈیشن (نومبر ۱۹۵۴ء) کی کتابت از سر نو کرائی گئی۔ صفحات کی تعداد، عنوانات اور کتابتِ متن کے انداز میں دوسرا اڈیشن ہی پیش نظر رہا، البتہ قلم قدرے جلی ہے۔ یہ کتابت ابنِ پرویں رقم کی ہے۔ اس میں رموزِ اوقاف کی خامیاں بھی ہیں، مگر مجموعی طور پر، پہلے اور دوسرے اڈیشن کے مقابلے میں، زیر نظر اڈیشن میں رموزِ اوقاف اور اعراب کا بہتر اہتمام کیا گیا ہے۔ دوسرے اڈیشن میں، کتابت کی جو اغلاط موجود تھیں، زیر نظر اڈیشن میں صفحات ۶۹، ۱۱۰، ۱۳۱، ۱۳۶،

۱۱۲۱ اور ۱۱۶۹ کی غلطیاں درست کر دی گئی ہیں مگر صفحات ۱۹، ۲۷، ۳۷، ۶۸، ۷۶، ۹۴، ۹۷، ۹۹، ۱۱۱، ۱۵۵ اور ۱۶۱ کی اغلاط بدستور موجود ہیں۔ اس اڈیشن میں مندرجہ ذیل نئی اغلاط رُو پذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۱	۸	یس	یسین
۵۰	۹	لا الہ	لَا إِلَهَ
۶۰	۹	مرگِ حیات بے شرف	مرگ، حیات بے شرف
۸۰	۱۰	لا الہ	لَا إِلَهَ
۸۳	۲	غزالی	عزالی
۹۱	۱	آرنی	آرنی
۱۰۱	۴	عرقاک	عرقاک
۱۱۱	۶	آینہ	آئینہ
۱۴۷	۵	تزلزل	تزلزل
۱۵۱	۹	طبلساں	طیلساں
۱۵۹	۶	اقوال	اقول
۱۸۰	۳	رازوزبوں	زاروزبوں
۱۸۶	۷	فایت	غایت
۲۱۷	۹	خواہی از	خواہی ار

اس اڈیشن میں بعض علامات کا اضافہ کیا گیا اور بعض میں تصرف اسی طرح کئی لفظوں کا املا

بدل دیا گیا ہے، مثلاً:

صفحہ	سطر	دوسرا اڈیشن	نواں اڈیشن
۸۲	حاشیہ	نطشہ	نیشٹا
۸۳	۸	اسد اللہی	اسد اللہی
۹۳	۴	حسین	حسین

صفحہ	سطر	دوسرا اڈیشن	نواں اڈیشن
۹۳	۱۱	حیدر کزار	حیدر کزار
۱۰۳	۱۱	خلیلاں	خلیلاں
۱۵۲	۱۱	حسینؑ	حسینؑ
۱۵۴	۱۵	جنید و بایزید	جنید و بایزید
۱۶۲	۲	سومے	صوفے

یہ اہتمام، کتابت کی، نسبتاً بہتر صورت کو ظاہر کرتا ہے، مگر حسین اور حیدر پر ”ؑ“ کی علامت کو تبدیل کرنا، راقم کے نزدیک درست نہیں۔ یہ ایک طرح کی تحریف ہے جس کا حق، نہ تو کاتب کو ہے اور نہ شاعر کو۔ اس اڈیشن کی پلیٹوں کو محفوظ کر کے ۱۹۷۲ء تک انہی سے کام لیا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ ۱۹۷۳ء میں بال جبریل کا تیسواں اڈیشن، کلیات (۱۹۷۳ء) والی کتابت سے شائع کیا گیا اور تاحال کتاب، انہی پلیٹوں سے چھپ رہی ہے۔

✽ ضرب کلیم

بال جبریل کی اشاعت (جنوری ۱۹۳۵ء) کے چند ماہ بعد ہی، اس قدر اُردو کلام جمع ہو گیا کہ علامہ اقبال نے ”صور اسرافیل“ کے نام سے تیسرے اُردو مجموعے کی تیاری شروع کر دی۔ ۱۹۳۶ء کے اوائل میں مجموعہ مرتب ہوا، تو موضوع کی مناسبت سے اسے ”صور اسرافیل“ کے بجائے ضرب کلیم کا نام دیا گیا۔ پہلے خیال تھا کہ مجموعہ اپریل ۱۹۳۶ء میں شائع ہو جائے گا، مگر عملاً جولائی کے آخری دنوں میں ایسا ممکن ہو سکا۔ یہ اقبال کا پہلا مجموعہ ہے جس کے سرورق پر انہوں نے کتاب کے نام اور موضوع کی وضاحت کے لیے توضیحی الفاظ (”اعلان جنگ دور حاضر کے خلاف“) درج کیے بلکہ ایک قطعے سے اس کی مزید تشریح بھی کی۔

ضرب کلیم کی اشاعتِ اوّل پر، طباعت کا ماہ و سال درج نہیں ہے۔ اس کی کتابت بال جبریل کے پہلے اڈیشن کی طرح قدرے خفی ہے۔ ایک علاحدہ کاغذ پر مندرجہ ذیل ”غلط نامہ“ چھاپ کر اُسے

۱- اقبال نامہ، دوم، ص: ۹۹

۲- خطوط اقبال: ص: ۲۶۲۔ بیگم صاحبہ بھوپال ولی عہد شہزادی عابدہ سلطان اور ڈاکٹر عبدالباسط کو پیش کردہ نسخوں پر اقبال کے دستخطوں کے ساتھ یکم اگست ۱۹۳۶ء کی تاریخ درج ہے۔ (اقبال نامہ، طبع سوم، ص: ۳۵-۳۶)

فہرست مضامین سے پہلے، اندرونی سرورق کی پشت پر چسپاں کیا گیا ہے:

صفحہ	غلط	صحیح
۲	نہ ہو سکے گا	ہو نہ سکے گا
۴۴	مرحلہ	راحلہ
۴۵	کمال وجوہوں	کمال جنوں
۶۳	تیرا	ترا
۸۲	نشائش	کشاکش
۹۳	سے	ہے
۱۱۹	یوے	بوئے
۱۲۱	مرزا	میرزا
۱۲۲	سجد	سجدہ
۱۲۳	نی	نئی
۱۳۵	تفنگی و کام دہن	تفنگی کام و دہن

مگر پہلے ایڈیشن میں، کتابت کی مزید بہت سی اغلاط بھی موجود ہیں، مثلاً:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۱۱	شعلہ ہے تیرے	شعلہ ہے ترے
۱۱	۳	زبوعلیٰ چند	زبوعلیٰ چند
۱۳	۱۲	مکان	مکان
۴۸	۵	موسیٰ	موسیٰ
۵۵	۱	جینوا	جینوا
۸۸	۶	شہبازی	شہبازی
۹۱	۱۰	آئینہ	آئینہ
۱۰۳	۶	تیری	تری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۷	۱۰	دنیا	دنیا
۱۱۹	۹	ایں	این
۱۲۷	۹	باکینہ	باکینہ
۱۳۵	۳	کلیم اللہی	کلیم اللہی
۱۷۷	۷	ید اللہی	ید اللہی
۱۷۹	۱۱	یقین	یقین

اس اڈیشن پر خوش نویس کا نام درج نہیں، مگر اسلوب کتابت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتابت پرویں رقم کے بجائے کسی اور خوش نویس نے کی۔ اس کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ:

(الف) بعض الفاظ کے املا میں پہلی بار صحت کا خیال رکھا گیا ہے مثلاً: فقیہ (ص ۱۸) کز (ص ۲۸)۔ پرویں رقم بالاتزام ”فقہیہ“ اور ”کہہ“ لکھتے تھے، حتیٰ کہ ضرب کلیم کے دوسرے اڈیشن میں انھوں نے ان الفاظ کی پھر سے غلط کتابت کر دی۔

(ب) عربی متن (آیات و تراکیب وغیرہ) کی کتابت نستعلیق میں ہے۔ پرویں رقم، عربی متن ہمیشہ نسخ میں لکھتے ہیں۔

(ج) اس اڈیشن میں بڑی تعداد میں کتابت کی اغلاط ملتی ہیں۔ پرویں رقم کے کتابت شدہ، کسی اڈیشن میں اغلاط کی اتنی کثرت نہیں۔

دوسرے اڈیشن جنوری ۱۹۴۱ء کی از سر نو کتابت کرائی گئی۔ کتاب پر خوش نویس کا نام درج نہیں مگر واضح طور پر یہ کتابت پرویں رقم کی ہے۔ صفحات کی تعداد اور منظومات کے آغاز و اختتام میں، پہلے اڈیشن کے صفحات نمبر کا تتبع کیا گیا ہے۔ اس اڈیشن کی تیاری اور طباعت چودھری محمد حسین کی زیر نگرانی عمل میں آئی۔ پہلے اڈیشن کی اکثر اغلاط درست کر دی گئیں، تاہم صفحات ۵۵، ۹۱، ۱۰۳، ۱۳۵، ۱۷۱ اور ۱۷۷ کی اغلاط بدستور موجود ہیں۔ مزید برآں ایک نئی غلطی بھی نظر آتی ہے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۲	۵	گذاری	گدازی

کتابت نسبتاً جلی ہے..... اسی اڈیشن کی پلٹیں محفوظ کر کے بعد کے اڈیشن چھاپے جاتے رہے۔

صفحہ ۷۲ کی غلطی کی تصحیح نہیں ہو سکی۔ ص ۱۱۵ پر ایک نقطہ اڑ جانے سے مزید ایک غلطی نمودار ہو گئی:

غلط چشم تماشا یہ
صحیح چشم تماشا پہ

سترہواں ایڈیشن (اگست ۱۹۷۳ء) کلیات (۱۹۷۳ء) والی کتابت سے چھاپا گیا اور بعد ازاں یہی سلسلہ جاری ہے۔

✽ ارمغانِ حجاز (حصہ اُردو)

ضربِ کلیم ۱۹۳۶ء کے وسط میں شائع ہوئی اور اپریل ۱۹۳۸ء میں علامہ اقبال کا انتقال ہو گیا۔ وفات سے قبل، انھیں اپنے پونے دو برس کے کلام کو مرتب کر کے شائع کرنے کا موقع نہیں ملا۔ مقدارِ کلام بھی اتنی نہ تھی کہ ایک مکمل مجموعہ مرتب ہوتا۔ وفات کے بعد فارسی اور اُردو غیر مدون کلام جمع کر کے نومبر ۱۹۳۸ء میں ارمغانِ حجاز کے نام سے چھاپ دیا گیا۔ اقبال کی وفات کے بعد ان کے شعری مجموعے چودھری محمد حسین کی زیر نگرانی شائع ہونے لگے تھے، اس لیے ارمغانِ حجاز کی ترتیب و تدوین بھی انھوں نے انجام دی اور کتابت بھی انھی کی نگرانی میں ہوئی۔

اقبال کو اتنی مہلت نہیں ملی کہ وہ ارمغانِ حجاز کا مسودہ کتابت کے لیے تیار کرتے، اس لیے یہ کتاب کسی کے نام بھی معنون نہیں کی گئی۔ انتساب کے سلسلے میں شیخ عطاء اللہ لکھتے ہیں:

انھوں نے اپنی کتاب ارمغانِ حجاز بھی نواب صاحب [بھوپال] ہی کی نذر کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، جس کی اطلاع انھوں نے سر سید راس مسعود کو دی تھی۔ سر راس مسعود، اقبال سے پہلے فوت ہو گئے اور ارمغانِ حجاز، اقبال کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ اس طرح اقبال کی اس خواہش و وعدہ کا، جو اب ایک گونہ وصیت کا حکم رکھتا ہے، کسی کو علم نہ ہوا..... [اب] اُمید ہے اقبال کی اس خواہش کی تعمیل کی جائے گی!

مگر اس کی تعمیل نہیں ہو سکی اور ہوتی بھی کیسے؟ شیخ عطاء اللہ نے اقبال کی اس خواہش کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اقبال نے جو بات راس مسعود سے کہی، شیخ عطاء اللہ کو کس ذریعے سے اس کی اطلاع ملی؟

نواب بھوپال کے بارے میں اقبال نے کئی جگہ جذباتِ ممنونیت کا اظہار کیا ہے، اس لیے اس امکان کو قطعی طور پر تو رد نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ارمغانِ حجاز نواب صاحب بھوپال کے نام مضمون کرنا

چاہتے ہوں، تاہم کسی واضح شہادت کی عدم موجودگی میں، اسے اقبال کی ”وصیت“ قرار نہیں دیا جاسکتا، جس پر عمل درآمد کی توقع رکھی جائے۔ ضربِ کلیہ کا انتساب بھی نواب بھوپال کے نام ہے اور یہ کچھ عجیب سا لگتا ہے کہ ایک کے بعد، دوسرا مجموعہ کلام بھی انھی سے منسوب کر دیا جائے۔

ارمغان حجاز کا تقریباً دو تہائی حصہ فارسی کلام پر مشتمل ہے۔ فی الوقت ہمارے پیش نظر صفحہ ۲۰۱ سے ۲۸۰ تک کا اُردو حصہ ہے۔ فارسی حصہ، دوسرے باب میں زیر بحث آئے گا۔

ارمغان حجاز کا پہلا ایڈیشن، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ کتابت پر ویں رقم کی ہے اور اقبال کے شعری مجموعوں کی نسبت قدرے جلی ہے اور زیادہ احتیاط اور اہتمام سے کی گئی ہے، اسی لیے اس حصے میں کتابت کی دو غلطیاں ملتی ہیں:

ص: ۲۵۲: سطر: ۱: غلط: شیخ حرم
صحیح: شیخ حرم

ص: ۲۲۳: سطر: ۱۰: غلط: آشفته ہو
صحیح: آشفته مو

دوسرے ایڈیشن (اگست ۱۹۳۳ء) کے موقع پر غالباً پہلے ایڈیشن کی ساری پلٹیں محفوظ نہ رہ سکیں اس لیے بعض حصوں کی کتابت از سر نو کرائی گئی۔ آخری کاپی (ص ۲۷۳-۲۸۰) کی کتابت پہلے ہی ایڈیشن کے مطابق ہے، باقی اُردو حصے کی ساری کتابت نئی ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں کتابت کا سابقہ اُسلوب اختیار کیا گیا ہے، اس میں طبعِ اوّل کی ایک غلطی (ص ۲۵۲) درست کر دی گئی ہے۔ ص ۲۷۸ پر ”حسین احمد“ پر ”م“ کی علامت بنانا درست نہیں ہے۔ بعد کے تمام ایڈیشنوں میں اسی دوسرے ایڈیشن کی پلٹیں استعمال کی گئیں۔ البتہ آخری کاپی (ص ۲۷۳-۲۸۰) کی جو پلٹ پہلے ایڈیشن سے محفوظ چلی آ رہی تھی، وہ تیسرے ایڈیشن کے موقع پر ضائع ہو گئی اور اسے از سر نو کتابت کرایا گیا۔ یوں تیسرے ایڈیشن (نومبر ۱۹۳۶ء) سے اُردو حصے کی کتابت نئی ہو گئی۔ پہلے ایڈیشن کی پہلی کاپی:

ایک صفحہ اندرونی سرورق کتاب

ایک صفحہ طبع اور تعداد اشاعت

چار صفحے (الف-ب-ج-د) فہرست مضامین

دو صفحے خالی

پر مشتمل تھی۔ غالباً اس کی پلٹ محفوظ نہ رہ سکی۔ اشاعت دوم کے موقع پر اس کی از سر نو کتابت کا تردد نہیں کیا گیا، چنانچہ بعد کے تمام ایڈیشن، متن اشعار (حضور حق) سے شروع ہوتے ہیں۔ اس افسوس ناک

۱- راقم کو ارمغان حجاز کا کوئی ایسا نسخہ نہیں ملا، جس پر طبع سوم کی صراحت موجود ہو۔ البتہ ایک ایڈیشن ایسا دستیاب ہوا، جس پر سال طباعت اور نہ مطبع کا اندراج ہے۔ میں نے اسے ہی تیسرا ایڈیشن تصور کیا ہے۔

خامی کی طرف اشاعتِ کلامِ اقبال کے مہتمم چودھری محمد حسین اور نہ کسی اور کی توجہ گئی۔

صفحہ ۲۷۸ پر ”حسین احمد“ کے زیر عنوان تین اشعار کا ایک فارسی قطعہ ہے، جس کے بارے میں علامہ اقبال کے بعض قریبی ساتھیوں (خواجہ عبدالوحید اور ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی) کا خیال ہے کہ اگر ارمغانِ حجاز اقبال خود مرتب فرماتے، تو یہ قطعہ شامل نہ کرتے، جب کہ بعض دیگر اصحاب کی رائے اس کے برعکس ہے۔ متذکرہ فارسی قطعے کی، کتاب کے فارسی حصے کے بجائے اردو حصے کے آخر میں شمولیت سے مترشح ہوتا ہے کہ چودھری محمد حسین بھی، اس معاملے میں پہلے تو مترذد رہے، لیکن بعد میں، قطعے کو شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔



۱- متذکرہ قطعے کے بارے میں خواجہ عبدالوحید لکھتے ہیں: ”میرا خیال ہے کہ ارمغانِ حجاز اگر حضرت علامہ علیہ الرحمہ کی زندگی میں چھپتی تو یہ نظم اس میں شامل نہ ہوتی“۔ (اقبال ریویو، جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۶۷) اسی ضمن میں خواجہ عبدالوحید کا مضمون ”صحافتی بددیانتی“ (مشمولہ: اقبالیات خواجہ، مرتب خواجہ عبدالرحمن طارق ص ۱۰۸-۱۱۱) بھی لائقِ مطالعہ ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں: ”ان چند اصحاب میں سے، جو مرحوم کے آخری ایامِ حیات میں ان کے رفیق کار تھے، بعض اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ علامہ مرحوم کا ارادہ، ان اشعار کو اپنے مجموعہ کلام میں شائع کرنے کا ہرگز نہ تھا۔ ارمغانِ حجاز مرتب کرنے والوں میں سے کسی شخص کی شرارت پندی سے ایسا ہوا ہے“۔ (اقبالیات خواجہ، ص ۱۱۱) ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی کا خیال ہے کہ: ”اسے شائع کر کے اچھا نہیں کیا۔ نظریہ اچھا ہے، سوائے اس کے کہ حسین احمد کا نام آیا ہے“ (راقم الحروف سے ایک گفتگو، ۹ جون ۱۹۷۹ء)۔ اس سلسلے میں پروفیسر عمر حیات غوری کا مضمون دیکھیے: ”اقبال کی ایک نظم: حسین احمد کا تحقیقی مطالعہ“ (سیارہ لاہور، اکتوبر، نومبر ۱۹۸۴ء، ص ۱۷۳-۱۷۹)

(ج) کلیاتِ اقبال، اُردو

کلامِ اقبال کی نئی کتابت کا جواز پیش کرتے ہوئے، ڈاکٹر جاوید اقبال، کلیاتِ اقبال (لاہور، ۱۹۷۳ء) کے آغاز میں ”اعتذار“ کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

کلامِ اقبال کے اب تک جتنے ایڈیشن شائع ہوئے، وہ سب کے سب انھی پلیٹوں سے طبع ہوتے رہے، جنہیں حضرت علامہ مرحوم نے خود اپنی نگرانی میں تیار کروایا تھا۔ اس لحاظ سے یہ پلیٹیں حضرت علامہ کے دوسرے تبرکات کی طرح، عزت و حرمت کا مقام رکھتی ہیں۔ اگرچہ کثرتِ استعمال کے باعث ان کی حالت ابتر ہو گئی ہے۔ انہیں ترک کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ ہر دفعہ انہیں سنگ سازی کے غازے سے مزین کر کے کام لیا جاتا رہا۔ لیکن اب ان کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ سنگ سازی بھی انہیں اس قابل نہیں بنا سکتی کہ مزید طباعت کے لیے استعمال کی جاسکیں، اس لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ از سر نو کتابت کروا کے نئی پلیٹیں تیار کی جائیں۔

یہ بیان صحت طلب ہے۔ جہاں تک اُردو مجموعوں کا تعلق ہے، اقبال کی زندگی میں:

(۱) بانگِ درا کے تین ایڈیشن (۱۹۲۳ء، ۱۹۲۶ء اور ۱۹۳۰ء میں) شائع ہوئے۔ چوتھے ایڈیشن کی اشاعت علامہ کی وفات کے، سال بھر بعد، جون ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ اس کی کتابت اُن کی وفات سے بعد کی ہے اور اسی کتابت کی پلیٹوں کو محفوظ کر کے، بعد کے ایڈیشن چھاپے جاتے رہے۔ کلیات کی اوّلین اشاعت سے قبل، بانگِ درا کا ۲۹ واں ایڈیشن چھپا، اس کی کتابت جون ۱۹۳۹ء ہی کی ہے۔ ظاہر ہے اس کتابت کو اور نہ اس سے تیار شدہ بانگِ درا کی پلیٹوں کو، اقبال کے ”تبرک“ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

(۲) بالِ جبریل کا صرف پہلا ایڈیشن (جنوری ۱۹۳۵ء) علامہ اقبال کی زندگی میں شائع ہوا۔ نئی کتابت سے دوسرے ایڈیشن (مئی ۱۹۴۱ء) کی جو پلیٹیں تیار ہوئیں، وہ آٹھویں ایڈیشن (جون ۱۹۵۱ء) تک استعمال ہوتی رہیں۔ نویں ایڈیشن (نومبر ۱۹۵۴ء) کے لیے از سر نو کتابت کرائی گئی۔

کلیات کی اولین اشاعت سے قبل، بال جبریل کا ۱۸واں ایڈیشن (اپریل ۱۹۷۲ء) نومبر ۱۹۵۴ء کی پلیٹوں سے طبع ہوا۔

(۳) ضربِ کلیم کا بھی صرف ایک ایڈیشن (جولائی ۱۹۳۶ء) علامہ کی زندگی میں چھپا۔ نئی کتابت سے دوسرے ایڈیشن (۱۹۴۱ء) کی تیار شدہ پلیٹیں، کلیات کی اشاعت تک زیر استعمال رہیں۔ ظاہر ہے یہ پلیٹیں ”علامہ نے خود اپنی نگرانی میں تیار“ نہیں کرائی تھیں۔

(۴) ارمغانِ حجاز کی کتابت و طباعت تو حضرت علامہ کی وفات کے بعد ہوئی۔

لہذا اقبال کی زندگی میں شائع شدہ ان کے کسی اُردو مجموعے کے کسی ایڈیشن کی پلیٹیں محفوظ نہ رہ سکیں۔ اس لیے ان معدوم ”مستترک پلیٹوں“ کی عزت و حرمت کی بات محض غلط فہمی پر مبنی ہے اور فروری ۱۹۷۳ء سے پہلے، محض اس وجہ سے، ان پلیٹوں کو ترک نہ کرنے کا جواز نہیں بنتا۔ اس کے باوجود، کلامِ اقبال کی نئی خوب صورت کتابت، نسبتاً عمدہ طباعت اور ایک جدید معیاری اشاعت کا، نہ صرف کامل جواز موجود تھا، بلکہ اس کی اشد ضرورت بھی تھی۔

اقبال کے اُردو اور فارسی شعری مجموعوں کی، کلیات کی شکل میں اشاعت سے متعلق، شیخ نیاز

احمد راوی ہیں:

اس سلسلے میں متعدد صاحبِ الرائے اصحاب سے رائے لی گئی۔ ان میں مولانا غلام رسول مہر، پروفیسر حمید احمد خاں، مولانا حامد علی خاں، ڈاکٹر جاوید اقبال اور مرزا ہادی علی بیگ و امتق ترابی وغیرہ شامل ہیں۔ ان سب اصحاب کے اجلاس ہمارے گھر منعقد ہوتے اور مختلف مسائل زیر بحث آتے..... متعدد امور طے ہوئے..... املا کے مسئلے پر بڑی بحث ہوئی۔ آخر یہ طے پایا کہ کسی لفظ کا جو املا، علامہ صاحب نے لکھا، اُسے برقرار رکھا جائے، البتہ مرحوم حمید احمد خاں کے اصرار پر لفظ ”آرز“ جہاں بھی آیا، اُسے ”آرز“ میں تبدیل کر دیا گیا۔ باقی فیصلہ یہی تھا کہ املا، جیسے ہے، ویسے ہی رہنے دیا جائے۔^۱ ڈاکٹر جاوید اقبال نے کتابت کے سلسلے میں مولانا مہر کی رہنمائی اور بعض مقامات کی تصحیح میں

ان کے تعاون کا ذکر کیا ہے۔^۲

اس میں شبہ نہیں کہ کلیات کی اشاعت کے لیے خاصا اہتمام کیا گیا اور بشکل موجودہ، کتابت کی حسن کاری، طباعت کی پاکیزگی اور نفاست کے لحاظ سے اسے، ایک معیاری ایڈیشن کہا جاسکتا ہے۔

۱- راقم الحروف سے گفتگو۔ لاہور، یکم جولائی ۱۹۷۹ء۔

۲- کلیاتِ اقبال: صفحہ ”و“۔

تاہم متن کی صحت، ترتیب و تدوین اور املا کے اعتبار سے چند امور توجہ طلب ہیں:

(۱) بانگِ درا اور بالِ جبریل کا مسطر بارہ سطر، ضربِ کلیم کا چودہ سطر اور ارمغانِ حجاز کا دس سطر تھا۔ کلیات کے لیے سولہ سطر (یکساں) مسطر اختیار کیا گیا۔ اس طرح ایک صفحے پر زیادہ اشعار کی گنجائش پیدا ہوگئی اور چاروں مجموعوں کے کل ۸۲۶ صفحات کے مقابلے میں سارا اُردو کلام، کلیات کے ۶۷۴ صفحات میں سمٹ گیا، مگر اس سے کئی ایک نقائص پیدا ہو گئے، مثلاً:

(الف) مختلف اڈیشنوں کے صفحات کی یکسانیت ختم ہوگئی۔ مثال کے طور پر بانگِ درا میں نظم ”شع و شاعر“ صفحہ ۲۰۱ سے شروع ہوتی ہے، مگر کلیات میں صفحہ ۱۸۳ سے۔ بالِ جبریل میں نظم ”ہسپانیہ“ صفحہ ۱۴۰ پر ہے تو کلیات میں، بالِ جبریل کے صفحہ ۱۰۳-۱۰۴ پر۔ کلیات کی اشاعت سے پہلے، نظم یا اشعار کا حوالہ دیتے وقت، کتاب کے اڈیشن کی نشان دہی ضروری نہ تھی، مگر اب حوالے میں اڈیشن اور سالِ اشاعت کا التزام ضروری ہو گیا۔

(ب) بالِ جبریل کے متعدد قطععات؛ بعض منظومات اور غزلیات کے آخر میں درج تھے، کلیات میں انھیں ایک نئے عنوان ”رباعیات“ کے تحت جمع کر دیا گیا ہے۔ (یہ نیا عنوان قائم کرنا بجائے خود قابلِ اعتراض ہے کیوں کہ اہل نقد کے نزدیک اقبال کے بیشتر قطععات کو ”رباعیات“ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔) اور کہیں ان کا محل تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس اجمال کی وضاحت، حسب ذیل مثالوں سے ہوگی:

۱- ”غزلیات“ کے آخر کے بیشتر قطععات (یا رباعیات) کا محل تبدیل کر دیا گیا ہے۔
۲- نظم ”ہسپانیہ“ کے آخر میں درج دو شعروں (کھلے جاتے ہیں..... قدیم اڈیشن ص ۱۴۱) کو ما قبل ”رباعیات“ کے حصے میں لے جایا گیا ہے۔

۳- نظم ”لالہ صحرا“ کے بعد، درج دو بلا عنوان شعروں (اقبال نے کل..... قدیم ص ۱۶۵) پر ”قطعہ“ کا خود ساختہ عنوان لگا کر انھیں نظم ”دعا“ سے پہلے درج کر دیا گیا ہے۔ (غ ع اڈیشن ص ۹۰)

۴- نظم ”روحِ ارضی.....“ (قدیم ص ۱۷۸-۱۷۹) کے آخر کا قطعہ (فطرت مری مانند.....) کتاب کے بالکل آخری صفحے (غ ع ص ۱۷۰) پر لے جایا گیا ہے۔

۵- ”پیر و مرید“ کے آخر کے دو شعروں (تراتنِ روح سے.....، قدیم، ص ۱۹۱) کا تبادلہ کر کے انھیں بھی ”رباعیات“ کی ماتحتی میں دے دیا گیا ہے۔

۶- ”جبریل و ابلیس“ کے آخر کا قطعہ (کل اپنے مریدوں.....، قدیم، ص ۱۹۴) کتاب

کے آخری صفحے (غ ع، ص ۱۷۰) پر لے جایا گیا ہے۔

اس طرح ترتیبِ کلام بدل گئی ہے۔ ترتیبِ کلیات کی مشاورتی کمیٹی نے علامہ کے املا کو جوں کا توں برقرار رکھنے پر اتفاق کیا، مگر ترتیبِ کلام میں یہ تبدیلی کیسے گوارا کر لی؟ یوں بھی یہ ”رباعیات“ نہیں، قطعاً ہیں۔

(۲) کلیات میں ضربِ کلیم کے سرورق (ص ۴۶۳) پر کتاب کا ضمنی عنوان..... ”یعنی اعلان جنگ، دورِ حاضر کے خلاف.....“ اور یہ اشعار موجود نہیں ہیں:

نہیں مقام کی خوگر طبیعتِ آزاد
ہو اے سیر، مثالِ نسیم پیدا کر
ہزار چشمہ، ترے سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر

ضمنی عنوان اور اشعار، کتاب کے صرف بیرونی سرورق پر درج تھے۔ کلیات کی کتابت میں اندرونی سرورق سے کتابت شروع کی گئی، اس لیے بیرونی سرورق کے اندراجات، نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

(۳) کلیات کی مشاورتی کمیٹی اور نہ مولانا مہر کی توجہ اس امر کی طرف گئی کہ بالِ جبریل اور ارمغانِ حجاز کے آغاز میں، منظومات، غزلیات اور قطعاً وغیرہ کی فہرست موجود نہیں۔ کلیات میں ”فہرست مضامین“ مرتب کر کے شامل کرنا مشکل نہ تھا، مگر یہ فروگذاشت بدستور موجود رہی۔ فہرست کی عدم موجودگی سے کسی خاص نظم یا غزل کی تلاش میں خاصی دقت پیش آتی ہے۔

(۴) کلیات میں، متن کی صحت کے بارے میں ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں: ”بار بار کی سنگ سازی کے باعث کچھ غلطیاں رو پزیر ہو گئی تھیں، جنہیں اوّلین نسخوں سے مقابلہ کر کے درست کیا گیا۔“^۱ انھوں نے بعض مقامات کی تصحیح کے ضمن میں، مولانا مہر کی رہنمائی کا بھی ذکر کیا ہے۔ شیخ نیاز احمد کے مطابق: ”کلیات کی کتابت کی تصحیح وغیرہ مہر صاحب نے کی اور صادق علی دلاوری نے بھی اس میں ہاتھ بٹایا“،^۲ چنانچہ کلیات سے پہلے کے اڈیشنوں کی مندرجہ ذیل اغلاط کی تصحیح ہو گئی ہے۔

۱- کلیات اقبال، اردو: ص ”و“۔ اوّلین نسخوں سے، صحتِ متن میں ایک حد تک مدد مل سکتی ہے مگر وہ ”معیاری نسخے“ بہر حال نہیں ہیں۔

۲- راقم الحروف سے گفتگو: لاہور، یکم جولائی ۱۹۷۹ء۔

صفحہ	سطر	غلط	کلیات کا صفحہ	سطر	صحیح
ی	۸	دید میجے	۱۳	۱۳	دید میجے
۵۴	۴	مزرعہ	۶۱	۱۱	مزرع
۵۵	۶	پیکتی	۶۲	۱۱	پیکتی
۷۲	۷	بیابان	۷۵	۱۳	بیابان
۷۸	۸	ستم کیلئے	۸۰	۱۰	ستم کے لیے
۹۰	۱	لیلیٰ معنی	۸۹	۹	لیلیٰ معنی
۱۸۹	۳	آئینے	۱۷۲	۷	آئینے
۱۹۹	۹	سرگزشت	۱۸۱	۷	سرگزشت
۲۱۴	۱۲	نگہت	۱۹۴	۶	نگہت
۲۴۶	۵	زبان	۲۲۰	۳	زباں
۲۷۴	۱۰	رخشدہ	۲۴۳	۸	افندہ
۲۸۳	۳	آئینہ	۱۵۱	۳	آئینہ
بال جبریل					
۸	۹	خذف	۲۹۹	۹	خذف
۳۷	۳	۳۳	۳۱۴	۲	۱۹۳۳ء
۶۰	۹	مرگ حیات بے شرف	۳۳۱	۱۳	مرگ حیات بے شرف
۹۱	۱	اِرنی	۳۵۴	۷	اِرنی
۹۴	۷	آئینہ	۳۵۵	۱۴	آئینہ
۱۰۱	۴	غرقاک	۳۶۱	۱۵	عرقاک

صفحہ	سطر	غلط	کلیات کا صفحہ	سطر	صحیح
۱۱۱	۶	آئینہ	۳۶۹	۱۵	آئینہ
۱۴۷	۵	تزلزل	۴۰۰	۹	تزلزل
۱۵۱	۹	طیلساں	۴۰۳	۹	طیلساں
۱۵۹	۷	قال واقوال	۴۰۹	۱۳	قال واقول
۱۸۰	۳	راز وزریوں	۴۲۶	۳	زار وزریوں
۱۸۶	۷	فایت	۴۳۱	۵	فایت
۲۱۷	۹	از	۴۵۶	۵	ار
ضربِ کلیم					
۵۵	۱	جینوا	۵۲۰	۳	جینوا
۹۱	۱۰	آئینہ	۵۵۵	۱۲	آئینہ
۱۳۵	۳	کلیم الہی	۵۹۶	۵	کلیم الہی

اوپر ہم نے، ڈاکٹر جاوید اقبال کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ متن کی تصحیح کے سلسلے میں، کلیات کو: ”اولین نسخوں سے مقابلہ کر کے درست کیا گیا۔“ اولین نسخوں سے موازنے میں کوئی حرج نہیں، مگر انہیں معیار بنانا اس لیے غلط ہے کہ اُن میں بھی، کثیر تعداد میں کتابت اور املا کی اغلاط موجود ہیں۔ اس کے سوا، اقبال نے اپنی کتابوں کے پہلے ایڈیشنوں میں ترامیم بھی کیں۔ یوں بھی اصولِ تحقیق کی رُو سے، اگر مصنف کی زندگی میں کسی کتاب کے متعدد ایڈیشن چھپے ہوں تو، پہلے نہیں بلکہ آخری ایڈیشن کے متن کو معیاری تسلیم کیا جائے گا۔ بہر حال اس قدر احتیاط کے باوجود کلیات میں مندرجہ ذیل نئی غلطیاں روپذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	صحیح	کلیات کا صفحہ	سطر	غلط
بانگِ درا					
۴۲	۹	جائے	۵۲	۹	نہ جائے

صفحہ	سطر	صحیح	کلیات کا صفحہ	سطر	غلط
۵۹	۸	پڑتی ہو	۶۵	۱۲	پڑتی ہے
۲۲۶	۱	مسلمان	۲۰۳	۴	مسلمان
بالِ جبریل					
۱۵	۴	غمرہ	۳۰۳	۵	غمرہ
۴۷	۵	فقیہ	۳۲۲	۲	فقیہ
۶۲	۴	جدا ہو	۳۳۲	۱۴	جدا ہوں
۷۹	۳	بے ذوقِ نمودِ زندگی،	۳۴۵	۱۰	بے ذوقِ نمودِ زندگی،
		موت			موت
۸۶	۱۱	چمن	۳۵۱	۷	چمن
۹۵	۱	میری	۳۵۷	۵	میری
	۲	جہاں میں	۳۷۳	۲	جہاں میں
۱۴۳	۱	میں	۳۹۰	۵	میں
۱۳۵	۴	لذتِ تجدید	۳۹۱	۱۶	لذتِ تجدید
۲۰۹	۱۰	ابوالعلا معزی، عربی زبان کا مشہور شاعر	۴۴۸		[کلیات میں یہ الفاظ محذوف ہیں]
ضربِ کلیم					
۱۳	۱۱	نگیں	۴۸۳	۸	نگین
۵۷	۷	بدخشاں	۵۲۲	۷	بدخشاں
۸۷	۵	فقر کی تمامی	۵۵۰	۲	فقر کی غلامی
۱۰۳	۶	مسلمان	۵۶۷	۶	مسلمان
۱۲۲	۴	جمالِ وزیائی	۵۸۵	۱۰	جمالِ زیبائی
ارمغانِ حجاز					
۲۱۳	۵	تمناؤں	۶۴۷	۵	تمناؤں

متن، املا اور کتابت کی مندرجہ بالا نئی اغلاط کے علاوہ، کلیات میں بعض پرانی اغلاط کی صحت نہیں ہو سکی۔ بعض غلطیاں جوں کی توں برقرار رہیں یا ان میں ایسی تبدیلی کی گئی کہ غلطی کی صورت بدل گئی، مگر غلطی دور نہیں ہو سکی، مثلاً:

صفحہ	سطر	غلط	کلیات کا صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	غلط
								بانگِ درا
۱۰۲	۳	ہفتاد و دو ملت	۹۹	۱۳	ہفتاد و دو ملت			
۱۸۸	۵	آئینے	۱۷۱	۹	آئینے			
								بالِ جبریل
۲۷	۳	میرے کام	۳۰۹	۳	میرے کام			
۵۰	۸	لا الہ	۳۲۳	۵	لا الہ			
۱۵۵	۶	علمِ نخیل بے رطب	۴۰۶	۶	علمِ نخیل بے رطب			
۲۱۰	۶	سینما	۴۵۰	۲	سینما			
								ضربِ کلیم
۱۱۵	۱۰	چشمِ تماشا یہ	۵۷۹	۵	چشمِ تماشا یہ			
۱۴۹	۶	جینوا	۶۰۹	۸	جینوا			

اوپر کی سطور میں جن امور کی نشان دہی کی گئی ہے، ان میں سے بیشتر کا تعلق تدوین اور اغلاط کتابت سے ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بہت سی اغلاط کتابت، محض املا اور لفظوں کی لکھاوٹ میں غلط نگاری کا کرشمہ ہیں۔

❁ املا کا مسئلہ

کلیات اقبال کے اس جائزے میں املا کا مسئلہ بھی توجہ طلب ہے۔ بیشتر ترقی یافتہ زبانوں کے برعکس، اردو املا کی معیاری صورت متعین نہیں ہو سکی۔ اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل ہے کہ اردو املا ابھی تک بے ضابطگی اور انتشار کا شکار ہے۔ بہت سے الفاظ کا غلط املا رائج ہے، متعدد لفظوں کی ایک سے زائد لکھاوٹیں چل رہی ہیں اور اعراب و توقیف نگاری کا تو خیر، ذکر ہی کیا۔ نام و راہلِ قلم کی تحریریں بھی ان عیوب سے مبرا نہیں۔ اردو انجمنوں اور اداروں کی بے توفیقی ہے کہ اپنی کتابوں اور

رسالوں میں بھی اپنے ہی اصولِ املا کی پابندی نہیں کرتے۔ کاتبوں کو کھلی چھٹی ہے کہ املا میں وہ اپنی صواب دیکھ کر آزادانہ استعمال کریں اور مصنفین کی اسی فراخ دلی اور صحتِ املا سے اردو اداروں کی لاپرواہی کے سبب، اُردو املا ابھی تک غلط نگاری کی گمراہی سے نجات نہیں پاسکی۔

زبان و بیان اور روزمرہ و محاورہ کے علاوہ، اساتذہ کا کلام، اس اعتبار سے بھی بطورِ مثال و استناد پیش کیا جاتا ہے کہ اُن کے ہاں کسی خاص لفظ کا املا کیا ہے؟ ہر چند کہ بعض حالتوں میں اسے سو فی صد صحیح شکل قرار دینا درست نہیں ہوتا، تاہم اس سے صحتِ املا میں مدد ضرور ملتی ہے۔ اس لیے اساتذہ کے کلام کی تدوین و کتابت میں متن کی تصحیح کے ساتھ صحتِ املا پر بھی توجہ دینا نہایت ضروری ہے۔ یہ کام مشکل ضرور ہے مگر اُردو زبان کی ترقی، اس کی سائنٹی فک صورت متعین کرنے اور بحیثیتِ مجموعی اُردو کے مستقبل کے نقطہ نظر سے، مشکل پسندی کے اس خارزار سے گریز، دانش مندانہ طرزِ عمل نہ ہوگا۔

علامہ اقبال کے دور میں اُردو املا سیال حالت میں تھا۔ متعدد الفاظ کی قدیم املائی صورتیں رائج تھیں، البتہ بعض الفاظ، صورت بدل کرنی شکل اختیار کر چکے تھے۔ بعض ہم عصر شعرا و ادبا کی طرح اقبال کے ہاں بھی، املا میں بے ضابطگی اور بے قاعدگی کی مثالیں ملتی ہیں۔ انھوں نے اپنے کلام کی کتابت کے لیے عبدالحجید پرویس رقم کا انتخاب کیا جو اپنے دور کے بہترین کاتبوں میں سے تھے، مگر کلام اقبال کا متن، صحتِ املا کے نقطہ نظر سے بے توجہی کا شکار رہا، کیونکہ زمانے کی عام روش یہی تھی۔ پرویس رقم کے کتابت شدہ سارے مجموعوں میں املائی انتشار نظر آتا ہے۔ ان پرانے اڈیشنوں میں تو، املا کی غلط نگاری سے صرف نظر کیا جاسکتا ہے، مگر افسوس ناک بات یہ ہے کہ کلیاتِ اقبال (لاہور، ۱۹۷۳ء) بھی، جس کی ”جدید کتابت و طباعت“ خوش خطی اور ظاہری حسن کاری کا اعلیٰ نمونہ ہے اور اسی لیے ڈاکٹر جاوید اقبال نے اسے ”شاعر مشرق کے کلام کے شایان شان“ قرار دیا ہے، صحتِ املا کے لحاظ سے ناقص ہے۔ فوٹو آفسٹ کے ذریعے طبع شدہ یہ اڈیشن، ایک مثالی اور

۱- اقبال ایک خط میں لکھتے ہیں: ”عبدالحجید کاتب بھی [کذا]، میرے نزدیک لاہور میں سب سے بہتر ہے۔“

(خطوطِ اقبال بنام بیگم گرامی: ص ۶۱)۔ تاہم علامہ سے نسب یہ قول بے بنیاد ہے کہ: ”پرویس رقم میرے اشعار کی کتابت نہیں کریں گے تو میں شاعری ترک کر دوں گا۔“ (روزنامہ جنگ لاہور، یکم

معیاری نسخے کی حیثیت سے پیش اور رائج کیا گیا ہے^۱ اور آئندہ بڑے بڑے ہا برس تک، اسے حوالے کا نسخہ تصور کیا جائے گا۔ اس لیے اس نسخے میں صحت املا کا خصوصی اہتمام ضروری تھا۔ اس کے لیے جو دیدہ ریزی اور کاوش مطلوب تھی، کلیات کے صفحات اس سے خالی نظر آتے ہیں اور یہ سب اس کے باوجود ہے کہ:

(الف) تصحیح کے لیے ڈاکٹر جاوید اقبال نے خاصی سرگردانی کی۔

(ب) صحت و تصحیح کا کام مولانا غلام رسول مہر کی نگرانی اور راہ نمائی میں انجام پایا۔

(ج) املا کے مسئلے پر مشاورتی کمیٹی (جس میں مولانا مہر، پروفیسر حمید احمد خاں، مولانا حامد علی خاں، مرزا ہادی علی بیگ و امق اور ڈاکٹر جاوید اقبال شامل تھے) نے خوب غور و خوض کیا۔

راقم کے خیال میں مشاورتی کمیٹی نے کلام اقبال میں، املا کے مسئلے اور اس کی نزاکت و اہمیت کا پوری طرح ادراک نہیں کیا۔ یہ تو ذکر آچکا ہے کہ کلیات (۱۹۷۳ء) کے املا میں مشاورتی کمیٹی کے اس فیصلے کی پابندی نہیں کی گئی کہ: مختلف الفاظ کا املا ”جیسے ہے، ویسے ہی رہنے دیا جائے“، بلکہ املا میں متعدد تصورات کیے گئے ہیں۔ بیشتر تصورات سے املا کی صورت درست اور بہتر ہو گئی ہے مگر بعض املائی تصورات کے نتیجے میں صحیح املا کو غلط بنا دیا گیا ہے یا املا کی بہتر صورت کو ترک کر دیا گیا ہے، مثلاً:

ص: ۳۳۰ سطر: ۱۳ بچکو (طبع اول، ص ۲۰ سطر: ۱) مجھ کو

صفحہ: ۲۳۱ سطر: ۱۲ ناپائنداری

۳۲۲ ۲ فقیہہ

۳۲۸ ۶ پابرکاب

ان الفاظ کی بہتر لکھاوت یوں ہونی چاہیے: مجھ کو۔ ناپائنداری۔ فقیہہ۔ پابرکاب۔

”مقام املا“ سے ”آساں گزرنے“ کے نتیجے میں کئی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اس ضمن میں چند

پہلو لائق توجہ ہیں:

۱- ۱۹۷۵ء میں علی گڑھ (بھارت) سے، زیر بحث کلیات پر مبنی، ایک اڈیشن شائع کیا گیا ہے، ان جملہ خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ، جو کلیات میں موجود ہیں، مگر اس کی ایک مزید خوبی یہ ہے کہ ہر صفحے کے اوپر متعلقہ کتاب (بانگِ درا، بالِ جبریل، ارمعانِ حجاز وغیرہ) کا نام بھی درج کیا گیا ہے۔

(۱) مرتبین نے تصرف املا کے سلسلے میں کوئی قاعدہ کلیہ وضع نہیں کیا، نہ مزوجہ ضابطوں کی پابندی کی ہے، جس سے کاتب اور نگران کی بے احتیاطی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں املا میں یکسانیت پیدا نہیں ہو سکی، مثلاً:

الف - اصولِ املا کے تحت بجا طور پر ستارہ کو ستارے (کلیات: ص ۴۳۸) میں تبدیل کر دیا گیا، مگر کہیں اسی اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے ذرہ کو ذرے نہیں بنایا گیا۔ (کلیات: ص ۱۷۹، سطر ۸) سینہ بدستور سینہ (کلیات: ص ۴۷۸) اور قافلہ بدستور قافلہ (کلیات: ص ۳۵۶) حالانکہ یہاں ذرے، سینے اور قافلے کا محل تھا۔

ب - ”جگجو“ کو بجا طور پر ”مجھ کو“ (کلیات: ص ۱۳۹) میں بدل دیا گیا اور کہیں اس کے برعکس (کلیات: ص ۳۳۰ سطر ۱۳) ناپائدار کو ناپایدار (کلیات: ص ۹۸) بنایا گیا لیکن اس کے برعکس ناپایداری کو ناپائدار (کلیات: ص ۲۳۱) میں تبدیل کیا گیا۔ ندہی کو نہ وہی (کلیات: ص ۳۱۲) اور بخرے کو بہ خرے (کلیات: ص ۳۱۲) میں تبدیل کیا گیا مگر کہیں اس کے برعکس پابہ رکاب کو پابریکاب (کلیات: ص ۳۲۸) کر دیا گیا۔

ج - ایک ہی لفظ یا ایک جیسے الفاظ کے دو مختلف املائی نمونے ملتے ہیں۔ مثلاً: بے باک (ص: ۳۲۵) اور بیباک (ص: ۳۵۷ ٹھیرو (ص: ۲۹) اور ٹھہر کر (ص: ۳۲) ڈھونڈھ (ص: ۱۰۴) اور ڈھونڈ (ص: ۱۰۷) وغیرہ۔

د - انجمن ترقی اُردو کی اصلاح رسم خط کمیٹی نے تجویز کیا تھا کہ: ”فارسی لفظ بہ، نہ، چہ، کہ، بے وغیرہ جو خود فارسی میں بھی کبھی دوسرے لفظ سے ملا کر اور کبھی الگ لکھے جاتے ہیں، اُردو عبارت میں الگ لکھے جائیں۔“ مگر کلیات میں یہ کہیں الگ لکھے گئے ہیں (بہ دل، ص ۱۰۶) اور کہیں ملا کر (بدست، ص ۱۰۷، بکف ص ۱۶۹) یہی حال سابقوں اور لاحقوں کا ہے مثلاً بیہوش (ص ۲۸۹)، پیچر (ص ۲۶۵)، بیتاب (ص ۱۷۱)، غرنخواں (ص ۲۸۰)، ہوشمند (ص ۲۸۲)، اس کے برعکس بے نظیر (ص ۱۲۵)، بے باک (ص ۳۲۵) وغیرہ۔

(۲) ”سینکڑوں“ میں نون غنہ اڑا دیا گیا ہے۔ یہ تصحیح درست ہے۔ اب کلیات میں یہ لفظ ہر جگہ یوں ہے: ”سینکڑوں“، اصول کتابت کی رو سے اس میں ”ی“ کے بعد ایک شوشہ قطعی زائد

ہے۔ اس کا صحیح املا ہونا چاہیے: سیکڑوں۔ املا کے سلسلے میں آج ہم بعض باتوں کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں، مگر کل متن اقبال کی یہ صورت سند مانی جائے گی، اس لیے اس میں ایک شوٹے کا بھی فرق نہیں ہونا چاہیے۔

(۳) رموزِ اوقاف اور اعراب، صحتِ املا میں اہمیت رکھتے ہیں۔ کلیات میں، کسی حد تک، اعراب و رموزِ اوقاف کا اہتمام کیا گیا ہے، مگر کلیات کو ایک معیاری نسخہ اسی وقت قرار دیا جاسکتا ہے، جب اعراب و اوقاف کا پورا اہتمام کیا جائے۔ صحتِ تلفظ سے غفلت اور عمومی تعلیمی و علمی معیار کے تنزل کے پیش نظر، بعض مقامات پر اعراب کا اہتمام از بس ضروری ہے۔ چند مثالیں:

صفحہ	سطر	کلیات کا املا	مطلوبہ صورت
۲۶۸	۱	برگستواں	برگستواں
۳۳۱	۱۳	حیات بے شرف	حیات بے شرف
۳۳۲	۲	درخت طور	درخت طور
۳۸۵	۱	قرطبہ	قرطبہ
۳۹۳	۱	صورت شمشیر	صورت شمشیر
۳۹۳	۲	جوہر زماں	جوہر زماں

(۴) معروف طریقہ ہے کہ اسمائے معرفہ (اشخاص، مقامات اور کتب وغیرہ) کے اوپر لکیر (—) لگائی جاتی ہے اور شعرا کے تخلص پر یہ علامت (—) بناتے ہیں۔ کلیات اس سلسلے میں شدید تضاد اور انتشار کا شکار ہے۔ تخلص کی علامت، شعرا کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کی سورتوں، حکمرانوں، کتابوں، مقامات اور بعض اکابر کے ناموں حتیٰ کہ بعض الفاظ پر بھی بنا دی گئی ہے۔ مگر اس ”اصول“ کی پوری طرح پابندی بھی نہیں کی گئی۔ بعض مقامات پر شعرا کے تخلص، علامت تخلص (—) سے محروم ہیں اور کہیں تخلص پر لکیر (—) لگا دی گئی ہے۔ مناسب تھا کہ یکساں طریقہ اختیار کیا جاتا۔

(۵) بعض مقامات پر اسمائے معرفہ جلی قلم سے لکھے گئے ہیں (صفحات: ۶۲۸، ۶۳۹، ۶۴۱، ۶۶۶) مگر بیشتر مقامات پر ان کے لیے عام قلم استعمال کیا گیا ہے۔ اسمائے معرفہ عام قلم ہی سے لکھنا مناسب ہے البتہ ان پر ایک لکیر بنا دی جائے۔ جیسے: یورپ۔ سکندر۔ ولی۔ کشف۔

(۶) بہت سے الفاظ کے املا میں ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ کا امتیاز روا نہیں رکھا گیا حالانکہ قدیم طرزِ نگارش کے برعکس، اب ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ میں واضح امتیاز کو ایک مسلمہ قاعدے کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ کلیات میں ایسے الفاظ: حلا، دو، مہر، و وفا، ہراول، شہر، مرہم، ہمارا، ہلال وغیرہ کو اس طرح لکھنا چاہیے: بلا، دو، مہر و وفا، ہراول، شہر، مرہم، ہمارا، ہلال وغیرہ۔

✽ اشاریہ

کلیات کے آخر میں اٹھارہ صفحات کا ایک اشاریہ بھی شامل ہے۔ کسی بھی اہم نثری یا شعری مجموعے میں اشاریے کی ضرورت و افادیت محتاج بیان نہیں، بلکہ اب تو ہر کتاب کے ساتھ اشاریہ ناگزیر ہوتا جا رہا ہے، مگر اشاریے کی غایت کیا ہونی چاہیے؟ اس کے مقاصد کیا ہوں؟ اور اسے کن اصولوں اور ضوابط کی روشنی میں مرتب کیا جائے؟ تاکہ وہ حقیقی معنوں میں باعثِ افادیت ہو سکے۔ ان امور کے تعین کے بغیر، کوئی بھی اشاریہ، نہ تو عام قارئین اور نہ تحقیق کرنے والوں کے لیے سود مند ہو سکتا ہے۔

افسوس ہے کہ کلیات کا زیر مطالعہ اشاریہ کئی اعتبار سے سخت ناقص ہے اور اشاریے کی افادیت و معنویت کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی بنیادی خامی یہ ہے کہ اس میں خاصی رواروی، بے احتیاطی اور سرسری پن سے کام لیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ، صحت و استناد اور تحقیق و تدقیق کے کم سے کم مطلوبہ معیار سے بھی فروتر ہے۔ بعض مقامات پر تو مرتب، تدبیر و بصیرت کی معمولی صلاحیت سے بھی عاری نظر آتا ہے۔ چند پہلو ملاحظہ کیجئے۔

(۱) اشاریہ ساز، لفظوں کے معنی و مفہوم سے ناواقف ہے، مثلاً ”خزف چین لب ساحل“ (کلیات: ص ۱۰۷) سے ملک چین کا حوالہ اخذ کیا گیا ہے۔ ”خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں“ (ص ۲۶۱) سے ملک اسرائیل کا حوالہ اخذ کیا گیا ہے۔ ”در خیر“ (ص ۱۶۵) اور ”بڑھ کے خیر سے ہے یہ معرکہ دین و وطن“ (ص ۳۵۶) سے درہ خیر کا حوالہ اخذ کیا گیا ہے۔ ”حیراں ہے بوعلی، کہ میں آیا کہاں سے ہوں“ (ص ۴۳۰) کا حوالہ بوعلی سینا کے بجائے بوعلی قلندر کے تحت دیا گیا ہے۔ لفظ جاوید

۱- اشاریہ کلیات کے اس جائزے میں پروفیسر محمد یونس حسرت کے تحقیقی مضمون ”اشاریہ ہائے کلام اقبال“ (برگ گل، اقبال نمبر ۷۷، ۱۹۷۷ء، ص ۳۲۰-۳۳۱) سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

(۴۹۷-۴۹۸) کا حوالہ جاوید اقبال کے تحت درج کیا گیا ہے۔ ترکان عثمانی (ص ۳۵۲) کا حوالہ حضرت عثمانؓ کے تحت درج کیا گیا ہے۔

(۲) کلیات: ص ۶۹۷ پر عنوان ”اماکن“ کے ساتھ قوسین میں لفظ ”ممالک“ لکھا گیا ہے۔ اماکن سے محض ممالک مراد لینا بالکل نیا لغت ہے۔ مزید تعجب کا باعث ہے کہ مرتب نے دریاؤں (راوی، گنگا، جیحون، فرات، دینیوب) پہاڑوں (اضم، ہمالہ) شہروں (جدہ، پیرس، کوفہ، مدینہ، قرطبہ، علی گڑھ) عمارات (ریاض منزل، شیش محل) اور تعلیمی اداروں (کیمرج یونیورسٹی، گورنمنٹ کالج لاہور) کے حوالے بھی ”ممالک“ کی ذیل میں درج کیے ہیں۔ قرطبہ کے تحت، شہر قرطبہ اور مسجد قرطبہ کے حوالے یک جا درج کیے گئے ہیں۔

المانی اور وزیر کی کو شخصیات کے تحت درج کیا گیا ہے حالانکہ المانی، جرمنی یا جرمن باشندے کا مترادف ہے اور وزیر کی ایک قبیلے کا نام ہے۔ دلی کے زیادہ تر حوالے دلی کے تحت مگر چند ”ایک جہاں آباد“ کے تحت درج کیے گئے ہیں۔

(۳) اشاریہ نگار نے بعض اسما کے ساتھ، ان کی حیثیت یا مقام و مرتبے کی صراحت کے لیے، واوین میں توضیحی الفاظ لکھ دیے ہیں، مثلاً:

- ۱- بہزاد (بت پرست)
- ۲- سٹڈل (انگریز)
- ۳- قیصر (شہر کا نام)
- ۴- نیشا (جرمنی کا مشہور شاعر و فلسفی)

یہ توضیحات، اشاریہ نگار کے فرائض میں شامل نہیں۔ مزید برآں ان میں سے بعض وضاحتیں (نمبر ۱، ۲، ۳، ۴) غلط ہیں۔ اس کے برعکس جہاں وضاحت مطلوب تھی (مثلاً قرطبہ: شہر یا مسجد۔ شالامار: باغ یا محلہ اور علاقہ) وہاں توضیح نہیں کی گئی۔

(۴) ایسے دو یا دو سے زائد اسما کو (جو ایک ہی شخص، مقام، چیز یا کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں، مثلاً موسیٰ، کلیم، حسین، شبیر، فردوس، جنت، بہشت۔ مومن، مسلمان۔ شاہین، شہباز۔ آفتاب، سورج۔ وغیرہ) جمع کر دیا گیا ہے، یہ درست نہیں ہے۔ ہر نام کے حوالے الگ الگ ہونے چاہئیں۔ البتہ آخر میں چلیپائی حوالوں (cross references) کا بھی ذکر ہونا چاہیے۔ مثلاً: موسیٰ کے تحت متعلقہ صفحات کے

نمبر دے کر آخر میں لکھا جائے: مزید دیکھیے: کلیم۔ اسی طرح کلیم کے تحت صفحات کے نمبر دے کر آخر میں لکھا جائے: مزید دیکھیے: موسیٰ۔

(۵) بظاہر ملتے جلتے الفاظ کے حوالوں کو یک جا کر دیا گیا ہے، حالانکہ ان کی نوعیت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ان میں سے بعض اسمائے معرفہ، بعض اسمائے ذات، بعض اسمائے ظرف، مکاں، بعض اسمائے کیفیت اور بعض اسمائے جمع ہیں، مثلاً: جہانگیر، جہانگیری، چنگیز، چنگیزی۔ ترک، ترکی۔ غلام، غلامی۔ شام، شامی۔ عشق، عاشقی۔ وطن، وطنیت۔ بُت، بُت کدہ۔ سرمایہ، سرمایہ دار۔ تصوف، صوفی۔ سلطنت، ملک، ملوکیت، حکومت۔ اس طرح کے حوالے الگ الگ درج ہونے چاہئیں کیونکہ ان میں سے بعض شخصیات کے تحت آئیں گے، جیسے: جہانگیر، چنگیز۔ بعض موضوعات کے تحت آئیں گے، جیسے: تصوف، چنگیزی، ملوکیت، وطنیت اور بعض اماکن کے تحت جیسے: شام، ترکی۔

(۶) متعدد اہم شخصیات کے نام، عنوان کی فہرست میں شامل نہیں کیے گئے، مثلاً: سلیم (عثمانی فرماں روا۔ کلیات: ص ۴۰۵) رام (ص ۷۷)۔ نظم کا موضوع ہی رام کی شخصیت ہے۔ اشاریے میں رام کے ساتھ واوین میں رام چندر جی بھی لکھنا چاہیے۔) غنی (ص ۱۸۰)۔ واوین میں کاشمیری کی صراحت کرنی چاہیے۔) شعیب (ص ۳۸۰)۔

(۷) مرتب نے صرف ظاہری الفاظ کو پیش نظر رکھا ہے، مفہوم یا معنی پر غور نہیں کیا۔ مدیر مسخزن (ص ۱۲۶) عرب کے معمار (۱۳۶) پیر کنعان (۱۸۰) کلیم بے تھلی اور مسیح بے صلیب (ص ۶۵) کوہ کن (ص ۷۶) پر غور کر کے انھیں علی الترتیب شیخ عبدالقادر، آنحضرت، حضرت یعقوب، کارل مارکس اور فرہاد کے تحت، اس صراحت کے ساتھ درج کرنا چاہیے تھا کہ یہ تراکیب متذکرہ شخصیات کے لیے ہیں۔

(۸) بعض عنوانات، اشاریے میں موجود ہیں مگر ان کے کئی حوالے چھوٹ گئے ہیں مثلاً: خودی: ص ۳۵۱، ۵۹۴، ۶۲۸۔ خضر: ص ۱۰۷۔ اسرائیل: ص ۳۳۰، ۵۹۵۔ ترک: ۱۸۲۔ قیامت: ص ۵۲۲۔ گئے: ص ۵۷۷۔ زرگس: ص ۶۲۳، ۶۲۸، ۱۰۲، ۱۰۹، ۱۱۶، ۲۱۶، ۲۱۷۔ جہاد: ص ۲۱۲۔

(۹) بعض اسما و الفاظ کے ساتھ ایسے صفحات نمبر درج کیے گئے ہیں، جن پر ان کا نام و نشان موجود نہیں مثلاً: کلیم: ص ۲۳۱، ۶۲۱۔ روم: ص ۱۶۲۔ حجاز: ص ۶۳۵۔ خودی: ص ۳۰۲، ۳۳۹، ۴۴۳، ۶۳۶، ۶۸۰۔ چشمی: ص ۹۶۔

(۱۰) زیر مطالعہ اشاریے کا تیسرا حصہ بعنوان ”موضوع“ سب سے زیادہ ناقص ہے۔ مرتب

نے بعض موضوعات منتخب کر لیے ہیں اور بعض چھوڑ دیے ہیں۔ اس ترک و اختیار کا معیار کیا ہے؟ فقط مرتب کی صواب دید۔ ایک طرف تو ”سلام مغرب“ اور ”وزم آف دی ایٹ“ جیسے موضوع (جو در حقیقت موضوع کہلانے کے مستحق نہیں) قائم کیے گئے ہیں۔ دوسری طرف بے خودی، زمانہ، قلندر، فطرت، جنوں، جلال اور جمال ایسے اہم موضوعات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس حصے میں اقبال کے شعری مجموعوں کے حوالے دیے گئے ہیں، حالانکہ متعلقہ صفحات پر ان کا ذکر بحیثیت ”کتاب“ آیا ہے، نہ کہ بحیثیت ”موضوع“۔ بانگِ درا کے تحت درج شدہ جیسے حوالوں میں سے پانچ حوالے (ص: ۵۳، ۱۲۵، ۱۵۹، ۱۷۰، ۲۰۶) قطعی غلط ہیں، کیونکہ ان کا تعلق کتاب بانگِ درا کے بجائے ”بانگِ درا“ کے لغوی معنی ”گھنٹی کی آواز“ سے ہے۔

مختصر یہ کہ اشاریہ کلیات، مختلف النوع نقائص اور خامیوں سے پر ہے۔ اس کے عیوب کا پلڑا، افادیت کے پہلو سے زیادہ وزنی ہے۔ اس اشاریے کی صحت و تصحیح کی نسبت، ایک نیا اشاریہ مرتب کرنا، زیادہ آسان ہوگا۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہ اشاریہ گذشتہ کئی برس سے کلیات کے ساتھ چھپ رہا ہے، مگر کسی کو (شمول ناشر، سول ایجنٹ، مرتب اور علمائے اقبالیات) یہ احساس نہیں کہ بیرون ملک ہمارے علمی اور تحقیقی معیار کی کیا بھد اڑ رہی ہے۔

ہمارے خیال میں اس اشاریے کو فی الفور کلیات سے الگ کر دینا چاہیے۔ کلیات اقبال کی اشاریہ سازی کے لیے محض فنی تکنیک سے واقفیت کافی نہیں، اس کے لیے اقبالیات کے علم کے ساتھ ساتھ تھوڑی سی بصیرت بھی درکار ہے۔ یہ کام علمائے اقبالیات کی نگرانی میں ہونا چاہیے، جو اشاریے کے مقاصد کے تعین کے ساتھ، اس کا پورا نقشہ خصوصاً موضوعات کی فہرست، مرتب کرے۔ پھر یہ کام کوئی تجربہ کار اور سلیقہ مند اشاریہ نگار انجام دے۔

کلیات کے اس مختصر سے جائزے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کلیات میں املا اور اس سے متعلق جملہ پہلوؤں کا مسئلہ انتشار اور تضادات کا شکار ہے۔ ادبی اور فنی لحاظ سے کلام اقبال کو استناد کا درجہ حاصل ہے (اور وقت گزرنے کے ساتھ، اقبال کی سند مستحکم ہوتی جائے گی)۔ علامہ اقبال سے عقیدت و محبت اور ان کے کلام کی دل کشی کے سبب، ان کے اشعار، اُردو کے عام قاری

۱- یہاں صرف اُردو کلیات پیش نظر رہا ہے۔ اُردو اور فارسی املا کے بیشتر مسائل تو مشترک ہیں، بعض مخصوص فارسی الفاظ کے املا سے متعلق امور پر بحث، آئندہ ابواب میں کی جائے گی۔

کے ور زبان ہیں۔ آئندہ، کلام اقبال کے جتنے بھی نسخے چھپیں گے، ان میں، کاوش و محنت سے مرتب کیا جانے والا زیر بحث نسخہ کلیات ہی نمونے کا کام دے گا اور اسی کی تقلید کی جائے گی۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ اُن تمام امور کو، جن کی نشان دہی اوپر کی سطور میں کی جا چکی ہے، سنجیدگی سے زیر غور لا کر تدوین و املا کے حتمی قواعد و اصول مرتب و منضبط کیے جائیں اور ان کی روشنی میں علمائے اقبالیات کا ایک بورڈ، کلیات اُردو کا ایک مستند اور صحیح نسخہ تیار کرے، جسے معیاری نسخہ قرار دے کر رائج کیا جائے اور باقی تمام نسخے متروک قرار دے دیے جائیں۔

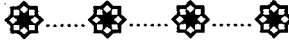
راقم کے ایک مضمون ”کلام اقبال کی معیاری تدوین و اشاعت“ (مشمولہ اقبالیات: تفہیم و تجزیہ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور [۲۰۰۵ء]) سے زیر بحث مسئلے کی مزید وضاحت ہوتی ہے اور کچھ نئے نکات سامنے آتے ہیں۔ مذکورہ مضمون سے متعلقہ ایک پیرا ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

کسی خرابی کی اصلاح بروقت نہ کی جائے تو اس سے مزید خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ راقم نے ۱۹۸۲ء میں نسخہ رخ میں، ترتیب کلام میں تحریف، املا، کتابت اور لفظی غلطیوں کی نشان دہی کی تھی۔ مگر ناشر کی بے نیازی، بے بہتدانی اور تغافل خوب ہے کہ ابھی تک اُن کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ ۱۹۹۰ء کے نسخہ اقبال اکادمی میں املا، کتابت اور لفظی اغلاط تو درست کر دی گئیں مگر ترتیب کلام کو بدلنے کی جو بدعت، پہلی بار نسخہ رخ میں اختیار کی گئی تھی، نسخہ اکادمی میں بھی اس کی پیروی کی گئی۔ نسخہ اکادمی کے مقدمے میں کہا گیا ہے کہ ہم نے بال جبریل کی دو بیٹیوں کو مناسب مقامات پر منتقل کر دیا..... حالانکہ یہ انتقال تو نسخہ رخ ہی میں ہو چکا تھا، آپ نے تو صرف اس کی پیروی کی ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ اُس باب میں ہم نے معیاری رواج کو ترجیح دی۔ سوال یہ ہے کہ نسخہ رخ کیسے معیاری رواج ہو گیا؟ اور کیا علامہ اقبال کی قائم کردہ ترتیب کلام پر معیاری رواج مقدم ہے؟ (ص ۲۷۶)

مثلاً بھارت میں مختلف ناشرین اسی کلیات کے عکسی اڈیشن شائع کر رہے ہیں۔ پاکستانی ناشرین نے بھی اسی (رخ) اڈیشن کے مطابق ہی متعدد کلیات شائع کیے ہیں، حتیٰ کہ اقبال اکادمی پاکستان کے شائع کردہ کلیات اقبال، اردو کی ترتیب میں بھی اسی (رخ) اڈیشن کی تقلید کی گئی ہے۔ [یوں راقم نے ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۲ء میں جس خدشے کا اظہار کیا تھا، ۱۹۹۰ء میں وہ عملاً سامنے آ گیا۔] تاہم اکادمی اڈیشن (جیسا کہ ہم دیا چے میں ذکر کر چکے ہیں) باعتبار متن صحیح نسخہ ہے۔ اس میں بانگ درا کے اوّل تا آخر جملہ اڈیشنوں کی ایک غلطی کو اقبال کی ایک بیاض کی مدد سے درست کر دیا گیا ہے۔ نظم ”..... کی گود میں بلی دیکھ کر“ کے پانچویں شعر میں ”چھیڑ“ درست ہے، نہ کہ ”چڑھ“۔

باب: ۲

فارسى كلام كے مجموعے



(الف) اقبال کی فارسی گوئی

قبل ازیں یہ ذکر آچکا ہے کہ اقبال کی عمومی شہرت کی بنیاد، ان کی اُردو شاعری تھی، تاہم ان کی شاعری پر مجموعی نظر ڈالیں، تو کمیت و کیفیت، دونوں اعتبار سے اقبال کا فارسی کلام، ان کے اُردو کلام پر حاوی ہے۔^۱

اقبال کی شاعری کا آغاز اُردو میں ہوا، مگر چند سال کے اندر، ان کے ہاں فارسی گوئی کا رجحان اس قدر ترقی کر گیا کہ ۱۹۳۳ء تک، اُردو کے ایک مجموعے (بانگِ درا) کے مقابلے میں فارسی کی چھ کتابیں (اسرارِ خودی، رموزِ بے خودی، پیامِ مشرق، زبورِ عجم، جاوید نامہ اور مسافر) شائع ہو چکی تھیں۔ فارسی اقبال کی مادری زبان تھی اور نہ ملکی زبان، اس کے باوجود فارسی گوئی کی طرف اُن کے غیر معمولی میلان کی وجوہ کیا ہیں؟ ان کی فارسی گوئی کا آغاز کب ہوا؟ اور پھر ان کے اس شغف اور میلان میں کیوں کراضافہ ہوتا گیا؟ یہ امور کسی قدر بحث طلب ہیں۔

شیخ عبدالقادر کا بیان^۲ ہے کہ قیامِ انگلستان کے زمانے میں ایک بار، کچھ دوستوں نے اقبال سے فارسی اشعار سننے کی فرمائش کی۔ اقبال نے معذرت کی کہ اُنھوں نے ایک آدھ شعر کے سوا، کبھی فارسی میں کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی، مگر یہی بات، اقبال کے لیے فارسی گوئی کا محرک بن گئی اور اُنھوں نے دوستوں کی مذکورہ مجلس سے واپس آ کر لیٹے لیٹے فارسی میں دوغز لیں کہ ڈالیں۔ شیخ عبدالقادر نے اس واقعے سے جو نتیجہ ("اقبال کی فارسی گوئی کی ابتدا") اخذ کیا ہے، وہ کسی اعتبار سے بھی صائب نہیں ہے۔ اقبال کی یہ بات کہ اُنھوں نے ایک آدھ شعر کے سوا کبھی فارسی میں شعر کہنے کی کوشش نہیں کی، محض ان کا تکلف اور انکسار تھا۔ قیامِ انگلستان کے زمانے تک، ان کے فارسی اشعار میں سے کم از کم ایک سو ہنوز محفوظ^۳ تھیں۔ درحقیقت ان کی فارسی گوئی کے نقطہ آغاز کا حتمی تعین آسان نہیں ہے۔

۱- اقبال، سب کے لیے: ص ۲۰۰

۲- دیباچہ، بانگِ درا: ص ۱۶

۳- اقبال اور فارسی شعرا: ص ۱۵

اقبال کی فارسی گوئی میں، بہت سے امور کو دخل ہے:

اقبال نے ابتدائی تعلیم روایتی طرز کی قدیم درس گاہوں میں حاصل کی تھی۔ ان کا زیادہ وقت مولوی میر حسن کے مکتب میں گزرا، جو مولوی ابراہیم میرسیا لکوٹی کے بقول: ”عربی فارسی زبان دانی“ کی درس گاہ تھی۔ میر حسن فارسی کے جید عالم تھے اور فارسی شعر و ادب کا رچا ہوا ذوق رکھتے تھے۔ ان کے ایک شاگرد ڈاکٹر جمشید علی راٹھور کا بیان ہے کہ: ذاتی طور پر انھیں خواجہ حافظ کا دیوان، مولانا روم کی مثنوی، نظامی کا سکندر نامہ اور عرفی کے قصائد زیادہ پسند تھے۔ انھیں ہزاروں اشعار نوک زبان تھے، بات بات پر شعر پڑھتے اور دوران تدریس بر محل اشعار سناتے۔ مکتب اور سکول کے اوقات کے بعد بھی، اقبال کا زیادہ تر وقت میر حسن کی صحبت میں گزرتا تھا، جنھوں نے اقبال کی طبیعت میں فارسی شاعری کا ذوق پختہ کر دیا۔ اقبال ان سے اکتساب فیض کے معترف ہیں۔ اقبال کے بچپن کے ایک دوست ”دینو“ کا بیان ہے:

اقبال کو فارسی زبان سے بہت زیادہ دل چسپی تھی۔ بارہ سال کی عمر میں اس نے گلستان و بوستان نہ صرف از بر کر لی تھیں، بلکہ وہ ہمیں اپنی قوت حافظہ کی بدولت فارسی کی ان دونوں کتابوں سے سبق پڑھایا کرتا تھا..... اقبال ہمیں اردو اور فارسی کی نظمیں جھوم جھوم کر سنایا کرتا تھا۔^۵

اس ماحول میں، اقبال نے فارسی میں مہارت پیدا کرنے کے لیے سخت محنت کی۔ ان کا اپنا بیان ہے:

لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ اقبال کو فارسی کیوں کر آگئی، جب کہ اس نے اسکول یا کالج میں یہ زبان نہیں پڑھی؟ انھیں یہ معلوم نہیں کہ میں نے فارسی زبان کی تحصیل کے لیے اسکول ہی کے زمانے میں کس قدر محنت اٹھائی اور کتنے اساتذہ سے استفادہ کیا۔^۶

۱- روایات اقبال: ص ۱۹۳

۲- ایضاً: ص ۵۵

۳- ایضاً: ص ۶۰

۴- شاطر مدد رای کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں: مولوی سید میر حسن ”بڑے بزرگ عالم اور شعر فہم ہیں۔ میں نے انھی سے اکتساب فیض کیا ہے۔“ (خطوط اقبال: ص ۷۳)

۵- امروز، ۲۲/۱/۱۹۳۹ء۔

۶- روایت: اسد ملتانی، اقبال نامہ، اول: ص ۳۳۳

اقبال کے ابتدائی اشعار ہی میں اس محنت کے آثار موجود ہیں۔ دور طالب علمی کی نظم ”فلاح قوم“ (۱۸۹۶ء) میں فارسیت کے ابتدائی آثار نظر آتے ہیں۔ ”نالہ بیتیم“ (۱۹۰۰ء)، ”یتیم کا خطاب، ہلال عید سے“ (۱۹۰۱ء) اور ”اشکِ خون“ (۱۹۱۱ء) میں یہ اثر زیادہ گہرا ہو گیا ہے۔ سر عبد القادر کو جنوری ۱۹۰۱ء کی نظم ”ہمالہ“ کے جن دو نمایاں پہلوؤں کا احساس ہوا، ان میں سے ایک اہم پہلو، نظم کی ”فارسی بندشیں“ تھیں۔ ان اردو نظموں میں متعدد فارسی مصرعے اور بعض جگہ پورے کے پورے فارسی شعر موجود ہیں۔ اوائل ۱۹۰۲ء کی نظم ”اسلامیہ کالج کا خطاب مسلمانوں سے“ میں واضح طور پر احساس ہوتا ہے کہ اقبال کے ہاں فارسی گوئی کا رجحان تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ اس نظم کے ہر بند کا آخری شعر اور گیارہ اشعار پر مشتمل آخری پورا بند فارسی میں ہے۔ اسی زمانے کی، مثنیٰ سراج الدین کو مرسلہ، ۲۳ اشعار کی ایک نظم کے سولہ اشعار فارسی میں ہیں اور بقیہ سات اردو اشعار پر بھی فارسیت کا غلبہ ہے۔ کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ تجھے اشعار لکھنے کے بعد، اردو، اظہارِ خیال و جذبات میں مانع ہوئی، لہذا ساتویں شعر میں شاعر نے قافیہ بدل کر ”فارسی میں نغمہ خواں“ لکھے ہونے کا اعلان کیا، اس کے بعد اردو کی نسبت فارسی میں زیادہ ”شرح صدر“ کے ساتھ اظہارِ جذبات کیا گیا ہے۔

اگرچہ اقبال کی شہرت کا باعث ان کی اردو منظومات تھیں، تاہم ان کے فارسی کلام کے دل دادگان بھی کثیر تعداد میں موجود تھے، چنانچہ ۳۴ اشعار کی فارسی نظم ”سپاس جناب امیر“ شائع کرتے ہوئے معزن (جنوری ۱۹۰۵ء) نے اقبال کے فارسی کلام کے لیے ”احباب کے تقاضوں“ اور ”احباب کے اصرار“ کا ذکر کیا۔ انگلستان جانے سے پہلے کی متعدد اردو نظموں میں اکاؤنٹ فارسی اشعار، مصرعے، فارسی بندشیں اور ترکیبیں اور بحیثیت مجموعی پختہ فارسی رنگ موجود ہے۔ ہمارا خیال

۱- چاروں نظموں کا متن ملاحظہ کیجیے: سرود رفتہ: صفحات نمبر علی الترتیب ۸، ۹، ۱۸ اور ۱۸۳

۲- دیباچہ، بانگِ درا: ص ۱۳

۳- اقبال نامہ، اوّل: ص ۱۶-۱۹

۴- ع: ہوں یہ تبدیل توانی، فارسی میں نغمہ خواں

۵- معزن کا نوٹ: ”ذیل کی نظم درج کر کے آج ہم ان احباب کے تقاضوں سے سبک دوش ہوتے ہیں، جو پروفیسر اقبال صاحب کے فارسی کلام کے لیے اکثر دفعہ اشتیاق ظاہر کیا کرتے ہیں۔ فارسی نظمیں عموماً معزن میں درج نہیں ہوتیں، تاہم احباب کے اصرار سے ہم اسے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔“ (ص ۴۷)

ہے کہ فارسی کی طرف اس میلان میں، مولانا گرامی سے ملاقاتوں اور اُن کی صحبتوں کے اثرات بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں اقبال کے ہاں گرامی کے قیام کی شہادت موجود ہے، ناممکن ہے تعلقات اور بھی قدیم ہوں اور مجلس آرائی ہوتی ہو۔

قیام انگلستان کے دوران میں، اپنے مقالے کے سلسلے میں اُنھوں نے جو کتب بینی کی، اس سے اقبال کا فارسی ذوق اور بھی پختہ ہو گیا۔

عطیہ بیگم کو مُرسلہ، ایک فارسی غزل سے مترشح ہے کہ وہ فارسی میں شعر کہنے لگے تھے، تاہم یہ ضرور ہے کہ ابھی شعوری طور پر اور سنجیدگی کے ساتھ وہ فارسی گوئی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے اور اسی لیے اُنھوں نے احباب کے سامنے فارسی اشعار سے محذوری ظاہر کی، مگر اسی روز ذرا سی توجہ سے اُنھوں نے فارسی میں دوغز لیں کہ ڈالیں اور فارسی گوئی کے لیے ان کے اندر اعتماد بڑھا۔ یورپ سے واپسی پر، کبھی کبھار ہوشیار پور میں، فارسی کے قادر الکلام شاعر، مولانا گرامی سے شعر گوئی کی صحبتیں برپا ہوتی تھیں۔ سر عبدالقادر کی مذکورہ بالا، دوستوں کی مجلس کے بعد، یہ دوسرا موقع تھا کہ اقبال کے دل میں فارسی شعر گوئی کی خواہش پیدا ہوئی۔ عبدالعزیز مالواڈہ کا بیان ہے کہ ایک مشاعرے کے اختتام پر، جس میں مولانا گرامی نے فارسی اور اقبال نے اُردو اشعار سنائے تھے: ”مجھے ڈاکٹر صاحب نے کہا: بھئی سنو، میں چاہتا ہوں کہ میں بھی فارسی میں شعر کہنے شروع کر دوں“۔ لے سید میر حسن ایسے فارسی کے جنید عالم سے اقبال کے تلمذ، فارسی کلاسیکی ادب کی باقاعدہ تحصیل اور پھر یورپ میں عربی اور فارسی کے قدیم علوم تصوف و فلسفہ کے مطالعے کے پس منظر میں، فارسی گوئی کی طرف اقبال کی رغبت کو ان کی شعر گوئی کے ارتقا کی ایک کڑی سمجھنا چاہیے۔ میاں عبدالعزیز مالواڈہ کہتے ہیں:

۱- اقبال نامہ، اول: ص ۹

۲- Development

۳- دیباچہ، بانگِ درا: ص ۱۶

۴- اس غزل کا پہلا شعر ہے:

اے گل ز خارِ آرزو آزاد چو رسید
تو ہم ز خاکِ این چمن مانند ما دمید

(Letters to Atiq ص ۱۳)

۵- دیباچہ، بانگِ درا: ص ۱۶

۶- نقوش، اقبال نمبر ۲، دسمبر ۱۹۷۷ء: ص ۶۲۱

آخر یہ طے ہوا کہ آئندہ ڈاکٹر صاحب فارسی میں کہ کر میرے پاس بھیج دیا کریں گے اور میں اس کلام کو گرامی صاحب کی اصلاح کے بعد، ان کو واپس کر دیا کروں گا..... اس طرح تین مرتبہ اقبال کے کلام پر گرامی صاحب نے جو اصلاح دی، وہ میں نے ڈاکٹر صاحب کو لاہور واپس کر دی۔ پہلی دفعہ..... گرامی صاحب نے کہا تھا: بھئی، یہ فارسی میں بھی خوب کہے گا۔ دوسری دفعہ کہنے لگے: بہت عمدہ۔ تیسری دفعہ انھوں نے کہا: آپ ان کو لکھیں کہ اب میرے پاس وہ اپنا کلام نہ بھیجیں، خود ہی نظر ثانی کر لیا کریں۔^۱

اسی زمانے (۱۱-۱۹۱۰ء) میں علامہ اقبال نے اسرارِ خودی لکھنا شروع کیے..... اسرارِ خودی کے دور (۱۵-۱۹۱۰ء) میں اردو گوئی کا سلسلہ بھی جاری رہا، مگر اس میں فارسی کا اثر بہت نمایاں ہے۔ پورے پورے فارسی اشعار اور فارسی شاعروں کے مصرعوں اور شعروں پر تفسیروں کا تناسب بڑھتا گیا۔ ایک طرف اسرارِ خودی میں، وہ حافظ ”صہبا گسار“ سے بچنے کی تلقین کر رہے تھے،^۲ مگر دوسری طرف اردو منظومات میں کسی بھی دوسرے فارسی شاعر کے مقابلے میں حافظ کے شعروں اور مصرعوں پر نسبتاً زیادہ تفسیمیں کر رہے تھے، شاید اس لیے کہ کئی سال پہلے، قیام انگلستان کے دوران میں اقبال، روحِ حافظ کو اپنی شعری شخصیت میں حلول کرتا محسوس کر چکے تھے۔

اقبال کے اسبابِ فارسی گوئی کے ضمن میں، متذکرہ بالا امور کے علاوہ، اس امر کو بھی نمایاں دخل ہے، کہ ”ستنتناے اردو“، ان کے افکار و جذبات کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ ایک بار، اس سوال کے جواب میں کہ: ”فارسی میں لکھنے کا خیال آپ کو کس طرح آیا؟“ کہنے لگے: ”میں نے دیکھا تھا کہ فارسی میں میرے خیالات اچھی طرح ادا ہو سکتے ہیں“۔^۳ پھر یہ شہادت بھی موجود ہے کہ اسرارِ خودی

۱- قہوش، اقبال نمبر ۲، دسمبر ۱۹۷۷ء، ص ۶۲۱-۶۲۲

۲- گفتارِ اقبال، ص ۲۵۰

۳- ہوشیار از حافظِ صہبا گسار

جامش از زہرا جمل سرمایہ دار

(اسرارِ خودی: طبع اول، ص ۶۶)

۴- ڈاکٹر یوسف حسین خاں کو خلیفہ عبدالمکیم کے ایک مبہم بیان (فکرِ اقبال، ص ۳۷۴) سے یہ تسامح ہوا کہ اقبال

نے یہ بات خلیفہ صاحب سے کہی تھی۔ (حافظ اور اقبال، ص ۱۳)۔ درحقیقت یہ بات اقبال نے ایک

ملاقات کے دوران میں، عطیہ بیگم سے کہی تھی۔ دیکھیے: Letters to Atiq، ص ۱۵۔

۵- آثارِ اقبال، ص ۵۰

پہلے پہلے اُردو میں لکھنی شروع کی تھی، مگر دلی مطالب ظاہر کرنے میں مشکل پیش آئی، اس لیے فارسی اختیار کی۔ اقبال کی عمومی شہرت اُردو شاعر کی تھی۔ غالباً اس احساس کے تحت، کہ ان کی اڈلین شعری کتاب فارسی میں دیکھ کر، شائقین متعجب ہوں گے، اقبال نے اپنی فارسی گوئی کی یہ توجیہ پیش کی:

طرزِ گفتارِ درِ شیریں تر است

اس شیرینی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ دقیق خیالات کے اظہار کے لیے، اُردو کی نسبت، فارسی کا سرمایہ الفاظ کہیں زیادہ ہے اور بقول اقبال: ”فارسی میں کئی فقرے اور جملے سانچے میں ڈھلے ہوتے ایسے ملتے ہیں، جن کے مطابق اُردو میں فقرے ڈھالنے آسان نہیں“۔^۱ یہ بات اگرچہ اقبال نے اسرارِ خودی کی تکمیل (نومبر ۱۹۱۴ء) پر گرامی کو لکھی تھی کہ: ”فارسی کی طرف زیادہ میلان ہوتا جاتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ دل کا بخار اُردو میں نکال نہیں سکتا“۔^۲ تاہم کئی سال پہلے بھی، یہ بات اسی قدر صحیح تھی۔ خیالات کی باسانی ترسیل کے علاوہ، فارسی کے وسیع حلقہ اثر کا خیال بھی، اقبال کے ذہن میں تھا، کیونکہ بر عظیم کے علاوہ بھی یہ ”دنیا کے بہت سے حصوں میں سمجھی جاتی تھی“۔^۳

اوپر ذکر آچکا ہے کہ عبدالعزیز مالوآڈہ کے توسط سے، اقبال نے مولانا گرامی کو فارسی اشعار دکھائے۔ اس ”مشورہ سخن“ نے آگے چل کر باہمی استفادہ و اکتساب کی نسبتاً وسیع صورت اختیار کر لی۔ گرامی، جب بھی لاہور آتے تو اقبال کے ہاں قیام رہتا، شعر گوئی ہوتی اور شعری رموز و نکات پر بحث و مباحثہ بھی۔ اقبال، مولانا گرامی کی فارسی دانی اور قادر الکلامی کے قائل تھے اور اسی لیے خطوں میں بھی انھیں بار بار اپنے کلام پر تبصرہ و تنقید کی دعوت دیتے۔^۴ گرامی کے نام ۱۳ جولائی ۱۹۱۴ء کے خط میں اقبال اسرارِ خودی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ مثنوی بالکل نئی ہے، لیکن آپ سے ملاقات ہو تو آپ کو اس کے اشعار سناؤں۔ مجھے یقین ہے، آپ اسے سن کر خوش ہوں گے۔ کیسے، ادھر آنے کا کب تک قصد ہے؟ میں ایک عرصے سے آپ کا منتظر ہوں۔ خدا را جلد آئیے، سب سے بڑا کام تو یہ ہے کہ آکر میری مثنوی سنے اور اس میں مشورہ دیجیے۔^۵

۱- انوارِ اقبال: ص ۱۵۶

۲- آثارِ اقبال: ص ۵۰

۳- مکتوباتِ اقبال بنام گرامی: ص ۹۹

۴- دیباچہ، بانگِ درا: ص ۱۶

۵- مکتوباتِ اقبال بنام گرامی: ص ۱۲۷، ۱۹۴، ۱۹۹ وغیرہ۔

۶- ایضاً: ص ۹۸

اپنی منظومات اور شعری تصانیف کو آخری شکل دیتے ہوئے، اقبال نے گرامی کے علاوہ بعض دوسرے اہل علم معاصرین مثلاً سید سلیمان ندوی^۱ اور حبیب الرحمن خاں شروانی^۲ کے مشوروں اور تنقیدوں سے بھی فائدہ اٹھایا۔ ان کا اپنا مطالعہ بھی نہایت وسیع اور تنقیدی شعور بہت پختہ تھا۔ الفاظ و محاورات اور تراکیب کے استعمال اور ان کی تحقیق کے سلسلے میں قدیم اساتذہ کے کلام یا لغت سے استشہاد کرتے۔ لغت میں بالعموم بہارِ عجم کی سند مد نظر رہتی تھی۔^۳

اقبال نے فارسی شعر و ادب کے وسیع مطالعے سے، جو ہمہ گیر اثرات قبول کیے، اس کے نتیجے میں تقریباً ستر کے قریب شعراء، ان کے کلام میں مذکور ہیں۔^۴ مزید برآں فارسی شاعری کے مصرعوں اور شعروں پر تفسیموں، تراجم اور دیگر تاثرات قبول کرنے کے لحاظ سے، اقبال تمام اردو شعرا میں سرفہرست ہیں۔^۵ فارسی شاعری سے اقبال کی ہمہ گیر اثر پذیری میں حافظ اور رومی کے نام سب سے نمایاں ہیں۔

اسرارِ خودی میں اقبال نے حافظ پر شدید تنقید کی تھی: ”کیونکہ ان کی شاعری نے مسلمانوں کے انحطاط میں، بطور ایک عنصر کے، کام کیا ہے“؛^۶ مگر فنی اعتبار سے وہ حافظ کو بلند پایہ شاعر سمجھتے تھے۔^۷ اور خود ان کے شاعرانہ سحر کے اسیر تھے۔ اسرارِ خودی (طبع اول) میں انھوں نے ”ہوشیار از حافظ صہبا گسار“ سے آغاز کرتے ہوئے، حافظ پر جو کڑی تنقید کی، اس میں بھی وہ حافظ کے پیرایہ بیان کے جادو سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کا یہ مصرع: ”از دو جام آشفته شد دستار او“ حافظ کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے:

صوفی سرخوش ازین دست کہ کج کرد کلاه
بدو جامِ دگر آشفته شود دستار او

- ۱- اقبال نامہ، اول: ص ۸۵
- ۲- ایضاً: ص ۷
- ۳- ایضاً: ص ۸۹ تا ۹۷
- ۴- اقبال اور فارسی شعرا: ص ۲۲
- ۵- ایضاً: ص ۴۰
- ۶- مقالات اقبال: ص ۱۷۳
- ۷- ایضاً: ص ۱۶۶
- ۸- حافظ اور اقبال: ص ۱۳

اقبال کے فارسی کلام پر مجموعی حیثیت سے نظر ڈالیں، تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ حافظ کے حسن بیان، حسن اختراع، حسن تراکیب اور حسن آہنگ کا اثر علامہ اقبال پر تمام عمر رہا! ڈاکٹر یوسف حسین خاں لکھتے ہیں:

اگرچہ شروع میں اقبال نے حافظ پر تنقید کی تھی، لیکن بعد میں اس نے محسوس کیا کہ اپنی مقصدیت کو موثر بنانے کے لیے حافظ کا پیرایہ بیان اختیار کرنا ضروری ہے، چنانچہ اس نے حافظ کے طرز و اسلوب کا شعوری طور پر تتبع کیا۔

تتبع شعوری ہو یا غیر شعوری، یہ امر مسلم ہے کہ اقبال نے سبک ہندی کو نظر انداز کر کے، تقلید حافظ میں، سبک عراقی کی پیروی اختیار کی اور ان کے اسلوب و فن پر حافظ کے اثرات سے انکار ممکن نہیں۔ اقبال شعرِ حافظ کے فکری پہلو کو مسلمانوں کے لیے ضرر رساں سمجھنے کے باوجود، ایک اعلیٰ درجے کے شاعر کی حیثیت سے، ان کی عظمت کے معترف اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔ پیام مشرق اور زیورِ عجم کی دو درجن سے زائد ہم طرح اور ہم زمین غزلوں اور مجموعی طور پر اقبال کی غزلوں میں حافظ کے رنگ و آہنگ، ان کے رموز و علامت اور ان کے استعاروں اور کنایوں کو دیکھیں تو اقبال کی اس بات میں کچھ زیادہ مبالغہ محسوس نہیں ہوتا کہ:

تیری مینائے سخن میں ہے شرابِ شیراز

خلیفہ عبدالکحیم لکھتے ہیں: ”اقبال کی فارسی غزلیں ایسی ہیں کہ اگر ان کو دیوان حافظ میں داخل کر دیا جائے تو پڑھنے والے حافظ کے کلام سے اس کا امتیاز نہ کر سکیں گے۔“ اس بات کو مبالغہ سمجھیں، تب بھی پروفیسر محمد منور کے مطابق، علامہ اقبال کے درجنوں اشعار کے ضمن میں ایسا کہنا بالکل درست ہوگا۔^۵

۱- پروفیسر محمد منور، علامہ اقبال کی فارسی غزل: ص ۷

۲- حافظ اور اقبال: ص ۷

۳- ملاحظہ کیجیے:

(الف) مکاتیبِ اقبال بنام گرامی: ص ۱۸۰

(ب) مقالات اقبال: ص ۱۷۳

(ج) Stray Reflections: ص ۱۱۹

۴- فکر اقبال: ص ۳۷۲

۵- علامہ اقبال کی فارسی غزل: ص ۷۶

فن، اسلوب اور شاعرانہ پہلو سے قطع نظر، فکری اعتبار سے اقبال پر سب سے زیادہ اثر پیر رومی کا ہے۔ یہ ذکر اچکا ہے کہ رومی کی مثنوی، علامہ میر حسن کی تین پسندیدہ کتابوں میں شامل تھی۔ رومی سے اقبال کے فکری تعلق میں میر حسن سے تلمذ ایک بنیادی عنصر ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ انھوں نے اپنا مطالعہ قرآن اور مثنوی تک محدود کر لیا۔ مثنوی میں بھی انھیں قرآنی مطالب نظر آتے تھے:

کو بہ حرفِ پہلوی قرآنِ نوشت

جب وہ حیات و کائنات کی پیچیدہ گتھیوں کی نقاب کشائی کرتے ہیں تو اسرارِ حیات کے انکشاف کا سہرا اپنے مرشد، رومی کے سر باندھتے ہیں:

ازد آموختم اسرارِ جاں من

جاوید نامہ میں ان کا سفر، رومی ہی کی راہ نمائی میں طے ہوتا ہے اور آخر میں جاوید کو بھی ان کی یہی نصیحت ہے کہ:

پیر رومی را رفیقِ راہ ساز
تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

سید وزیر الحسن عابدی کی یہ رائے تو مبالغہ آمیز ہے:

قرآن و حدیث کے معانی عالیہ بھی اقبال نے بنیادی طور پر، رومی ہی کے توسط سے لیے ہیں، بلکہ حکمت مغرب میں بھی انھیں جہاں کہیں کوئی نکتہ ایسا ملتا ہے، جو ضالہ مومن کے تحت نظر آتا ہے، اُسے وہ رومی کی تصدیق و تائید سے قبول کرتے ہیں۔^۱

تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اقبال، مرشدِ معنوی کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے۔ خطبات میں لکھتے ہیں:

The world of to-day needs a Rumi to create an attitude of hope and to kindle the fire of enthusiasm for life.^۲

بجدازاں یہ استفادہ، ذہنی اور فکری حدود سے بڑھ کر، فنی اثر پذیری تک پھیل گیا۔ ”گلشنِ راز جدید“ کے سوا، اقبال کی تمام مثنویاں، مثنویِ معنوی کی بحر میں ہیں۔ ”پیام مشرق میں حافظ کے اثرات

۱- اقبال نامہ، دوم، ص: ۲۷-۲۸

۲- جاوید نامہ، ص: ۲۰۸

۳- اقبال کے شعری ماخذ، مثنویِ روسی، ص: ۱۶-۱۷

۴- Reconstruction، ص: ۹۷

غالب ہیں مگر زیورِ عجم میں رومی کی گونج نسبتاً قوی ہے۔ اقبال کی ان ہم زمین اور ہم طرح غزلوں کے علاوہ، جو رومی کی غزلوں کے تتبع میں کہی گئیں، پیامِ مشرق اور زیورِ عجم میں رومی کے لب و لہجے سے مماثل غزلوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔ اقبال نے رومی کے زیر اثر ہی سادہ بیانی اور تمثیلی انداز اختیار کیا۔ شعراے سبکِ ہندی کی ریزہ کاری اور پیچیدگی کے برعکس، اقبال اپنے صریح اور روشن اسلوب کی وجہ سے رومی سے قریب تر ہیں۔ اقبال کی فارسی گوئی کا شاہکار جاوید نامہ مثنوی معنوی کا رنگ و روپ رکھتا ہے۔ یہ کتاب اقبال کے اپنے الفاظ میں: ”مثنوی مولانا روم کی طرز پر لکھی گئی ہے“۔

اقبال کی فارسی گوئی پر سب سے زیادہ اثرات تو حافظ اور رومی ہی کے ہیں، تاہم ان کے ہاں نظیری، بیدل، غالب، عرفی، بابا فغانی، امیر خسرو، بابا طاهر عریاں، جامی، عطار، سعدی اور بہت سے دوسرے شعرا کے فکر و اسلوب کی جھلکیاں بھی کسی نہ کسی شکل میں مل جاتی ہیں۔ فارسی گو شعرا کے ساتھ اقبال کے شاعرانہ ارتباط کے ضمن میں ستر سے بھی زائد شعرا کی فہرست مرتب ہوتی ہے۔

اقبال نے اپنی فارسی گوئی کے ابتدائی دور میں فارسی شاعری کی کلاسیکی روایات کا تتبع کیا اور اس میں بھی ان کی توجہ مثنوی اور غزل کی نسبتاً مقبول عام اصناف کی طرف رہی۔ اسرار و رموز اور پیامِ مشرق کا ایک حصہ، ہیئت اور اسلوب، دونوں اعتبار سے خالصتاً کلاسیکی شاعری میں شمار ہوگا مگر معاً بعد اقبال کی جدت و جولانی طبع نے ہیئت و اسلوب کے نئے تجربات کا آغاز کیا۔ پیامِ مشرق کی متعدد نظمیں مثلاً ’فصل بہار‘، ’سرود انجم‘، ’کر مک شب تاب‘، ’مُحَدی‘ (نغمہ ساربانِ حجاز) اور ’شبنم‘، ہیئتِ تجزیوں کے اعتبار سے ان کے ابداعی ذہن کی عکاس ہیں۔ ”نغمہ بعل“ (جاوید نامہ) صوت و آہنگ کا ایک نیا تجربہ ہے۔ یہ سلسلہ زیورِ عجم میں بھی جاری ہے..... اقبال مغربی

۱- محمد اقبال: ص ۲۸

۲- اقبال، سب کسے لیے: ص ۳۵۲

۳- اقبال نامہ، اول: ص ۲۱۶

۴- مفصل مطالعے کے لیے ملاحظہ کیجیے:

(الف) علامہ اقبال کی فارسی غزل از پروفیسر محمد منور۔

(ب) اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ از عبد الشکور احسن۔

(ج) اقبال اور فارسی شعر از ڈاکٹر محمد ریاض۔

ادب سے بھی گہری واقفیت رکھتے تھے۔ ممکن ہے، ان تجربات کا ذہنی پس منظر اقبال کا مغربی ادبیات کا وسیع مطالعہ ہو۔ ایرانیوں کے لیے یہ ابداعات بہر حال نئے تھے۔ ڈاکٹر عبدالشکور احسن لکھتے ہیں:

ایران کی جدید شاعری میں ہیئت کے نئے نئے تجربے ہوئے ہیں، مگر ان کا زمانہ عام طور پر پیام مشرق اور زیورِ عجم کی طباعت سے بعد کا ہے۔^۱

زیورِ عجم بظاہر غزلوں کا مجموعہ ہے، مگر اس میں بھی اقبال کی طبعی جدت اور اختراعی ذہن نے ایک نیا رنگ دکھایا ہے۔ وہ روایتی غزل کے برعکس بالعموم مقطع نہیں لکھتے۔^۲ انہوں نے متعدد نئی تراکیب تخلیق کیں۔ روایتی غزل کے متداول الفاظ کے معانی میں توسیع کے ساتھ انھیں نئے مفاہیم بھی عطا کیے۔ بقول پروفیسر محمد منور: پرانے اشارے کو نئے مشاغل الیہ سے ہم کنار کیا اور پرانی رمز کو نیا مرموز دیا۔ ساتھ ہی کچھ نئی اشاریت بھی اختراع کی۔ کچھ مضمون پرانے ہی رہے، مگر اظہار کا پیرایہ نیا ہو گیا،^۳ بعض نئے اسما و اماکن مثلاً فرامرز، جہاں دوست اور مرعندین وغیرہ اقبال کی جودتِ طبع پر دلالت کرتے ہیں۔ پروفیسر آریبری، علامہ اقبال کی فارسی شاعری کے انہی پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Iqbal accepted the ghazal as he found it, with all its age-long rigidity of form and matter; and with the true touch of genius. He took it one stage forward. While remaining absolutely true to both pattern and image, he gave the form a new meaning by making it express his individual message. The ghazal had been put to a variety of derived uses by the old masters; the panegyrists had taken the love-motive and directed it to the patron-flattery; the mystics has used the language of human passion to express their devotion to God. Now for the first time the ancient form was made to clothe the body of a new philosophy.^۴

یہ اس لیے ممکن ہو سکا تھا کہ فارسی علوم اور شعر و ادب سے کسب و اکتساب کے جس سلسلے کا

۱- اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ: ص ۲۸۹

۲- مکتائبِ اقبال بنام گرامی: ص ۱۶۴۔ ”مقطع لکھنے کی عادت ہی نہیں۔“

۳- علامہ اقبال کی فارسی غزل: ص ۱۳۳

۴- دیباچہ: Persian Psalms

آغاز، سیال کوٹ میں مولوی غلام حسن صاحب کے مکتب سے ہوا تھا، وہ سکول اور کالج کی معتمدی اور نیشنل کالج کی معتمدی، قیام یورپ اور پھر اقبال کی پیشہ ورانہ اور روزمرہ مصروفیات کے ایام میں بھی جاری رہا، بلکہ روز بروز اس کی حدود وسعت پذیر ہوتی رہیں، حتیٰ کہ ان کی قادر الکلامی اور مہارت زبان، نہ صرف اپنوں کے لیے باعث فخر ثابت ہوئی، بلکہ اہل ایران بھی اس پر متعجب ہوئے۔ غلام حسین صالحی علامی لکھتے ہیں:

زبانِ اصلیٰ او پاری نبودہ تاچہ حد در تعبیر معانی و تشبیہات و استعارات لطیف استادی و مہارت از خود نشان دادہ است کہ گوئی زبان مادری او پاری است۔^۱

حقیقت یہ ہے کہ فارسی شاعری میں اقبال کی نئی آواز منفرد اور ممتاز ہے۔ سادگی و سادہ بیانی اور کلاسیکی روایات کی پاس داری کے باوجود، ان کے بے باک انقلابی لہجے، تخیل کی رنگینی اور جولانی، فکری اور اسلوبی ابداعات، لفظی اور ترکیبی اختراعات، غنائیت اور ڈرامائیت نے شعرِ اقبال کو، فارسی شاعری کی تاریخ میں ایک ایسا مقام عطا کیا ہے کہ انھیں روایتی انداز کے لسانی اور شعری دستاویزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مخصوص و منسلک نہیں کر سکتے۔ ایران کے معروف عالم اور دانش ور ڈاکٹر حسین خطیبی کا خیال ہے کہ: ”ایں شاعر سبکی مخصوص بہ خود داشت کہ شاید مناسب باشد، آں را بنام شاعر سبکِ اقبال بنجوانیم“۔^۲

کسی شاعر کے لیے ایک غیر زبان میں اظہارِ بیان کی ایسی قدرت و مہارت بہم پہنچالینا، کہ اہل زبان کو بھی اعتراف کرتے ہی بنے، ایک غیر معمولی بات ہے اور نہ صرف فارسی ادب کی تاریخ، بلکہ عالمی ادبیات میں بھی یہ ایک نادر مثال ہے۔

آئندہ صفحات میں ہم اقبال کے فارسی مجموعوں کی مختلف اشاعتوں پر تحقیق نظر ڈالیں گے۔



-
- ۱- حافظ اور اقبال: ص ۳۵
 - ۲- یک چمن گل: ص ۱۳-۱۴
 - ۳- روسی عصر: ص ۱۵۵

(ب) فارسی کلام کے مجموعے

✽ اسرارِ خودی

عطیہ بیگم کے نام ۷ جولائی ۱۹۱۱ء کے مکتوب میں، علامہ اقبال رقم طراز ہیں:

Father has asked me to write a Masnavi in Persian after Bu Ali Qalander's and in spite of the difficulty of the task, I have undertaken to do so.^۱

مگر محض اتنی سی بات مثنوی کا محرک نہ تھی۔ سہ سالہ قیامِ یورپ^۲، سلطنتِ عثمانیہ کا بکھرتا ہوا شیرازہ، ملتِ اسلامیہ کا عمومی زوال و انحطاط اور ان سب کے نتیجے میں وہ ذہنی کرب و اضطراب، جو کسی حد تک ”شکوہ“ اور ”شع و شاعر“ جیسی نظموں اور اس زمانے کے خطوط (بطور خاص مکاتیب بنام اکبر الہ آبادی^۳) میں ظاہر ہوا، اسرارِ خودی کا اصل محرک ہے۔ والدِ اقبال کی تجویز کو البتہ فوری محرک قرار دیا جاسکتا ہے، ورنہ مہاراجا کشن پرشاد شاد کے نام ایک خط میں علامہ اقبال بتاتے ہیں کہ انھوں نے مثنوی از خود نہیں لکھی، بلکہ انھیں ”اس کو لکھنے کی ہدایت ہوئی ہے“..... یہ اشارہ ہے اس امر کی جانب کہ انھیں، مثنوی لکھنے پر قدرت نے مامور کیا ہے۔ اقبال نے اسرارِ خودی کا آغاز کب کیا؟ اس کی اوّلین اور قدیم ترین شہادت عطیہ بیگم کے نام اقبال کے تذکرہ بالا مکتوب (مؤرخہ: ۷ جولائی ۱۹۱۱ء) میں موجود ہے۔ اس خط میں انھوں نے اسرارِ خودی کے چند اشعار درج کیے ہیں۔ ان میں سے ایک شعر جوں کا توں اور دو اشعار کسی قدر ترمیم کے ساتھ، مثنوی کے ابتدائی حصے میں موجود ہیں۔ مکتوب بنام عطیہ بیگم کا جو اقتباس اوپر نقل کیا گیا ہے، اس کے آخری جملے:

I have undertaken to do so.

۱- Letters to Atiq: ص ۷۳

۲- وحید احمد کے نام ایک خط میں لکھے ہیں: ”حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی آب و ہوا نے مجھے مسلمان کر دیا“۔

انوارِ اقبال: ص ۱۷۶

۳- اقبال نامہ، دوم: ص ۳۲-۷۷

۴- صحیفہ، اقبال نمبر، اول، ۱۹۷۳ء، ص ۱۶۸

سے مترشح ہوتا ہے کہ آغاز کار کو کچھ زیادہ دن نہ گزرے تھے عین ممکن ہے۔ آغاز، جون، جولائی میں ہوا ہو۔ ۷ جولائی ۱۹۱۱ء سے پہلے، کسی تحریر یا خط میں مثنوی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ بنا بریں یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے، کہ اگر ہم کچھ پیچھے بھی چلیں تو، مثنوی کا آغاز ۱۹۱۱ء کے نصف اول میں ہوا ہوگا۔ غالباً ابتدائی حصہ لکھنے کے بعد، مثنوی نویسی کا سلسلہ تعطل کا شکار ہو گیا اور ڈیڑھ دو سال کے وقفے کے بعد، وہ از سر نو مثنوی کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولانا گرامی کو ۱۳ جولائی ۱۹۱۳ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں: ”گذشتہ سال ایک مثنوی، فارسی میں لکھنی شروع کی تھی“۔ یہاں ”شروع کرنے“ سے، یہی مراد لینا چاہیے کہ ۱۹۱۳ء میں اقبال، از سر نو مثنوی کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ اس کا زیادہ تر حصہ ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء میں لکھا گیا۔^۳ تکمیل ۹ فروری ۱۹۱۵ء کو ہوئی۔^۴

معا بعد، ۹ نومبر کو والدہ اقبال کی رحلت کا حادثہ پیش آیا۔ پھر دسمبر میں مختار بیگم سے عقد (ثالث) کی مصروفیات رہیں۔ علاوہ ازیں، یہ امر بھی سبب تعویق ہوا کہ اشاعت سے قبل وہ مثنوی سے ہر طرح ”مطمئن“، شہ ہونے کے لیے، مولانا گرامی سے مشورے کے خواہاں تھے۔^۵ غالباً ان ایام میں مولانا گرامی لاہور نہ آسکے۔ خواجہ عزیز لکھنوی کو بھی مثنوی دکھانا چاہتے تھے، مگر لکھنؤ نہ جاسکے۔^۶

۱- ڈاکٹر محمد ریاض لکھتے ہیں: ”اس کے آغاز کا ماہ و سال ہمیں معلوم نہیں، مگر قرآن بتاتے ہیں کہ پہلی جنگ عظیم کے شروع ہونے سے قبل، اس کا آغاز ہو چکا تھا۔“ (اقبال اور فارسی شعرا: ص ۳۹) میں نے کاتین نہ سہی، سال کاتین تو یقینی طور پر ممکن ہے..... اسی طرح ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا یہ بیان بھی درست نہیں کہ:

”۱۹۱۳ء سے اقبال اسرار خودی کی تحریر میں مصروف تھے۔“ (سرگذشت اقبال: ص ۱۲۲)

۲- مکاتیب اقبال بنام گرامی: ص ۹۸۔ غالباً اسی بنا پر ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کو متذکرہ بالاتساع ہوا۔

۳- اقبال نامہ، اول: ص ۲۲

۴- مثنوی کی ایک بیاض (نمبر A/M. 1977. 201) میں، اقبال نے مثنوی کا جو سرورق بنایا ہے، اس پر ”۹ فروری ۱۵ اتمام یافت“ کے الفاظ درج ہیں۔ ۲۳ نومبر ۱۹۱۳ء کے ایک خط بنام شاد میں یہ الفاظ ملتے ہیں: فارسی مثنوی ختم ہو گئی ہے۔“ (صحیفہ، اقبال نمبر، اول، ۱۹۷۳ء: ص ۱۳۲)۔ بظاہر دونوں بیانات میں تضاد معلوم ہوتا ہے مگر ہمارا خیال ہے کہ مثنوی کا بڑا حصہ ۱۹۱۳ء میں ختم ہو گیا اور ۱۹۱۴ء میں اقبال اس پر نظر ثانی کرتے رہے۔

۵- صحیفہ، اقبال نمبر، اول، ۱۹۷۳ء: ص ۱۳۲

۶- مکاتیب اقبال بنام گرامی: ص ۹۸-۹۹

۷- ایضاً: ص ۱۰۵

اسرارِ خودی کی اشاعت (۱۹۱۵ء) سے قبل، اس کے کئی حصے، مختلف جرائد میں شائع ہوتے رہے۔ ان حصوں کے متعدد اشعار کا متن، طبعِ اول سے خاصا مختلف ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبالِ مثنوی پر نظر ثانی کرتے ہوئے خود اپنے اشعار کی اصلاح کرتے رہے۔ مولانا گرامی سے خط کتابت کے ذریعے، مشورہ بھی ہوتا رہا۔ نظر ثانی اور ترمیم و اصلاح کا یہ سلسلہ فروری ۱۹۱۵ء تک جاری رہا۔ اقبال نے مثنوی کا مسودہ کئی بار تیار کرایا۔ مثنوی میں بار بار اور بکثرت کی جانے والی ترمیم کا کچھ اندازہ، اسرارِ خودی کے ان تین قلمی نسخوں اور مسودوں سے کیا جاسکتا ہے، جو اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ ہیں۔ مثنوی کا نام ابھی طے نہ ہوا تھا۔ شیخ عبدالقادر نے متعدد نام: اسرارِ حیات، پیامِ مشرق، پیامِ نو اور آئینِ نو تجویز کیے۔ نام کے سلسلے میں اقبال نے خواجہ حسن نظامی کو بھی طبع آزمائی کی دعوت دی۔ بالآخر یہ اولین شعری تصنیف اسرارِ خودی کے نام سے موسوم ہوئی۔ غالباً یہ نام، مثنوی کے اس مصرعے سے اخذ کیا گیا:

۱- ملاحظہ کیجیے:

(الف) ہفت روزہ توحید، میرٹھ، یکم اگست ۱۹۱۳ء۔

(ب) Letters to Atiq. ص ۷۳

(ج) مولانا گرامی کو ایک خط میں اقبال نے مثنوی کے ابتدائی اشعار لکھ بھیجے تھے۔ ملاحظہ کیجیے:

مکاتیبِ اقبال بنام گرامی: ص ۱۰۵

۲- مکاتیبِ اقبال بنام گرامی: ص ۱۰۵

۳- اقبال نامہ، دوم، ص ۳۶۸

۴- اسرارِ خودی کے ان قلمی نسخوں اور مسودوں کی تفصیل اس طرح ہے:

(الف) نمبر 198-1977-A/M۔ یہ سب سے پہلا مسودہ معلوم ہوتا ہے۔ خاصی کاٹ چھانٹ کی گئی ہے۔

اس میں بہت سے متروک اشعار اور ترمیم شدہ اشعار بھی موجود ہیں۔ ”ڈیڈی کیشن“ کے زیر عنوان صرف

پندرہ اشعار درج ہیں۔

(ب) نمبر 203-1977-A/M۔ یہ مسودہ کسی خوش نویس نے لکھا ہے۔ پھر اس میں اقبال نے ترمیم و

اضافے کیے ہیں۔ متروک اشعار تو کم ہیں، مگر ترمیم شدہ اور اضافہ شدہ اشعار کی تعداد خاصی ہے۔ یہ طبع

اول کی ایک ابتدائی صورت معلوم ہوتی ہے۔

(ج) تیسرے مسودے پر حوالہ نمبر درج نہیں۔ کل ۱۰۶ صفحات ہیں۔ اس مسودے میں بھی خاصی کاٹ

چھانٹ کی گئی ہے۔ ”ڈیڈی کیشن کے ساتھ یہ وضاحت درج ہے: ”باجازت جنابِ محمود“۔

۵- اقبال نامہ، دوم، ص ۳۶۸۔ خواجہ حسن نظامی کا دعویٰ ہے کہ اسرارِ خودی کا نام ان کا تجویز کردہ ہے۔

(منادی، جون ۱۹۵۰ء۔ بحوالہ زندہ رود اول، ص ۲۲۳)

ہر چہ می بینی ز اسرار خودی است
آئندہ چند ماہ کتابت، کاپیوں کی تصحیح اور طباعت وغیرہ کے مراحل میں گزرے اور ۱۲ ستمبر
۱۹۱۵ء کو اسرار خودی کی اولین اشاعت عمل میں آئی۔

پیشہ ورانہ مصروفیت اور شاعرانہ افتاد طبع کی بنا پر، مثنوی کی کتابت و طباعت کے ہفت خواں
طلے کرنا، اقبال کے لیے بہت مشکل تھا، چنانچہ یہ کام حکیم فقیر محمد چشتی نظامی کی نگرانی اور اہتمام
میں انجام پایا، بلکہ اس کے اخراجات بھی حکیم صاحب نے برداشت کیے۔ اس خدشے کے پیش نظر
کہ، ممکن ہے مثنوی میں زیادہ لوگ دلچسپی نہ لیں، اراداً تاہم سے پانچ سو لاکھ کی قلیل تعداد میں چھپوایا گیا۔
مثنوی فضل الہی مرغوب رقم کی کتابت قدرے جلی ہے۔ مسطر چھ سطر ہی ہے اور سائز ۱۲x۱۵ اس م،
دیباچے کے صفحات نمبر کا شمار الف سے ل تک کیا گیا۔ صفحہ نمبر اسے متن اشعار کا آغاز ہوتا ہے۔ دو
رنگ سرورق، کاپیوں سے الگ چھاپا گیا۔ پھول اور پتیوں کی نیل والے حاشیے (Border) کا رنگ
سرخ ہے، جبکہ سرورق کی عبارت سبز رنگ میں ہے۔ سب سے آخری صفحے (آخری سرورق) پر یہ
عبارت درج ہے:

۱- اسرار و رموز: ص ۱۲

۲- شاد کے نام ۹ ستمبر ۱۹۱۵ء کے مکتوب اقبال میں مثنوی کا کوئی ذکر نہیں، پھر اس خط کے جواب کا انتظار کیے
بغیر (۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء کو) انھیں ایک اور خط لکھتے ہوئے، اقبال مثنوی ارسال کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ گویا
یہ خط محض اسی لیے لکھا کہ مثنوی اسی روز مطبع سے تیار ہو کر آئی۔ اگر کتاب ۱۰ یا ۱۱ ستمبر کو تیار ہو جاتی تو ظاہر
ہے ۱۰ یا ۱۱ ستمبر کو خط لکھتے۔ اس بنا پر ہم نے تاریخ اشاعت ۱۲ ستمبر متعین کی ہے۔ اس کی تائید، اقبال
میوزیم لاہور میں محفوظ، طبع اول کے اس مجلد نسخے سے ہوتی ہے، جس پر اقبال کے دستخط مع تاریخ
(۱۵ ستمبر ۱۹۱۵ء) ثبت ہیں۔ غالباً دو تین روز کتاب کے مجلد ہونے میں لگے۔ علامہ نے آرٹلڈ کو اسرار
خودی (اول) کا جو نسخہ پیش کیا، اس پر اقبال کے دستخطوں کے ساتھ ۱۵ ستمبر ۱۹۱۵ء کی تاریخ درج ہے۔
یہ نسخہ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری (حوالہ نمبر ۱-۹۲ ذی ۱۸۳۶ لیس) میں محفوظ ہے۔ اس کا عکس دیکھیے:

اقبال یورپ میں، طبع دوم ۱۹۹۹ء: ص ۳۷۲۔

۳- ذکر اقبال: ص ۸۵

۴- انجمن: ص ۴۷

۵- انوار اقبال: ص ۶۵-۶۶

۶- سرورق اسرار خودی، طبع اول۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶	۵	خون آشام	خون آشام
۵۶	۶	نخس	نخس
۵۸	۱	ضعیفال-خراساں	ضعیفان-خراسان
۷۸	۱	دولت	دولت
۷۸	۲	ماوٹیں	ماء و طین
۷۸	۳	لا اِله	لا اِله
۷۹	۶	ہجرت آموز وطن	ہجرت آموز وطن
۸۱	۱	اُمی	الہی
۸۱	۳	لا سبیلی	لا سبیلی
۱۱۳	۴	صحراؤدشت	صحراودشت
۱۱۵	۴	آذر	آزر
۱۱۶	۵	ازرمست	ازرم است
۱۱۹	۱	طلاطم	تلاطم
۱۳۰	۱	آسمہ	آگہی
۱۳۲	۴	نغمہائے	نغمہ ہائے
۱۳۳	۵	جاوید نیست	جاوید نیست
۱۴۸	۶	بالاؤ	بالاو
۱۵۵	۲	این و آں	این و آں
۱۵۵	۵	آذرش	آزرش

افلاطون اور حافظ پر اقبال نے جو تنقید کی تھی، اس پر بہت سے لوگ معترض ہوئے۔ اخبارات و جرائد میں مباحثہ شروع ہو گیا۔ اقبال نے بھی اپنے موقف کی وضاحت کے لیے متعدد مضامین لکھے۔

اسرارِ خودی کے رد میں متعدد مثنویاں لکھی گئیں۔ اقبال کو اپنے مسلک کی صحت پر شبہ نہ تھا، بایں ہمہ کچھ تو رفعِ شرکی خاطر اور کچھ والدِ ماجد کا دل رکھنے کے لیے، انہوں نے اسرارِ خودی کے بعض حصے حذف کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

مثنوی کا پہلا ایڈیشن، ایک سال سے بھی کم عرصے میں ختم ہو گیا،^۱ کیونکہ اوّل تو مثنوی صرف پانچ سو کی تعداد میں چھاپی گئی تھی، دوسرے یہ بھی زیادہ تر، احباب میں تقسیم ہو گئی۔^۲ چنانچہ فوراً ہی دوسرے ایڈیشن کی تیاری شروع ہو گئی۔^۳ اپریل ۱۹۱۸ء میں یہ تیاری جاری تھی۔^۴ تاہم اس کی اشاعت ۱۹۱۸ء کے نصفِ آخر میں^۵ عمل میں آئی۔

- ۱- اسرارِ خودی کے رد میں لکھی جانے والی بعض مثنویاں یہ ہیں:
(الف) رازِ بے خودی از خان بہادر پیرزادہ مظفر احمد فضلی قریشی صدیقی نقشبندی آفاقی، ناشر: فضل حسین مطبع بلالی دہلی، ۱۹۱۸ء، ص: ۱۶+۱۱۲
- (ب) لسان الغیب از مولانا حکیم فیروز الدین احمد طرانی امرتسری، ناشر: منشی مولانا بخش کشتہ، امرتسر، ص: ۳۱
- (ج) فارسی مثنوی از میاں ملک محمد قادری ٹھیکیدار، جہلم بحوالہ: صحیفہ، اقبال نمبر، اوّل ۱۹۷۳ء: ص ۲۳۳-۲۳۵
- (د) مثنوی سیر الاسرار از ڈاکٹر معین الدین جمیل، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۲ء: ص ۸۳+۹۴+۱۸۲
- ۲- اقبال کے ممدوح علما: ص ۱۱۲
- ۳- روزگار فقیر، دوم: ص ۱۶۴
- ۴- تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: محمد عبداللہ قریشی کا مضمون: ”معرکہ اسرارِ خودی“، مجلہ اقبال، اکتوبر ۱۹۵۳ء اور اپریل ۱۹۵۴ء۔
- ۵- انوارِ اقبال: ص ۶۵
- ۶- خطوطِ اقبال: ص ۱۳۹
- ۷- نیاز الدین خاں کے نام ۱۱ ستمبر ۱۹۱۶ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں: ”پہلے حصے کی دوسری ایڈیشن کا کاغذ کل خرید لیا ہے۔“ مکتوباتِ اقبال بنام نیاز: ص ۵
- ۸- اقبال نامہ، اوّل: ص ۸۰
- ۹- اکبر الہ آبادی کے نام ایک خط (اقبال نامہ، اوّل: ص ۵۳-۵۷) سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوسرا ایڈیشن ۱۱ جون ۱۹۱۸ء تک نہ چھپا تھا۔

طبع دوم کے مندرجات سرورق میں بھی ترمیم کی گئی ہے۔ کتاب کے نام کے ساتھ ”یعنی حقائق حیاتِ فردیہ“ کے الفاظ بڑھادیے گئے ہیں۔ (اس سرورق کا عکس آئندہ صفحے پر دیکھیے)۔

اس اڈیشن کا سب سے اہم پہلو وہ محذوفات و اضافات ہیں، جو علامہ اقبال نے اسرارِ خودی پر تبصروں اور تنقیدوں کی روشنی میں کیے۔ بعض ترمیم بھی کی گئیں، ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(الف) محذوفات :

- (۱) سرورق: پیشانی پر مندرج حدیثِ نبوی: اِنَّ مِنَ الشَّعْرِ لِحِكْمَةٌ
- (۲) بارہ صفحات کا دیباچہ
- (۳) پیش کش بحضور سرسید علی امام کے انیس اشعار میں سے ۸ (پہلے ۵، اور آخری ۳) اشعار۔
- (۴) ایک شعر: روحِ نومی جوید اجسام کہن
کمز ز قلم نیست اعجاز سخن

(اسرارِ خودی، طبعِ اول: ص ۱۷)

(۵) ایک شعر:

زندگی محکم ز ایقانِ خودی است
کاہد از خوابِ خودی نیروے زیست

(طبعِ اول: ص ۲۷)

- ۱- یہ دیباچہ مقالاتِ اقبال (ص ۱۵۳-۱۵۹) اور روزگارِ فقیر دوم (ص ۴۴-۵۲) میں شامل ہے۔ مقالاتِ اقبال کے متن میں متعدد اغلاط موجود ہیں۔
- ۲- انیس اشعار کا متن ملاحظہ کیجیے: سرورِ رفتہ (ص ۶۸-۶۹) مرتبینِ سرورِ رفتہ کی یہ بات درست نہیں کہ یہ سب انیس اشعار دوسرے اڈیشن میں حذف کر دیے گئے۔ عبدالمجید سالک بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں (ذکرِ اقبال: ص ۹۵)۔ دراصل محذوف شعر صرف ۸ ہیں۔ باقی گیارہ شعروں کا محل بدل دیا گیا ہے۔ یہ ”تمہید“ کے حصے میں، چند صفحات آگے چل کر شعر: ”برگرتم پردہ..... (طبع دوم: ص ۱۵) کے بعد شامل ہیں۔ شعر ۳ کے دوسرے مصرعے میں ”دورہ خوں“ کو ”گردش خوں“ سے بدل دیا گیا۔ یہ گیارہ اشعار، مابعد اشاعتوں میں بھی موجود ہیں۔
- ۳- مولانا مہر کی مرتب کردہ فہرست ”حذف شدہ اشعار“ (سرورِ رفتہ: ص ۲۵۴) میں یہ شعر شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔

(۶) حافظ کے بارے میں ۳۵ اشعار، پہلا شعر یہ ہے:

ہوشیار از حافظِ صہبا گسار
جامش ز زہر اجل سرمایہ دار

(طبع اول: ص ۶۶-۷۲)

(۷) چار اشعار:

(۱) صورتِ منصور اگر خود میں شوی

بہجو حق بالاتر از آئیں شوی

(۲) سوئے مضمون دفترِ منصور سوخت

جلوہ رقصید و متاعِ طور سوخت

(۳) رفت از تن روحِ گردوں تا ز اُو

از اجل بیگانہ ماند آوازِ اُو

(۴) نعرہ اش در لب چو گویائی ندید

سر بروں از قطرہٗ خویش کشید

(طبع اول: ص ۱۰۶-۱۰۷)

(۸) ایک شعر:

پنجگلی ہا جست و خود آگاہ شد

زمینت پہلوے بیت اللہ شد

(طبع اول: ص ۱۱۱)

ایک شعر:

نالہ شد در سینہٗ بلبلِ طہید

در حریمِ غنچہٗ خاموشی گزید

(طبع اول: ص ۲۴)

-۱ متن کے لیے ملاحظہ کیجیے:

(الف) سرود رفتہ: ص ۷۰-۷۲

(ب) انوارِ اقبال: ص ۳۱۳-۳۱۶

-۲ سرود رفتہ میں ”خوش چکید“ درست نہیں۔ (ص ۲۵۴)

(ب) اضافات:

- (۱) سرورق کی پیشانی پر ”۷۸۶“۔
- (۲) سرورق پر مثنوی اسرار خودی کے الفاظ کے بعد ”یعنی حقائق حیاتِ فردیہ“۔
- (۳) طبع دوم کا نیا دیباچہ۔^۱
- (۴) رومی کے تین اشعار:
- دی شیخ با چراغ..... (طبع دوم: ص ۲) کلیاتِ اقبال فارسی: ص ۴۔
- (۵) آغازِ مثنوی سے قبل، تسمیہ سے اوپر کی سطر میں: ”ھُو“
(طبع دوم: ص ۵)
- (۶) نظیری کا شعر:
- نیمت در خنک و تر..... (طبع دوم: ص ۵، کلیات: ص ۵)
- (۷) گیارہ اشعار:
- از شعر نمبر ۱: بود نقشِ ہستیم.....
- تا شعر نمبر ۲: قطرہ تا ہم پایہ..... (طبع دوم: ص ۱۵-۱۶، کلیات: ص ۱۰-۱۱)۔
- (۸) ایک شعر:
- چوں خودی آرد..... (طبع دوم: ص ۲۳، کلیات: ص ۱۵)
- (۹) مکمل باب بعنوان: ”در حقیقتِ شعر و اصلاحِ ادبیاتِ اسلامیہ“ مع حواشی (طبع دوم: ص ۵۵-۶۴، کلیات: ص ۳۲-۳۹)۔
- (۱۰) پانچ اشعار۔ از شعر نمبر ۱: گر نہ سازد..... تا شعر نمبر ۵: در جہاں نتوان..... (طبع دوم: ص ۸۱، کلیات: ص ۴۹)
- (۱۱) مولانا روم کا ایک شعر بہ تغیر الفاظ مع حاشیہ: در درونم سنگ..... (طبع دوم: ص ۱۰۱، کلیات: ص ۶۱)
- (۱۲) ایک شعر مع حاشیہ:
- تا کجا در روز و شب..... (طبع دوم: ص ۱۲۲، کلیات: ص ۷۲)۔
- (۱۳) ایک شعر:
- کوہ آتش خیز کن..... (طبع دوم: ص ۱۲۹، کلیات: ص ۷۶)

(۱۴) ایک شعر:

باز مارا برہماں..... (طبع دوم: ص ۱۲۹، کلیات: ص ۷۶)

(۱۵) جملہ حواشی سوائے دو مقامات کے:

(۱) (طبع دوم: ص ۷۹، کلیات: ص ۲۸، حاشیہ نمبر ۱)

(۲) (طبع دوم ص ۱۱۲، کلیات: ص ۶۷، حاشیہ نمبر ۱)

(۱۶) آخری صفحے پر کاپی رائٹ سے متعلق ”اعلان“ کے آخر میں، مصنف کے دستخط بہ حروف انگریزی مع ”بیرسٹریٹ لاء لاء ہور“۔

(ج) ترامیم:

دوسرے اڈیشن میں کئی طرح کی ترامیم کی گئی ہیں:

(۱) مولانا غلام رسول مہر نے سرود رفتہ (ص ۲۲۸-۲۵۳) میں بہت سے ایسے مقامات کی نشان دہی کی ہے، جہاں اقبال نے اسرار خودی کے طبع دوم میں ترامیم کیں، تاہم ترامیم کی خاصی تعداد مہر صاحب سے نظر انداز ہوگئی۔ پھر مہر صاحب کے ترامیم نامے میں طبع دوم اور طبع سوم کی ترامیم مخلوط ہوگئی ہیں اور اس میں متعدد اغلاط بھی ہیں..... (آئندہ سطور میں حسب موقع ان کی نشان دہی کی جائے گی) ذیل میں وہ تمام اشعار و مضاربع درج کیے جاتے ہیں، جن میں، طبع دوم کے موقع پر اصلاح کی گئی۔ علامت ”م“ سے مراد وہ ترامیم ہیں جن کی نشان دہی مہر صاحب کر چکے ہیں۔

صفحہ	اسرار خودی، طبع اول	صفحہ	اسرار خودی، طبع دوم
۱	۱۲	۱۲	۱۲
۲	۹	۱۲	۱۲
۳	۱۲	۱۲	۱۲
۴	۱۲	۱۲	۱۲
۵	۱۲	۱۲	۱۲
۶	۱۲	۱۲	۱۲
۷	۱۲	۱۲	۱۲
۸	۱۲	۱۲	۱۲
۹	۱۹	۱۲	۱۲
۱۰	۲۰	۱۲	۱۲
۱۱	۲۱	۱۲	۱۲
۱۲	۲۳	۱۲	۱۲
۱۳	۲۳	۱۲	۱۲
۱۴	۲۶	۱۲	۱۲
۱۵	۲۶	۱۲	۱۲
۱۶	۲۶	۱۲	۱۲
۱۷	۲۶	۱۲	۱۲
۱۸	۲۶	۱۲	۱۲
۱۹	۲۶	۱۲	۱۲
۲۰	۲۶	۱۲	۱۲
۲۱	۲۶	۱۲	۱۲
۲۲	۲۶	۱۲	۱۲
۲۳	۲۶	۱۲	۱۲
۲۴	۲۶	۱۲	۱۲
۲۵	۲۶	۱۲	۱۲
۲۶	۲۶	۱۲	۱۲
۲۷	۲۶	۱۲	۱۲
۲۸	۲۶	۱۲	۱۲
۲۹	۲۶	۱۲	۱۲
۳۰	۲۶	۱۲	۱۲
۳۱	۲۶	۱۲	۱۲
۳۲	۲۶	۱۲	۱۲
۳۳	۲۶	۱۲	۱۲
۳۴	۲۶	۱۲	۱۲
۳۵	۲۶	۱۲	۱۲
۳۶	۲۶	۱۲	۱۲
۳۷	۲۶	۱۲	۱۲
۳۸	۲۶	۱۲	۱۲
۳۹	۲۶	۱۲	۱۲
۴۰	۲۶	۱۲	۱۲
۴۱	۲۶	۱۲	۱۲
۴۲	۲۶	۱۲	۱۲
۴۳	۲۶	۱۲	۱۲
۴۴	۲۶	۱۲	۱۲
۴۵	۲۶	۱۲	۱۲
۴۶	۲۶	۱۲	۱۲
۴۷	۲۶	۱۲	۱۲
۴۸	۲۶	۱۲	۱۲
۴۹	۲۶	۱۲	۱۲
۵۰	۲۶	۱۲	۱۲

مہر صاحب نے اسے پیرے اڈیشن کی اصلاح بتایا ہے (سورود رفتہ، ص ۲۸۸، حاشیہ نمبر ۳) حالانکہ سورود کے اڈیشن کی ترمیم ہے۔ مزید برآں مہر صاحب کے مطابق پہلے اڈیشن میں لفظ ”جوش“ تھا، جسے دوسرے اڈیشن میں ”پورش“ بنا دیا گیا، مگر اصل صورت اس کے برعکس ہے جیسا کہ ہم نے پریشان دہی کی ہے۔

۴	نامہ آں بندۂ حق دستگاہ	ع ۴۳	۴۳
۴	خوئے گرگی ^۲ آفرید گوسفند	ع ۴۶	۴۶
۴	تاز نور آفتابے بر خوری	ع ۴۸	۴۸
۴	خیل شیراز سخت کوشی خست بود	ع ۴۹	۴۹
۴	دل بذوق تن پرستی بست بود	ع ۴۹	۴۹
۴	آتش این پند خواب آور پند	ع ۴۹	۴۹
۴	خورد از خامی فسون گوسفند	ع ۶۷	۶۷
۴	بر جہد اندر رگ او خون او	ع ۶۸	۶۸
۴	مصلیٰ بیرون مرد	ع ۶۸	۶۸
۴	پس بہ سوز این جہاں سازیم ما	ع ۷۶	۷۶
۴	در خیاباش چو بو آوارہ ام	ع ۷۷	۷۷
۴	چشم کور و گوش ناشتوا ازد	ع ۷۸	۷۸
۴	مرد کشور گیر از کزاری است	ع ۷۹	۷۹
۴	گوش را آبرد خودداری است	ع ۷۹	۷۹
۴	در عمل پوشیدہ مضمون حیات	ع ۸۰	۸۰
۱۵	نامہ آں صوفیٰ حق دستگاہ	ع ۵۱	۲۶
۱۶	رنگ سببیت پذیر گوسفند	ع ۵۲	۲۹
۱۸	تاز قیش تیرے تاباں شوی	ع ۵۸	۳۰
۱۹	قوم شیراز فتح پیہم خست بود	ع ۵۹	۳۰
۲۰	دل بذوق استراحت بست بود	ع ۵۹	۳۰
۲۱	آتش این وہلہ خواب آور پند	ع ۵۹	۳۱
۲۲	گفت سمجورت از کلام گوسفند	ع ۵۹	۳۱
۲۳	قص پیرا در رگ او خون او	ع ۷۵	۳۱
۲۴	از حدود زندگی بیرون مرد	ع ۷۶	۳۱
۲۵	پس بالام جہاں سازیم ما	ع ۸۷	۳۶
۲۶	در ریاضی او چو بو آوارہ ام	ع ۸۸	۳۷
۲۷	دیدہ آگی گوش ناشتوا ازد	ع ۸۹	۳۸
۲۸	در جہاں ہر فتح از کزاری است	ع ۹۰	۳۸
۲۹	اہر دئے مرد از خودداری است	ع ۹۲	۳۹
۳۰	در عمل مخفی است مضمون حیات	ع ۹۲	۳۹

۲- مہر صاحب نے اس لفظ کو "گرمی" لکھا ہے (سرورد رفتہ: ص ۱۵۱) جو درست نہیں۔

۳- مہر صاحب نے اس لفظ کو "مخز" لکھا ہے (سرورد رفتہ: ص ۱۵۱) جو درست نہیں۔

۲	زندت تخلیق قانون حیات	۸۱	زندت تخلیق است قانون حیات	۳۱
۲	۸۲ ع زور خود را از مہمات عظیم	۸۲	۹۳ ع آتش را از مہمات عظیم	۳۲
۲	مدعی گر مایہ دار از قوت است	۸۳	مدعی گر صاحب قوت بود	۳۳
۲	دوکی او بے نیاز بخت است	۸۶	دویش مستغنی از بخت بود	۳۴
۲	گلشن در غنچہ مضر کم	۹۶	قلزے در قطرہ مضر کم	۳۵
۲	سر نرد اندر کم بود و عدم	۱۰۰	خوط خوار قلزم بود و عدم	۳۶
۲	ہم چو بحر آتش از کیس بردمید	۱۰۲	صد شرار از سینہ خار برید	۳۷
۲	از تو قلزم گریہ طوفان کند	۱۱۳	از تو قلزم ساکن طوفان شود	۳۸
۲	نگوہ با از تنگی ادماں کند	۱۱۶	نگوہ سنج تنگی ادماں شود	۳۹
۲	آتش دل خرمین ادراک سوخت	۱۱۹	الہاب دل خرا ادراک سوخت	۴۰
۲	۱۱۲ ع شعلہ او و مثال ژالہ سرد	۱۲۲	۱۳۲ ع شعلہ ہائے او مثال ژالہ سرد	۴۱
۲	عصر نو از جلوہ با آراستہ	۱۲۸	عصر نوکز جلوہ با آراستہ است	۴۲
۲	از غبار پائے ما برخاستہ	۱۳۰	از غبار پائے ما برخاستہ است	۴۳
۲	۱۳۸ ع ما پریشاں در جہاں چوں احترام	۱۳۲	۱۳۹ ع ما پریشاں چوں ہجوم احترام	۴۴
۲	آفتاب از سوز او گردوں مقام	۱۳۶	آفتاب از فیض او گردوں مقام	۴۵
۲	برقبا اندر طواف او مدام	۱۳۷	برقبا محو طواف او مدام	۴۶
۲	۱۳۴ ع در میان محفل تمہا ستم	۱۵۳	۱۵۴ ع در ہجوم عالی تمہا ستم	۴۷

(۲) بعض مقامات پر ترتیب اشعار و مصارح میں تقدیم و تاخیر کی گئی ہے:

(الف) طبع اول (ص ۲۴) میں یہ شعر:

خیزد انگیز..... (کلیات: ص ۱۳)

اس بند کا آخری شعر تھا۔ طبع دوم (ص ۲۰) میں اسے موجودہ جگہ لایا گیا۔

(ب) دو اشعار: ۱۔

آرزو را در دل خود.....

اور: آرزو جانِ جہاں..... (کلیات: ص ۱۶)

طبع اول (ص ۳۲) میں اس باب کے آخری شعر تھے، طبع دوم (ص ۳۴) میں انہیں، باب کا

شعر نمبر ۳ اور نمبر ۴ بنا دیا گیا۔

(ج) طبع اول (ص ۸۹) میں اس شعر:

خاکِ پنجاب از دمِ اوزندہ گشت

صبح ما از مہر اُوتا بندہ گشت

(کلیات: ص ۵۲)

کے مصرعوں کی ترتیب، موجودہ صورت کے برعکس تھی۔ طبع دوم (ص ۸۶) میں یہ ترتیب

قائم کی گئی۔

(۳) طبع اول (ص ۶۲) میں ایک عنوان کی ابتدائی صورت یہ تھی:

در بیان اینکه افلاطون یونانی و حافظ شیرازی کہ تصوف و ادبیات اقوام اسلامیہ تخیلات ایشان

اثر عظیم پذیرفتہ بر مسلکِ گوسفندی رفتہ اند و از ایشان احترام واجب است۔

طبع دوم (ص ۵۱) میں اسے موجودہ صورت دی گئی (کلیات ص ۳۲) طبع اول میں کتابت کی

متعدد اغلاط موجود تھیں۔ طبع دوم میں، سرورق کی عبارت میں ترمیم ہو گئی۔ دیاچہ بھی حذف کر دیا

گیا۔ طبع اول کی باقی اغلاط میں سے مندرجہ ذیل کی تصحیح ہو گئی:

۱- مہر صاحب ان اشعار کے بارے میں لکھتے ہیں: ”یہ شعر دوسرے اڈیشن کے وقت تازہ کہے گئے، پہلے میں

موجود نہ تھے“ (سرود رفتہ: ص ۲۴۹، حاشیہ نمبر ۱) یہاں مہر صاحب کو سہو ہوا ہے۔ یہ دونوں اشعار طبع

اول میں بھی موجود ہیں (ص ۳۲) طبع دوم میں انہیں پیچھے لے جایا گیا ہے۔

صفحہ	سطر	طبع اول (غلط)	صفحہ	سطر	طبع دوم (صحیح)
۱۰	۲	پے	۹	۲	پے
۱۲	۲	دبدۂ	۱۰	۶	دیدۂ
۱۶	۴	بیروں	۱۳	۸	بیروں
۲۲	۴	شیرین	۱۹	۷	شیریں
۲۲	۵	پروانہا	۱۹	۸	پروا ہانہ
۲۶	۱	جلوہا	۲۲	۳	جلوہ ہا
۲۸	۶	موسیٰ	۲۴	۸	موسیٰ
۵۶	۴	ازخویش	۴۶	۶	ازخویش
۵۸	۱	خسراں	۴۷	۷	خسران
۱۱۶	۵	رم ست	۹۹	۸	رم است
۱۴۳	۵	نیست	۱۲۲	۶	نیست
۱۵۵	۲	ایں و آں	۱۳۳	۱	ایں و آں

تاہم طبع اول کی مندرجہ ذیل اغلاط طبع دوم میں بھی بدستور موجود ہیں:

صفحہ	سطر	طبع اول (غلط)	صفحہ	سطر	طبع دوم (غلط)
۱۶	۲	نگہت	۱۳	۶	نگہت
۵۶	۲	ماؤ او	۴۶	۴	ماؤ او
۵۶	۵	خون آشام	۴۶	۷	خون آشام
۵۶	۶	نخس	۴۶	۸	نخس
۵۸	۱	ضعیفاں	۴۷	۷	ضعیفاں
۷۸	۱	دولت	۶۹	۲	دولت
۷۸	۲	ماؤ طیں	۶۹	۳	ماؤ طیں
۷۸	۳	لا الہ	۶۹	۴	لا الہ

صفحہ	سطر	صفحہ	سطر	صفحہ	سطر
۷۹	۶	۷۰	۵	۷۹	۶
۸۱	۱	۷۱	۵	۸۱	۱
۸۱	۳	۷۲	۱	۸۱	۳
۱۱۴	۴	۹۸	۲	۱۱۴	۴
۱۱۵	۴	۹۸	۸	۱۱۵	۴
۱۱۹	۱	۱۰۲	۱	۱۱۹	۱
۱۳۰	۱	۱۱۱	۵	۱۳۰	۱
۱۳۲	۴	۱۱۳	۷	۱۳۲	۴
۱۴۸	۶	۱۲۷	۶	۱۴۸	۶
۱۵۵	۵	۱۳۳	۴	۱۵۵	۵

اس دوسرے اڈیشن میں مندرجہ ذیل نئی اغلاط بھی روپذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	صفحہ	سطر
۲	۳	۲	۳
۱۶	۶	۱۶	۶
۱۷	۸	۱۷	۸
۲۳	۶	۲۳	۶
۲۵	۲	۲۵	۲
۲۵	۵	۲۵	۵
۴۲	۳	۴۲	۳
۴۶	۶	۴۶	۶
۶۳	۲	۶۳	۲
۶۷	۲	۶۷	۲

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۰	حاشیہ	ان الصلوٰۃ تمسکی عن الفحشاء	ان الصلوٰۃ تمسکی عن الفحشاء
۷۱	حاشیہ	تتالوا لبر	تتالوا لبر
۷۲	۲	حکمران	حکمران
۷۲	حاشیہ	لا یبلی	لا یبلی
۷۹	۶	چیں	چین
۸۱	۵	ترکیب تو	ترکیب نو
۸۷	۷	ماء و طین	ماء و طین
۹۵	۵	مستیز	مستیز
۹۸	۱	برخاک	باخاک
۹۸	۸	ابراہیم	ابراہیم
۱۱۴	حاشیہ نمبر اولہ	اولا	اولا
۱۱۶	۴	حس	حس
۱۳۲	۳	شب یارا	شب یلدا

اسرارِ خودی کا تیسرا ایڈیشن، رموزِ بے خودی کے دوسرے ایڈیشن کے ساتھ ملا کر اسرار و رموز (یکجا) کی صورت میں شائع ہوا۔ اس لیے اس کا ذکر آگے چل کر اسرار و رموز (ہر دو یکجا) کے طبعِ اول کے جائزے میں ہوگا۔

❁ رموزِ بے خودی

اسرارِ خودی کی تکمیل فروری ۱۹۱۵ء اور بعد ازاں اس کی اشاعت (۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء) ہی کے زمانے سے، اقبال کو حصہ دوم لکھنے کا خیال تھا، بلکہ اس کے موضوعات و مضامین ان کے ذہن میں موجود تھے۔ اقبال سے منسوب عاشق حسین بٹالوی کا یہ قول کہ:..... اسرارِ خودی پر عبدالرحمن بجنوری

۱- صحیفہ، اقبال نمبر، اول، ۱۹۷۳ء، جس ۱۵۳

۲- اقبال، نامہ، اول، جس ۲۳

کا مضمون پڑھ کر مجھے احساس ہوا کہ رموزِ بے خودی کا لکھا جانا بے حد ضروری ہے،^۱ اس لیے غلط ہے کہ بجنوری نے صرف مثنوی اسرارِ خودی پر نہیں، بلکہ Iqbal - His Persian Masnavis کے زیر عنوان دونوں مثنویوں پر بحث کی تھی اور یہ مضمون رموزِ بے خودی کی اشاعت (۱۰/اپریل ۱۹۱۸ء) کے تین ماہ بعد رسالہ East and West (جولائی ۱۹۱۸ء) میں شائع ہوا تھا۔^۲

درحقیقت رموزِ بے خودی کوئی نیا منصوبہ نہ تھا، بلکہ اسرارِ خودی ہی کی توسیع تھی اور اسی کا تسلسلِ خیال، اسی لیے اقبال نے احباب کے نام خطوط میں جہاں بھی رموزِ بے خودی کا ذکر کیا، اسے اسرارِ خودی کا حصہ دوم قرار دیا۔^۳

رموزِ بے خودی کا آغاز ۱۹۱۵ء کے آخری ایام یا ۱۹۱۶ء کے ابتدائی دنوں میں ہوا۔ اکثر حصے ۱۹۱۶ء اور ۱۹۱۷ء میں لکھے گئے تھے اور تکمیل نومبر ۱۹۱۷ء میں ہوئی (۱۳ اور ۲۷ نومبر کے درمیان)۔ بعد ازاں قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے سنسر کے محکمے کو دکھائی گئی۔ جو مسودہ سنسر کے لیے بھیجا گیا، وہ اقبال میوزیم، لاہور میں محفوظ ہے اور اس کے ہر صفحے پر سنسر کرنے والے افسر کے مختف دستخط (initials) موجود ہیں۔ آخری صفحے پر پورے دستخط مع تاریخ اس طرح درج ہیں:^۴

AbdulAziz
25.12.17

- ۱- چند یادیں، چند تأثرات: ص ۴۷
- ۲- بجنوری کے مضمون کا متن ملاحظہ کیجیے: Tributes to Iqbal، مرتب: محمد حنیف شاہد (ص ۱۴۷-۱۵۵)۔ اس ضمن میں ایک بیان جاہر علی سید کا ہے جو محل نظر ہے۔ (اقبال - ایک مطالعہ: ص ۱۰۴)
- ۳- ملاحظہ کیجیے:
(الف) شاد اقبال: ص ۳ اور ۲۸
(ب) اقبال نامہ، اوّل: ص ۲۳ اور ۷۹
(ج) اقبال نامہ، دوم: ص ۵۳
(د) صحیفہ، اقبال نمبر، اوّل ۱۹۷۳ء: ص ۱۵۳
- ۴- جن دنوں میں اقبال رموزِ بے خودی لکھ رہے تھے، خط کتابت کے ذریعے مولانا نگرامی سے برابر مشورہ لیتے رہے۔ ملاحظہ کیجیے: مکاتیبِ اقبال بنام گرامی: صفحات ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۳۱ اور ۱۳۳۔
- ۵- ملاحظہ کیجیے: مسودہ رموزِ بے خودی: نمبر AM/1977-199 مخزنہ اقبال میوزیم لاہور۔
- ۶- عبدالعزیز، پریس برانچ میں officer-in-charge تھے۔ بعد ازاں انجمن حمایت اسلام کے آئری میسرٹری رہے۔ مزید دیکھیں حیاتِ اقبال کی گم شدہ کڑیاں: ص ۱۵۶

بظاہر یہی لگتا ہے کہ محکمہ سنسنر نے کوئی شعر نہیں کاٹا۔ البتہ بعض اشعار، معلوم ہوتا ہے، بعد میں خود اقبال نے قلمزد کر دیے۔ اگر سنسنر والے کوئی شعر کاٹتے تو احباب کے نام خطوط میں، جہاں وہ مثنوی کی تحریر و تصنیف، تکمیل و اختتام اور کتابت و طباعت وغیرہ کے بارے میں تازہ ترین صورتِ حال کی اطلاع بہم پہنچاتے رہتے تھے، اشعار کے قلمزد ہو جانے کا ذکر بھی کرتے۔

مولانا گرامی نے بطور تقریظ چند اشعار لکھ بھیجے، مگر اقبال کے خیال میں یہ اشعار رموزِ بے خودی کی نسبت اسرارِ خودی کے لیے زیادہ مناسب تھے۔ توقع تھی کہ گرامی رموزِ بے خودی کے لیے نئی تقریظ لکھیں گے اور اس کے لیے اقبال منتظر بھی رہے مگر گرامی بروقت تقریظ نہ لکھ سکے۔ اسی اثنا (دسمبر کے آخری ایام) میں مثنوی کتابت کے لیے دے دی گئی۔ تقریباً تین ماہ کتابت و طباعت کے مراحل میں گزر گئے، حتیٰ کہ اپریل ۱۹۱۸ء کے پہلے عشرے میں کتاب چھپ کر تیار ہو گئی۔^۱ اور اپریل کے وسط میں، احباب کو اُس کے نئے روانہ کیے گئے۔

رموزِ بے خودی کی اولین اشاعت کا اہتمام بھی حکیم فقیر محمد صاحب چشتی نظامی نے کیا۔ سرورق اور آخری صفحے کی نیل کا ڈیزائن بھی وہی ہے، تاہم رموزِ بے خودی کی نیل سرخ رنگ میں طبع کی گئی ہے۔ سرورق پر مثنوی کا پورا نام اس طرح درج ہے:

”مثنوی رموزِ بے خودی یعنی اسرارِ حیاتِ ملیہ اسلامیہ“^۲

آخری صفحے پر، سرخ نیل کے اندر یہ عبارت موجود ہے:

اطلاع

بموجب ایک ۱۹۱۳ء کا پی رائٹ مجریہ فروری ۱۹۱۴ء مثنوی ہذا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

(مصنف)

دیباچے کے چودہ سطرے مسطر کے دو صفحات پر صفحہ نمبر کا شمار نہیں کیا گیا۔ اگلے پچھہ صفحات (پیش کش بھنور ملت اسلامیہ) کو الف ب ج د ہ و سے شمار کیا گیا ہے۔ مثنوی صفحہ نمبر ۱ سے شروع

۱- مکاتیبِ اقبال بنام گرامی: ص ۱۳۶

۲- مکاتیبِ اقبال بنام نیاز: ص ۱۱

۳- شاد اقبال: ص ۸۲

۴- رموزِ بے خودی طبعِ اول کے سرورق کا عکس Iqbal in Pictures میں شامل ہے۔

ہو کر صفحہ نمبر ۱۳۹ پر ختم ہوتی ہے۔ بالکل آخری صفحہ خالی ہے۔ یہ علامہ اقبال کی پہلی کتاب ہے، جسے عبدالمجید [پرویں رقم] نے کتابت کیا۔ طبع اول میں کتابت اور املا کی مندرجہ ذیل اغلاط موجود ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
دیباچہ ص ۱	۵	اقوام کے حیات	اقوام کی حیات
دیباچہ ص ۲	۲	مضبوط	مضبوط
دیباچہ ص ۲	۵	دوتوں	دونوں
۵	۳	یا تھی و	یا حی
۹	۵	پارہائے	پارہ ہائے
۱۲	۸ [حاشیہ]	الرَّحْمَنَ	الرَّحْمٰنِ
۱۳	۶	اندیشہا	اندیشہ ہا
۱۸	۳	چشمہائے	چشمہ ہائے
۱۸	۶	صدیق را صدیق	صدیق را صدیق
۲۹	حاشیہ	کالیث	کالیث
۳۳	۳	حیلہ جوی	حیلہ جو
۳۸	حاشیہ نمبر ۲	يَا مُرْكُم	يَا مُرُّو
۴۱	۷	هُوَ اللَّهُ	هُوَ اللَّهُ
۴۳	۵	تازہ از تکبیر	تازہ از تکبیر
۴۸	حاشیہ		آیہ شریفہ کا صحیح متن یہ ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ جَهَنَّمَ ۙ يَصْلَوْنَهَا وَّ يَنْسَ الْاَقْرَارَ ۙ
۵۹	۷	رحمۃ للعالمین	رحمۃ للعالمین
۶۱	حاشیہ نمبر ۱	فَقَطَّعُوْا..... زُبْرًا	فَقَطَّعُوْا..... زُبْرًا
	حاشیہ نمبر ۲	الداخ..... نکرا	الداخ..... نُكْرًا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۳	۶	رازیؑ	رازی
۸۷		حاشیہ نمبر ۱ لتکونوا	لتکونوا
۸۷		حاشیہ نمبر ۳ وماضِل	ماضِل
۹۸	۲	خویشتن ماز	خویشتن باز
۱۰۳		حاشیہ نمبر ۱ لباسکم	لباس لکم
۱۱۴		غلط: كَانَ أَبُو بَكْرٍ صَدِيقُ مِنَ النَّبِيِّ مَكَانَ الْوَزِيرِ فَكَانَ يَشَاوِرُهُ فِي جَمِيعِ اُمُورِهِ وَكَانَ ثَانِيَهُ، فِي الْاِسْلَامِ وَثَانِيَهُ، فِي الْغَارِ وَكَانَ ثَانِيَهُ، فِي الْعَرِيشِ يَوْمَ بَدْرِ وَكَانَ ثَانِيَهُ، فِي الْقَبْرِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدَمُ عَلَيْهِ اَحَدَاهُ (قول سعید ابن مسیب)	صحیح: كَانَ أَبُو بَكْرٍ الصَّدِيقُ مِنَ النَّبِيِّ مَكَانَ الْوَزِيرِ فَكَانَ يَشَاوِرُهُ فِي جَمِيعِ اُمُورِهِ وَكَانَ ثَانِيَهُ فِي الْاِسْلَامِ وَثَانِيَهُ فِي الْغَارِ وَكَانَ ثَانِيَهُ، فِي الْعَرِيشِ يَوْمَ بَدْرِ وَكَانَ ثَانِيَهُ فِي الْقَبْرِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدَمُ عَلَيْهِ اَحَدَاهُ (قول سعید ابن مسیب)
۱۱۶	۶	بِاللّٰهِ	بِاللّٰهِ
۱۲۱	۸	مَا زَاغُ الْبَصْرِ	مَا زَاغَ الْبَصْرُ
۱۲۸	حاشیہ	غلط: لَا تَحْزَنُوا وَلَا تَهِنُوا أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ	صحیح: وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ
۱۳۲	۸	مناب	منات
۱۳۳	۸	نگہتے	نگہتے
۱۳۷	۴	آذر	آزر

رموزِ بے خودی کا ایک شعر اس طرح ہے:

اہلِ حق را رمزِ توحید از بر است

در اتنی الرَّحْمٰنِ عَبدًا مضمّر است

مصرع ثانی میں عربی ترکیب، (طبعِ اول: ص ۱۲) قرآن پاک (سورہ مریم: ۹۳) سے ماخوذ ہے، مگر اقبال نے یہ تصرف کیا ہے کہ لفظ ”آئی“ لکھا ہے جو وزن پر پورا نہیں اُترتا۔ وزن میں ”آئی“ آتا ہے۔ بہر حال ”آئی“ لکھیں یا ”آئی“ دونوں صورتیں قرآن کے متن (اتنی) سے مختلف ہیں۔ اس طرح یہاں موجودہ لفظ بے معنی ہو کر رہ گیا یہ شعر کی اہم خامی ہے۔ اقبال نے رموزِ بے خودی کے طبعِ دوم (اسرار و رموز یکجا، اول ۱۹۲۳ء) میں بہت سی ترامیم کیں، مگر تعجب ہے کہ اس اہم فروگذاشت پر انھیں توجہ نہیں ہو سکا، جس کے نتیجے میں ایک اہم غلطی باقی رہ گئی۔

رموزِ بے خودی کی اشاعت کے بعد، علامہ اقبال اس کا تیسرا حصہ بھی لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے^۱۔ ایک بار انھوں نے اس کے آغاز کی خبر دیتے ہوئے بتایا کہ ”یہ ایک قسم کی نئی منطق الطیر ہوگی^۲ اور اس کا نام انھوں نے ”حیاتِ مستقبلہٗ اسلامیہ“ سے تجویز کیا تھا، مگر یہ موعودہ مثنوی کبھی طبع ہو کر منصف شہود پر نہ آسکی، ممکن ہے اس کے کچھ اشعار لکھ کر تلف کر دیے گئے ہوں۔

رموزِ بے خودی کا دوسرا ایڈیشن بطور اسرار و رموز (ہر دو یکجا) طبعِ اول شائع ہوا۔

✽ اسرار و رموز (یکجا)

اسرارِ خودی کا دوسرا ایڈیشن اور رموزِ بے خودی کا پہلا ایڈیشن ختم ہونے پر دونوں مثنویوں کے نئے ایڈیشنوں کی اشاعت کا مسئلہ درپیش ہوا، تو علامہ اقبال نے دونوں کی یکجا اشاعت کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر انھوں نے دونوں مثنویوں پر نظر ثانی کر کے بعض اشعار میں ترامیم کیں اور کئی اشعار کا اضافہ بھی کیا۔

اسرار و رموز (یکجا) کے طبعِ اول پر سال اشاعت درج نہیں، تاہم اس کی اشاعت کا سال ۱۹۲۳ء ہے۔^۳ یہ اسرارِ خودی کی اشاعت سوم اور رموزِ بے خودی کی اشاعت دوم ہے۔

۱- اقبال نامہ، دوم، ص ۲۵

۲- مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۱۲۴

۳- شاد اقبال، ص ۷۹

۴- اس دور کی بعض کتابوں کے کوائف اس طرح ہیں: (بقیہ آئندہ صفحے پر)

سرورق کے صفحہ نمبر ۳ پر چند سطر ہی مختصر دیباچہ ہے۔ یہ دیباچہ علامہ اقبال کے کسی نثری مجموعے میں شامل نہیں، اس لیے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

دیباچہ

اس اڈیشن میں ناظرین کی سہولت کے لیے دونوں مثنویاں یعنی اسرار خودی اور رموز بے خودی یکجا شائع کی جاتی ہیں۔ معمولی لفظی ترمیم کے علاوہ، مطالب کی مزید تشریح کے لیے بعض جگہ اشعار کا بھی اضافہ ہے، جن کی مجموعی تعداد سوا سو ہوگی۔ ایک دو جگہ نئے عنوان بھی قائم کیے گئے ہیں، مگر کتاب کی ترتیب میں کوئی فرق نہیں۔

محمد اقبال

اسرار و رموز (یکجا) میں متعدد اشعار حذف کر دیے گئے، کئی حصوں میں ترمیم کی گئی اور بعض اشعار کا اضافہ بھی ہوا۔ تفصیل اس طرح ہے:

(بقیہ گذشتہ صفحہ)

کتاب	پرنت لائن	پرنت لائن
پیام مشرق	طبع اول ۱۹۲۳ء	در مطبع کریبی واقع لاہور باہتمام میرا میر بخش طبع گردید
اسرار و رموز، یکجا		ایضاً
بانگِ درا	طبع اول ۱۹۲۳ء	کریبی پریس لاہور نزد کوٹوالی قدیم باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹرز چھپی۔
پیام مشرق	طبع دوم ۱۹۲۳ء	میرا میر بخش صاحب مرحوم کے کریبی پریس لاہور میں باہتمام
		میر قدرت اللہ پرنٹرز چھپی

پیام مشرق، طبع اول اور اسرار و رموز یکجا کی پرنت لائن ایک ہی ہے۔ پیام مشرق طبع اول ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی، اس اعتبار سے قرین قیاس ہے کہ اسرار و رموز بھی اسی سال ۱۹۲۳ء میں چھپی ہوگی، کیونکہ اگر یہ اگلے برس (۱۹۲۳ء) میں چھپتی تو اس کی پرنت لائن بھی بانگِ درا طبع اول اور پیام مشرق طبع دوم کی پرنت لائن کے مطابق ہوتی۔ غالباً میرا میر بخش ۱۹۲۳ء کے آخر میں (پیام مشرق اول اور اسرار و رموز، یکجا کی اشاعت کے بعد) فوت ہو گئے۔ اس لیے ۱۹۲۳ء میں شائع ہونے والی دونوں کتابوں کی پرنت لائن میں تبدیلی کر دی گئی۔ (میرا میر بخش معروف ادیب اور محقق مشفق خواجہ (م: ۲۰۰۵ء) کے نانا تھے اور میر قدرت اللہ ان کے ماموں۔ ایک بار خواجہ صاحب نے راقم کو بتایا کہ میر قدرت اللہ کچھ عرصہ کریبی پریس کو چلاتے رہے، پھر انھوں نے پریس عنایت اللہ صاحب کو فروخت کر دیا تھا۔ انھوں نے کچھ عرصے بعد پریس کا ساز و سامان بیچ دیا، اس طرح کریبی پریس ختم ہو گیا۔)

(۱) محذوفات:

- اسرارِ خودی، طبعِ دوم
- ۱- سرورق پر توحیقی عنوان: ”حقائقِ حیاتِ فردیہ“
- ۲- دیباچہ
- ۳- آغازِ مثنوی سے پہلے، صفحے کی پیشانی پر لفظ: ”مُؤ“
- ۴- ص ۵۷ کا یہ شعر:
- طرفہ افسوں نقش او بر ما دم
خامہ اش کوہے بموئے می کشد
- ۵- ص ۱۳۴ پر حقوقِ اشاعت سے متعلق ”اعلان“ (اسے گذشتہ صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے)۔
- رموزِ بے خودی:
- ۶- ص الف کا یہ شعر:
- اے بہ عشق دیگران دل باختہ جلوہ ہائے خویش را تاختہ (م)
- ۷- ص ۲۴ کا یہ شعر:
- جانم از مظلومی او می تپد اشکِ خوں از دیدہ دل می چکد (م)
- ۸- ص ۹۷ کے تین اشعار:
- سینے از دستِ مادر می خورد خویشتن را باز در مادر تند
مزد روشتن زما در گیرد او چون گل از باو سحر زر گیرد او
چشم او ہر لحظہ بر اشیا فتد از لبش ہر دم سولے می چکد (م)
- ۹- ص ۱۱۴ کے حاشیے میں مندرج سعید ابن مسیب کا ایک قول (یہ قول ص ۱۲۴ پر نقل کیا جا چکا ہے)۔
- ۱۰- ص ۱۸۶ کا یہ شعر:

۱- مقالات اقبال (ص ۱۹۳) میں منقول متن میں متعدد اغلاط موجود ہیں۔

۲- اس شعر کے بارے میں مولانا مہر کی یہ وضاحت: ”ایک مقام پر یہ شعر لکھا تھا، پھر قلم زد کر دیا“ (سرود رفتہ: ص ۲۵۶) مبہم ہے۔ انھوں نے اس شعر کو ”ترمیم شدہ شکل“ کے زیر عنوان درج کیا ہے، مگر یہ نہیں واضح کیا کہ اس کی ابتدائی صورت کیا تھی۔ حقیقت میں یہ شعر طبعِ اول میں موجود تھا، مگر اسرار و رموز (یکجا) میں اسے حذف کر دیا گیا۔

- تاباغت^۱ رنگِ خویش انداخت است
احمرت را غیر اصفر ساخت است
- ۱۱- آخری صفحے پر حقوق اشاعت سے متعلق ”اعلان“ (یہ عبارت گذشتہ صفحات میں نقل کی جا چکی ہے)۔

(ب) اضافات:

- ۱- دیباچہ (گذشتہ صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے)۔
- ۲- اسرارِ خودی میں باب ”الوقت سیف“ کے پہلے بند کے بعد اٹھارہ اشعار کا ایک مکمل بند، جس کا سب سے پہلا شعر ہے:
- نکتہ می گوئمت روشن چو دُر
تا شناسی امتیازِ عبد و حُر
اور آخری شعر:
- نغمہ خاموش دارد سازِ وقت
غوطہ درد دل زن کہ بینی رازِ وقت
(کلیات: ص ۷۲-۷۴)
- ۳- ص ۹۲ (رموزِ بے خودی) پر مولانا روم کا یہ شعر:
- جہد کن در..... (کلیات: ص ۸۰)
- ۴- ص ۱۱۱ کا عنوان:
- ”مخاورہ تیر و شمشیر..... (کلیات: ص ۹۷)
- ۵- ص ۱۱۹-۱۲۰ پر ایک نئے عنوان:
- ”در معنی این کہ مقصود رسالتِ محمدیہ تشکیل و تاسیس حریت و مساوات و اخوتِ بنی نوع آدم است“ کے تحت ابتدائی سولہ اشعار..... (کلیات: ص ۱۰۳-۱۰۴)
- ۶- اسرار و رموز: ص ۱۲۹ کا شعر نمبر ۴ (پیش پیغمبر.....)، شعر نمبر ۵ (در تالش.....)، ص ۱۳۰ کے گیارہ اشعار (از: آن مقامش..... تا مسلم استی.....) اور ص ۱۳۱ کے دو اشعار (می نگنجد..... اور: دل بدست آور.....) کل پندرہ اشعار (کلیات: ص ۱۱۲-۱۱۳)۔
- ۷- ص ۱۲۹، ۱۳۰ کے حواشی (کلیات: ص ۱۱۲-۱۱۳)
- ۸- ص ۱۳۳ کا عنوان:

۱- مولانا مہر نے ”بباغش“ لکھا ہے (سرودِ رفتہ: ص ۲۵۸) مگر طبعِ اول میں ”بباغت“ ہے (اول: ص ۱۲۰)۔

- ”در معنی این کہ وطن اساس ملت نیست“ (کلیات: ص ۱۱۵)۔
- ۹- ۱۴۳-۱۴۴ پر ایک نئے عنوان:
- ”در معنی این کہ در زمانہ انحطاط تقلید از اجتهاد اولیٰ تراست“ کے تحت شعر نمبر ۲ (بزم اقوام کہن.....) تا شعر ۱۶ (اے پریشاں محفل.....) کل پندرہ اشعار۔ (کلیات: ص ۱۴۳-۱۴۵)
- ۱۰- ص ۱۵۲ پر دو اشعار:
- شعر نمبر ۵: مرشد روی.....
- اور: شعر نمبر ۶: مکتل از ختم الرسل..... (کلیات: ص ۱۳۱-۱۳۲)۔
- ۱۱- ص ۱۵۵ کا شعر نمبر ۲: (گر نظر داری.....) اور نمبر ۶ (فکر خام تو.....) تا نمبر ۱۲ (سازِ خوابیدہ.....) ص ۱۵۶ کا شعر نمبر ۱ (دمبدم مشکل.....) کل نو، اشعار (کلیات: ص ۱۳۴)
- ۱۲- ص ۱۶۷ کا آخری شعر: قطرہ کز..... (کلیات: ص ۱۴۴)
- ۱۳- ص ۱۶۸ کا شعر نمبر ۱: (چوں بدریا.....)، نمبر ۲ (چوں صبا.....) اور نمبر ۴ (حرف چوں طائر.....) (کلیات: ص ۱۴۴)
- ۱۴- ص ۱۶۸ کا حاشیہ نمبر ۱ (کلیات: ص ۱۴۴)
- ۱۵- ص ۱۸۷ کے آخری دو اشعار:
- (۱) چوں نظر در پردہ ہائے.....
- (۲) در جہاں مثل حباب..... (کلیات: ص ۱۶۱)
- ۱۶- ص ۱۹۰ کے دو اشعار:
- (۱) امت او مثل او.....
- (۲) نور حق را کس..... (کلیات: ص ۱۶۳)

(ج) ترا میم:

اسرار و رموز (کیجا) میں بعض اشعار و مصارح کو ترا میم کے ذریعے، نئی صورت دی گئی۔ اس کی وضاحت ذیل کے گوشوارے سے ہوگی۔ جن ترا میم کی نشان دہی مولانا غلام رسول مہر نے کی، ان کے سامنے علامت ”م“ درج ہے۔

(گوشوارہ آئندہ صفحے پر)

ترتیب نمبر	صفحہ	اصول خودی، دوم	اصول رسوز (کجیا)
۱	۶	۱	۵
۲	۲	۲	۲
۳	۱۰	۳	۲
۴	۱۳	۴	۲
۵	۱۷	۵	۲
۶	۲۱	۶	۲
۷	۲۸	۷	۲
۸	۳۲	۸	۲
۹	۴۰	۹	۲
۱۰	۴۵	۱۰	۲
۱۱	۵۱	۱۱	۲

۱	۱	۱	۱
۲	۲	۲	۲
۳	۳	۳	۳
۴	۴	۴	۴
۵	۵	۵	۵
۶	۶	۶	۶
۷	۷	۷	۷
۸	۸	۸	۸
۹	۹	۹	۹
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱

۱	۱	۱	۱
۲	۲	۲	۲
۳	۳	۳	۳
۴	۴	۴	۴
۵	۵	۵	۵
۶	۶	۶	۶
۷	۷	۷	۷
۸	۸	۸	۸
۹	۹	۹	۹
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱

۱- مولانا ہرنے اس مصرعے کی ترمیم شہ صورت بھی لپیٹ دی گئی ہے، جو اب ہماری صورت بھی (سورود رفتہ: ص ۲۲۸)

۲- یہ تبدیلی، مولانا گرامی کے توجیہ لانے پر کی گئی (مسکاتیب اقبال بنام گرامی: ص ۷۷)

۳- مولانا ہرنے اس شعر کے مصرع دوم کو اس طرح لکھا ہے: ع پائے کو باں سوسے منزل سے برد۔ (سورود رفتہ: ص ۲۵) مگر اسرار خودی طبع ازال (ص ۷۷) اور طبع دوم (ص ۶۶) دونوں میں ”می رزود“ ہے۔

صفحہ اسرار و رموز (پنجما)

۲	ع ۷۵	ع سوزش از گفنیہ ملکہ فرود
۲	ع ۸۷	ع باز ما را بر ہاں خدمت گزار
۲	ع ۹۳	ع اے ترا حق خاتم اقوام کرد
۲		ع بر تو ہر آواز را انجام کرد
۲	ع ۹۵	ع بر دل گرم ما دم می چکد
۲	ع ۹۶	ع تا ز خاکت لالہ زار آید پدید
۲	ع ۹۸	ع از دست باد بہار آید پدید ع فرود و قوم آیینہ یک دیگر اند ع سلک و گوہر کہکشان و اختر اند
۲	ع ۱۰۰	ع چوں ز غلظت خویش را بیرون دہد
۲	ع ۱۰۲	ع کو ز حرفے دفترے الاملا کند
۲	ع ۱۰۶	ع رشتہ اش شیرازہ افکار ما
۲	ع ۱۰۹	ع قلب او از لالہ مخف حکم شود

صفحہ اسرار خودی، دوم

	ع ۱۱۳	ع حرف ملکہ شمس را حدت فرود
	ع ۱۲۹	ع باز ما را بر ہاں خدمت گزار
	ع الف	ع اے ترا حق زبداً اقوام کرد
		ع ختم بر تو دورہ ایام کرد
		[رموز، اول]
	ع ۸۲	ع بر گل محم چو شبنم می چکد
	ع ۸۳	ع تا ز خاکت لالہ زارے برودہ ع نفس ہائے فختہ سر بیرون زند
	ع ۸۶	ع فرود و قوم آیینہ یک دیگر اند ع ہم خیال و ہم نشین و ہمسرانہ
	ع ۵	ع چوں ز غلظت خویش را بیرون کند
	ع ۸	ع کرز فغانے نغمہ انشا کند
	ع ۱۳	ع پردہ بند از شعلا افکار ما
	ع ۱۹	ع قلب خویش از لالہ مخف حکم کند

صفحہ	اسرار و رموز (یکجا)	صفحہ	اسرار خودی، دوم	صفحہ	صغیر کلیات	ترجمہ نمبر
۱۰۹	حاشیہ نمبر ۳۱ فل لہ لا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی	۱۹	حاشیہ نمبر ۲۱ بنو سبی لا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْمُرْسَلُوْنَ	۹۵		۲۲
۱۱۲	شعیرہ نمبر ۳۱ پدید از طرف رشت	۲۵	مع نعرۃ زر شیرے از امان رشت	۹۹		۲۵
۱۱۸	مع از خروش او فلک لرزندہ گشت	مع رشت و دراز بپوشش لرزندہ گشت	۳۲	مع مسلم از مینای حق صہبا گفتہ	۱۰۲	۲۶
۱۲۲	مع نعرۃ حیدر نوائے بوڈر است	۳۵	مع نعرۃ عثمان نوائے بوڈر است	۱۰۶		۲۸
۱۲۲	مع زندگی گیرد باین قانون ثبات	۳۸	مع زندگی گیرد ز این قانون ثبات	۱۱۶		۲۹
۱۳۳	۳ سیاست مستند مذہب گرفت	۴۹	مع تا حکومت مستند مذہب گرفت	۱۱۷		۳۰
۱۳۵	نخجہ از دست گلچیں خوں شورش	۵۲	نخجہ از دست گلچیں خوں شود	۱۱۷		۳۱
۱۴۰	از چمن مانند بے بیرون رود	رخت ہستی از چمن بیرون گفتہ	۵۸	مع چوں پریشان شد صد انوفنائے	۱۲۱	۳۳
۱۴۷	مع ضبط چوں رفت از صد انوفنائے	۶۱	مع از خیال صلح گردد بے خطر	۱۲۷		۳۴
۱۴۷	مع تا سخن بر کشورش آمد حرام	۶۶	مع تا سخن در کشورش آمد حرام	۱۲۷		۳۵

۱- توفیق پاک کا صحیح متن اس طرح ہے: فَنَلْنَا لَانْتَفَف (مورہ: ۷۸)

۲- مولانا ہمر نے ”خوں شد“ لکھا ہے (مورود رفتہ: ص ۲۵۶) جو درست نہیں ہے۔

۳- طبع اول کی اطمینان سے نقل اس مصرعے کی بااگلا ابتدا کی صورت یہی ہے: ”ہست پیش بر دیا اور آرام“ (تکالیب اقبال بنام گرامی: ص ۱۱۰)

صفحہ اسرار و رموز (یکجا)

۱	۱۳۸	ع تربیت از گرمی صحرا گرفت
۱	۱۵۳	ع کوئی؟ کی تاب بر گردون خویش
	۱۵۴	ع مرکز محسوس می خواہد.....
۱	۱۵۵	ع فعلہ او پردہ از دود خویش
۱	۱۵۵	ع آتش او دم بخویش اندر کشید
۱	۱۶۰	ع لالہ گردید و ز شائے بردید
۱	۱۶۰	ع دعایش محل لبلاستے
۱	۱۶۱	ع ز استخراج امہات انعام اوست
۱	۱۶۵	ع حق جہاں را قسمت یگانا شمرد
۱	۱۶۷	ع تابش از خورشید عالمتاب گیر
۱	۱۶۷	ع تا نصیب از حکمت اشیا برد
	۱۷۰	ع باز سوسے خوشنشین می آرشد

صفحہ اسرار خودی، دوم

۱	۶۸	ع تربیت از حدت صحرا گرفت
	۷۵	ع حدتے پیدا کن اندر خون خویش
	۷۷	ع عنوان: مرکز مشہور و مستجاب.....
	۷۷	ع فعلہ او جامہ بان از دود خویش
	۷۸	ع آتش او دم بخویش اندر کفد
	۸۳	ع لالہ گردد و ز شائے بردد
	۸۳	ع از خیال محل لبلاستے
	۸۵	ع استخراج امہات انعام اوست
	۹۲	ع حق جہاں را ورہ یگانا شمرد
	۹۲	ع حدت از خورشید عالمتاب گیر
	۹۴	ع تا قوی از حکمت اشیا شود
	۹۸	ع تا بسوسے خوشنشین باز آرشد

صفحہ	اسرار و رموز (یکجا)	صفحہ	اسرار خودی، دوم	صفحہ	مخبر کلیات
۱۸۴	ع ۱۸۴ ع تقابیر اسلامیات ہارون رشید	۱۱۸	ع بیچ سے ادنیٰ کہ ہارون الرشید	۱۵۹	۴۸
۱۸۶	ع ۱۸۶ ع از نسیمشہ خاک تو خاموش گشت	۱۲۰	ع ازخوش آتش خاک تو خاموش گشت	۱۶۰	۴۹
۱۹۵ جس نے عالم رویا میں نبی کریم کو اپنا مشہور قصیدہ	۱۳۴	عاشقہ نمبر ۲..... جس کو نبی کریم صلعم نے قصیدے	۱۶۷	۵۰
	(امن تند کر حیران بندی مسلم الخ) نمایاں حضور نے		کے صلے میں اپنی چادر.....		
۱۹۸	ع ۱۹۸ ع تا کجا زقاری بختا	۳۱۸	ع ۳ تا کجا زنجیری بت خانہ	۱۷۰	۵۱
	صفحہ اسرار و رموز (یکجا)	صفحہ	رموز یعنی خودی، اول	صفحہ	مخبر کلیات
۱۹۶	اس شعر: زخمت جاں تا در جہاں.....	۱۳۶	باب: ”عروض حال مصنف“.....	۱۷۸	
	سے، آخر تک کے حصے کو ایک بند بنا دیا		طبع اول میں شروع سے آخر تک		
	گیا ہے۔		ایک مسلسل بند کی شکل میں تھا۔		

۱- مہر صاحب نے اسے ”انجمن“ لکھا ہے (سبزود رفتہ: ص ۲۵۹) جو درست نہیں ہے۔

(د) تقدیم و تاخیر

اسرار و رموز (یکجا) میں بعض مقامات پر ترتیب اشعار و مصارح میں تقدیم و تاخیر کی گئی ہے۔

صفحہ کلیات صفحہ اسرار خودی، دوم صفحہ اسرار و رموز (یکجا)

۲۳ ۳۷ دو اشعار کی ترتیب اس طرح تھی: ۲۳ ترتیب الٹ دی گئی:

(۱) از سوال افلاس..... (۱) از سوال آشفته.....

(۲) از سوال آشفته..... (۲) از سوال افلاس.....

صفحہ رموز بے خودی، اول صفحہ اسرار و رموز (یکجا)

ب یہ شعر: ۹۳ اس شعر کو باب کا تیسرا شعر بنا دیا گیا ہے۔

اے نظر بر حسن تر.....

ترتیب کے اعتبار سے اس باب کا چھٹا

شعر ہے۔

۹ اس شعر کی یہ صورت ہے: ۱۰۳ مصرعوں کو الٹ دیا گیا ہے:

گلستاں در دشت و در پیدا کند تازہ اندازِ نظر پیدا کند

تازہ اندازِ نظر پیدا کند گلستاں در دشت و در پیدا کند

۶۳ اشعار کی ترتیب اس طرح تھی: ۱۴۳ دوسرے شعر کو باب: ”در معنی این کہ در

(۱) فکر شاں رسید..... زمانہ انحطاط“ کا اولیٰ شعر بنا دیا گیا۔

(۲) عہد حاضر فتنہ.....

۶۳-۶۴ اشعار کی ترتیب یہ تھی: ۱۴۴ دوسرے شعر کو اس باب کا سترہواں شعر بنا

(۱) اے کہ از اسرار آردیں..... دیا گیا۔

(۲) نقش بردل.....

- ۷۸ اشعار کی ترتیب اس طرح تھی: ۱۵۵ دوسرے شعر کو باب ”در معنی اس کہ حیاتِ ملیہ مرکز“..... کا ساتواں شعر بنا دیا گیا۔
- ۱۲۱-۱۲۰ اشعار کی ترتیب اس طرح تھی: ۱۸۶ پہلے شعر کو اس بند کا چوتھا شعر بنا دیا گیا۔
- (۱) گرچہ مثلِ یو.....
 (۲) آتشِ اودم بخویش.....
 (۱) از خزانہ اش خاکِ تو.....
 (۲) علمِ غیر آموختی.....

اسرار و رموز (یکجا) کے زیر نظر پہلے ایڈیشن میں اسرارِ خودی (طبع دوم) اور رموزِ بے خودی (طبع اول) کی مندرجہ ذیل اغلاط درست کر دی گئی ہیں:

اسرار و رموز (یکجا)			اسرارِ خودی، دوم		
صفحہ	سطر	صحیح	صفحہ	سطر	غلط
۱۱	۲	نہ	۱۲	۶	نہ
۱۱	۱۲	خرده	۱۷	۸	خرده
۱۶	۵	جانِ جهان	۲۴	۲	جانِ جہاں
۱۶	۱۰	پرواز	۲۵	۲	پرور
۱۷	۱	تقی	۲۵	۵	تقی
۲۸	۲	زندان	۴۲	۳	زنداں
۳۱	۲	ماواو	۴۶	۴	ماواو
۳۱	۴	کردن	۴۶	۶	کردن
۳۱	۵	خونِ آشام		۷	خونِ آشام
۳۲	۲	ضعیفان	۴۷	۷	ضعیفان
۴۷	۲	دولت	۶۹	۲	دولت

۷۰ حاشیہ نمبر ۱ الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء ۴۷ حاشیہ نمبر ۱ ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء

صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	صحیح
۷۰	۵	ہجرت آموز وطن	۲۸	۲	ہجرت آموز وطن
۷۱	۵	الہی	۲۸	۹	الہی
۷۲	۱	لا یبلی	۳۹	۱	لا یبلی
		حاشیہ لا یبلی	۳۹		حاشیہ نمبر ۱ لا یبلی
۷۹	۶	چیں	۵۳	۱	چین
۸۱	۵	ترکیب تو	۵۵	۳	ترکیب نو
۸۷	۷	ما و طیں	۵۹	۴	ماء و طیں
۹۵	۵	مستیز	۶۳	۷	مستیر
۹۸	۱	برخاک	۶۶	۵	باخاک
۹۸	۸	ابراہیم	۶۶	۱۲	ابراہیم
۱۱۶	۴	حس	۷۷	۹	حس
۱۳۲	۳	شب یارا	۸۹	۷	شب یلدا

اسرار و رموز (یکجا)

صفحہ	سطر	صحیح
		دیباچہ ہی حذف کر دیا گیا ہے
		ایضاً
		ایضاً
۹۵	۱۱	یا حٰی
۱۲۸	۱۰	تازہ از تکبیر
۱۳۲		حاشیہ نمبر ۲ الداع
۱۸۶	۱۲	مازاع
۱۹۳	۹	منات

رموز بے خودی، اول

صفحہ	سطر	غلط
دیباچہ ۱	۵	اقوام کے حیات
دیباچہ ۲	۴	مضبوط
دیباچہ ۳	۵	دوتوں
۵	۳	یا حٰی و
۴۴	۵	تازہ از تکبیر
۶۱		حاشیہ نمبر ۲ الداع
۱۲۱	۸	مازاع
۱۳۲	۸	منات

مگر مندرجہ ذیل اغلاط، اسرار و رموز (یکجا) میں بدستور موجود ہیں:

اسرار و رموز (یکجا)			اسرارِ خودی، دوم		
صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	غلط
۲	۹	خداؤرستم	۲	۳	خداؤرستم
۹	۲	نگہت	۱۳	۶	نگہت
۱۲	۲	حیاتِ تعینات	۱۸	۲	حیاتِ تعینات
۳۱	۶	نحسن	۴۶	۸	نحسن
۴۳	۱	خوبکرپاس	۶۳	۲	خوبکرپاس
۴۵	۸	زنداں گل [مزید غلطی یہ کہ "دل" کو کمسور کر دیا]	۶۷	۲	زنداں گل
۴۷	۳	ماوٹیں	۶۹	۳	ماوٹیں
۴۷	۴	لا اِلٰه	۶۹	۴	لا اِلٰه
۴۸	۲	حاشیہ نمبر ۲ تالوا لبر	۷۱	۲	حاشیہ تالوا لبر
۴۹	۲	حکمران	۷۲	۲	حکمران
۶۶	۶	صحراؤدشت	۹۸	۲	صحراؤدشت
۶۶	۱۲	آذر	۹۸	۸	آذر
۶۸	۱۱	طلاطم	۱۰۲	۱	طلاطم
۷۳	۸	آگئی (یہ بھی غلط ہے)	۱۱۱	۵	آگہ
۷۵	۱۱	نغمہائے	۱۱۳	۷	نغمہائے
۷۶	۷	حاشیہ نمبر اولہ	۱۱۴	۷	حاشیہ نمبر اولہ
۸۶	۶	بالاؤ	۱۲۷	۶	بالاؤ

آدرش (یعنی اس لفظ میں غلطی کی صورت بدل گئی ہے۔
 ”آزرش“ اور ”آدرش“ دونوں غلط ہیں۔ صحیح ”آزرش“ ہے۔)

آدرش ۴ ۱۳۳

اسرار و رموز (یکجا)

رموزیے خودی، اول

صفحہ	سطر	غلط
۱۰۳	۴	پارہائے
۱۰۵		حاشیہ الرحمن
۱۰۶	۱۱	اندیشہا
۱۰۸	۹	چشمہائے
۱۰۹	۳	صدیق راصدیق
۱۱۶		حاشیہ نمبر ۲ کا الیث
۱۱۸	۴	خداست
۱۲۱	۸	حیلہ جوئے (یہ بھی غلط ہے)
۱۲۲		حاشیہ نمبر ۲ یا مروتکم
۱۳۳		حاشیہ آیہ شریفہ کا متن بدستور غلط ہے
۱۴۰	۱۱	رحمة اللعالمین
۱۴۲		حاشیہ نمبر ۱ بدستور غلط
		حاشیہ نکرا
۱۴۵	۳	رازئی
۱۶۲		حاشیہ نمبر ۳ لتکونو
۱۶۲		حاشیہ نمبر ۳ وما ضل
۱۷۳		حاشیہ لباسکم

صفحہ	سطر	غلط
۹	۵	پارہائے
۱۲	۸	حاشیہ الرحمن
۱۴	۶	اندیشہا
۱۸	۳	چشمہائے
۱۸	۶	صدیق راصدیق
۲۹		حاشیہ نمبر ۱ کا الیث
۳۱	۸	خداست
۳۴	۳	حیلہ جوئی
۳۸		حاشیہ نمبر ۲ یا مروتکم
۴۸		حاشیہ آیہ شریفہ کا متن غلط ہے
۵۹	۷	رحمة اللعالمین
۶۱		حاشیہ نمبر ۱ فقط طموا..... زبراً
		حاشیہ نکرا
۶۳	۶	رازئی
۸۷		حاشیہ نمبر ۱ لتکونو
۸۷		حاشیہ نمبر ۳ وما ضل
۱۰۳		حاشیہ نمبر ۱ لباسکم

صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	غلط
۱۱۶	۶	باللہ	۱۸۳	۶	باللہ
۱۲۱	۸	زَاغُ البَصْرِ	۱۸۶	۱۲	زَاغُ البَصْرِ [”ز“ پر زیر کی جگہ زبر بنائی گئی ہے مگر یہ بھی غلط ہے۔]

اسرار و رموز (یکجا) میں مندرجہ ذیل نئی اغلاط روپذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۱۲	روی	روی
۱۶	۷	موسیٰ	موسیٰ
۳۳	۴	گوہر شیری	گوہر شیری
۳۳	۶	جوہر آئینہ	جوہر آئینہ
۳۳	۹	دلہا و قنہا	دلہا و تنہا
۳۳	۱۰	فرود	فرود
۳۷	۱۱	نیزد	نیزد
۴۰	۴	خستہ و ما	خستہ ما
۴۵		حاشیہ نمبر ۱ حاشیے کا آخری حصہ ”تلخ ہے، آیہ قرآنی کی طرف“ چھوٹ گیا ہے۔	
۴۵	۵	پدا	پیدا
۵۳	۵	رہزن	رہزن
۹۰	۱	ایں و آں	این و آں (دوسرے اڈیشن میں اس غلطی کی اصلاح کردی گئی تھی، مگر زیر نظر اڈیشن میں یہ غلطی دوبارہ روپذیر ہو گئی ہے۔)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۴	۳	فرمود	فرسود
۹۵	۷	پارینہ	پارینہ
۹۸	۸	ظاہر شہ از قوم	ظاہر شہ از قوم
۱۰۹	۱۱	در گلت را خود	در گلت خود را
۱۱۹	۵	پاپاؤ سلطان	پاپا و سلطان
۱۲۷	۱۱	یزداں	یزداں ^۲
۱۳۰	حاشیہ	والآدم	وا آدم
۱۴۴	۱۰	قہستان	کہستاں ^۱
۱۴۸	۷	شتر سوار	اشتر سوار
۱۵۰	۱۰	قدتم	درتم
۱۵۶	۱۲	سینہ او	سینہ او
۱۷۰	۴	بگذارش	بگذارش

یہ لفظ اس شعر میں آیا ہے:

-۱

شاید از سیل قہستان بر خوری
باز در آغوش طوقاں پروری

غلام رسول مہرنے ”قہستان“ کو کاتب کی غلطی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: ”یہاں کہستاں ہونا چاہیے، کیونکہ قہستان (خراسان) کو سیل سے کوئی مناسبت نہیں۔ (مطالب اسرار و رموز: ۲۳۰-۲۳۱) مولانا مہر کی اصلاح قابل توجہ ہے، تاہم یہ غلطی کاتب کی نہیں۔ یہ شعر پہلی بار اسرار و رموز (۱۹۲۳ء) میں شامل کیا گیا تھا۔ اس میں اور بعد کے تمام اڈیشنوں میں ”قہستان“ ہے۔ کلیات اقبال، فارسی (لاہور، ۱۹۷۳ء) کی کتابت مولانا مہر کی راہنمائی اور نگرانی میں ہوئی، اس میں بھی ”قہستاں“ ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا خیال ہے کہ: ”علامہ نے کہستاں کو قہستاں لکھ کر اپنے لہجے اور ذوق کی خارا پسندی کا ثبوت دیا ہے۔“ (مقدمہ، مقالات اقبال: ص ۱۴) درحقیقت یہاں ”قہستاں“ کا محل نہیں، ۱۹۲۳ء میں پہلی بار ”کہستاں“ کے بجائے غلطی سے ”قہستاں“ چھپ گیا۔ علامہ اقبال کی زندگی میں ۱۹۲۳ء میں مطبوعہ یہ اسرار و رموز کا آخری اڈیشن تھا، بعد میں اس لفظ کی تصحیح نہیں ہو سکی۔ ممکن ہے، خود علامہ اقبال نے مسودے میں ”قہستاں“ لکھا ہو اور غلط میں یہ بات ناممکن نہیں۔ اگر ایسا ہے تب بھی یہ غلطی ایسی واضح ہے کہ اسے تبدیل کرنا ضروری ہے، اسی لیے ہم نے اسے غلط قرار دیا ہے۔

اسرار و رموز^۱ کا دوسرا ایڈیشن (اسرار خودی، طبع چہارم اور رموز بے خودی، طبع سوم) نسبتاً بڑی تقطیع پر شائع ہوا۔ سرورق پر نمبر لگانے والی مشین سے سال اشاعت 1928 درج کیا گیا ہے۔^۲

بالعموم، شعری مجموعوں کی کتابت، عبدالمجید پرویس رقم کیا کرتے تھے، مگر اس ایڈیشن کی کتابت ”محمد حسن خوشنویس چوک متی لاہور“ نے کی ہے۔ اسی زمانے میں مطبوعہ زیور عجم (۱۹۲۷ء) کی کتابت بھی ایک اور خوش نویس (محمد صدیق) نے کی۔ کسی غیر معمولی سبب سے، کتابت پرویس رقم کے بجائے محمد حسن اور محمد صدیق سے کرائی گئی۔ ممکن ہے ان ایام میں منشی عبدالمجید، لاہور میں موجود نہ ہوں۔ اسرار و رموز کے اس ایڈیشن کی تقطیع (۱۹×۱۴ اس م) سابق ایڈیشن سے قدرے بڑی ہے مگر بارہ سطر مسطر برقرار رکھا گیا ہے۔ مختلف ابواب کے آغاز و اختتام اور اشعار و حواشی کی ترتیب وغیرہ میں سابقہ ایڈیشن کا اتباع کیا گیا ہے۔ سرورق کی عبارت حسب سابق ہے، مگر سرورق کے اندر، سرورق کے صفحہ نمبر ۲ سے دیا چھ حذف کر دیا گیا ہے اور اس جگہ بار اشاعت کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

اسرار خودی: اشاعت چہارم

رموز بے خودی: اشاعت سوم

۱۹۲۸ء کے اس ایڈیشن میں طبع اول (یکجا، ۱۹۲۳ء) کے حسب ذیل صفحات نمبر کی اصلاح

ہوئی ہے۔ [وضاحت: ۹ میں ۹ سے مراد ہے صفحہ نمبر اور ۲ سے مراد ہے سطر نمبر]

$\frac{۳۹}{۲}$	$\frac{۲۸}{۲}$	$\frac{۲۵}{۵}$	$\frac{۲۴}{۱}$	$\frac{۳۷}{۱۱}$	$\frac{۳۳}{۱۰}$	$\frac{۳۳}{۹}$	$\frac{۳۳}{۶}$	$\frac{۳۳}{۴}$	$\frac{۱۰}{۱۲}$		
$\frac{۱۱۶}{۱۱}$	$\frac{۱۰۹}{۱۱}$	$\frac{۱۰۹}{۳}$	$\frac{۱۰۶}{۱۱}$	$\frac{۱۰۴}{۹}$	$\frac{۹۸}{۸}$	$\frac{۹۵}{۸}$	$\frac{۹۴}{۳}$	$\frac{۹۰}{۱}$	$\frac{۷۷}{۷}$	$\frac{۷۴}{۸}$	$\frac{۵۳}{۵}$
$\frac{۱۸۶}{۱۲}$	$\frac{۱۷۰}{۴}$	$\frac{۱۶۲}{۳}$	$\frac{۱۶۲}{۳}$	$\frac{۱۵۶}{۱۲}$	$\frac{۱۵۰}{۱۰}$	$\frac{۱۴۸}{۷}$	$\frac{۱۴۲}{۳}$	$\frac{۱۴۲}{۳}$	$\frac{۱۴۲}{۳}$	$\frac{۱۲۱}{۸}$	
$\frac{۱۹۸}{۱}$	$\frac{۱۹۵}{۴}$	$\frac{۱۹۴}{۹}$	$\frac{۱۹۱}{۹}$	”ز“ کی زبر ہٹا دی ہے۔ اب اسے مضموم پڑھا جاسکتا ہے)							

۱- آئندہ سطور میں اسرار و رموز سے ”اسرار و رموز (یکجا)“ مراد لیا جائے گا۔

۲- مختلف کتب خانوں میں اس ایڈیشن کے جو نسخے، رقم الحروف کی نظر سے گزرے، ان سب پر اسی طرح نمبر لگانے والی مشین سے سال اشاعت درج ہے۔ غالباً طباعت کے وقت سال اشاعت نہ لکھا جاسکا، اس لیے بعد میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔

تاہم طبع اول (یکجا، ۱۹۲۳ء) کے مندرجہ ذیل صفحات کی اغلاط (جن کی مفصل نشان وہی گذشتہ صفحات میں کی جا چکی ہے) ۱۹۲۸ء کے اس اڈیشن میں بھی بدستور موجود ہیں:

$$\frac{۲۹}{۲}، \frac{۱۲}{۲}، \frac{۲}{۲}، \frac{۳۱}{۶}، \frac{۴۰}{۲}، \frac{۴۵}{۸}، \frac{۴۷}{۳}، \frac{۴۷}{۲}، \frac{۴۹}{۲}، \frac{۱۶}{۷}، \frac{۱۲}{۲}، \frac{۲}{۲}$$

(غلطی کی صورت بدل گئی ہے)، حاشیہ نمبر ۱

$$\frac{۷۶}{۱۱}، \frac{۷۵}{۱۱}، \frac{۶۸}{۱۱}، \frac{۶۶}{۱۲}، \frac{۶۶}{۶}، \frac{۱۰۸}{۹}، \frac{۱۰۵}{۲}، \frac{۱۰۵}{۳}، \frac{۱۰۳}{۳}، \frac{۹۰}{۲}، \frac{۸۶}{۶}$$

(حاشیہ کا آخری حصہ: ”آیہ قرآنی کی طرف“ چھوٹ گیا ہے)، حاشیہ نمبر ۲

$$\frac{۱۲۳}{۵}، \frac{۱۱۹}{۵}، \frac{۱۱۸}{۲}، \frac{۱۰۸}{۹}، \frac{۱۰۵}{۲}، \frac{۱۰۵}{۳}، \frac{۱۰۳}{۳}، \frac{۹۰}{۲}، \frac{۸۶}{۶}$$

(آڈرش بھی غلط ہے)، حاشیہ نمبر ۳

$$\frac{۱۳۰}{۱۱}، \frac{۱۳۰}{۱۱}، \frac{۱۳۳}{۱۱}، \frac{۱۳۳}{۱۱}، \frac{۱۳۰}{۱۱}، \frac{۱۲۷}{۱۱}$$

(آیہ شریفہ کا یہ متن بھی غلط ہے)، حاشیہ نمبر ۴

$$\frac{۱۹۷}{۱۰}، \frac{۱۸۳}{۶}، \frac{۱۷۳}{۶}، \frac{۱۶۸}{۳}، \frac{۱۴۵}{۳}، \frac{۱۴۲}{۲}، \frac{۱۴۲}{۲}، \frac{۱۳۲}{۲}، \frac{۱۳۲}{۲}، \frac{۱۳۰}{۱۱}، \frac{۱۲۷}{۱۱}$$

(غلطی کی نوعیت بدل گئی ہے)، حاشیہ نمبر ۵

اسرار و رموز کے اس اڈیشن (۱۹۲۸ء) میں کچھ نئی اغلاط بھی رو پذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱۰	پہلا مصرع: گزشت	گذشت
۶	۲	پئے	پئے
۱۶	۷	موسیٰ	موسیٰ
۲۲	۱۰	بے تجلی	بے تجلی
۳۷	۹	حس	حسن
۴۲	حاشیہ	دورق	زورق
۵۱	۵	امکان	امکان
۵۲	۲	سوزیم	سازیم
۶۱	۷	گام دل	کام دل
۶۷	۱۱	ناروسامان	نازسامان
۷۵	حاشیہ نمبر ۲	جندی	بجدی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۵	حاشیہ نمبر ۶	گزار	گذار
۸۱	۴	میل	میل
۸۱	۵ مصرع ۲	شوی	شوی
۸۳	۴	نارِخُر	نارِخُر
۱۵۱	۲	رعنائے تو	رعنائے او
۱۶۶	۴	پرست	پرست
۱۷۰	۱	ایں و آں	ایں و آں
۱۷۱	۷	بردار و اندازدازو	بردار و اندازدازو
۱۷۱	۷	سرگزشت	سرگزشت
۱۷۱	۹	مصرع ثانی: سرگزشت	سرگزشت
۱۷۱	۱۰	سرگزشت	سرگزشت

متذکرہ بالا اڈیشن، علامہ اقبال کی زندگی میں اشاعت پذیر ہونے والا، اسرار و رموز کا آخری اڈیشن تھا۔ اگلا اڈیشن بارہ برس کے وقفے سے ۱۹۴۰ء میں چھپا۔ یہ اسرار و رموز (یکجا) کا تیسرا اڈیشن تھا۔ پہلے اور دوسرے اڈیشن میں سرورق کی پیشانی پر تسمیہ کے علامتی یا ابجدی اعداد ”۷۸۶“ درج کیے گئے تھے، اس اڈیشن میں، انھیں غالباً نادانستہ طور پر، ترک کر دیا گیا۔ اقبال کی وفات کے بعد، شائع ہونے والے اس پہلے اڈیشن پر حقوق اشاعت سے متعلق یہ جملہ پہلی بار درج کیا گیا: ”جملہ حقوق مع حق ترجمہ بحق جاوید اقبال خلف الصدق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال علیہ الرحمۃ محفوظ ہیں۔“ قلم قدرے جلی ہے تاہم ابواب کے آغاز و اختتام پر، اشعار و حواشی کی ترتیب وغیرہ میں سابقہ اڈیشن (۱۹۳۸ء) ہی پیش نظر رہا ہے۔

۱۹۴۰ء کے اس اڈیشن میں، طبع دوم (یکجا، ۱۹۲۸ء) کے مندرجہ ذیل صفحات کی اغلاط کی تصحیح

ہوگئی ہے:

۶	۱۶	۲۴	۳۷	۴۴	۵۱	۶۱	۶۶	۶۷	۷۲
۲	۷	۱۰	۹	حاشیہ	۵	۷	۶	۱۱	۱

$\frac{۱۷۳}{\text{حاشیہ}}$	$\frac{۱۷۰}{۱}$	$\frac{۱۵۱}{۲}$	$\frac{۱۱۹}{۵}$	$\frac{۸۳}{۲}$	$\frac{۸۱}{۵}$	$\frac{۸۱}{۳}$	$\frac{۷۵}{۶}$
----------------------------	-----------------	-----------------	-----------------	----------------	----------------	----------------	----------------

تاہم طبع دوم (یکجا، ۱۹۲۸ء) کے مندرجہ ذیل صفحات کی اغلاط (جن کی مفصل نشان دہی

گذشتہ صفحات میں کی جا چکی ہے) ۱۹۴۰ء کے اس اڈیشن میں بھی بدستور موجود ہیں:

$\frac{۷۵}{\text{حاشیہ}}$	$\frac{۶۸}{۱۱}$	$\frac{۶۶}{۱۲}$	$\frac{۵۲}{۲}$	$\frac{۴۷}{\text{حاشیہ نمبر ۱}}$	$\frac{۴۷}{۳}$	$\frac{۴۷}{۳}$	$\frac{۴۵}{۸}$	$\frac{۴۰}{۲}$	$\frac{۳۱}{۶}$	$\frac{۱۲}{۲}$	$\frac{۵}{۱۰}$	$\frac{۲}{۳}$
---------------------------	-----------------	-----------------	----------------	----------------------------------	----------------	----------------	----------------	----------------	----------------	----------------	----------------	---------------

$\frac{۱۳۰}{\text{حاشیہ}}$	$\frac{۱۲۵}{۱۱}$	$\frac{۱۲۲}{\text{حاشیہ نمبر ۲}}$	$\frac{۱۱۸}{۳}$	$\frac{۱۰۸}{۹}$	$\frac{۱۰۵}{\text{حاشیہ ۲}}$	$\frac{۱۰۵}{۲}$	$\frac{۱۰۳}{۳}$	$\frac{۹۰}{۳}$	$\frac{۸۶}{۶}$	$\frac{۸۱}{۵}$	$\frac{۷۶}{\text{حاشیہ نمبر ۱}}$	$\frac{۷۵}{۱۱}$
$\frac{۱۳۳}{\text{حاشیہ}}$	$\frac{۱۳۰}{۱۱}$	$\frac{۱۲۵}{۳}$	$\frac{۱۲۶}{۳}$	$\frac{۱۲۶}{۳}$	$\frac{۱۲۶}{۳}$	$\frac{۱۲۶}{۳}$	$\frac{۱۲۶}{۳}$	$\frac{۱۲۶}{۳}$	$\frac{۱۲۶}{۳}$	$\frac{۱۲۶}{۳}$	$\frac{۱۲۶}{۳}$	$\frac{۱۲۶}{۳}$

۱۹۴۰ء کے اس اڈیشن میں چند نئی اغلاط روپذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۹	رخت نازے	رخت باز
۵	۱۰	مصرع ثانی: گزشت	گذشت
۹	حاشیہ نمبر ۱	لیلے	لیلے
۷۵	۶	گزار	گزار
۷۶	حاشیہ نمبر ۲	حاشیہ کا باقی حصہ [لا اُحْبُ الافیلین کی طرف ۱۲] غلطی سے حذف ہو گیا ہے۔	

۱۱۱	۳	خوف	خوف
۱۱۸	۴	لا نَبِی	لا نَبِی
۱۲۸	۳	خواند	خواہد
۱۵۶	۱۲	سینہ او پروریم	سینہ او پروریم

یہ اغلاط، تعداد میں، سابقہ اشاعتوں کے مقابلے میں خاصی کم ہیں۔ جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خوش نویس اور نگران اشاعت نے نسبتاً زیادہ تردد اور احتیاط سے کام لیا۔

اسرار و رموز کی آئندہ اشاعت ۱۹۴۸ء میں عمل میں آئی۔ یہ اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی کی چوتھی یکجا اشاعت تھی۔ اس اڈیشن میں سرورق کے الفاظ تبدیل کر دیے گئے۔ اب اس کی صورت یہ ہے:

جملہ حقوق محفوظ

اسرار و رموز

اقبال

سرورق کے اندر (پشت پر) کتاب کے بار اشاعت سے متعلق مندرجہ ذیل کوائف درج ہیں:

(زیر نگرانی) اسرار و رموز (ہر دو یکجا) بار دوم ۱۹۴۰ء

چودھری محمد حسین اسرار و رموز (ہر دو یکجا) بار سوم ۱۹۴۸ء

(پانچ ہزار) ایم اے

یہ معلومات درست نہیں ہیں۔ اسرار و رموز (ہر دو یکجا) کی مختلف اشاعتوں کے بارے میں صحیح صورت حال اس طرح ہے:

یکجا بار اول: ۱۹۲۳ء، اسرارِ خودی اشاعت سوم، رموزِ بے خودی اشاعت دوم

یکجا بار دوم: ۱۹۲۸ء، ایضاً، اشاعت چہارم، ایضاً، اشاعت سوم

یکجا بار سوم: ۱۹۴۰ء، ایضاً، اشاعت پنجم، ایضاً، اشاعت چہارم

یکجا بار چہارم: ۱۹۴۸ء، ایضاً، اشاعت ششم، ایضاً، اشاعت پنجم

اس اڈیشن (۱۹۴۸ء) میں سابقہ اڈیشن (۱۹۴۰ء) کی مندرجہ ذیل صفحات کی غلطیوں کی تصحیح

ہوگئی ہے:

$\frac{۱۱۱}{۳}$	$\frac{۱۰۵}{۲}$	$\frac{۱۰۵}{۲}$	$\frac{۸۱}{۵}$	$\frac{۷۵}{۶}$	$\frac{۴۷}{۳}$	$\frac{۴۰}{۴}$	$\frac{۳۱}{۶}$
	حاشیہ						

تاہم مندرجہ ذیل صفحات کی اغلاط بدستور موجود ہیں:

$\frac{۵۲}{۳}$	$\frac{۴۹}{۳}$	$\frac{۴۷}{۴}$	$\frac{۴۵}{۸}$	$\frac{۴۳}{۵}$	$\frac{۱۶}{۷}$	$\frac{۱۲}{۲}$	$\frac{۹}{۶}$	حاشیہ نمبر ۱	(مصرع اول اور مصرع ثانی)
$\frac{۱۱۸}{۴}$	$\frac{۱۱۸}{۹}$	$\frac{۱۰۸}{۹}$	$\frac{۱۰۳}{۴}$	$\frac{۹۰}{۴}$	$\frac{۸۶}{۴}$	$\frac{۷۶}{۶}$	$\frac{۷۶}{۶}$	حاشیہ نمبر ۲	حاشیہ نمبر ۱
$\frac{۱۶۶}{۴}$	$\frac{۱۵۶}{۱۲}$	$\frac{۱۴۸}{۱۱}$	$\frac{۱۴۸}{۳}$	$\frac{۱۴۵}{۳}$	$\frac{۱۴۰}{۱۱}$	$\frac{۱۳۳}{۱۱}$	$\frac{۱۳۰}{۱۱}$	حاشیہ نمبر ۲	حاشیہ نمبر ۱
$\frac{۱۶۸}{۴}$	$\frac{۱۶۸}{۷}$	$\frac{۱۶۱}{۹}$	$\frac{۱۶۱}{۱۰}$	$\frac{۱۶۱}{۱۰}$	$\frac{۱۶۱}{۹}$	$\frac{۱۶۱}{۷}$	$\frac{۱۶۸}{۷}$	حاشیہ نمبر ۲	(دو اغلاط)

اس ایڈیشن (۱۹۴۸ء) میں مندرجہ ذیل نئی اغلاط روپذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۷	حاشیہ نمبر ۱ محذوف ہے:	”رامش گیری: نغمہ و سرود“
۵	۱	حاشیہ نمبر ۱ محذوف ہے:	”نام صحیح“
۹	۸	حاشیہ نمبر ۱ محذوف ہے:	”طے: لیلیٰ کے قبیلے کا نام“
۴۵	۳	سرخود	سرخوش
۵۰	۳	عنا گیرد	عناں گیرد
۵۵	۱۰	کین	کین
۷۶	۱۱	نگرگ	نگرگ
۸۱	۹	ایں و آں	ایں و آں
۸۵	حاشیہ نمبر ۱	خَلَقْ	خَلَقْ
۸۶	۸	خاصعین	خاصعین
۸۶	حاشیہ نمبر ۲	تنزل۔ آیہ	تنزل۔ آیہ
۹۸	۲	کہکشاں	کہکشاں
۱۲۰	حاشیہ نمبر ۱	اتَّقُكُمْ	اتَّقُكُمْ
۱۲۲	۹	صلح و کین	صلح و کین
۱۲۳	۸	ناتواں	ناتواں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۳	۵	دعوے	دعوے
۱۳۲	۷	مخفلس	مخفلس
۱۵۶	۱۲	شیریں	شیریں
۱۸۶	۱۲	البَصْرَ	البَصْرَ
۱۹۶	۹	بخشدہ	بخشدہ

اس اڈیشن کی پلیٹوں کو محفوظ کر لیا گیا اور ۱۹۷۱ء تک اسرار و رموز انجی پلیٹوں سے طبع کی جاتی رہی (ان اڈیشنوں کی کتابیاتی تفصیل، ضمیمہ نمبر ۱ میں ملاحظہ کیجیے)۔

چنانچہ ان سب اڈیشنوں میں، ۱۹۳۸ء کے اڈیشن کی تمام اغلاط موجود ہیں۔ البتہ بکثرت طباعت سے، ان پلیٹوں میں خرابی کے سبب، ان اڈیشنوں میں کہیں کہیں نئی اغلاط رونما ہو گئی ہیں، مثلاً:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۹	۹	اختبار	اعتبار
۸۳	۲	بنی	بنی
۸۷	۱۱	کارش	کارمش
۱۰۲	۱۱	دمترے	دفترے
۱۳۰	۳	با است	با اامت

۱۹۷۲ء میں، تمام شعری مجموعوں کی کتابت از سر نو کرائی گئی، چنانچہ اسرار و رموز کے بعد کے اڈیشن (۱۹۷۶ء و ما بعد) اسی نئی کتابت (از محمود اللہ صدیقی) سے طبع کیے گئے ہیں۔ ان اڈیشنوں کے محاسن و معائب پر، آئندہ صفحات میں کلیات اقبال فارسی کے ضمن میں بحث ہوگی۔

✽ پیام مشرق

علامہ اقبال رموز بے خودی کی تکمیل و طباعت (۱۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء) اور معاً بعد اسرار خودی کے دوسرے اڈیشن کی تیاری سے فارغ ہوئے تو فارسی گوئی کی طرف ان کا میلان زوروں پر تھا۔

اگرچہ گاہے گاہے، وہ اُردو میں بھی شعر کہ لیتے تھے، مگر ”دل کا بخار“ نکلنے کے لیے اُردو کے مقابلے میں فارسی کو زیادہ موزوں پاتے تھے۔ یوں تو پیام مشرق کی ایک غزل اُنھوں نے ۱۹۱۵ء میں کہی تھی اور ممکن ہے، بعض دیگر غزلیات اسی دور میں، یا اُس سے بھی پہلے کہی ہوں، تاہم پیام مشرق کی طرف پوری توجہ، اُنھوں نے اسرارِ خودی، طبعِ دوم کی تکمیل کے بعد ہی، مبذول کی۔

ابتدا میں ان کا خیال تھا کہ اُردو اور فارسی منظومات کو ملا کر سٹے ایک مجموعہ تیار کر لیا جائے (اکتوبر ۱۹۱۹ء)، مگر بعد میں اُردو کلام کو مجوزہ مجموعے میں شامل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس طرح دیوان فارسی کی ضخامت مجوزہ مجموعے کے محض ایک تہائی کے برابر بنتی تھی۔ تقریباً ساڑھے تین برس بعد، ۱۹۲۳ء کے اوائل میں، پیام مشرق کی اشاعت کا ڈول ڈالا گیا۔ اقبال چاہتے تھے کہ ان کے ذہن میں جو مزید ”چند ضروری“ نظمیں موجود ہیں، وہ بھی صفحہ قرطاس پر منتقل ہو جائیں، تب مجموعہ شائع کیا جائے، مگر ان کے والدِ مکرم کا اصرار تھا کہ جتنا ہو چکا ہے، اسے شائع کر دیا جائے۔ چنانچہ فروری ۱۹۲۳ء سے اشاعت کی تیاری شروع ہو گئی، مارچ اور اپریل کتابت و طباعت کے مراحل میں گزر گئے۔ پہلے متن کتاب (یعنی لالہ طور سے آخر تک، ص ۲۰۰ تا ۲۰۰) کی کتابت ہوئی، دیباچہ^۵ اور پیش کش کے صفحات (الف تا ح) بعد میں لکھے گئے۔^۹

۱- مکاتیبِ اقبال بنام گرامی: ص ۹۹

۲- ایضاً: ص ۹۹ تا ۱۰۰

۳- اقبال نامہ، اول: ص ۱۰۷

۴- اقبال نامہ، دوم: ص ۱۵۹

۵- اقبال نامہ، اول: ص ۲۳۲ [اس خط کا صحیح سال تحریر ۱۹۲۳ء ہے۔]

۶- اقبال نامہ، اول: ص ۲۲۱-۲۲۲

۷- اس عرصے میں، اقبال اپنے دوستوں کو پیامِ مشرق کے اشاعتی مراحل سے آگاہ کرتے رہے۔

(مکاتیبِ اقبال بنام گرامی: ص ۲۲۷-۲۲۸- شاد اقبال: ص ۱۳۹)۔

۸- اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ ایک قلمی بیاض میں، اقبال کی اپنی تحریر میں وہ ابتدائی نکات ملتے ہیں، جس کی بنیاد پر اُنھوں نے پیامِ مشرق کا دیباچہ لکھا۔ یہ دستِ نوشت نکات انگریزی میں ہیں۔ اس غیر مطبوعہ تحریر کے لیے ملاحظہ کیجئے: ضمیمہ نمبر ۲۔

۹- انوارِ اقبال: ص ۱۷۲

مہاراجا کشن پرشاد شاد کو ۱۸ مئی ۱۹۲۳ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں: ”دو ہفتے سے علیل ہوں، حالتِ علالت میں پیام مشرق کی اشاعت ہوئی، میں نے پبلشر کو ایک نسخہ ارسال کرنے کا پہلے ہی لکھ رکھا تھا، گویا کتاب ۴ مئی کے بعد کسی روز چھپ کر تیار ہوئی۔ اس اثنا میں شاد کو کتاب مل چکی تھی۔ انھوں نے اقبال کے نام ۱۴ مئی کے خط میں پیام مشرق کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اگر شاد کو یہ کتاب دو روز بھی پہلے ملی ہو، یعنی ۱۲ مئی کو، تو لاہور سے ۸ یا ۹ کو روانہ کی گئی ہوگی۔ گویا کتاب ۵ سے ۹ مئی کے درمیان کسی روز مطبع سے چھپ کر آئی۔

اوپر ذکر آچکا ہے کہ اسرار خودی کے دوسرے ایڈیشن کی تکمیل و طباعت (۱۹۱۸ء) کے بعد ہی، اقبال پیام مشرق کی طرف یکسوئی کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ گویا پیام مشرق کا زیادہ تر حصہ ۱۹۱۸ء اور ۱۹۲۳ء کے درمیان لکھا گیا۔ اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ، اقبال کی قلمی بیاضوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ان بیاضوں میں پیام مشرق کی متعدد منظومات کے ساتھ ان کا زمانہ تحریر درج ہے، مثلاً:

پیام مشرق ص:	۲۵۹	نظم بوے گل	۱۹۱۸ء
	۲۸۶	شایین و ماہی	مئی ۱۹۲۲ء
	۳۲۶	غزل (تیر و سناں و خنجر.....)	جولائی ۱۹۱۸ء
	۳۵۷	پیام	وسط اپریل ۱۹۱۹ء

۱- شاد اقبال: ص ۱۴۷

۲- اس اعتبار سے پیام مشرق کی تاریخ اشاعت کے بارے میں مندرجہ ذیل بیانات تصحیح طلب ہیں:

(۱) محمد عبداللہ قریشی: ”۱۹۲۳ء..... یہ سال پیام مشرق کی اشاعت کا ہے۔“ (مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۶۹)

(۲) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار: پیام مشرق اپریل ۱۹۲۳ء کے آخر میں شائع ہوئی۔“ (اقبال کا ذہنی ارتقا: ص ۱۱۴)۔

(۳) عبدالحجیر سارک: ”کیم مئی [۱۹۲۳ء] کو پیام مشرق شائع ہوگی۔“ (ذکر اقبال: ص ۱۲۱)۔

(۴) ڈاکٹر عبدالسلام خورشید: ”یہ کتاب کیم مئی ۱۹۲۳ء کو منظر عام پر آئی۔ (سرگذشت اقبال: ص ۱۸۳)۔

بعض اشارات سے کئی نظموں کے پس منظر پر بھی روشنی پڑتی ہے مثلاً: علامہ اقبال نے صفحہ ۳۶۵ کی نظم ”فلسفہ سیاست“ کے پہلے شعر کے دوسرے مصرعے پر نشان بنا کر حاشیے میں انگریزی کا یہ جملہ درج کیا ہے:

Bradley's definition of metaphysics which suggested this half verse.

رباعی نمبر ۱۲۸ تا ۱۵۱ کے ساتھ یہ نوٹ درج ہے: ”رباعیاتِ بالا درنو بہار شملہ نوشتہ شد“۔ مولانا سلیمان ندوی کے نام ۳ اگست ۱۹۲۲ء کے خط پر مقامِ تحریر ”شملہ نو بہار“ درج ہے۔ گویا یہ رباعیات اگست ۱۹۲۲ء میں لکھی گئیں۔

پیامِ مشرق کی کتابت عبدالحمید (پرویں رقم) نے کی۔ متن کا مسطر بارہ سطری اور دیاچے (صفحہ الف تا ح = ۸ صفحات) کا اکیس سطری ہے۔ رباعیات (لالہ طور) کا مسطر آٹھ سطری (فی صفحہ: دو رباعیات) ہے۔ سب سے بڑی خامی یہ نظر آتی ہے کہ آغاز میں فہرستِ مضامین نہیں دی گئی۔ مزید برآں اس میں مندرجہ ذیل اغلاط بھی موجود ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ب	۱۲	افسانہ	افسانہ
د	۱۹	بودن	بوڈن
ہ	۲۰	سوائے	سوا
۱۳	۳	آذر	آزر
۲۰	۲	کلیساؤ	کلیساو
۷۲	۷	بند	بیند
۸۵	۱۰	آزرم	آزرم
۸۹	۹	نگہت	نگہت
۱۰۳	۹	کوہسار	کہسار
۱۱۲	۸	لالہ خاک	لالہ زخاک
۱۱۷	۴	مصرعہ	مصرع
۱۱۹	۵	لِللہ	لِلہ
۱۲۷	۹	فقیہہ	فقیہ
۱۳۰	حاشیہ	دوبند	رو بند

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۳	۸	فقہیہ	فقہیہ
۱۴۳	۹	بفتویٰ	بفتویٰ
۱۵۸	۱	زر	زد
۱۶۳	۱۰	درا	درآ
۱۸۷	۴	جام آورد	جام آمد
۱۹۲	۱	برد	برو
۱۹۲	۶	ظَلِّ ہماؤ	ظَلِّ ہماو
۱۹۷	۱	برناؤ پیر	برناو پیر

پیام مشرق منظر عام پر آتے ہی، دو ہفتے کے اندر نصف کے قریب فروخت ہو گئی۔ اس غیر معمولی مقبولیت کے پیش نظر اقبال نے ۱۹۲۳ء کی تعطیلات گرما ہی میں دوسرا ایڈیشن مرتب کرنا شروع کر دیا (جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ: ”عالمی جرمی میں طبع ہوگی“)- پہلا ایڈیشن ۲ فروری ۱۹۲۳ء تک ختم ہو گیا، اس اثنا میں دوسرا ایڈیشن مرتب ہو کر کتابت ہو چکا تھا۔ چنانچہ فروری ۱۹۲۳ء ہی میں یہ ایڈیشن طباعت کے لیے پریس بھیج دیا گیا اور مارچ کے پہلے ہفتے میں منظر عام پر آیا۔^۵

یہ ذکر آچکا ہے کہ اقبال پہلے ایڈیشن میں مزید کئی ”ضروری“ منظومات بھی شامل کرنا چاہتے تھے، مگر شیخ نور محمد کے اصرار پر، کتاب، اضافوں کے بغیر ہی، جلد شائع کرنی پڑی۔ اب دوسرے

- ۱- مکتبہ اقبال بنام نیاز: ص ۳۵
- ۲- انوار اقبال: ص ۱۹۵ [ممکن ہے یہ خیال علامہ اقبال کو اس لیے آیا ہو کہ اسی زمانے میں ان کے اردو کلام کا مجموعہ، مطبع کویانی برلن سے چھاپنے کی تجویز سامنے آئی تھی۔ مکتوبات اقبال: ص ۳]
- ۳- اقبال نامہ، دوم: ص ۱۶۶
- ۴- مکتبہ اقبال بنام نیاز: ص ۴۹
- ۵- اقبال نے میاں نظام الدین کو نسخہ ہدیہ کیا، اس پر ۲۷ مارچ ۱۹۲۳ء کی تاریخ درج ہے (بحوالہ: اوراق گم گشتہ: ص ۱۳۹)۔ پروفیسر براؤن کو پیش کردہ نسخے پر ۱۰ مارچ ۱۹۲۳ء کی تاریخ درج ہے۔ گلس دیکھیے: اقبال یورپ میں طبع دوم ۱۹۹۹ء، ص ۳۷۳

[پیام مشرق کی فروخت کے بارے میں عبدالمجید سالک کے دو متضاد بیانات ملتے ہیں: اول، پیام مشرق کا پہلا ایڈیشن آٹھ نومبر کی مدت میں ختم ہو گیا (ذکر اقبال: ص ۱۲۳)۔ دوم، بیگم گرامی کے نام ۱۵ فروری ۱۹۲۵ء کے خط میں لکھتے ہیں: پیام مشرق کا پہلا ایڈیشن جو ایک ہزار (بقیہ آئندہ صفحے پر)

اڈیشن میں، انھوں نے اڑتالیس صفحات کا اضافہ کیا۔ متعدد اشعار اور حواشی حذف کر دیے اور پہلے اڈیشن پر تبصروں اور بعض احباب کے مشوروں کی روشنی میں کئی اشعار میں ترامیم بھی کیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

(الف) محذوفات:

(۱) طبع اول، ص ۱۱۰ کی نظم ”حکایت“ (طبع دوم: ص ۱۳۶-۱۳۷ بعنوان ”حکمت فرنگ“) کے یہ دو اشعار:

بہ طرزِ نوی برکشند جاں ز تن کہ خود را بخود زنده داند بدن

خوردگر ادب پیک مرگ از فرنگ بہ تاراج جانہا شود تیز چنگ

(۲) طبع اول، ص ۱۱۹ کی نظم ”لسان العصر اکبر مرحوم“۔

(۳) طبع اول ص ۱۵ کا قطعہ:

ولے از خویشتن نا آشنائی

بگردوں فکر تو دارد رسائی

کہ از زیر زمین نخلے بر آئی

یکے بر خود کشا چوں داند چشمے

(۴) صفحہ نمبر ۱۸ کے یہ اشعار (نمبر ۳۰):

ز گل ریزد خدا نقش وجودم

برہمن شیخ رازو زے چه خوش گفت

ز بودش بود می کردد نبودم

نمی دانم کہ ہمتائے ندارد

بہاے عنصر خود را فزودم

ولے از گل تراشیدم مثالش

(بقیہ گذشتہ صفحہ)

کی تعداد میں چھپا تھا، اب تک ختم نہیں ہوا، حالانکہ سال ڈیڑھ سال کی مدت، اس کی طباعت پر گزرتی۔“ (خطوط اقبال بنام بیگم گرامی: ص ۶۴) یہ بیان درست نہیں ہے۔ راقم کے خیال میں سالک کو اس غلط بیانی کی ”ضرورت“ اس لیے پیش آئی کہ بیگم گرامی، دیوانِ گرامی کی مقبولیت اور فروخت کے بارے میں کسی غلط فہمی میں نہ رہیں۔

۱- سرود رفتہ (ص ۱۹۳) اور باقیات اقبال (طبع سوم، ص ۲۳۹) میں یہ نظم موجود ہے مگر:

(الف) نظم کا عنوان ”مرثیہ اکبر الہ آبادی“ ہے۔

(ب) یہ شعر جو طبع اول میں نظم کا تیسرا شعر تھا، موجود نہیں ہے:

گے گریے او چو ایر بہارے

گے خندہ او چو تیغ اصلے

(ج) شعر نمبر ۵ میں ”زبائندہ“ کی جگہ ”براقندہ“ اور ”بجانہا“ کی جگہ ”زمانہا“ ہے۔

(۵) صفحہ نمبر ۶۴ کی رباعی نمبر ۲۲:

بگو اے چارہ گر میں شعلہ چیت،
کہ در خونم رواں مانند آب است
نگہ در جستجو، جاں ناکلیب
خرد حیران و دل در پیچ و تاب است

(۶) صفحہ نمبر ۱۶۷ تا ۱۶۸ کی نظم ”پیام“ (کلیات: ص ۳۵۷) کے مندرجہ ذیل دو اشعار:

علم و حکمت اگرش خوائے سگی باز دہد
آدمی زادہ دانا ز دواں خوار تر است
خواجہ را قیمت عیش است اگر مُرد غلام
بندہ آزاد تر و خواجہ گرفتار است

(۷) مندرجہ ذیل حواشی:

طبع اول، صفحہ نمبر ۱۱۰: (۲) ہور- سورج (۳) غاز- گیس

(کلیات: ص ۲۹۶، متعلق بستر نمبر ۶)

صفحہ نمبر ۱۳۰: ۱- دو بند- نقاب-

(کلیات: ص ۳۱۵، متعلق بستر نمبر ۱۲)

صفحہ نمبر ۱۴۸: ۱- رہ و مقام موسیقی کی اصطلاحیں ہیں-

(کلیات: ص ۳۲۹، متعلق بستر نمبر ۵)

صفحہ نمبر ۱۶۹: ۱- گوئے کا ہم وطن وہم عصر شاعر تھا-

(کلیات: ص ۲۹۸، متعلق بستر نمبر ۶)

صفحہ نمبر ۱۷۷: ۱- مشہور و معروف جرمن فلسفی-

(کلیات: ص ۳۷۱، متعلق بستر نمبر ۱)

صفحہ نمبر ۱۷۸: ۲- جرمن فلسفی بیگل-

(کلیات: ص ۳۷۲، متعلق بستر نمبر ۱)

صفحہ نمبر ۱۸۲: ۱- مولانا جلال الدین رومی-

(کلیات: ص ۳۷۶، متعلق بستر نمبر ۳)

(ب) اضافات:

- (۱) طبع دوم میں دو صفحات کی ”فہرست مطالب“ (دونوں صفحات کا شمار نہیں کیا گیا)۔
 (۲) ”اشاعت دوم“ عنوان کے تحت مندرجہ ذیل دیا جاوے:
 ”دوسری اشاعت میں متعدد نظموں، غزلوں اور رباعیات کا اضافہ ہے۔ بعض بعض جگہ لفظی ترمیم بھی ہے۔ کتاب کی ترتیب بحیثیت مجموعی وہی ہے، جو پہلی تھی۔“

اقبال

(ص: ”ن“)

(۳) مندرجہ ذیل نظمیں:

طبع دوم، ص ۱۱۲، کلیات: ص ۲۶۸	سرود انجم
ایضاً، ص ۱۱۶، ایضاً: ص ۲۷۱	نسیم صبح
ایضاً، ص ۱۱۷، ایضاً: ص ۲۷۲	پند باز بائچہ/خولیش
ایضاً، ص ۱۱۹، ایضاً: ص ۲۷۳	کرم کتابی
ایضاً، ص ۱۲۰، ایضاً: ص ۲۷۴	کبر و ناز
ایضاً، ص ۱۲۲، ایضاً: ص ۲۷۶	کرمک شب تاب
ایضاً، ص ۱۲۵، ایضاً: ص ۲۷۹	حدی
ایضاً، ص ۱۳۰، ایضاً: ص ۲۸۲	قطرہ آب
ایضاً، ص ۱۳۶، ایضاً: ص ۲۸۸	تہائی
ایضاً، ص ۱۴۲، ایضاً: ص ۲۹۲	عشق
ایضاً، ص ۱۴۷، ایضاً: ص ۲۹۶	حور و شاعر
ایضاً، ص ۱۵۱، ایضاً: ص ۲۹۹	جوئے آب

(۴) مندرجہ ذیل رباعیات:

کلیات: ص ۳۰۱	رباعی نمبر ۱۸: تہی ازہائے.....
ایضاً، ص ۱۰۳	نمبر ۲۴: رہے در سینہ.....
ایضاً، ص ۲۰۵	نمبر ۳۰: بروں از.....

نمبر ۷۶: پاپے خود.....	کلیات: ص ۲۲۰
نمبر ۱۲۲: بہ سائے.....	ایضاً، ص ۲۳۵
نمبر ۱۴۴: خرد کر پاس.....	ایضاً، ص ۲۴۳
نمبر ۱۵۴: مشونو مید.....	ایضاً، ص ۲۴۶
نمبر ۱۵۵: جہان رنگ و بو.....	ایضاً، ص ۲۴۶
نمبر ۱۵۶: تو می گوئی کہ.....	ایضاً، ص ۲۴۷
نمبر ۱۵۷: بساطم خالی از.....	ایضاً، ص ۲۴۷
نمبر ۱۵۹: بحرف اندر گیری.....	ایضاً، ص ۲۴۸
نمبر ۱۶۰: بہر دل عشق.....	ایضاً، ص ۲۴۸
نمبر ۱۶۱: ہنوز از بند.....	ایضاً، ص ۲۴۸

(۵) مندرجہ ذیل اشعار:

طبع اول (ص ۱۰۰-۱۰۱) میں نظم ”شبنم“ (کلیات: ص ۲۸۹) ”بر لالہ چکیدم“ پر ختم ہوتی ہے۔ باقی اشعار، طبع دوم میں ایزاد کیے گئے۔

ایک شعر: بجاک ہند.....	کلیات: ص ۳۱۶
ایک شعر: زخودر میدہ.....	ایضاً، ص ۳۱۶
ایک شعر: ملکِ جم.....	ایضاً، ص ۳۲۹
ایک شعر: دانش اندوخت.....	

سے نظم کے اختتام تک ۴۱ اشعار کا اضافہ ایضاً، ص ۳۵۸-۳۶۳

(۶) غزلیات از سوز سخن (کلیات: ص ۳۴۱-۳۵۴) کا اضافہ بہ استثناء صفحہ نمبر ۳ کے ابتدائی اشعار:

(۷) طبع اول (ص ۲۰۰) کے آخری بلا عنوان دو اشعار کو طبع دوم (ص ۲۵۸) میں ”آزادی بحر“ کا عنوان دیا گیا (کلیات: ص ۳۸۷)۔

(ج) تراجم:

صفحہ ۳۲ طبع دوم

صفحہ ۳۲ طبع اول

۵	۱۱-۱۲	سب سے زیادہ مقبول مشرقی رنگ کا شاعر
۱۲	۱۸	نمبر ۱۸ کے تحت مندرج اشعار کو ”کرک شب تاب“ کا عنوان دے کر ”شاہین و ماہی“ اور ”صدی“ کے درمیان درج کیا گیا۔
۳۱	۶۶-۷	نمبر ۷ کے تحت مندرج اشعار کو ”حقیقت“ کا عنوان دے کر ”کرک شب تاب“ اور ”صدی“ کے درمیان درج کیا گیا۔
۶۷	۳	ع ۳ کہ از نور خودی بید خدا را
۷۷	۳	ع ۳ کہ با نور خودی بید خدا را
۷۸	۳	ع ۳ جہاں را از نگاہ من ندید است
۹۰	۱-۲	۱-۲ زندانے کہ بند ز آتش کشادہ اند
		آجے گزاشت است کہ بونا نام دہ اند
۱۰۸	۱	دیناے عمل
		۱۳۳ جہاں عمل
۱۱۰	۱	حکایت
		۱۳۶ حکمت فرنگ

۱۶۹ نظم ”زندگی و عمل“، آٹھ مصرعوں (۳ اشعار) پر مشتمل ہے۔ طبع دوم (ص ۱۵۰) میں، انھیں اس طرح لکھا گیا ہے کہ چار مصرعے (دو اشعار) معلوم ہوتے ہیں۔ اس انداز میں:

ساحل افتادہ گفت گرچہ بے زلتم

بچ نہ معلوم شد آہ کہ من چھستم

علامہ اقبال کی ایک قلمی بیاض میں بھی اس نظم کو آٹھ مصرعوں (چار اشعار) کی شکل ہی میں لکھا گیا ہے۔ طبع دوم میں موجودہ صورت بنائی گئی۔

۲۴۱ حاشیہ نوٹ: بیٹھنا نے سمجھی فلسفہ اخلاق پر زبردست حملہ کیا ہے اس کا داغ اس واسطے کا فر ہے۔

۱۷۷ حاشیہ ۲- بیٹھنا نے نصرانیت پر ایسا زبردست حملہ کیا ہے کہ یہ مذہب اس حملہ سے بچنے میں جان بوجھ کر ہو سکے گا۔ بیٹھنا کی تنقید نصرانیت خالص اسلامی نقطہ خیال سے ہے۔

۳- اس کا داغ اس واسطے کا فر ہے۔

۲۴۶ حاشیہ نوٹ: نکتہ دان.....

۱۸۲ حاشیہ ۲- نکتہ دان.....

۳ ع جام اور روشن تراز آئیہ اسکندر است
۴ ع ورنہ در محفل گل لالہ تہی جام آمد

۳ ع جام اور روشن تراز جام جم و اسکندر است
۴ ع ورنہ در محفل گل لالہ تہی جام آورد

(د) تقدیم و تاخیر:

طبع دوم میں متعدد اشعار و مصارح کی ترتیب تبدیل کر دی گئی، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) رباعی نمبر ۹۹ کے مصرعوں کو اس طرح تبدیل کیا گیا:

طبع اول: ص ۵۲

طبع دوم: ص ۶۰

چساں زاید تمنا در دلِ ما؟	چساں گنجید دل اندر گلِ ما؟
چساں سوزد چراغِ منزلِ ما؟	چساں زاید تمنا در دلِ ما؟
بچشمِ ما کہ می بیند؟ چه بیند؟	بچشمِ ما کہ می بیند؟ چه بیند؟
چساں سوزد چراغِ منزلِ ما؟	چساں گنجید دل اندر گلِ ما؟

(کلیات: ص ۲۸۸)

(۲) طبع اول کی رباعی نمبر ۱۴۴ [رگِ مسلم.....] کو طبع دوم میں رباعی نمبر ۱۵۸ بنا دیا گیا۔

(۳) نظم ”تسخیرِ فطرت“ کے پہلے چار شعروں کی ترتیب میں اس طرح رد و بدل کیا گیا:

طبع اول: ص ۸۵

طبع دوم: ص ۹۷

(۱) نعرہ زد.....	(۱) نعرہ زد.....
(۲) خبرے رفت.....	(۲) خبرے رفت.....
(۳) آرزو بے خبر.....	(۳) آرزو بے خبر.....
(۴) فطرت آشفقت.....	(۴) آرزو بے خبر.....

(۴) طبع اول کی نظم ”حکایت“ (ص ۱۱۰-۱۱۱، کلیات: ص ۲۹۵-۲۹۶ بعنوان ”حکمتِ فرنگ“) کا

موجودہ آخری شعر [فرست این.....] ابتدائی ترتیب کے مطابق نظم کا چھٹا شعر تھا۔

(۵) کلیات: ص ۳۴۴ کے پہلے تین اشعار [از تب و تاب.....] طبع اول (ص ۱۶۳) میں

غزل [در جہاں.....] / کلیات: ص ۳۴۰ کے بعد درج ہیں۔

(۶) نظم ”زندگی و عمل“ طبع اول (ص ۱۶۹) میں ”پیام“ اور ”جمعیت الاقوام“ کے درمیان میں

تھی، مگر طبع دوم (ص ۱۵۰) میں اسے ”حور و شاعر“ اور ”الملک اللہ“ کے درمیان لے جایا گیا ہے۔

(۷) طبع اول (ص ۲۰۰) کے آخری دو اشعار کو طبع دوم (ص ۲۵۸) میں ”خردہ“ سے پہلے لایا

گیا (اور ”آزادی بجز“ کا عنوان دیا گیا)۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۶	جھانے	جہانے
۲۸	۷	نوبھاران	نوبہاراں
۹۸	۶	مازگان	مایگان
۱۱۴	۶	ناؤنوش	ناونوش
۱۱۷	۶	گیروصید	گیردز صید
۲۱۱	۲	آذری	آزری
۲۴۱	۶	آذر	آزر

۱۹۲۹ء کے ابتدائی مہینوں میں پیام مشرق کے تیسرے ایڈیشن کی کتابت شروع ہوئی۔ اسی اثنا میں مطبع جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے مہتمم، محمد مجیب کی درخواست پر علامہ اقبال نے انھیں تیسرا ایڈیشن شائع کرنے کی اجازت دے دی۔ کتابت شدہ کاپیاں دہلی روانہ کر دی گئیں اور کتاب دہلی میں چھپ گئی۔ ۲۴۸ کتابیں لاہور پہنچنے کی اطلاع، اقبال نے ۲ اگست کے مکتوب میں دی۔ اس سے واضح ہے کہ تیسرا ایڈیشن جولائی ۱۹۲۹ء کے آخر میں اشاعت پذیر ہوا۔

طبع سوم کی قطع، طبع دوم سے قدرے بڑی ہے۔ سرورق پر ”مطبع جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی“ کے الفاظ اور آخری صفحے پر ”کتاب ہذا ملنے کا پتہ“ کے تحت شیخ مبارک علی کا پتا درج ہے۔ اس اعلان کے علاوہ، نذیر نیازی کے نام علامہ کے ایک مکتوب سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جامعہ کی ذمہ داری، محض طباعت تک محدود تھی۔ طبع سوم کے کاغذ میں واٹر مارک میں یہ الفاظ پڑھے جاسکتے ہیں:

World Cream Laid 5316 Norway

یہ کاغذ پہلے اور دوسرے ایڈیشن کے کاغذ سے نسبتاً دبیز ضرور ہے مگر ان تینوں ایڈیشنوں کا کاغذ، شکن پڑنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

- ۱- مکتوبات اقبال: ص ۵
- ۲- پرویں رقم کو بطور اجرت کتابت مبلغ ایک سو تیس روپے ادا کیے گئے۔ (صحیفہ، اقبال نمبر، اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء، ص ۳۳)۔
- ۳- مکتوبات اقبال: ص ۱۲
- ۴- ایضاً۔

طبع سوم کی کتابت بھی، عبدالمجید پرویں رقم نے کی۔ اس اڈیشن (۱۹۲۹ء) میں طبع دوم کی حسب ذیل اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے:

$$\text{صفحات: } \frac{۱۸}{۶}, \frac{۲۸}{۷}, \frac{۹۸}{۶}, \frac{۱۱۷}{۶}, \frac{۱۳۲}{۹}, \frac{۱۵۰}{۷}$$

تاہم مندرجہ ذیل غلطیاں بدستور موجود ہیں۔ صفحات:

$$\frac{۲۰۸}{۱۰}, \frac{۲۰۸}{۲}, \frac{۱۸۴}{۱}, \frac{۱۶۷}{۹}, \frac{۱۱۴}{۶}, \frac{۱۰۱}{۹}, \frac{۹۷}{۱۰}, \frac{۲۸}{۲}, \frac{۲۲}{۳}, \frac{۸}{۲}, \frac{۲}{۱}, \frac{۲}{۱}, \frac{۲۱۱}{۲}, \frac{۲۳۱}{۶}, \frac{۲۵۶}{۱}, \frac{۲۵۶}{۲}$$

طبع سوم میں مندرجہ ذیل نئی اغلاط روپذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
د	۷	موزون	موزون
د	۱۰	بریا	برپا
۲	۴	رمزیات	رمزحیات
۳	۸	رمن	زمن
۱۷۸	۶	سیسیاڈنیرنگ	سیسیا و نیرنگ
۲۵۲	۷	بگدازم	بگدازم

چوتھا اڈیشن ۱۹۳۲ء میں چودھری محمد حسین ایم اے کی نگرانی میں شائع ہوا۔ پرویں رقم سے اس کی از سر نو کتابت کرائی گئی۔ خوش نوٹیس نے ترتیب و تعداد صفحات اور عنوانات وغیرہ میں تیسرے اڈیشن کو پیش نظر رکھا ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ علامہ کے انتقال کے بعد، ان کی کتابوں میں کسی قسم کا رد و بدل نامناسب ہے۔

طبع چہارم میں، تیسرے اڈیشن کی مندرجہ ذیل اغلاط کی تصحیح ہو گئی ہے:

$$\text{صفحات: } \frac{۲}{۷}, \frac{۲}{۱}, \frac{۲}{۱}, \frac{۳}{۸}, \frac{۱۱۷}{۶}, \frac{۲۰۸}{۱۰}, \frac{۲۵۲}{۷}, \frac{۲۵۶}{۱}$$

تاہم، مندرجہ ذیل صفحات کی غلطیاں دور نہیں ہو سکیں۔

$$\text{صفحات: } \frac{۲}{۲} (\text{فہرست مطالب})، \frac{۸}{۱۱}، \frac{۲۲}{۳}، \frac{۲۸}{۱۰}، \frac{۹۷}{۹}، \frac{۱۰۱}{۶}، \frac{۱۱۴}{۶}، \frac{۱۶۷}{۹}، \frac{۱۸۷}{۱}، \frac{۱۸۷}{۲}$$

$$\frac{۱۸۷}{۲} (\text{ایک کھڑے زبر کا اضافہ کیا گیا ہے، مگر یہ الما بھی غلط ہے}) \frac{۲۱۱}{۲}، \frac{۲۳۱}{۶}، \frac{۲۵۶}{۶}$$

طبع چہارم میں نئی غلطی صرف ایک ہے۔ فہرست مطالب (ص ۱۵) میں ۱۱ تا ۹۳ صحیح ہے، نہ کہ ۱۱ تا ۹۳۔

اس اڈیشن کی پلیٹیں محفوظ کر لی گئیں اور ۱۹۷۱ء تک طبع ہونے والے تمام اڈیشن انہی پلیٹوں سے طبع کیے جاتے رہے، تاہم بعد کے اڈیشنوں کو بغور دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض صفحات کی پلیٹیں ضائع ہو گئیں، اس لیے ان حصوں کی دوبارہ کتابت کرا کے نئی پلیٹیں تیار کی گئیں۔ تفصیل اس طرح ہے:

ص نمبر ۲۳۰ تا ۲۳۱ اور یہ صفحات بدستور طبع چہارم کی پلیٹوں سے طبع کیے جاتے رہے۔
ص نمبر ۲۳۹ تا ۲۵۶
کاپی الف: ص ۲۳۱ تا ۲۳۸
کاپی ب: ص ۲۵۷ تا ۲۶۴

مگر طبع ہفتم (۱۹۲۸ء) کی آخری کاپی (ص ۲۵۷-۲۶۴) طبع ششم کے بجائے طبع چہارم کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔ نہ معلوم یہ کیوں کر ہوا؟ طبع پنجم کے موقع پر کاپی ”ب“ کی پلیٹیں گم ہونے کے سبب، اس کی ازسرنو کتابت کرائی گئی تھی، ممکن ہے طبع ہفتم کے موقع پر گم شدہ پلیٹ مل جانے کی وجہ سے ساتواں اڈیشن اسی سے طبع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہو، مگر بعد کے اڈیشنوں میں کاپی ”ب“، ایک بار پھر طبع چہارم سے طبع کی گئی معلوم ہوتی ہے۔

✽ زبور مجم

پیام مشرق (طبع اول، مئی ۱۹۲۳ء) کی اشاعت کے بعد کا سارا فارسی کلام، علامہ اقبال نے پیام مشرق کے دوسرے اڈیشن (مارچ ۱۹۲۴ء) میں شامل کر دیا تھا۔ اس اثنا میں فارسی گوئی کا سلسلہ جاری رہا۔ جلد ہی انہوں نے محسوس کیا کہ کچھ عرصے بعد ایک نئے فارسی مجموعے کی ترتیب و تدوین

ناگزیر ہوگی۔ جولائی ۱۹۲۳ء میں خان نیاز الدین خان کے نام اور اگست ۱۹۲۳ء میں محمد سعید الدین جعفری کے نام کا مکتبہ کا تیب میں انہوں نے *Songs of Modern David* اور زیورِ جدید کے ناموں سے جس موعودہ کتاب کا تذکرہ کیا ہے، وہی بعد میں زیورِ عجم کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس طرح یہ کہنا غلط نہیں کہ زیورِ عجم کا آغاز ۱۹۲۳ء ہی میں ہو گیا تھا، مگر اس کی تکمیل کم و بیش اڑھائی برس بعد جا کر ہوئی۔

۲۶ جنوری ۱۹۲۷ء کے زمیندار میں یہ خبر شائع ہوئی: ”نہایت مسرت کے ساتھ قارئین کرام کو یہ مژدہ سنایا جاتا ہے کہ علامہ اقبال کی تازہ تصنیف زیورِ عجم بالکل مکمل ہو گئی ہے اور سنا جاتا ہے کہ دو چار روز میں اس کی کتابت شروع ہو جائے گی۔“ مولانا گرامی کے نام ۳۱ جنوری ۱۹۲۷ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں: ”میری کتاب زیورِ عجم ختم ہو گئی ہے۔ ایک دو روز تک کا تب کے ہاتھ میں جائے گی اور پندرہ دن کے اندر اندر شائع ہو جائے گی،“ مگر کتابت سے طباعت تک کا مرحلہ طے ہونے میں پندرہ دن کے بجائے کئی ماہ صرف ہو گئے اور کتاب جون کے تیسرے ہفتے میں طبع ہو کر منظر عام پر آئی۔“

طبعِ اول کی کتابت خلاف معمول پرویں رقم کے بجائے محمد صدیق (بعد ازاں الملقب بہ ”الماس رقم“) نے کی۔ یہ کتابت نسبتاً خفی ہے۔ ہر صفحے پر چہار گوشہ تیل بوٹے بنائے گئے ہیں۔ صحتِ املا کے نقطہ نظر سے، محمد صدیق کی خوش نویسی کے بعض پہلو بہت اچھے ہیں، مثلاً: انہوں نے واوِ عطف پر ہمزہ (ء) کی علامت نہیں بنائی، یاے اضافت پر بھی ہمزہ بنانے سے احتراز کیا ہے، ”فقیر“ کو ”فقیرہ“ نہیں لکھا، جب کہ پرویں رقم عام طور پر اس غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ محمد صدیق نے بعض الفاظ کو ملا کر لکھا ہے، مثلاً: کچکچس، میکشاں (ص ۱۹۳) یہ ناما نوس انداز ہے۔ یہ ضرور ہے کہ پرویں رقم کی کتابت مجموعی حسن اور خوش نمائی میں، محمد صدیق کی کتابت پر فوقیت رکھتی ہے۔

۱- مکتبہ اقبال بنام نیاز: ص ۵۰

۲- اوراقِ گم گشتہ: ص ۱۱۸

۳- مکتبہ اقبال بنام گرامی: ص ۲۳۱

۴- طبعِ اول پر ماہ و سال طباعت درج نہیں ہے، مگر ۲۱ جون ۱۹۲۷ء کے انقلاب میں منشی طاہر الدین کی طرف سے زیورِ عجم کا ایک اشتہار شائع ہوا، جس میں بتایا گیا کہ ”تازہ تصنیف چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔“ زیورِ عجم کی بعد کی اشاعتوں میں بھی ”طبعِ اول جون ۱۹۲۷ء“ درج ہے۔ اقبال نے میاں نظام الدین کو جو نسخہ پیش کیا، اُس پر ”محمد اقبال ۲۹ جون ۲۷ء“ درج ہے (اوراقِ گم گشتہ: ص ۱۳۸)۔

طبع اول کا کاغذ نسبتاً دبیز ہے۔ کاغذ کے واٹر مارک میں Super Fine کے الفاظ واضح نظر آتے ہیں۔ مزید برآں ایک ”تاج“ کا نشان بھی موجود ہے۔ اس نسخے کے حوض کا سائز (ساڑھے ۹×۱۳ س م) ہے، جو پرویں رقم کے کتابت شدہ نسخوں کے حوض (۱۱×۱۷ س م) سے نسبتاً چھوٹا ہے۔

زبور عجم کے پہلے ایڈیشن میں کتابت کی مندرجہ ذیل اغلاط موجود ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳	۳	فیص	فیض
۳۷	۶	بگا ہے	بگاہ
۴۳	۷	صرف	حرف
۴۵	۶	آذری	آزری
۱۷۰	۳	مہروماہ	مہرومہ
۱۹۷	۱۰	ایں	این
۲۰۵	۱۰	ہمیں	ہمیں
۲۱۰	۵	بہ	بر
۲۱۳	۶	زدانش	زدانش
۲۱۶	۲	برون	بروں
۲۱۸	۱	نگاراند	نگارند
۲۲۰	۴	سرامانہ	سرمایہ
۲۲۸	۳	چہ گوں است	چہ گون است
۲۲۹	۵	فرو آدر	فرو آرد
۲۳۰	۷	کمیں۔ ہمیں	کمیں۔ ہمیں
۲۳۷	۴	گماں۔ آں	گمان۔ آن
۲۵۷	۱	آذر	آزر
۲۵۷	۷	آذری	آزری

صفحہ نمبر ۴۰ (حصہ اول) پر غزل کا صحیح شمار نمبر ۲۳ ہے، نہ کہ ۳۳۔ یہ شمار نمبر ۸۶ تک غلط ہی (۶۶) چلتا ہے، جہاں غزل کا شمار نمبر ۶۶ درج کیا گیا ہے۔ درحقیقت کل غزلیں ۵۶ ہیں۔

پہلا ایڈیشن چند برس میں ختم ہو گیا تھا۔ دوسرا ایڈیشن، علامہ کی زندگی میں نہ چھپ سکا بلکہ طبع اول کے پونے سترہ برس بعد اپریل ۱۹۴۳ء میں چودھری محمد حسین ایم اے کی نگرانی میں شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کی کتابت پرویں رقم نے کی ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، صفحے کا حوض (۱۱×۱۷ س م) طبع اول کے حوض (ساڑھے ۱۳×۹ س م) سے بڑا ہے، تاہم ترتیب اشعار وغیرہ بالعموم طبع اول کے مطابق ہے۔ بعض جگہ ایک شعر طبع اول میں ایک صفحے پر ہے، تو طبع دوم میں اگلے صفحے پر۔ اس طرح کا فرق دونوں ایڈیشنوں کے صفحات ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ وغیرہ پر موجود ہے۔ پرویں رقم نے حسب عادت یا بے اضافت اور واو عطف پر ہمزہ (ء) بنا دیا ہے، تاہم فقیر کو انہوں نے بعینہ رہنے دیا ہے (ص: ۱۸۰، ۲۳۳) اور فقیر نے نہیں بنایا ہے۔

طبع دوم میں اس شعر کا اضافہ کیا گیا ہے:

علم حاضر پیش آفل در سجود
شک بیفروود و یقین از دل ربود

(ص: ۲۵۴)

اور اس کے ساتھ حاشیے میں وضاحت درج ہے: ”ذبورِ عجم طبع اول میں یہ شعر کتاب سے سہواً حذف ہو گیا تھا۔ معلوم اس وقت ہوا جب کتاب تمام چھپ چکی، صرف اس شعر کے لیے کتاب کے ساتھ غلط نامہ کا شائع کرنا علامہ مرحوم نے مناسب نہ سمجھا (محمد حسین)۔“

طبع دوم (اپریل ۱۹۴۳ء) میں، طبع اول کے مندرجہ ذیل صفحات پر موجود غلطیوں کی تصحیح ہو گئی ہے:

۲۳	۳۷	۴۳	۱۹۷	۲۰۵	۲۱۰	۲۱۶	۲۲۰	۲۲۸	۲۳۰	۲۳۷
۳	۶	۷	۱۰	۱۰	۵	۲	۴	۳	۷	۴

تاہم حسب ذیل صفحوں کی اغلاط بدستور طبع دوم میں بھی موجود ہیں:

۳۵	۱۷۰	۲۱۳	۲۱۸	۲۲۹	۲۵۷	۲۵۷
۶	۳	۶	۱	۵	۱	۷

۱- نذیر نیازی کے نام ۲ مئی ۱۹۳۵ء کے مکتوب میں علامہ اقبال لکھتے ہیں: ذبورِ عجم کی طباعت کا انتظام فوراً ہو سکتا ہے، مگر میرا ارادہ ہے ذبورِ عجم، اب کے مجمع [کذا] اردو ترجمہ شائع ہو۔ (مکتوبات اقبال: ص ۲۶۹-۲۷۰) مگر علامہ کی زندگی میں ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

اسی طرح غزلیات کے غلط شمار نمبر (ص ۸۶ تا ۴۰) بھی بدستور غلط ہیں۔ دوسرے اڈیشن میں کچھ نئی اغلاط روپذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷	۱	کارزار	کارزار
۵۰	۳	کجاؤ تو	کجاؤ تو
۱۹۷	۳	ہنگامہ	ہنگامہ
۲۶۲	۲	رفنگان	رفنگان

تیسرا اڈیشن ستمبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا، جس پر غلطی سے ”ستمبر ۱۹۴۴ء“ درج ہے۔ سال طباعت کے اندراج میں یہ غلطی اس لیے یقیناً ایک غلطی ہے کہ اول تو چار ماہ کے قلیل عرصے میں طبع دوم کے ایک ہزار چار سو سونوں کا فروخت ہونا، قرین قیاس نہیں۔ اقبال کے کسی بھی مجموعے کے سلسلے میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی کتاب کا دوسرا اڈیشن اور وہ بھی فارسی مجموعہ، اس حیرت انگیز بلکہ معجزانہ تیزی سے فروخت ہوا ہو۔ اگر ایک لمحے کے لیے یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ واقعی ایسا ہوا تو یہ امر پیش نظر رہے کہ طبع سوم کے صفحات ۲۹ تا ۲۰۰ کی طباعت نئی پلیٹوں سے ہوئی، جو از سر نو کتابت کے بعد تیار کی گئیں۔ ۱۵۲ صفحات کی کتابت، کاپیوں کی تصحیح، پھر طباعت، بعد ازاں کتاب کی منظر عام پر آمد، ان سب مراحل کا ایک نہایت قلیل وقت میں طے ہونا، قریب قریب ناممکن ہے۔ خیال رہے کہ زبور عجم کی طبع اول کے بارے میں جنوری ۱۹۲۷ء میں علامہ نے توقع ظاہر کی تھی کہ پندرہ روز کے بعد کتاب تیار ہوگی! مگر عملاً چھ سات ماہ بعد (جولائی میں) ایسا ممکن ہو سکا۔ اس لحاظ سے یہ امر یقینی ہے کہ تیسرا اڈیشن ستمبر ۱۹۴۴ء میں نہیں، بلکہ ستمبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا (اس پر ”۱۹۴۴ء“ سہو کتابت ہے)۔ اس کے بعض حصے تو، طبع دوم کی پلیٹوں سے طبع کیے گئے، مگر چند حصوں کی کتابت نئی ہے۔ ان کی تفصیل اس طرح سے ہے:

صفحہ نمبر ۱ تا ۲۸ اور صفحہ نمبر ۲۰۱ تا آخر: طبع دوم کی پلیٹوں سے طباعت کی گئی۔
صفحہ نمبر ۲۹ تا ۲۰۰: نئی کتابت۔ یہ کتابت بھی پرویں رقم کی ہے۔

غالباً صفحات: ۲۰۹ تا ۲۰۰ کی پرانی پلٹیں خراب، گم یا ضائع ہو گئیں، اس لیے ان صفحات کی از سر نو کتابت کرا کے، نئی پلٹیں تیار کرائی گئیں۔

طبع سوم (ستمبر ۱۹۴۵ء) میں طبع دوم کی مندرجہ ذیل اغلاط کی تصحیح ہو گئی ہے: صفحات $\frac{۱۹۷}{۳}$ اور $\frac{۲۱۳}{۶}$

مزید برآں غزلوں کے شمار نمبر (ص ۲۰ تا ۴۸، اور ۵۸ تا ۶۳) کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے۔ تاہم طبع دوم کے مندرجہ ذیل صفحات کی اغلاط بدستور موجود ہیں:

$\frac{۲۵}{۶}$ ، $\frac{۴۷}{۱}$ ، $\frac{۵۰}{۳}$ ، $\frac{۵۲}{۳}$ ، $\frac{۱۷۰}{۳}$ ، $\frac{۲۱۸}{۱}$ ، $\frac{۲۲۹}{۵}$ ، $\frac{۲۵۷}{۱}$ ، $\frac{۲۵۷}{۷}$ اور $\frac{۲۶۲}{۲}$ ۔ غزلوں کے نمبر شمار

(ص ۵۰ تا ۵۶ اور ص ۶۶ تا ۸۶) بھی بدستور غلط ہیں۔

چوتھا ایڈیشن ستمبر ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔ اس میں صفحہ نمبر ۴۹ سے نمبر ۵۶ اور نمبر ۶۵ سے نمبر ۲۰۰ تک کی طباعت، طبع سوم کی پلٹیوں سے کی گئی، مگر باقی صفحات (نمبر ۱ تا ۴۸ اور نمبر ۵۷ تا نمبر ۶۳، اور ۲۰۱ تا آخر) کی از سر نو کتابت کرائی گئی۔ یہ کتابت واضح طور پر پرویں رقم کے بجائے کسی اور خوش نویس کی ہے۔ اس ایڈیشن میں بھی طبع سوم کا ماہ و سال طباعت ستمبر ۱۹۴۴ء لکھا گیا ہے، جو درست نہیں۔ اس ایڈیشن میں، طبع سوم کے مندرجہ ذیل صفحات کی غلطیوں کی تصحیح ہو گئی ہے:

صفحات $\frac{۲۲۹}{۵}$ ، $\frac{۴۷}{۱}$ تاہم مندرجہ ذیل صفحات کی غلطیاں طبع چہارم میں بھی بدستور موجود ہیں:

$\frac{۲۵}{۶}$ ، $\frac{۵۰}{۳}$ ، $\frac{۵۲}{۳}$ ، $\frac{۱۷۰}{۳}$ ، $\frac{۲۱۸}{۱}$ ، $\frac{۲۵۷}{۱}$ ، $\frac{۲۵۷}{۷}$ اور $\frac{۲۶۲}{۲}$ ۔

اسی طرح غزلوں کے شمار نمبر (ص ۵۰ تا ۵۶ اور ۶۶ تا ۸۶) بھی بدستور غلط ہیں۔ مزید برآں

ص ۴۳ پر بھی غزل کا نمبر شمار غلط ہے۔

اس ایڈیشن میں چند نئی اغلاط بھی رو پذیر ہو گئی ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲	۳	مغ بچّے	مغ بچّے
۳۷	۴	ہاؤفتد آتش	ہاؤفتد آتش
۲۰۵	۱۰	انگلیں۔ ہمیں	انگلیں۔ ہمیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۸	۷	مقالے	مقالے
۲۰۹	۳	درد	درو
۲۱۸	۹	کئیں	کئیں
۲۲۲	۴	غیر بین	غیر بین
۲۲۵	۱۲	چساں	چساں
۲۳۰	۷	کئیں، ہمیں	کئیں، ہمیں
۲۳۳	۱۱	کئیں، چئیں	کئیں، چئیں
۲۳۷	۳	تخمیں	تخمیں

پانچویں اڈیشن کا کوئی نسخہ راقم کو، تلاشِ بسیار کے باوجود، نہیں ملا۔ میرا خیال ہے کہ پانچواں اڈیشن وہی ہے، جسے غلطی سے طبع ششم شمار کیا گیا ہے۔ یہ بات ذیل کے تقابلی گوشوارے سے واضح ہوگی:

طبع سوم و چہارم پر اندراج	طبع ششم پر اندراج
طبع اوّل جون ۱۹۲۷ء دو ہزار	طبع اوّل جون ۱۹۲۷ء دو ہزار
طبع دوم اپریل ۱۹۳۲ء ایک ہزار چار سو	طبع دوم.....
طبع سوم ستمبر ۱۹۳۳ء دو ہزار	طبع سوم اپریل ۱۹۳۳ء ایک ہزار چار سو
طبع چہارم ۱۹۳۸ء پانچ ہزار	طبع چہارم ستمبر ۱۹۳۵ء دو ہزار
	طبع پنجم ستمبر ۱۹۳۸ء پانچ ہزار
	طبع ششم جون ۱۹۵۸ء دو ہزار

طبع سوم اور طبع چہارم میں، طبع سوم کا سال طباعت غلط طور پر ستمبر ۱۹۳۳ء درج کیا جاتا رہا۔ اب طبع پنجم کے موقع پر اس کی تصحیح کر کے، اسے ستمبر ۱۹۳۵ء بنا دیا گیا، مگر اسے طبع چہارم قرار دیا گیا، جو بدیہی طور پر غلط ہے۔ طبع چہارم پر ماہ و سال طباعت ستمبر ۱۹۳۸ء بالکل درست ہے۔ ستمبر ۱۹۳۵ء کی اشاعت کو ”چہارم“ قرار دینے کے بعد یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ ستمبر ۱۹۳۸ء کی اشاعت کو کس کھاتے میں ڈالا جائے؟ مہتمم مطبع یا خوش نویس نے اس مسئلے کو ”حل“ کرنے کے لیے ایک اور ”اشاعت پنجم“ اختراع کی،

جسے طبع چہارم کے سال طباعت سے جوڑ دیا گیا۔ اس تناقص (discrepancy) کا منہ بولتا ثبوت، خود طبع دوم کا گوشوارہ ہے، جس میں طبع دوم کے سامنے سال طباعت اور نہ تعداد کتب لکھی گئی ہے۔

بہر حال اس پانچویں ایڈیشن (جون ۱۹۵۸ء) کی کتابت و طباعت ہر اعتبار سے طبع چہارم (ستمبر ۱۹۴۸ء) کے مطابق ہے۔ طبع چہارم کی یہ پلیٹیں محفوظ کر لی گئیں اور آٹھویں ایڈیشن (ستمبر ۱۹۷۰ء) تک کی طباعت انہی پلیٹوں سے ہوتی رہی۔ ان تمام ایڈیشنوں میں، وہ سب اغلاط موجود ہیں، جن کی نشان دہی طبع چہارم کے ضمن میں کی جا چکی ہے۔

زیورِ عجم کا نواں ایڈیشن (اگست ۱۹۷۴ء) محمود اللہ صدیقی کی نئی کتابت سے تیار شدہ پلیٹوں سے طبع کیا گیا۔ ان کا جائزہ آئندہ صفحات میں کلیاتِ اقبال، فارسی کے ضمن میں لیا جائے گا۔

✽ جاوید نامہ

زیورِ عجم کی تکمیل کے معاً بعد، ۱۹۲۷ء ہی میں، اقبال کے اس منصوبے کا آغاز ہو گیا تھا، جسے وہ ”ڈیوائن کامیڈی کی طرح ایک اسلامی کامیڈی“ سمجھتے تھے۔ بعد میں یہ کتاب جاوید نامہ سے موسوم ہوئی۔ یہ، اس اعتبار سے اقبال کی اہم ترین تصنیف ہے کہ وہ اسے اپنی ”زندگی کا ماہصل“ بنانے کے لیے کوشاں رہے۔ جاوید نامہ کی تکمیل اپریل ۱۹۳۱ء میں ہوئی۔ کتابت کے مرحلے میں کئی ماہ گزر گئے۔ اقبال کو توقع تھی کہ کتاب اکتوبر تک شائع ہو جائے گی، مگر عملاً

۱- سید نذیر نیازی صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۲۷ء کے موسم گرما میں جب وہ ڈاکٹر عابد حسین کی معیت میں علامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو علامہ نے اپنی بیاض اشعار سے چند ”قطععات سنائے، جو آگے چل کر بہ حک و اضافہ، جاوید نامہ کا جواز بنے۔“ (مکتوباتِ اقبال، ص ۳۳) اس کی روشنی میں چودھری محمد حسین کا یہ بیان کہ اقبال نے: ”۱۹۲۹ء کی ابتدا میں جاوید نامہ لکھنا شروع کیا۔“ (اقبال، چودھری محمد حسین کسی نظر میں: ص ۲۰۳) محل نظر معلوم ہوتا ہے۔

۲- مکتوباتِ اقبال: ص ۳۳

۳- جاوید نامہ کا ذکر کرتے ہوئے محمد جمیل کے نام ایک خط میں لکھا:

(I hope to make [it] my life work. Letters of Iqbal: ص ۱۱۹)

۴- اقبال نامہ، دوم: ص ۳۸۸

۵- مکتوباتِ اقبال: ص ۷۳

فروری ۱۹۳۲ء کے اوائل میں لطیح ہو کر منظر عام پر آئی۔ ابتدا میں علامہ اقبال جاوید نامہ کا ایک ”دلچسپ دیباچہ“ بھی لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، مگر یہ ارادہ روئے عمل نہ آسکا اور زبورِ عجم کے دو اشعار کو دیباچے کی صورت دے دی گئی:

دیباچہ

خیال من بتما شائے آسماں بود است
بدوشِ ماہ و باغوشِ کہکشاں بود است
گماں مبر کہ ہمیں خاکداں نشین ماست
کہ ہر ستارہ جہان است یا جہاں بود است

اقبال

جاوید نامہ طبعِ اوّل کی تقطیع اور مسطر و غیرہ وہی ہے، جو اقبال نے اپنی شعری تصانیف کے لیے ایک طرح سے مستقلاً مقرر کر لیا تھا۔ کتابت پیر عبد الحمید کی ہے۔ سنگ ساز غلام محی الدین تھے۔ ان کا نام فولڈ (پوٹ) میں درج ہے۔ طبعِ اوّل کا کاغذ دیز اور پائدار ہے۔ آخر میں ایک علاحدہ کاغذ پر مندرجہ ذیل ”غلط نامہ“ شامل کیا گیا ہے:

صفحہ	نمبر شمار	غلط	صحیح
۱۳	شعر ۲، مصرع ثانی	بنی	دیدن
۳۳	شعر ۳، مصرع اوّل	فطرت	مطرب
۱۸۱	شعر ۳، مصرع اوّل	اے	ایں
۱۸۵	شعر ۵، مصرع اوّل	مرد	مرد
۲۰۱	شعر ۹، مصرع ثانی	قصر	فقر
۲۳۰	شعر ۳، مصرع ثانی	قاتلہ	قافلہ
۲۳۵	شعر ۹، مصرع اوّل	لجود	سجود

بیرونی سرورق کے صفحات کا شمار بھی، بطور الف ب کیا گیا ہے۔

۶- اقبال نامہ، دوم، ص: ۳۹۷

۷- اقبال نامہ، اوّل، ص: ۲۱۶

صفحہ ”ج“ پر اندرونی سرورق ہے۔ فہرست مضامین صفحہ ”ہ“ سے شروع ہو کر صفحہ ”سی“ پر ختم ہوتی ہے۔ ”دیباچہ“ (ص:ط) زیورِ عجم کے دو شعروں پر مشتمل ہے۔

متذکرہ بالا اغلاط نامے میں جن غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے، ان کے علاوہ بھی طبعِ اول

میں مندرجہ ذیل اغلاط موجود ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ز	۲۰	خونین	خونیں
۱۰	۳	ملائیک	ملائک
۲۵	۵	بنگاہ	بنگاہ
۳۲	۸	کوران۔ اندران	کوراں۔ اندراں
۳۷	۱	خودگر	خوگر
۳۸	۴	حایل	حائل
۵۴	۵	کلیم الہی	کلیم الہی
۵۸	۴	کسراے	کسرے
۶۴	۳	کہستان	کہستاں
۷۹	۸	این	ایں
۸۸	۶	سوزدگر	سوزے دگر
۹۱	۲	شرق و غرب	شرق و غرب
۱۰۳	۹	صلوات	صلوات
۱۰۵	۱۲	درپے	درپے
۱۱۵	۳	مکانِ دیگرے	مکانے دیگرے
۱۱۶	۶	برزماں	برزمان
۱۱۸	۱۲	چمین۔ زمین	چمیں۔ زمیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۹	۸	در جہاں	در جہان
۱۲۵	۴	زابلیسی	بابلیسی
۱۳۵	۱۰	مصرع ثانی کو واوین میں لکھنا ضروری تھا۔	
۱۵۰	۱۱	بگوزر	بگدز
۱۶۹	۱۰	یعلمون	یعلموں
۱۸۶	۶	ہواس	حواس
۲۲۲	۳	مصرع اول: این	این
۲۲۳	۵	پے	پے
۲۳۳	۱۱	صلوات	صلوت
۲۳۵	۵	صلوات	صلوت
۲۴۰	۹	طایف	طائف
۲۴۳	۸	اہل کیں انداہل کیں	اہل کین انداہل کین

جاوید نامہ کا دوسرا ایڈیشن، چودھری محمد حسین کی زیر نگرانی ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔ اس پر کاتب کا نام درج نہیں، مگر انداز کتابت پرویس رقم کا ہے۔ مسطر اور اشعار و منظومات کی ترتیب وغیرہ میں طبع اول کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ سب سے اہم ترمیم یہ کی گئی کہ دو اشعار پر مشتمل دیباچہ حذف کر دیا گیا۔ دوسرا ایڈیشن چودھری محمد حسین صاحب کی نگرانی میں چھپا، اس لیے یہ تبدیلی انھی کے ایما پر ہوئی ہوگی۔ بظاہر اس کی کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ رقم کے خیال میں یہ ترمیم قطعی بلا جواز ہے۔

طبع اول میں بیرونی سرورق کے دو صفحات کا شمار بطور الف ب کیا گیا تھا، مگر طبع دوم میں انھیں شمار نہیں کیا گیا، چنانچہ اب صفحہ الف، اندرونی سرورق بن گیا ہے، اور ب ج دخالی ہیں۔ فہرست مضامین ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷،

۱۹۸۲ء میں اقبال اکادمی پاکستان نے ۲۲×۲۲ سم کی تقطیع پر جاوید نامہ طبع اول کا عکسی اڈیشن شائع کیا۔ جسے ”طبع خاص“ ”خاص اشاعت“ اور ”ڈی کس اڈیشن“ کے نام دیے گئے۔ اکادمی کے ناظم وحید قریشی نے دیباچے میں اشاعت کا تعارف، نیز طبع اول کی کمر اشاعت کا جواز پیش کرتے ہوئے لکھا:

طبع اول کی حیثیت نوادر میں سے ہے۔ یہ اڈیشن بہت کم یاب ہے۔ اسے دوبارہ شائع کرنے کا شرف اقبال اکادمی حاصل کر رہی ہے..... متن کتاب فوٹو آفسٹ کے ذریعے طبع اول سے چھاپا گیا ہے۔ بہت سے الفاظ و حروف کھر دے کاغذ اور امتداد زمانہ کے سبب جا بجا سے ماند پڑ گئے تھے جنہیں ری ٹچنگ سے اُجال کر دوبارہ بحال کیا گیا ہے..... کتاب کے آخر میں غلط نامہ تھا، اسے بھی شامل متن کر دیا ہے۔ بعض دوسری اغلاط کو بھی بحفظ کاتب درست کر دیا ہے۔

یہ اشاعت مصور ہے۔ جی انجینئر نے ڈاکٹر جاوید اقبال کی اقامت گاہ پر جاوید نامہ کے جملہ مناظر دیوار پر نقش کیے تھے۔ جاوید نامہ کی یہ دیواری تصویر کشی (Mural) اقبال اکیڈمی کی توجہ کا مرکز بنی اور اقبال اکیڈمی نے منصوبے کے تحت اس دیواری منظر نامے کی رنگین تصاویر تیار کرائیں اور پھر اس میں سے بعض حصے منتخب کر کے ٹراسپیرنسز میں منتقل کرائے۔

انتخاب تصاویر کا اہم فریضہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے انجام دیا۔ اب یہ ۳۵ تصاویر اس اشاعت خاص میں شامل ہیں۔ (دیباچہ)

گذشتہ صفحات میں ہم نے طبع اول کی ۲۹ اغلاط کی نشان دہی کی ہے۔ زیر نظر اڈیشن میں ان ۲۹ اغلاط میں سے صرف چار غلطیوں کو درست کیا گیا ہے، باقی جوں کی توں موجود ہیں۔ اس اڈیشن کا کاغذ بہت عمدہ، پایدار اور دبیز ہے۔ وجہ غالباً یہ ہے کہ اس کی طباعت میر واجد علی کے ادارے واجد علی لیمیٹڈ لاہور کے مطبع میں ہوئی۔

طبع اول میں زیور عجم کے دو اشعار پر مشتمل دیباچہ شامل تھا جو بعد کے تمام اڈیشنوں میں حذف ہو گیا (دیباچے میں جو صورت حال بتائی گئی ہے وہ درست نہیں ہے۔) طبع اول کا یہ شعری دیباچہ زیر نظر اڈیشن میں بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ ابتدائی ۱۶ صفحات کے شمار نمبر درج نہیں کیے گئے۔ سرورق اور دیباچہ وغیرہ کی کتابت جمیل قریشی تویر رقم کی ہے۔ متن کلام چوکور ہلکے رنگین حاشیے سے مزین ہے۔

✽ مسافر

اس مثنوی کا آغاز علامہ اقبال کے سفر افغانستان تک (۲۱ اکتوبر تا ۲ نومبر ۱۹۳۳ء) سے واپسی پر ہوا، مگر اس کی تکمیل میں کئی ماہ صرف ہو گئے۔ اگست ۱۹۳۳ء میں کتابت کا مرحلہ طے ہوا۔ اس زمانے میں بال جبریل اور مسافر کی اشاعت کے سلسلے میں مطبع جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے بات چیت ہو رہی تھی۔ علامہ کا ارادہ تھا کہ مسافر ایک ہزار یا پندرہ سو کی تعداد میں چھاپی جائے اور دس نسخے خاص کاغذ پر طبع کئے ہوں، مگر جامعہ والوں سے کوئی معاملہ طے نہ ہو سکا، اس لیے مثنوی صرف پانچ سو کئی تعداد میں ڈیز آرٹ پیپر پر چھاپی گئی۔ سید نذیر نیازی کے مطابق مثنوی کی محدود تعداد، احباب میں تقسیم کے لیے طبع کی گئی تھی۔ ۵۰ طبع اول کی تقطیع خلاف معمول ساڑھے ۱۸×۱۲ اس م ہے۔ کتابت پرویں رقم کی اور مسطر بارہ سطر کی ہے۔ سرورق کے مندرجات اس طرح ہیں:

مسافر

یعنی

سیاحت چند روزہ افغانستان

(اکتوبر ۳۳ء)

۱۹۳۳ء

مسافر کا پہلا ایڈیشن نومبر ۱۹۳۳ء میں منظر عام پر آیا۔

- ۱- موجودہ نسخوں میں ترتیب کے اعتبار سے پس چہ باید کرد پہلے اور مسافر بعد میں ہے، مگر ہم ترتیب زمانی کے پیش نظر مسافر کا ذکر پہلے کریں گے۔
- ۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:
 - (۱) سیر افغانستان از سید سلیمان ندوی۔
 - (۲) علامہ اقبال کا سفر افغانستان از اختر راہی۔ (اقبال ریویو، لاہور، جنوری ۱۹۷۶ء)۔
- ۳- مکتوبات اقبال: ص ۱۹۰
- ۴- مسافر، طبع دوم: ص ۲
- ۵- مکتوبات اقبال: ص ۱۸۳، ۱۹۱
- ۶- محمد جمیل کے نام ۶ دسمبر ۱۹۳۳ء کے خط میں لکھتے ہیں:

(۱۲۲) Musafir was published about a month or so ago (Letters of Iqbal: ص ۱۲۲)

۷- فقیر سید وحید الدین نے Iqbal in Pictures میں 'MUSAFIR' کے Title Page of First Edition کے

پیش عنوان، جو عکس دیا ہے، وہ اندرونی سرورق کا عکس ہے، نہ کہ بیرونی سرورق کا۔

مسافر کے پہلے اڈیشن میں مندرجہ ذیل اغلاط موجود ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	۲	صلوات	صلوات
۱۱	۱۱	عمر	عمر و
۱۴	۷	آذر	آزر
۲۰	۵	الصلوات	الصلوات
۵۱	۳	برنا و جیر	برنا و جیر
۵۴	۱۲	عزے	عزے
۵۷	۱۰	صِبْحَةُ اللہ	صِبْحَةُ اللہ

دوسرا اڈیشن، تصانیف اقبال کی مروجہ تقطیع (۲۱×۷ اس م) پر ۱۹۳۶ء میں شائع کیا گیا، مگر اس کا مسطر بارہ سطری کے بجائے دس سطری ہے۔ کتابت نسبتاً خفی ہے اور اشاعت کا اہتمام سید نذیر نیازی (کتب خانہ طلوع اسلام لاہور) نے کیا۔ اس اڈیشن میں طبع اول کی مندرجہ ذیل اغلاط درست کر دی گئیں:

طبع اول			طبع دوم		
صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	صحیح
۸	۲	صلوات	۶	۶	صلوات
۲۰	۵	الصلوات	۱۵	۶	الصلوات

تاہم طبع اول کے صفحات ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶ اور ۱۷ کی اغلاط طبع دوم میں بھی علی الترتیب صفحات

۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ پر بدستور موجود ہیں۔

طبع دوم میں مندرجہ ذیل نئی اغلاط روپذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸	۵	برار	برآر
۳۸	۲	بچوں	بچو
۳۹	۷	پنہاں	پنہان

مسافر کا یہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۶ء میں چھپا، اسی برس مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق کا پہلا ایڈیشن بھی شائع ہوا۔ ان دونوں مثنویوں کی علاحدہ علاحدہ اشاعت (اور غالباً کچھ عرصے کے لیے فروخت) کے بعد، دونوں کو یکجا مجلد کر کے، جلد پر یہ عنوان لکھ دیا گیا: پس چہ باید کرد اے اقوام شرق مع مسافر۔ بعد ازاں دونوں مثنویوں کی یکساں کتابت کرائی گئی، دونوں کے صفحات کا علاحدہ علاحدہ شمار کیا گیا، تاہم دونوں مثنویوں کو ”ایک کتاب“ کے طور پر شائع کر کے فروخت کیا جاتا رہا اور ان کی الگ الگ حیثیت ختم ہو گئی۔ مسافر کے تیسرے ایڈیشن کا جائزہ اسی یکجا (پہلے) ایڈیشن کے طور پر لیا جائے گا۔

❁ مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق

علامہ اقبال، سرراس مسعود کے نام ۲۹ جون ۱۹۳۶ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں:

۳۱ اپریل کی شب کو، جب میں بھوپال میں تھا، میں نے تمہارے دادارحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ مجھ کو فرمایا کہ اپنی علالت کے متعلق حضور رسالت مآب کی خدمت میں عرض کر۔ میں اسی وقت بیدار ہو گیا اور کچھ شعر عرض داشت کے طور پر فارسی زبان میں لکھے، کل ساٹھ شعر ہوئے۔ لاہور آ کر خیال ہوا کہ یہ چھوٹی سی نظم ہے، اگر کسی زیادہ بڑی مثنوی کا آخری حصہ ہو جائے، تو خوب ہے۔ الحمد للہ کہ یہ مثنوی بھی اب ختم ہو گئی ہے۔ مجھ کو اس مثنوی کا گمان بھی نہ تھا، بہر حال اس کا نام ہوگا: پس چہ باید کرد اے اقوام شرق۔“

یہ مثنوی آخر اکتوبر ۱۹۳۶ء میں بڑی تقطیع (۱۷×۱۷) پر لاہور سے شائع ہوئی۔ مسطر ۱۰

۱- خطوط اقبال: ص ۲۶۳

۲- شہزادی عابدہ سلطانہ کو اقبال نے جونسٹ پیش کیا، اس پر ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء کی تاریخ درج ہے۔ (اقبال اور بھوپال: ص ۲۳)۔ نواب ذوالقدر جنگ سالار کو پیش کردہ نسخے پر بھی ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء کی تاریخ درج ہے (عکس تخاری کتابچہ اقبال اکادمی۔ کارگزاری اور منصوبے، ڈاکٹر محمد معزل دین، اقبال اکادمی کراچی)۔

سطری اور کتابت قدرے خفی ہے، کاتب کا نام درج نہیں، مگر مسافر، طبع دوم (۱۹۳۶ء) اور اس کی کتابت ایک ہی کاتب نے کی اور دونوں کا انداز بالکل یکساں ہے۔ اس نسخے کا کاغذ مضبوط اور پاکدار ہے۔

مثنوی کے اس اڈیشن میں مندرجہ ذیل اغلاط موجود ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	۱	غم خوردو	غم خوردو
۹	۴	زرتین	زرتین
۳۴	۳	فقر از او	فقر او از
۴۰	۲/حاشیہ	احسن التقویم	احسن تقویم
۴۰	۸	تخمین	تخمیں
۴۴	۱	ایں ایں	ایں
۴۴	۱	برون	بردن
۴۶	۷	سازو	سازد
۴۸	۱۰	نیابد	نیاید
۵۰	۴	آذری	آزری
۵۷	حاشیہ	فا انظر	اقلاً یحظر و ن
۵۸	۶	ومید	دمید
۵۹	۲	جینوا	جینوا
۶۸	۹	دروے	دروے
۷۰	۶	دارو	دارو

۱- سورة التین: ۴

۲- سورة الغاشیة: ۱۷

مثنوی کے پہلے ایڈیشن کی علاحدہ اشاعت اور غالباً کچھ نسخوں کی فروخت کے بعد، (جیسا کہ اوپر بھی بتایا جا چکا ہے) اسے مسافر کے ساتھ یکجا مجلد صورت میں پیش کیا گیا۔

❁ مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق مع مسافر

اوپر ذکر آچکا ہے کہ ۱۹۳۶ء میں مسافر اور پس چہ باید کرد اے اقوام شرق کی علاحدہ علاحدہ کتابت، طباعت اور اشاعت کے کچھ عرصہ بعد، دونوں کو یکجا جلد کر کے ایک کتاب کی صورت دی گئی تھی۔ یہ مسافر کی دوسری اور پس چہ باید کرد..... کی پہلی اشاعت تھی۔ ۱۹۴۴ء میں پرویس رقم سے دونوں مثنویوں کی از سر نو کتابت کرائی گئی۔ یہ کتابت قدرے جلی ہے، مگر مسطر حسب سابق بارہ سطری ہے۔ مسافر کے ۴۴ صفحات کے بعد پس چہ باید کرد..... کے صفحات کا شمار از سر نو نمبر ایک سے شروع کیا گیا ہے۔ ۱۹۴۴ء کے اس ایڈیشن کو ”طبع دوم“ قرار دیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ مسافر کا تیسرا اور پس چہ باید کرد..... کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ۱۹۴۴ء کی اشاعت کو ”طبع دوم“ صرف اس صورت میں تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ دونوں مثنویوں کی ۱۹۳۶ء والی اشاعتوں کو پہلی یکجا اشاعت فرض کیا جائے، ورنہ اصل میں تو زیر نظر ۱۹۴۴ء والے ایڈیشن سے دونوں مثنویوں کو یکجا کیا گیا اور یہ یکجا طبع اول ہے۔ ۱۹۴۴ء کے اس ایڈیشن پر مسافر کے طبع اول (۱۹۳۴ء) کے ضمن میں کوئی وضاحت موجود نہیں ہے، حالانکہ ریکارڈ درست رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا۔ چودھری محمد حسین ایم اے کی زیر نگرانی شائع ہونے والے اس ایڈیشن میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کی گئی ہیں:

(الف) ۱۹۳۶ء کے ایڈیشن سے دونوں مثنویوں کے سرورق جدا جدا تھے۔ ۱۹۴۴ء کے اس ایڈیشن میں پہلی بار اندرونی جدا سرورقوں کے علاوہ، دونوں مثنویوں کا ایک الگ مشترکہ سرورق بھی لگایا گیا، جس پر کتاب کا عنوان اس طرح دیا گیا ہے:

مثنوی

پس چہ باید کرد اے اقوام شرق

مع

مسافر

(ب) سابقہ ترتیب کے برعکس، اب مثنوی مسافر پہلے ہے اور مثنوی پس چہ باید کرد..... بعد میں۔ ترتیب زمانی کے پیش نظر یہ تبدیلی نہ صرف مناسب، بلکہ ضروری بھی تھی۔

(ج) مسافر طبع اول اور طبع دوم کے سرورق کی عبارت (جسے اُوپر نقل کیا جا چکا ہے) کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اب سرورق پر صرف ”مثنوی مسافر، اقبال“ کے الفاظ رہ گئے ہیں۔ یہ تبدیلی، بلا جواز اور نامناسب ہے۔ ہمارے خیال میں مصنف نے سرورق پر جو الفاظ درج کیے، انھیں جوں کا توں رکھنا چاہیے تھا۔ (یہ الفاظ ہم مسافر طبع اول کے ضمن میں درج کر چکے ہیں۔)

(د) مسافر طبع دوم پر پہلی دونوں اشاعتوں کے سال اشاعت اور تعداد کتاب سے متعلق کوائف درج تھے، موجودہ نسخے میں ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔

دونوں مثنویوں کی از سر نو یکجا ترتیب کے موقع پر اس امر پر توجہ نہیں دی گئی کہ:

(۱) مسافر کے آغاز میں فہرست عنوانات موجود نہیں۔ مگر ان اشاعت اور مہتمم نے اور متعدد تراجم کیں، مگر فہرست کا اضافہ نہیں کیا۔

(۲) جب دونوں مثنویوں کو مستقلاً یکجا کر دیا گیا، تو پھر دونوں کے صفحات علاحدہ علاحدہ شمار کرنا، ناقابل فہم ہے۔ صفحات کا شمار مسلسل ہونا چاہیے تھا۔

(۳) مثنوی پس چہ باید کر دو کی فہرست مضامین کو شروع میں لے آنا چاہیے تھا۔

۱۹۴۳ء کے اس ایڈیشن میں ۱۹۳۶ء کے ایڈیشن کی مندرجہ ذیل اغلاط درست کر دی گئی ہیں:

مسافر: صفحات $\frac{۳۹}{۷}$ ، $\frac{۴۱}{۳}$ ۔

پس چہ باید کر دو: صفحات $\frac{۸}{۱}$ ، $\frac{۹}{۲}$ ، $\frac{۳۳}{۳}$ ، $\frac{۴۴}{۱}$ (دو اغلاط) $\frac{۴۶}{۷}$ ، $\frac{۴۸}{۱۰}$ ، $\frac{۵۸}{۶}$ ، $\frac{۶۸}{۱۰}$ ، $\frac{۷۰}{۶}$ ۔

تاہم مندرجہ ذیل صفحات کی اغلاط بدستور موجود ہیں:

مسافر: صفحات $\frac{۹}{۳}$ ، $\frac{۱۱}{۳}$ ، $\frac{۲۸}{۵}$ ، $\frac{۲۸}{۲}$ ، $\frac{۳۸}{۱۰}$ ، $\frac{۴۳}{۷}$ ۔

پس چہ باید کر دو: صفحات $\frac{۴۰}{۲}$ ، $\frac{۴۰}{۲}$ ، $\frac{۵۰}{۴}$ ، $\frac{۵۷}{۲}$ ، $\frac{۵۹}{۲}$ ۔

اس اڈیشن میں چند نئی اغلاط روپذیر ہو گئی ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	۳	گویدش	گویدش
۳۵	۱	کجاست، کیمیاست	کجاست، کیمیا است

مسافر:

پس چہ باید کرد:

۳۱	۲	فقیہہ	فقیہ
----	---	-------	------

۱۹۴۳ء کے اڈیشن کی یہ پلٹیں محفوظ کر لی گئیں اور طبع ہفتم (۱۹۷۲ء) تک تمام اڈیشن انہی پلٹیوں سے طبع کیے جاتے رہے۔ ان اڈیشنوں میں بھی وہ تمام اغلاط موجود ہیں، جن کا تذکرہ ۱۹۴۳ء کے اڈیشن کے ضمن میں آچکا ہے، البتہ طبع ششم ۱۹۶۶ء سے دونوں مثنویوں کی ترتیب پھر الٹ دی گئی ہے، یعنی پس چہ باید کرد پہلے اور مسافر بعد میں۔ آٹھواں اڈیشن (۱۹۷۷ء) محمود اللہ صدیقی کی کتابت سے تیار شدہ پلٹیوں سے طبع کیا گیا۔ اس کا جائزہ کلیات اقبال، فارسی کے ضمن میں لیا جائے گا۔

✽ ارمغانِ حجاز

اقبال کے اردو شعری مجموعوں پر بحث کے ضمن میں ارمغانِ حجاز کی ترتیب و اشاعت کا ذکر آچکا ہے، حصہ اردو کے متن کا جائزہ بھی لیا جا چکا ہے، یہاں فارسی حصے کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ارمغانِ حجاز کا فارسی حصہ صفحہ نمبر ۱ سے ۲۱۰ تک محیط ہے۔ طبع اول (نومبر ۱۹۳۸ء) میں

مندرجہ ذیل اغلاط موجود ہیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۸	سجودے	سجود
۱۳	۱	سُرور	سُرور

۱- مولانا مہر نے اپنے مضمون: "ارمغانِ حجاز کی ایک رباعی" (اقبال ریویو، جنوری ۱۹۶۹ء: ص ۴۱-۴۲) میں اس غلطی پر مفصل بحث کے بعد ثابت کیا ہے کہ صحیح لفظ "سُرور" ہے، نہ کہ "سُرور"۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۳	۷	آذری	آذری

صفحہ ۲۰۸ تک، بعد کے تمام اڈیشن طبع اوّل کی پلیٹوں سے چھاپے جاتے رہے۔ صفحات ۲۰۹ اور ۲۱۰ حصہ اُردو کی اس کاپی کا حصہ تھے، جو طبع دوم کے موقع پر از سر نو لکھوائی گئی تھی، اس لیے طبع دوم اور اس کے بعد کے اڈیشنوں میں ان دو صفحات کی نئی کتابت ہے۔

ارمغانِ حجاز، اقبال کی وفات کے بعد چودھری محمد حسین نے مرتب و مدوّن کی۔ حصہ اُردو میں شامل قطعے بعنوان ”حسین احمد“ کے بارے میں باب اوّل کے آخری حصے میں بعض اصحاب کے اس قیاس کا ذکر ہو چکا ہے کہ اگر اقبال، ارمغانِ حجاز خود مرتب فرماتے تو یہ قطعہ شامل نہ کرتے۔ اس کے برعکس زیر بحث فارسی حصے میں ایک رباعی شامل ہونے سے رہ گئی ہے۔

سید نذیر نیازی راوی ہیں کہ ۲۲ فروری ۱۹۳۸ء کو اقبال نے اپنی ایک تازہ رباعی کے پہلے دو مصرعے تبدیل کرا دیے۔ نیازی صاحب نے صرف متذکرہ دو مصرعے نقل کیے ہیں اور لکھا ہے کہ: ”پورا قطعہ یا رباعی ارمغانِ حجاز میں موجود ہے“؛ مگر ارمغانِ حجاز میں یہ قطعہ یا رباعی یا مذکورہ دو مصرعے نہیں ملتے۔ البتہ اقبال کے آخری مضمون ”جغرافیائی حدود اور مسلمان“ میں، (جس کا زمانہ تحریر وہی ہے، جب زیر بحث رباعی کہی گئی) یہ رباعی مذکور ہے: ۲

کے کو پنچہ زد ملک و نسب را
 نہ داند نکتہٴ دین عرب را
 اگر قوم از وطن بودے محمدؐ
 نہ داوے دعوتِ دین بولہب را

مرتب ارمغانِ حجاز نے اقبال کے باقی ماندہ کلام کی ترتیب و تدوین میں مطلوبہ احتیاط و تردّد سے کام نہیں لیا، جس کے نتیجے میں یہ رباعی مجموعے میں شامل ہونے سے رہ گئی۔

۱- اقبال کے حضور: ص ۲۳۲

۲- مشمولہ مضامین اقبال: ص ۱۸۰-۱۹۶ تا بعد میں باقیاتِ اقبال (طبع سوم: ص ۶۰۶) میں نقل کی گئی، مگر اس کا متن صحیح نہیں ہے۔

علامہ اقبال کے ایک معروف شعر کا معروف متن یہ ہے:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

مولانا مہر نے ۷ مارچ ۱۹۳۸ء کو علامہ کی زبانی یہ شعر، اسی صورت میں سنا تھا، مگر ارمغانِ حجاز میں یہ شعر اس طرح درج ہے:

نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

غالب قیاس ہے کہ یہ شعر کی ابتدائی صورت تھی، بعد میں اقبال نے ترمیم کی اور ۷ مارچ ۱۹۳۸ء کو مہر صاحب کی موجودگی میں شعر کو اول الذکر معروف شکل میں پڑھا۔

بہر حال ارمغانِ حجاز اقبال کی وفات کے بعد شائع ہوئی اور اس کی ترتیب و تدوین بھی اُن کے ہاتھوں نہیں ہوئی۔ وقتِ نظر سے جائزہ لینا ضروری ہے کہ آیا ضربِ کلیم (۱۹۳۶ء) اور پس چہ باید کرد (۱۹۳۶ء) کے بعد کا سارا اُردو اور فارسی کلام ارمغانِ حجاز میں مدُون ہو چکا ہے؟ اگر کچھ غیر مدُون اشعار دستیاب ہو جائیں تو انھیں بھی مجموعے میں شامل کر لیا جائے۔ اسی طرح یہ اطمینان بھی کر لینا چاہیے کہ اقبال نے جن اشعار و رباعیات میں ترمیم کی، ارمغانِ حجاز میں اُن کی ترمیم شدہ صورت ہے، نہ کہ ابتدائی متن، شامل ہے۔



۱- اقبال کے ہاں، یہی خیال ابتدائی دور کی ایک غزل (۱۸۹۶ء) میں اس طرح ملتا ہے:

مردِ مومن کی نشانی کوئی مجھ سے پوچھے
موت جب آئے گی اُس کو، تو وہ خنداں ہوگا

۲- اقبال نامہ (مرتبہ: چراغِ حسنِ حسرت): ص ۶۹

۳- ارمغانِ حجاز: ص ۱۱۶/۹۹۸

(ج) کلیاتِ اقبال، فارسی

کلیاتِ اقبال، فارسی (فروری ۱۹۷۳ء) کے آغاز میں بھی ”اعتدار“ کے زیر عنوان ڈاکٹر جاوید اقبال کا وہی دیباچہ شامل ہے، جو کلیاتِ اقبال، اُردو کے جائزے میں زیر بحث آچکا ہے۔ اس بحث سے ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ: ”اقبال کی زندگی میں شائع شدہ، اُن کے کسی اُردو مجموعے کے کسی اڈیشن کی پلٹیں محفوظ نہ رہ سکیں، اس لیے اُن معدوم ”متبرک پلٹیوں“ کی عزت و حرمت کی بات محض مبالغہ ہے۔“ (باب اوّل: ص ۴۲)..... فارسی مجموعوں کا جائزہ لیں تو صورتِ حال کچھ مختلف نظر نہیں آتی۔

کلیاتِ اقبال فارسی کی اوّلین اشاعت سے قبل:

(۱) اسرار و رموز کا دسواں اڈیشن شائع ہوا، جو اقبال کی وفات کے دس سال بعد ۱۹۴۸ء میں تیار شدہ پلٹیوں سے طبع کیا گیا تھا۔

(۲) پیام مشرق کا تیسرا اڈیشن شائع ہوا، جو اقبال کی وفات کے چار برس بعد، ۱۹۴۲ء میں نئی کتابت سے تیار شدہ پلٹیوں سے طبع کیا گیا، بلکہ بعض حصوں کی کتابت تو ۱۹۴۴ء میں کرائی گئی۔

(۳) زیورِ عجم کا آٹھواں اڈیشن شائع ہوا، جو اقبال کی وفات کے دس برس بعد ۱۹۴۸ء میں نئی کتابت سے تیار شدہ پلٹیوں سے طبع کرایا گیا۔

(۴) جاوید نامہ کا ساتواں اڈیشن شائع ہوا، جو اقبال کی وفات کے نو برس بعد، ۱۹۴۷ء میں نئی کتابت سے تیار شدہ پلٹیوں سے طبع کیا گیا۔

(۵) مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق مع مسافر کا ساتواں اڈیشن شائع ہوا، جو اقبال کی وفات کے چھ برس بعد، ۱۹۴۴ء میں نئی کتابت سے تیار شدہ پلٹیوں سے طبع کیا گیا۔

۱- دیکھیے: ضمیرہ نمبر ۱ میں کتابیاتی کوائف۔

(۶) ارمغانِ حجاز کی کتابت و طباعت اقبال کی وفات کے بعد ہوئی۔

اس سے یہ بات غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ: ”کلامِ اقبال کے اب تک جتنے ایڈیشن شائع ہوئے، وہ سب کے سب انھی پلیٹوں سے طبع ہوتے رہے ہیں، جنہیں حضرت علامہ مرحوم نے خود اپنی نگرانی میں تیار کروایا تھا۔“

کلیاتِ اقبال، اردو کے جائزے میں ہم نے صحتِ متن، ترتیب و تدوین اور املا کی جن اغلاط، خامیوں اور نقائص کا ذکر کیا تھا، زیر نظر کلیاتِ فارسی میں بھی کم و بیش وہی صورتِ حال موجود ہے۔ ذیل میں چند توجہ طلب امور کی نشان دہی کی جاتی ہے:

(۱) اردو اور فارسی کلیات میں تقطیع، مسطر، کتابت کے قلم، انداز اور تزئین وغیرہ میں یکسانیت کے اہتمام کے پیش نظر کلامِ اقبال کے ان مجموعوں کو ایک خوب صورت جوڑا (سیٹ) قرار دیا جاسکتا ہے۔ جملہ فارسی مجموعوں کے کل ۱۳۲۲ صفحات کے مقابلے میں سارا فارسی کلام ۸+۱۰۲۸ صفحات میں سمٹ آیا ہے، تاہم اس سے مختلف ایڈیشنوں کے صفحات کی یکسانیت ختم ہو گئی اور کسی نظم یا شعر کا حوالہ دیتے ہوئے، ایڈیشن اور سالِ اشاعت کا ذکر ضروری ہو گیا، حالانکہ پہلے اس کی ضرورت نہ تھی۔

(۲) کلیاتِ اردو کی طرح کلیاتِ فارسی میں بھی املا کو، جوں کا توں برقرار رکھنے کے فیصلے کی پابندی نہیں کی گئی۔ (اس کی تفصیل آئندہ سطور میں آئے گی)۔

(۳) الگ الگ مجموعوں کے آغاز میں، ان کے طبعِ اوّل اور مابعد اشاعتوں کے سالِ اشاعت درج نہیں کیے گئے۔

(۴) کلیات کی مشاورتی کمیٹی، مولانا مہر اور نہ مہتمم کتابت یا ناشر نے دیکھا کہ اسرار و رموز، زیورِ عجم، مسافر اور ارمغانِ حجاز کے آغاز میں فہرست مضامین موجود نہیں، جس کی وجہ سے ان مجموعوں کی مختلف منظومات، قطعات اور غزلیات کی تلاش میں، ورق گردانی کرتے ہوئے، اچھا خاصا وقت ضائع ہوتا ہے۔ از سر نو تدوین کے موقع پر ہر مجموعے کے شروع میں فہرست عنوانات درج کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔

(۵) قبل ازیں پس چہ باید کرد اور مسافر کو یکجا شائع کیا جاتا رہا، مگر دونوں کے صفحات کا شمار علاحدہ علاحدہ ہوتا تھا۔ کلیات میں صفحات کا شمار مسلسل ہے۔ ہمارے خیال میں مختلف

نوعیت کی ان مثنویوں کی حیثیت علاحدہ علاحدہ کتاب کی ہے، اس لیے ان کے صفحات کا شمار بھی علاحدہ علاحدہ ہونا چاہیے تھا۔

(۶) مسافر ۱۹۳۳ء میں اور پس چہ باید کرد، ۱۹۳۶ء میں چھپی۔ ترتیبِ زمانی کے پیش نظر کلیات میں ان کی ترتیب بھی اسی طرح ہونی چاہیے تھی۔

(۷) مختلف مجموعوں کے جو اڈیشن، اقبال کی وفات کے بعد شائع ہوئے، ان میں ترتیب و تدوین سے متعلق بعض نقائص راہِ راہ گئے، مثلاً:

(الف) جاوید نامہ، طبع دوم (۱۹۳۷ء) میں طبعِ اوّل میں موجود دو اشعار پر مشتمل دیباچہ حذف کر دیا گیا تھا، کلیات میں اس غلطی کی اصلاح کرتے ہوئے دیباچہ مذکور کو شامل کتاب کر لینا چاہیے تھا۔

(ب) مسافر، طبعِ اوّل (۱۹۳۳ء) کے سرورق پر موجود الفاظ کو ۱۹۳۴ء کے اڈیشن میں حذف کر دیا گیا تھا، کلیات میں ان الفاظ کو بحال کر دینا چاہیے تھا۔

(۸) مثنوی مسافر ص ۵۴/۸۵۰ پر ”فہرست مضامین“ کا اضافہ مناسب ہوگا۔

(۹) زبورِ عجم (ص ۵۳۷ اور ۵۷۱) میں تسمیہ کو عنوانِ ابواب سے پہلے، اس کی صحیح جگہ پر لکھ دیا گیا ہے۔ تسمیہ کی یہ تقدیم، مناسب اور درست ہے۔

ڈاکٹر جاوید اقبال نے، کلیاتِ فارسی کے دیباچے میں، صحتِ متن و کلام کی ”کٹھن منزل“ کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے کلیاتِ اردو میں متعدد اغلاط کی نشان دہی کی تھی، افسوس ہے کہ کلیاتِ فارسی، اس کے مرتبین، پروف خوال اور ناشرین وغیرہ کے لیے فی الواقع ”کٹھن منزل“ ثابت ہوئی۔ کلیاتِ فارسی میں اغلاط کا تناسب، کلیاتِ اردو کے مقابلے میں خاصا زیادہ ہے، بلکہ کلیاتِ فارسی سے قبل اشاعت پذیر ہونے والے کسی بھی نسخے میں، اغلاط کی وہ کثرت نظر نہیں آتی، جس سے کلیاتِ فارسی مملو ہے۔

کلیاتِ فارسی میں، سابقہ اڈیشنوں میں موجود، جن اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے، ان کی تفصیل یہ ہے:

صفحہ	سر غلط	کلیات کا صفحہ	سطر صحیح
اسرار و رموز			
۲	۴	۴	خدا اور تم
۴	۷	۶	حاشیہ موجود نہیں ہے
۵	۱	۶	حاشیہ موجود ہے
۵	۹	۷	رختِ نار
۵	۱۰	۷	مصرعِ اوّل: گزشت
۵	۱۰	۷	مصرعِ ثانی: گزشت
۹	۸	۱۰	حاشیہ موجود نہیں ہے
۱۲	۲	۱۲	حیاتِ تعینات
۵۰	۳	۳۵	عنا گیر
۵۵	۱۰	۵۰	کین
۶۶	۱۱	۵۹	آزر
۶۸	۱۲	۶۱	تلاطم
۷۶	۱۱	۶۷	تکرگ
۷۹	۹	۷۰	اختیار (صرف ۱۹۵۹ء ایڈیشن)
۸۱	۶	۷۲	ایں و آں
۸۴	۲	۷۳	بی (صرف ۱۹۵۹ء ایڈیشن)
۸۵			حاشیہ
			نمبراً خَلَقَ
		۷۴	حاشیہ خَلَقَ
۸۷	۱۱	۷۶	کارش (صرف ۱۹۵۹ء ایڈیشن)
			کارش

صفحہ	سطر غلط	کلیات کا صفحہ	سطر صحیح
۹۰	۴	۷۸	۱۳
۱۰۲	۱۱	۸۹	۱۳
۱۰۳	۴	۹۰	۴
۱۰۸	۹	۹۴	۹
۱۱۸	۴	۱۰۲	۱۰
۱۱۲	۹	۱۰۶	۶
۱۲۳	۸	۱۰۷	۷
۱۲۴	۵	۱۰۷	۱۳
۱۳۰	حاشیہ آدم	۱۱۳	حاشیہ آدم
۱۳۰	۴	۱۱۳	۵
۱۴۲	۷	۱۲۳	۶
۱۴۸	۳	۱۲۸	۴
۱۵۶	۱۲	۱۳۵	۸
۱۶۸	حاشیہ ۲ آدم	۱۴۴	حاشیہ ۲ آدم
۱۹۷	۱۰	۱۶۹	۸

پیام مشرق

صفحہ	مطالب	صفحہ	تصحیح ہونے پر تصحیح ہوگئی ہے
۲۲	۳	۲۰۲	۷
۱۰۱	۹	۲۵۹	۴
۲۱۱	۲	۳۴۶	۲

صفحہ	سطر غلط	کلیات کا صفحہ	سطر صحیح
زبورِ عجم			
۳۲	۳	۲۱۵	۳
۲۵	۶	۲۲۲	۱۲
۲۰۵	۱۰	۵۳۹	۵
۲۰۸	۷	۵۲۱	۲
۲۰۹	۳	۵۲۱	۱۲
۲۲۲	۲	۵۵۳	۱
۲۲۵	۱۲	۵۵۲	۵
۲۳۰	۷	۵۵۷	۱۳
۲۳۳	۱۱	۵۶۰	۶
۲۳۷	۷	۵۶۲	۱۲
۲۵۷	۱	۵۸۰	۱۲
۲۵۷	۷	۵۸۱	۲

غزلوں کے غلط شمار نمبر بھی صحیح کر دیے گئے ہیں۔

جاوید نامہ			
۱۳۵	۱۰	۷۰۵	۲
۱۵۱	۱۰	۷۱۸	۷
۲۳۰	۹	۷۹۲	۵

مزید برآں ”آذر“ کو تمام مقامات پر ”آزر“ سے بدل دیا گیا ہے۔

۲۳۳	۸	۷۹۵	۱
-----	---	-----	---

پس چہ باید کرد

صفحہ	سطر غلط	کلیات کا صفحہ	سطر صحیح
۵۰	۴ آذری	۸۳۳	۱ آذری
۵۷	حاشیہ فَاَنْظُرْ	۸۳۹	حاشیہ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ
۵۹	۲ جینوا	۸۴۱	۳ جینوا
۲۶	۳ گویدش	۸۶۹	۳ گویدش

مسافر

۲۸	۵ برار	۸۷۰	۱۱ برآر
۱۱	۳ آزر	۸۵۶	۱۳ آزر

ارمغانِ حجاز

۱۴	۱ سُروِ	۸۹۴	۹ سُروِ
۱۳۴	۷ آذری	۹۷۷	۸ آذری

تاہم املا اور کتابت کی بہت سی ایسی اغلاط کی صحت نہیں ہو سکی، جو قدیم نسخوں میں موجود تھیں، علاوہ ازیں بعض اغلاط کی صورت بدل گئی ہے۔ تفصیل آئندہ صفحے پر ملاحظہ کریں:

صفحہ	سطر	غزل	کلیات کا صفحہ	سطر	غزل	کلیات کا صفحہ
۱۶	۷	موسیٰ	۱۶	۳	موسیٰ	۱۶
۲۳	۵	عاشقی؟	۲۲	۲	عاشقی؟	۲۳
۴۵	۳	سرفرد	۴۰	۹	سرفرد	۴۵
۴۵	۸	زندگیاں گلی	۴۱	۵	زندگیاں گلی	۴۵
۴۷	۴	لا الہ	۴۲	۴	لا الہ	۴۷
۴۹	۴	عاشقیا: عاشقے کا آخری حصہ۔ "تشیخ آیت قرآنی کی طرف" غائب ہے۔	۲۸	۹	عاشقیا: عاشقے کی عبارت بدستور ادھوری ہے۔	۴۹
۵۲	۲	سوزم	۴۶	۱۲	سوزم	۵۲
۷۵	۱۱	نغمہاے	۶۷	۹	نغمہاے	۷۵
۷۶	۷	عاشقیا: عاشقے کی عبارت ادھوری ہے	۶۸	۶	عاشقیا: اول	۷۶
۷۶	۷	عاشقیا: اول	۷۷	۱۳	عاشقیا: اول	۷۶
۸۶	۶	بالاؤ	۷۵	۱۳	بالاؤ	۸۶

۱- اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کلیات کے مرتبین نے ابتدائی نسخوں کو بالا تیباً نہیں دیکھا، کیوں کہ ابتدائی نسخوں میں یہ حاشیہ مکمل ہے۔

صفحہ	کلیات کا صفحہ	سطر	فعل	صفحہ	سطر	فعل
خاصیوں	۶	۷۶	خاصیوں	۸	۸۶	خاصیوں
تَنزِيلٌ.....آیة ۲	حاشیہ: ۱	۷۶	تَنزِيلٌ.....آیة	حاشیہ: ۲	۸۶	تَنزِيلٌ.....آیة
کہنگان	۲	۸۶	کہنگان	۲	۹۸	کہنگان
انفکم ۳	حاشیہ	۱۰۲	انفکم	حاشیہ	۱۲۰	انفکم
یا مزر	حاشیہ	۱۰۸	یا مزرکم	حاشیہ: ۲	۱۲۲	یا مزرکم
یزداں ۴	۱	۱۱۱	یزداں	۱۱	۱۳۷	یزداں
رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ	حاشیہ	۱۱۵	آیہ شریفہ فعل ہے	حاشیہ: ۱	۱۳۳	رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ
رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ	۳	۱۲۲	رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ	۱۱	۱۴۰	رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ
فَتَقَطَّعُوا ۵	حاشیہ	۱۲۳	فَتَقَطَّعُوا	حاشیہ	۱۴۲	فَتَقَطَّعُوا

۲- سورۃ النحل: ۴

۳- قرآنی عبارات و الفاظ کا لفظی لیسنہ قرآن کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ قرآن پاک میں اس لفظ کا الٹا ہی طرح ہے۔ (سورۃ الحجرات: ۱۱۳)

۴- سورۃ المؤمنون: ۵۳

صفحہ	سطر	فلا	کلیات کا صفحہ	سطر	فلا	صحیح
۱۴۵	۳	رازیؒ	۱۲۸	۱۲	رازیؒ	رازی
۱۵۶	۱۲	سینا اور پروم	۱۳۵	۸	سینا اور پروم	سینا اور پروم
۱۶۶	۴	پرست	۱۴۲	۱۲	پرست	پرست
۱۷۱	۷	سرگزشت	۱۴۷	۲	سرگزشت	سرگزشت
۱۷۱	۷	بردار و انما از ادو	۱۴۷	۲	بردار و انما از ادو	بردار و انما از ادو
۱۷۱	۹	مصرع: سرگزشت	۱۴۷	۴	مصرع: سرگزشت	سرگزشت
۱۷۱	۹	مصرع: سرگزشت	۱۴۷	۴	مصرع: سرگزشت	سرگزشت
۱۷۱	۱۰	سرگزشت	۱۴۷	۵	سرگزشت	سرگزشت
۱۸۶	۱۲	البصر	۱۶۰	۱۳	البصر	البصر
۱۹۶	۹	مصرع: بختہ	۱۶۸	۱۱	بختہ	بختہ
	۲	یلہ	۱۷۴	۱۸	یلہ	یلہ

یتائمون	۱۲	۷۳۲
صلوات/صلوة	۷	۷۸۸
صلوات/صلوة	۱۳	۷۸۸

یتائمون	۱۰	۱۲۹
صلوات	۱۱	۲۲۲
صلوات	۵	۲۲۵

پس چہ نابلد کرد

فتیہ	۲	۸۲۱
أَحْسَنُ تَقْوِيمٍ	۸	۸۷۷

فتیہ	۲	۳۱
أَحْسَنُ التَّقْوِيمِ	۸	۳۵

مسافر

تحریر	۹	۸۵۵
کجا است - کہیا است	۹	۸۷۵
بچوں	۱۰	۸۷۸
بنا و تیر	۲	۸۷۹
صبغة الله	۱	۸۸۲

تحریر	۳	۹
کجا است - کہیا است	۱	۳۵
بچوں	۲	۳۸
بنا و تیر	۱۰	۳۸
صبغة الله	۷	۴۳

اربعان حجاز

تحریر	۸	۱۱
-------	---	----

کلیاتِ فارسی میں بعض نئی اغلاط روپذیر ہو گئی ہیں۔ مرزا ہادی علی بیگ دامق ترابی نے، کلیاتِ اقبال میں کتابت کی غلطیاں، اعلیٰ کے زیر عنوان، بہت سی اغلاط کی نشان دہی کی ہے۔ چند اغلاط کی طرف ڈاکٹر محمد ریاض نے توجہ دلائی ہے، تاہم اغلاط کی مکمل فہرست کہیں زیادہ طویل ہے۔ ذیل میں ہم تمام اغلاط کو یک جا درج کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر محمد ریاض اور دامق ترابی نے، جن اغلاط کی نشان دہی کی ہے، ان کے سامنے علی الترتیب ”م۔ر“ اور ”و۔ت“ کے محققات درج ہیں:

کلیات کا صفحہ	صفحہ	غلط	صحیح
اسرار و رموز			
۷	۴	مصرعوں کے درمیان علامت ”ق“ درج ہونے سے رہ گئی ہے۔	
۷	۱۱	انبر بہار	ابر بہار
۱۶	۹	نفی	نہی
۲۱	۱۲	خفتہ	سُفتہ
۲۳	۱۰، ۹	اشعار کی ترتیب غلط ہے	صحیح ترتیب یہ ہے:
		(۱) از سوال آشفته.....	(۱) از سوال افلاس.....
		(۲) از سوال افلاس.....	(۲) از سوال آشفته.....
۲۹	۱۲	نَحْسُ	نَحْسِ
۳۰	۵	نَحْتَجُوئے	جستجوے
۴۰		حاشیہ زروق	زروق
۴۵	۶	گور	گور

۱- اردو ڈائجسٹ، دسمبر ۱۹۷۸ء، ص ۲۶۹-۲۷۶

۲- مکتوب بنام راقم الحروف: ۱۵ جولائی ۱۹۷۷ء۔

کلیات کا صفحہ	صفحہ	غلط	صحیح
۶۱	۱۰	گدازد	گدازد
۷۴	حاشیہ	بِاسْمِ	بِاسْمِ
۷۸	۷	یکتاسی	یکتاسی
۹۱	۶	اتی	اتی
۱۰۱	حاشیہ	کَاللَّيْثِ	کَاللَّيْثِ
۱۰۱	۱۰	صدیق	صدیق
۱۰۸	۴	وَالْإِحْسَانَ	وَالْإِحْسَانَ
۱۰۸	حاشیہ	الالباب	الالباب
۱۱۰	۳	ذَبْحٍ	ذَبْحٍ
۱۱۰	۱۳	سامان	سامان
۱۱۵	۱۰	دَارٌ	دَارٌ
۱۱۵	۱۳	كُفْرًا	كُفْرًا
۱۱۵	۱۵	دَارًا	دَارًا
۱۱۶	۶	حاشیے کا عدد ”(۳۰)“ اگلے شعر	نمبر ۷ پر ہونا چاہیے تھا۔
۱۱۹	۱۰	بِرِسْمَا	بِرِسْمَا
۱۲۱	۳	آئین	آئین
۱۲۳	۱	أُولَى	أُولَى
۱۳۹	۱۵	وَسَطًا.....	وَسَطًا.....
۱۳۹	۱۵	شَهْدَاءُ	شَهْدَاءُ
۱۵۰	۸	غیور حق پرست	غیور حق پرست

صحیح	غلط	صفحہ	کلیات کا صفحہ
اسلامیاں	اسلامیاں	۴	۱۵۹
مسیحا	مسیحا	۹	۱۵۹
البصّر	البصّر	حاشیہ	۱۶۰

پیام مشرق

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
 سرورق
 سرورق
 لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ کے شروع میں ”و“ کا اضافہ بلا ضرورت ہی نہیں، بلا جواز بھی ہے۔ قرآن حکیم میں ایک جگہ یہ الفاظ واو کے ساتھ آئے ہیں (البقرہ: ۱۱۵) اور دوسری جگہ واو کے بغیر (البقرہ: ۱۳۲)۔ اقبال کی زندگی میں مطبوعہ تینوں اڈیشنوں میں سے کسی میں بھی واو نہیں اور نہ بعد کے کسی اڈیشن میں، اس لیے کلیات میں واو بڑھانا قطعاً غلط ہے۔

تینوں مشرقی زبانوں	تینوں زبانوں	۱۳	۱۸۰
اقوام کے طبائع	اقوام کی طبائع	۹	۱۸۷
اقوام مشرق	اقوام شرق	۱۳	۱۸۲
آزار	آواز	۲	۲۰۴
زریر = ہلدی	x	حاشیہ	۲۱۱
بیقرار از جتو	بیقرار جتو	۶	۲۱۶
شرح	سرح	۲	۲۳۹
نیاید	نیامد	۱۱	۲۵۶

- ۱- صحیح زبان اور قواعد کی رو سے تو ”اقوام کی طبائع“ غلط نہیں، مگر اقبال کے الفاظ ”اقوام کے طبائع“ میں بھی ایسی کوئی خرابی نہیں کہ اسے تبدیل کیا جائے۔ اقبال نے دوسرے اور تیسرے اڈیشن میں بھی اسے برقرار رکھا۔ اب مرتبہ کلیات اسے بدلنے کے مجاز نہیں ہو سکتے۔
- ۲- اپنی جگہ ”اقوام شرق“ کی ترکیب درست ہے، مگر اقبال نے ”اقوام مشرق“ لکھا تھا، اس لیے اسے ”اقوام شرق“ میں تبدیل کرنا غلط ہے۔

کلیات کا صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۸	حاشیہ	x	ضریر = نابینا
۲۶۳	۳	عیان	عیان
۲۶۷	۴	بآنسوے	بآنسوے -ت
۲۷۴	۱	لقہمیدہ	لقہمیدہ
۲۹۳	۶	انذر	انذر
۲۹۹	۹	آئینہ	آئینہ -ت
۳۰۲	۱	جان	جان
۳۰۸	۳	امتے	ایٹے
۳۱۰	۱۴	یَسْفُكُ الدِّمَاءَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ	”یَسْفُكُ الدِّمَاءَ“ وَ ”خَصِيمٌ مُّبِينٌ“ -ت
۳۳۳	۱۴	پروانہ می ریزی	پروانہ می آئی
۳۶۰	حاشیہ	x	داؤ = داؤ
۳۶۰	۶	آئینہ	آئینہ
۳۶۱	۱۰	نئے	نئے -ت
۳۶۶	۱	رفتگان	رفتگان
۳۷۸	۸	ہواء لیش	ہوایش -ت
۳۷۹	۸	رنگین	رنگین
۳۸۱	۶	آئینہ	آئینہ -ت
۳۸۴	۱۰	ساقپا	ساقپا

کلیات کا صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۹			آخری شعر کے بعد جو پھول بنایا گیا، وہ درست نہیں، کیونکہ اس صفحے کا آخری شعر اور اگلے صفحے کا پہلا شعر منفصل ہو گئے ہیں، جب کہ یہ دونوں ہم ردیف و ہم قافیہ ہیں اور قدیم نسخوں میں متصل لکھے گئے ہیں۔ انھیں الگ الگ کرنا غلط ہے۔
۳۹۰	۱	کالنبدرا فہرہ ہی	کالبدرا فہرہ ہی
زیورِ عجم			
۴۰۹	۷	فسون	فسون
۴۲۰	۱۴	گیرد	گرد
۴۲۹	۷	ترسیدن	ترسیدن
۴۸۶	۹	شان	شاں
۴۹۸	۸	دارہی	داری
۵۱۳	۲	ستانند	ستانند
۵۱۹	۳	فقیہہ	فقیہہ
۵۲۷	۵	ایں	ایں
۵۲۹	۱۰	گرشتم	گدشتم
۵۴۲	۱۳	پیکانِ ضمیرش	پیکانِ در ضمیرش
۵۴۳	۱۰	مستتیز	مستتیز
۵۴۴	۱۳-۱۲		پہلے اور دوسرے مصرعوں کے درمیان "ق" کا نشان درج ہونے سے رہ گیا ہے۔
۵۵۶	۱۲	پے	پے
۵۵۹	۱۳	فقیہہ	فقیہہ
۵۶۴	۸	خزان	خزاں

صحیح	غلط	سطر	کلیات کا صفحہ
عرفاں	عرفان	۸	۵۶۵
بروں	برون	۶	۵۷۹
عہد خود	عہد خود	۱	۵۸۳
			جاوید نامہ
کسیں	کمین	۱	۶۲۲
ماہ	مارے	۹	۶۲۲
گرد راہ	گرد رہ	۱۱	۶۲۵
سنگیں	سنگین	۶	۶۴۱
از مکان	از مکان	۱	۶۷۰
زین العابدینؑ	زین العابدینؑ	۳	۶۷۶
در دو گیسو	دو دو گیسو	۴	۶۹۹
م-ر			
قفیز = تالاب	x	حاشیہ	۷۰۳
رحمۃ للعالمین	رحمۃ للعالمین	۲	۷۱۴
زین	زین	۸	۷۱۷
چیزے	چزے	۶	۷۳۳
پزیرد	پزیرد	۲	۷۳۴
سرور	سرورے	۱۰	۷۴۱
یزدان	یزدان	۸	۷۴۷
خیابان	خیابان	۱۳	۷۵۰
ہندوستان	ہندوستان	۳	۷۵۳
م-ر			
فقر سلطان	فقر و سلطان	۷	۷۶۰

کلیات کا صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۶۹	۶	مصرع ثانی: کار است	کلرا دست
۷۷۱	۱۰	میدانی	می کردی
۷۷۴	x	حاشیہ	آنکہ حرف شوق الخ یعنی حضور سرور
			کائنات در مصرع ثانی اشارہ الیست
			بحدیث الجہاد رہبانیتہ الاسلام
۷۸۰	۳	قریب	قریب
۷۸۹	۱۴	مُلّا یان	مُلّا یان
۷۹۵	۱۲	جان	جان
۷۹۶	حاشیہ	اللّٰہم نصف الہرام	اللّٰہم نصف الہرم

مثنوی پس چہ باید

۸۱۰	۷	لَا اِلٰهَ	لَا اِلٰهَ
۸۱۳	۴	نون	نون
۸۱۳	۴	لَا اِلٰهَ	لَا اِلٰهَ
۸۱۵	۱	زوست	زداست
۸۱۵	۱	لَا اِلٰهَ	لَا اِلٰهَ
۸۲۱	۴	فقیہ	فقیہ
۸۲۲	۳	لَا اِلٰهَ	لَا اِلٰهَ
۸۲۳	۱۰	لَا اِلٰهَ	لَا اِلٰهَ
۸۲۶	۲	يَنْظُرُ	يَنْظُرُ
۸۲۷	۱۴	تحمین	تحمین
۸۳۲	۱۳	لَا اِلٰهَ	لَا اِلٰهَ

کلیات کا صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۳۳	۳	نیاید	نیابد
۸۴۶	حاشیہ	x	تم باذنی = یعنی اٹھ میرے حکم سے
مسافر			
۸۵۱	۷	لَا إِلَهَ	لَا إِلَهَ
۸۶۱	۳	لَا إِلَهَ	لَا إِلَهَ
۸۶۵	۱۶	لَا إِلَهَ	لَا إِلَهَ
۸۷۳	۳	حِرَقَتَانِ	حِرَقَتَانِ
۸۷۳	حاشیہ ۲	لِي حِرَقَتَانِ الْفَقْرُو الْجِهَادِ	لِي حِرَقَتَانِ الْفَقْرُو الْجِهَادِ
۸۷۷	۲	اللَّهِ	اللَّهِ
۸۷۹	۹	بجیدہ	بجیدہ
۸۷۹	۱۱	بہ غیر اللہ	بغیر اللہ
۸۸۰	۱۵	مردن	مردن
ارمغانِ حجاز			
۹۲۹	۹	بے سود	بے سوز
۹۳۰	۶	مصرع ثانی: غمے نیست	غمے نیست
۹۳۱	۳	دین	دیں
۹۳۱	۱۱	بہ غیر اللہ	بغیر اللہ
۹۳۳	۶	لَا إِلَهَ	لَا إِلَهَ
۹۳۳	۳	لَا إِلَهَ	لَا إِلَهَ
۹۵۱	۶	لَا إِلَهَ	لَا إِلَهَ

کلیات کا صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۵۳	حاشیہ	لُغُوْبِ ۰	لُغُوْبِ ۰
۹۵۵	۱۰	بگریز	بگریز
۹۶۷	۱۲	دستان	دستاں
۹۶۸	۸	چنین	چنیں
۹۸۱	۱۰	خوس	خوش
۹۸۳	۵	لَا اِلَهَ	لَا اِلَهَ
۱۰۱۹	۸	شمش	چشمش
۱۰۳۱	۱۳	اصلحت	الصلحت
۱۰۰۶	۲	کاینات	کائنات

جدید ایرانی ادبیات میں لہجے کی تبدیلی نے ایران کے فارسی املا میں بعض بنیادی تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں۔ قدیم کلاسیکی اور برعظیم (بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش) کے لہجے کے برعکس، آج کل ایران میں معروف اور مجہول آوازوں میں امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔ وہاں نون غنّہ کی آواز بھی ختم ہو چکی ہے، چنانچہ ایران میں مطبوعہ کلیات اقبالؒ مروجہ فارسی املا کے مطابق شائع کیے گئے ہیں، مگر برعظیم میں آوازوں کی تفریق اور اس کے نتیجے میں اختلاف نگارش اب بھی موجود ہے۔ لہذا یہاں، رشید حسن خاں کے بقول: ”املا اور تلفظ، دونوں میں، معروف و مجہول اور غنّہ آوازوں کا املا ملحوظ رکھا جائے گا اور اگر کوئی شخص فارسی جدید کی تقلید میں، اس کے خلاف کرے گا، تو یہ طریقہ اصول تدوین کے قطعاً خلاف ہوگا۔“^۱ زیر نظر کلیات فارسی کا سب سے خوش آئند پہلو یہ ہے کہ اس میں کلاسیکی فارسی کے طرز املا کو برقرار رکھا گیا ہے، ورنہ ایران میں مطبوعہ کلیات فارسی پڑھتے ہوئے، ایک قاری، خصوصاً برعظیم کا قاری، ذہنی الجھاؤ اور انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔

مگر اس خوش آئند پہلو سے قطع نظر، کلیات فارسی، داخلی طور پر کلیات اردو کی طرح املائی انتشار کا شکار ہے، بلکہ کلیات فارسی، املائی انتشارات و تضادات، اعراب و توقیف نگاری کے سلسلے میں

۱- مرتبہ: احمد سرور، مطبوعہ تہران، طبع اول: ۱۹۶۳ء، طبع دوم: ۱۹۷۲ء، وغیرہ۔

۲- اردو املا: ص ۵۶۵

بے توجہی اور املا کی مجموعی بے ضابطگی اور عیوب کے اعتبار سے کلیات اُردو سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ املا کے سلسلے میں کوئی ضابطہ یا اصول وضع نہیں کیا گیا، خوش نویس کی ذاتی صواب دید ہی اصل اصول ہے، چنانچہ خوش نویس نے ایک لفظ کو جیسا چاہا، لکھ دیا، دوسری جگہ اس کی لکھاؤٹ بدل دی اور تیسری جگہ اُسے بالکل نئی صورت بخش دی۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے غ ع اڈیشن کے دیباچے میں کلیات کی ”جدید کتابت“ کو ”شاعر مشرق“ کے کلام کے نمایان شان قرار دیا ہے۔ بلاشبہ ظاہری حسن کاری اور خوش نمائی کے اعتبار سے اُردو اور فارسی دونوں کلیات کی کتابت، بہت خوب صورت ہے، مگر املا کی صحت و یکسانیت کے نقطہ نظر سے یہ خوش نویسی معیاری نہیں ہے۔ واثق تر ابی لکھتے ہیں:

یہ دیکھ کر بے حد صدمہ ہوا کہ علامہ مغفور کے اس کلیات کو، جو بزرگ پروف ریڈر میسر آئے، وہ فارسی سے سراسر بے بہرہ، خصوصاً قواعد فارسی سے قطعاً نابلد، عروض سے یکسر معتر، قوائی سے بالکل مبترا تھے اور ان کی نظر بھی تربیت یافتہ (ٹریینڈ) نہیں تھی۔

یہ راءے بہت سخت ہے، مگر یہ ضرور احساس ہوتا ہے کہ صحت املا کا پہلو، مگر ان کتابت، پروف خوال اور ناشر کی نگاہوں سے اوجھل رہا۔ جتنی توجہ سے پروف خوانی کی گئی، اس سے کہیں زیادہ دیدہ ریزی اور کاوش مطلوب تھی، کلیات فارسی میں نہ صرف یہ کہ اغلاط کی بھرمار ہے، بلکہ املا کی بے قاعدگیوں بھی کثیر اور متنوع ہیں، مثلاً:

(الف) ایک ہی لفظ یا ایک جیسے الفاظ کے دو مختلف نمونے دیکھیے (توسین میں کلیات فارسی کے صفحات نمبر درج ہیں۔)

حقائق (۱۸۰) حقائق (۱۸۱)۔ وائے (۷۲۵) وائے (۷۲۵)۔ پائندہ (۴۰۹) پائندہ (۶۷۷)۔ نئے (۶۳) نئے (۳۶۱)۔ بہ ولایت (۴۰۲) بروایت (۴۱۲)۔ گویم (۳۳۳)۔ گویم (۳۱۷) آزمائش (۵۹۱) آزمائش (۶۳۶)۔ بتن (۶۳۱)۔ بتن (۶۵۲)۔

(ب) بعض الفاظ کا املا واضح طور پر غلط ہے۔ ہم ذیل میں بطور نمونہ چند ایسے الفاظ اور ان کی صحیح صورت درج کر رہے ہیں، کلیات میں اس طرح کے غلط املا کی کثرت ہے:

۱- اُردو ڈائجسٹ، نومبر ۱۹۷۸ء، ص ۱۶۹

۲- املا کی ایسی غلط صورتوں کو راقم نے اغلاط کتابت کی فہرست میں شامل و شمار نہیں کیا، کیونکہ یہ غیر شعوری غلط لکھاؤٹ ایک لحاظ سے املا کا مروجہ طریقہ ہے۔ اگر ایسا کیا جاتا تو اغلاط کی تعداد سیکڑوں سے بڑھ کر ہزاروں تک پہنچ جاتی۔

صفحہ	کلیات کا غلط املا	مطلوبہ صحیح صورت
۱۳۵	باکت	باہت
۴۴۴	پاکدارے	پایدارے
۴۶۰	جوئندہ	جویندہ
۶۰۲	خوابیدہ	خوابیدہ
۶۳۴	مئے	مئے
۶۹۴	آسانہا	آساں ہا
۶۹۴	دخانہا	دخاں ہا

(ج) فارسی لفظ بہ، کہ، بے، نہ، چہ وغیرہ کبھی دوسرے لفظ سے مل کر اور کبھی الگ لکھے جاتے ہیں۔ کلیات میں بھی یہی صورت ہے، مگر کہیں الگ لکھنا زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے، اس طرح غلطی کا احتمال نہیں رہتا، مثلاً: کلیات میں (ص ۴۲۹) نرسیدن کو غلطی سے نرسیدن بنا دیا گیا ہے، اگر اس کی صورت: ”نہ رسیدن“ ہوتی تو اس غلطی کا امکان بہت خفیف ہوتا۔ اسی طرح: ”بہر مشکل“ (ص ۵۸۲) کو ”بہر مشکل“، ”بوجد“ (ص ۶۴۹) کو ”بہ وجد“ اور ”باریان“ (ص ۶۹۳) کو ”بہ ایران“ لکھا جاتا تو بہتر تھا۔

(د) نسخ میں اعراب کا اہتمام نسبتاً مشکل ہوتا ہے۔ نستعلیق اختیار کرنے میں، اس کی مشکلات اٹھانے سے قطع نظر، سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ اس میں اہتمام اعراب بہت آسان ہے اور اس طرح تحریر کو روانی اور نسبتاً تیز رفتاری سے پڑھا جاسکتا ہے۔ اعراب کی موجودگی میں نظر کو کہیں رکاوٹ نہیں ہوتی، جب کہ بلا اعراب تحریر میں، قدرے اٹکاؤ محسوس ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ کلیات میں اعراب نگاری کا اہتمام نہیں کیا گیا، اس کی وجہ سے کئی مقامات پر التباس پیدا ہوتا ہے۔ ذیل کی چند مثالوں سے اعراب کی ضرورت کا اندازہ ہوگا:

صفحہ	کلیات کا املا	مطلوبہ بہتر صورت
۹	زہر جزو	زہر تجزو
۴۳	زورد	زورد
۴۴	بود	بؤد

مطلوبہ بہتر صورت	کلیات کا املا	صفحہ
تَوَام	توام	۲۵
دُکَانِ	دکان	۶۹
قِدَم	قدم	۱۳۵
یہ	بہ	۱۵۱
زِ اَبْرے	زا برے	۲۸۲
مِه اُو	مہ او	۵۶۶
اُو را بہ دُزدید از فرنگ	او را بدزدید از فرنگ	۶۹۸
ازیشم	ازیشم	۷۶۱

(۵) اسمائے معرفہ کو کہیں تو جلی قلم سے لکھا گیا ہے اور کہیں عام قلم سے، اس ضمن میں نہ تو پوری طرح قدیم نسخوں کی تقلید کی گئی ہے اور نہ کسی اور ضابطے کی۔ خوش نویس نے کلیتاً اپنی صواب دید سے کام لیا ہے، مثلاً: ”فرنگ“ اور ”پطرس“ زبورِ عجم (ص ۲۱۷) اور کلیات (ص ۵۴۷) دونوں جگہ جلی قلم سے ہیں۔ ”تبریز“ اور ”چنگیز“ زبورِ عجم (ص ۲۰۴) جلی قلم سے، مگر کلیات (ص ۵۳۸) میں عام قلم سے ہیں۔ (پھر بعض مقامات پر اسمائے نکرہ اور اسمائے صفات کو بھی جلی قلم سے لکھا گیا ہے، مثلاً: ”بلند“ (کلیات: ص ۱۰۷) ایک ہی لفظ کہیں جلی قلم سے ہے اور کہیں خفی قلم سے)۔

(۶) اسمائے معرفہ (اشخاص، مقامات، کتب وغیرہ) کو دیگر الفاظ اور افعال سے ممیز کرنے کے لیے اُن کے اُوپر ایک خط (—) کھینچنے کا طریقہ، قدیم طرزِ املا کی ایک معروف صورت ہے۔ اسی طرح شعرا کے اسما پر تخلص کی علامت (—) بنائی جاتی ہے۔ زیر بحث کلیات میں بالکل آزادانہ روش اختیار کی گئی ہے، بلکہ زیادہ صحیح معنوں میں یہ کہنا چاہیے کہ کوئی متعین روش ہے ہی نہیں، مثلاً: اسرار و رموز میں شاید ہی کسی اسمِ علم کے اُوپر خط کھینچا گیا ہو، کہیں اسمائے نکرہ پر تخلص کی علامت (ص ۱۰۲، ۱۰۳)، کہیں اسمائے معرفہ پر تخلص کی علامت (ص ۳۳۳، ۳۱۷، ۸۶۰) اور کہیں تخلص کی علامت کی بجائے خط (ص ۳۳۶)۔ ایک ہی لفظ پر کہیں خط کھینچا گیا (بوعلی: ص ۸۶۵) اور کہیں خط نہیں کھینچا گیا (بوعلی: ص ۲۶، ۲۵)، کہیں خط بالکل ہی بلا جواز اور غلط ہے (نشیناں: ص ۸۸۰)۔

بعض مقامات سے اندازہ ہوتا ہے کہ خوش نویس، الفاظ کے فصل و وصل سے بے بہرہ ہے، مثلاً: ص ۲۶۰ پر ہے..... ”عالم دیر و زود را“..... یہاں ”اور ز“ میں وصل اور ”ز“ اور ”و“ کے درمیان فصل غلط ہے، صحیح صورت میں اسے یوں ہونا چاہیے تھا: ”عالم دیر و زود را“۔

یہ سب کچھ احتیاط، توجہ اور دقت نظر کی کمی کے سبب ہوا ہے۔ کلیات میں ”آزر“ کو بجا طور پر ”آرز“ سے بدل دیا گیا ہے، مگر عدم توجہ سے کہیں کہیں یہ تبدیلی نہیں ہو سکی، مثلاً: ”آزر“ بدستور ”آزر“ (ص ۳۷۱) اور ”آزر“ بدستور ”آزر“ (ص ۲۵۵) ہے۔ املا کے ضمن میں ان تضادات و انتشارات اور بے قاعدگیوں کی وجہ سے، راقم اپنی بات دہرانے پر مجبور ہے کہ: ”تدوین و املا کے حتمی قواعد و اصول مرتب و منضبط کیے جائیں اور ان کی روشنی میں علمائے اقبالیات کا ایک بورڈ، کلیات اقبال کا ایک مستند اور صحیح نسخہ تیار کرے، جسے معیاری نسخہ قرار دے کر رائج کیا جائے“۔^۱

کلیات فارسی کے آخر میں اٹھائیس صفحات کا ایک ”اشاریہ“ شامل ہے۔ یہ بھی اسی نوع کی بکثرت اغلاط سے پُر ہے، جن کا سرسری سا تذکرہ کلیات اردو کے اشاریے پر بحث کے ضمن میں ہو چکا ہے (ملاحظہ کیجیے، باب اول: ص ۵۳-۵۶)، مثلاً:

(الف) آدمی، ام الکتاب، جام جم اور چنگیزی کے عنوانات کو ”شخصیات“ کے تحت اور ذوالخرطوم کو ”اماکن“ کے تحت درج کیا گیا ہے۔

(ب) سخر (ص ۷۸۰) سے مراد عثمانی حکمران ہے، مگر اس کا حوالہ خواجہ معین الدین چشتی، پیر سخر کے تحت دیا گیا ہے۔

(ج) ”آزری“ کو ”آزر“ کے حوالوں میں گڈڈ کر دیا گیا، حالانکہ یہاں آذری (ص ۷۵۷) سے مراد ہے: چیت کے مہینے سے متعلق، اس کا آزر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(د) ”جنید“ (ص ۶۲۸، ۹۰۳) کے ساتھ ”کمال الدین جنیدی“ غلط طور پر لکھا گیا ہے، مؤخر الذکر، ایک الگ شخصیت ہیں۔

(ه) ”نیم علیہ السلام“ (ص ۷۵) کا حوالہ سب سے زیادہ مضحکہ خیز ہے، اسے اسرار و رموز کے اس مصرعے: ”وارث موسیٰ و ہارونیم ما“ سے اخذ کیا گیا ہے۔

۱- باب اول: ص ۵۸

۲- کلیات میں اس صفحے کا شمار نمبر غلط (۷۵۸) درج ہے۔

فارسی کلام کے مجموعے

(و) اقوام متحدہ کی وضاحت ”مجلس اقوام“ سے کی گئی ہے۔ اصل حوالہ ”مجلس اقوام“ کا ہے، جس سے مراد ہے: League of Nations۔ یہ حوالہ اسی عنوان سے آنا چاہیے تھا، نہ کہ ”اقوام متحدہ“ کے عنوان سے جو United Nations کا مترادف ہے اور یہاں اس کا کوئی محل بھی نہیں ہے۔

(ز) اقبال کی تصانیف اور بعض دیگر کتابوں کے ناموں کو ”موضوع“ کے تحت درج کیا گیا ہے، جو غلط ہے۔

(ح) بعض ملتے جلتے الفاظ کے حوالوں کو یکجا درج کیا گیا ہے، مثلاً: شاعر، شاعری، غزل، شعر، فقر، فقیر، علم، عالم، کافر، کفر، مسلم، مسلمان، مومن، قوم، قومیت۔ وطن، وطنیت۔ نفس، ضبط۔ خدا، یزداں۔ جنگ، جہاد۔ تصوف، صوفی۔ حالانکہ ان سب کی نوعیت جدا جدا ہے۔

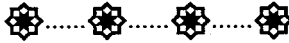
زیر نظر اشاریے کی فہرست اغلاط مرتب کی جائے تو تعداد سیکڑوں تک پہنچے گی۔ ان سیکڑوں اغلاط سمیت، یہ اشاریہ گذشتہ ۳۷ برس سے مذکورہ کلیات کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور اس کی اصلاح یا تبدیل کرنے کا خیال کسی کو نہیں آیا۔ مختصراً یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشاریہ ناقابل اصلاح ہے، اس کی جگہ ایک نیا اشاریہ مرتب کرنا زیادہ آسان ہوگا۔

زیر نظر کتاب کے صفحہ ۱۷ اور ۲۵ پر اقبال اکادمی پاکستان کے شائع کردہ کلیات اقبال فارسی (ڈی کس اڈیشن ۱۹۹۰ء، سپر ڈی کس اڈیشن ۱۹۹۳ء) کا ذکر آچکا ہے۔ امیر فلسفی کے ایرانی اسلوب کتابت میں شائع شدہ مذکورہ کلیات، بر عظیم کے بیشتر فارسی قارئین کے لیے نامانوس اور اجنبی ہے۔ اسلوب کتابت سے قطع نظر، اس کلیات میں کچھ اور نقائص بھی نظر آتے ہیں، مثلاً پیام مشرق کا اردو دیباچہ کلیات سے غائب ہے، البتہ اس کا فارسی ترجمہ دیا گیا ہے۔ (اقبال نے تو دیباچہ فارسی میں نہیں لکھا تھا) ترجمے کے ساتھ اردو متن بھی دینا ضروری تھا۔ اس کلیات میں ایک اور تبدیلی یہ نظر آتی ہے کہ بعض افراد کے اصل ناموں کے بجائے ان کے فارسی مترادفات داخل کر دیے گئے ہیں جیسے گونے کے بجائے گوتہ یا ٹیٹھے کے بجائے نیچا یا آئن سٹائن کے بجائے اینٹسٹین اور ٹالسٹائی کے بجائے تولستوی۔ ہمارے خیال میں اسمائے معرفہ کو مقرر بنانے (یا بگاڑنے) کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ بقول رشید حسن خاں: مذاق ایرانی کی پیردی میں ناموں کو بری طرح مسخ کیا گیا ہے۔ اس طرح کی تبدیلیوں (تحریفات؟) کا سلسلہ خطرناک ہے۔ اس ضمن میں دیکھیے: (۱) راقم کا مضمون ”کلام اقبال کی معیاری تدوین و اشاعت“۔ نیز رشید حسن خاں کا مضمون ”کلام اقبال کی تدوین“ (۲) یہ دونوں مضامین راقم کی کتاب اقبالیات: تفہیم و تجزیہ میں شامل ہیں۔



باب: ۳

مکاتیب کے مجموعے



(الف) اقبال کی خطوط نویسی

علامہ اقبال، خان محمد نیاز الدین خاں کے نام ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے خط میں لکھتے ہیں:

مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کہ آپ میرے خطوط محفوظ رکھتے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا، جب انھوں نے میرے بعض خطوط ایک کتاب میں شائع کر دیے، تو مجھے بہت پریشانی ہوئی، کیونکہ خطوط ہمیشہ عجلت میں لکھے جاتے ہیں اور ان کی اشاعت مقصود نہیں ہوتی۔ عدیم الفرستی تحریر میں ایک ایسا انداز پیدا کر دیتی ہے، جس کو پرائیویٹ خطوط میں معاف کر سکتے ہیں، مگر اشاعت، ان کی نظر ثانی کے بغیر نہ ہونی چاہیے۔^۱

اقبال کا یہ احساس تشویش تعجب انگیز نہیں۔ خطوط، بالعموم قلم برداشتہ اور عجلت میں لکھے جاتے ہیں، اس لیے اکثر مشاہیر نے پسند نہیں کیا کہ ان کے ہر نوع اور ہر طرح کے خطوط شائع کیے جائیں، مگر اہم بات یہ ہے کہ بسا اوقات یہی خطوط مشاہیر کی شخصیات کے مطالعے میں اہم ترین ماخذ ثابت ہوتے ہیں۔ اقبال کے خطوط بھی ان کی شخصیت، نیز ان کے افکار اور شاعری کی تفہیم میں کلیدی اہمیت رکھتے ہیں۔

مکاتیبِ اقبال کے متعدد مجموعے، مختلف اقبالیین کی ذاتی دلچسپیوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ سب، اقبال کی وفات کے بعد وقفوں وقفوں سے شائع ہوئے اور ظاہر ہے ان کی نظر ثانی اور اجازت کے بغیر، اس لیے انھیں اقبال کی باقاعدہ ”تصانیف“ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ شعری تصانیف کے مقابلے میں ان کی حیثیت بہر حال ثانوی ہے، تاہم اقبالیات میں ان کی حیثیت مسلمہ ہے۔

۱۸۹۵ء میں اقبال سیال کوٹ سے لاہور آئے اور گورنمنٹ کالج لاہور میں بی اے کی جماعت میں داخل ہوئے۔ ان کے لیے والدین سے جدا ہو کر، گھر سے دور ”پردیس“ میں رہنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ تکمیلی تعلیم کے بعد بھی لاہور میں مقیم رہے۔ ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ گئے، تو نہ صرف گھر والوں سے دوری بڑھ گئی، بلکہ دوست احباب سے بھی جدا ہو گئے۔ ولایت سے واپسی پر مستقلاً

لاہور میں مقیم ہو گئے۔ مصروفیات کے ساتھ ساتھ اُن کی شہرت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اقبال کے لیے ایک طرف تو اپنے والدین اور اعزہ کو خط لکھنا ضروری تھا اور دوسری طرف اپنے دوستوں اور مددگاروں کے استفسارات کا جواب لکھنا، دوستی کا تقاضا تھا اور اخلاقی فرض بھی۔ یہی تقاضے، فرائض اور مجبوریاں اقبال کی خطوط نگاری کا پس منظر ہیں۔

اقبال، بنیادی طور پر شاعرانہ طبع رکھتے تھے۔ ان کے ہاں مستعدی اور تحرک کے بجائے تساہل اور جمود غالب تھا، اور وہ پابندیوں اور ضابطوں سے گھبراتے تھے۔ بقول غلام رسول مہر: ”علامہ مرحوم کی طبیعت، ابتدائی ہی سے غور و فکر اور انہماک و استغراق کی طرف مائل تھی“۔ خالد نظیر صوفی لکھتے ہیں: وہ فطرتاً تساہل پسند تھے۔ چارپائی پر نیم دراز یا گاؤتیکے سے ٹیک لگائے بیٹھے رہنے کے بڑے دلدادہ تھے۔ وقت کی پابندی اُن کے لیے مشکل تھی۔ اگر کہیں وقت مقررہ پر پہنچنا ہوتا، تو انہیں ہمیشہ دیر ہو جاتی۔ زمانہ طالب علمی ہی سے ان کی افتادِ طبع یہی تھی۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے ہوسٹل میں اُن کا کمرہ شعر و ادب کا ایسا مرکز تھا، جہاں محفلیں گھنٹوں برپا رہتیں۔ ان کے ہم درس میر غلام بھیک نیرنگ کے الفاظ میں: ”اقبال کی طبیعت میں اسی وقت سے ایک گونہ تطہیت تھی اور وہ ”قطب از جانی جنید“ کا مصداق تھے۔“ سرکاری ملازمت سے گریز بھی، آزاد روی کے اسی رجحان کا ایک پہلو تھا۔ اقبال کے قریبی رفیق سر عبدالقادر کا بیان ہے کہ قیام لندن کے زمانے میں اقبال ایک تو کم آمیز تھے دوسرے: کابل۔ ”وہ کئی دفعہ کسی جگہ جانے کا وعدہ کرتے تھے اور پھر کہتے تھے: بھی کون جائے۔ اس وقت تو کیڑے پہنے یا باہر جانے کو جی نہیں چاہتا۔“ اُن کے تساہل کے پیش نظر، ہم انہیں انہی سے ”قطب از جانی جنید“ کی کہاوٹ سنایا کرتے تھے۔“

تساهل، جمود اور بے قاعدگی، اگر افتادِ طبع کا حصہ ہو، تو خطوط نگاری میں مستعدی، تعجیل اور باقاعدگی کی توقع عبث ہے۔ لیکن دلچسپ بات ہے کہ علامہ اقبال، عام زندگی میں سہل انگاری کے برعکس، کتب نگاری میں بہت مستعد اور باقاعدہ تھے۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی لکھتے ہیں:

اقبال کا دستور یہ تھا کہ ادھر ڈاک کیا خط دے کر جاتا تھا اور ادھر وہ اپنے خدمت گار علی بخش کو فوراً قلم دان

۱- اقبال درون خانہ: [اول]، پیش لفظ، ص ۲۲

۲- ایضاً، ص ۲۳

۳- مجلہ اقبال، اکتوبر ۱۹۵۷ء، ص ۵

۴- نذر اقبال، ص ۸۹

اور کاغذات کا ڈبانا لانے کی ہدایت فرماتے تھے۔ پھر فوراً جواب لکھتے تھے اور اسی وقت علی بخش کے حوالے فرماتے تھے کہ لیٹر کس میں ڈال آئے۔

یہی وجہ ہے کہ اقبال کے خطوں میں اس طرح کے جملے بکثرت ملتے ہیں:

”ابھی ایک لمحہ پہلے آپ کا خط پہنچا۔“

”آپ کا نوازش نامہ ابھی ابھی موصول ہوا۔“

Your letter which I received a moment ago.

Your letter which reached me a moment ago.

مکاتیب کے ذخیرے پر نگاہ ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ چند ایک مفصل خطوط کو چھوڑ کر، اقبال نے ہر جواب میں امکانی اختصار سے کام لیا ہے۔ خط کے جواب میں تعجیل، مستعدی اور اختصار کے درمیان گہرا ربط موجود ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے لکھا تھا:

اقبال کی مکتوب نگاری میں باقاعدگی، ایک زبردست احساس ذمہ داری کا نتیجہ ہونے کے باوجود، ان کی سہل انگاری اور بے نیازی کے رجحان کی دخل اندازی سے نہیں بچ سکی۔ مکاتیب کا اختصار اسی دخل اندازی کا نتیجہ ہے۔ ایک طرف ادائیگی فرض، جواب کا تقاضا کرتی ہے اور دوسری طرف رجحان طبع کے ہاتھوں مجبور ہیں کہ اس تکلف اور پابندی سے جلد نجات ملے، چنانچہ مکاتیب کے بین السطور اس کشمکش کی جھلک صاف دیکھی جاسکتی ہے۔ کبھی خط پر تاریخ لکھ دی، کبھی بھول گئے، خیال آ گیا تو آخر میں لکھ دی، ورنہ بلا تاریخ ہی خط روانہ کر دیا؛ کبھی تاریخ اور مہینا لکھ دیا اور سنہ ندراد؛ کبھی خط ختم کرنے کی جلدی میں الفاظ چھوٹ گئے؛ احساس فرض کے ساتھ خط لکھنا شروع کیا، مگر جلد ہی طبیعت اکتا گئی اور ”زیادہ کیا عرض کروں“ قسم کا فقرہ لکھ کر خط ختم کر دیا۔ یہ فقرہ اقبال نے اپنے خطوں کے آخر میں کثرت سے دہرایا ہے۔ خط سے جلد چھٹکارا پانے کے رجحان کو اقبال شعوری طور پر بھی محسوس کرتے تھے۔

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے نزدیک اقبال کے خطوط، ان کے شعری افکار کی توضیح، فکری پس منظر اور ارتقا اور سو انجی لحاظ سے اہم ہیں۔

اقبال کے ذخیرہ مکاتیب کا بظہر عمیق مطالعہ کریں تو اقبالیات میں ان کی افادیت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔

۱- اقبال کی صحبت میں: ص ۲۷۰

۲- خطوط اقبال: ص ۲۷۳

۳- مجلہ تحقیق، جلد اول، شمارہ ۱-۲: ص ۲۹

خطوط میں ایک قاری خود کو اقبال کے بہت قریب محسوس کرتا ہے۔ اقبال ہمیں فقر و غنا، درویشی و قناعت، عجز و انکسار کا پیکر نظر آتے ہیں، دوسری طرف وہ قرآن، حدیث اور فقہ پر گہری نظر کے ساتھ دنیاوی علوم کا بھی وسیع مطالعہ رکھتے ہیں۔ انھیں کبوتروں سے بھی رغبت ہے اور خطوط میں بے تکلف احباب سے اس موضوع پر کھل کر تبادلہ خیال کرتے ہیں۔^۱ وہ ظریف و شگفتہ مزاج ہیں اور خطوط میں ان کی حس مزاج نمایاں ہے۔^۲

اقبال نے ایک جگہ لکھا ہے: ”شاعر کے لٹری اور پرائیویٹ خطوط سے اس کے کلام پر روشنی پڑتی ہے“۔^۳ اُن کا یہ قول، کسی اور سے زیادہ، خود اُن کے مکاتیب پر صادق آتا ہے۔ مزید برآں، خطوط سے اقبال کے بعض اُن علمی منصوبوں کا پتا چلتا ہے، جو مستقبل میں اُن کے پیش نظر تھے۔ خطوط کی مدد سے کم از کم دس بارہ ایسی کتابوں کی نشان دہی کی جاسکتی ہے، جو اقبال لکھنا چاہتے تھے۔^۴

مکاتیبِ اقبال کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ:

بعض نوآموز شاعر بڑی کثرت سے اپنی شعری کاوشیں اصلاح کی خاطر اُن کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ اصلاح شعری بہت سی مثالیں ان کے خطوط میں ملتی ہیں۔ کبھی وہ الفاظ کی تحقیق میں کوشاں نظر آتے ہیں اور کبھی کسی حوالے کی تلاش میں سرگرداں۔ پھر ہم عصر شخصیتوں سے علمی، ادبی اور شعری مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا رہتا تھا..... چنانچہ مکاتیبِ اقبال، ان کے شعورِ تحقیق و تنقید اور شعری و ادبی نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہیں، بلکہ اس سے اُن کے تخریبی اور وسعتِ مطالعہ کا بھی پتا چلتا ہے۔^۵

بقول نذیر نیازی: اقبال ”جب بھی خط لکھتے، قلم برداشتہ ہی لکھتے..... وہ شاید ایک مرتبہ خط لکھ کر پڑھتے بھی نہیں تھے“،^۶ اس لیے بعض اوقات کوئی حرف یا لفظ چھوٹ جاتا تھا۔ خطوط میں اس طرح کی

۱- زیادہ تر مکاتیبِ اقبال بنام نیاز میں۔

۲- مکاتیبِ اقبال بنام گرامی میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔

۳- انوارِ اقبال: ص ۱۱

۴- نقوش، اقبال نمبر ۲: ص ۱۳۷-۱۶۵

۵- خطوطِ اقبال: ص ۶۰

۶- نذیر نیازی: مکتوباتِ اقبال، ص ”ز“۔

بیسویں مثالیں مل جاتی ہیں۔ ذیل میں اقبال کے خطوط سے چند جملے نقل کیے جا رہے ہیں۔
 قوسین میں دیے گئے الفاظ، اقبال کی اس تحریر میں موجود نہیں، یعنی جلدی میں چھوٹ گئے تھے:

”اختیار کرنے [کو] ہوں“۔ خطوط اقبال: ص ۷۳

”ان لوگوں [کی] درخواستیں.....“ انوار اقبال: ص ۱۸۹

”جذبات پیدا کرنا چاہتے [ہیں]“ اقبال نامہ، دوم: ص ۳۷۱

بعض اوقات جلدی میں الفاظ غلط بھی لکھے جاتے تھے، مثلاً: شیخ اعجاز احمد کے نام ۳ مارچ ۱۹۲۰ء کے خط^۱ میں ”مکاف ہاؤس لاہور“ درج ہے، حالانکہ متن خط سے ظاہر ہے کہ یہ خط لاہور سے نہیں، دہلی سے لکھا ہے۔

اقبال کے انگریزی خطوط کے عکس دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ازروہ اختصار، بعض الفاظ کو مخفف بنا کر لکھتے ہیں، مثلاً:

حوالہ	اقبال کا املا	اصل لفظ
۱۸۵ Letters of Iqbal ص	Asstt Sec.	Assistant Secretary
۱۸۵ ص ایضاً	red.	received
۱۸۵ ص ایضاً	Aug.	August
۱۹۸ ص ایضاً	T.B.	Text Book
Oriental College Magazine	Shd.	Should
اقبال نمبر ۷۷، ۱۹۷۷ء، ص ۲۹۶		
۲۹۹ ص ایضاً	Coll.	College

شروع شروع میں تو وہ اپنے نام کا پہلا جزو بھی مختصر کر کے Md. یا Mohd. لکھتے رہے، مگر بعد میں اسے ترک کر کے بالالتزام Mohammad لکھتے۔ اسی طرح اردو میں محمد کے اوپر (م) کی علامت بھی بناتے۔ اصولاً تو یہ علامت (م) صرف رسول پاک کے نام کے ساتھ بنانی چاہیے، مگر یہ التزام، آپ سے اقبال کی غایت درجہ شیفنگی اور احترام کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح خط کے آغاز یا انجام

۱- مذکورہ خط کے عکس کے لیے ملاحظہ کیجئے: Iqbal in Pictures۔

پر تاریخ لکھنے کا بھی اہتمام کرتے۔ ایسے خطوط بہت کم ہوں گے، جن پر تاریخ درج نہ کی گئی ہو۔ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں آپ کا خط بہت پختہ تھا، تاہم تیزی کے ساتھ لکھنے کے سبب کہیں کہیں الفاظ پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔

خطوطِ اقبال کی زیادہ تر تعداد اردو اور انگریزی میں ہے، تاہم چند خطوط فارسی اور جرمن زبانوں میں بھی ملتے ہیں۔ فارسی میں دو، عربی زبان میں ایک اور جرمن زبان میں سترہ خط زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہ گئے ہیں۔ سعید اختر درانی نے مس ویگے ناسٹ کے نام ۲۷ خط شائع کیے ہیں ان میں سے پہلے سترہ جرمن زبان میں ہیں۔ جرمن میں لکھے جانے والے جس مفصل خط کا ذکر، ڈاکٹر سعید اختر درانی نے کیا ہے، وہ انھی ۲۷ خطوں میں شامل ہے۔

اقبال کے ابتدائی دور کے خطوط محفوظ نہیں۔ قدیم ترین دستیاب خط مولانا احسن مارہروی کے نام ہے، جو گورنمنٹ کالج لاہور کے ہوٹل سے ۲۸ فروری ۱۸۹۹ء کو لکھا گیا۔ آخری خط ۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء کا ہے جو ممنون حسن خاں^۵ کے نام لکھا گیا۔ آخری برسوں میں ضعفِ بصارت کے سبب بقلم خود جواب لکھنے سے قاصر ہو گئے، تو املا کر کے دستخط کر دیتے، بعض خطوط بلا دستخط ہی بھجوا دیتے۔ خطوطِ اقبال کے کاتبین میں منشی طاہر الدین، میاں محمد شفیع، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، سید نذیر نیازی، محترمہ ڈورس احمد اور جاوید اقبال^۶ شامل ہیں۔ ممتاز حسن لکھتے ہیں:

Iqbal was a most scrupulous correspondent and I know of nobody whoever wrote him a letter without getting a reply^۷.

ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی کا بیان ہے:

- ۱- انوارِ اقبال: ص ۲۹۰-۲۹۱
- ۲- خطوطِ اقبال: ص ۲۸۵
- ۳- اقبال یورپ میں، طبع دوم: ص ۱۸۸
- ۴- اقبال نامہ، اول: ص ۳-۴
- ۵- ایضاً، ص ۳۳۵
- ۶- ملفوظات: ص ۱۴۰
- ۷- دیباچہ: Letters-

عام طور پر لوگ کا تبِ خط کی اخلاقی حالت اور خط کے مضمون کی اہمیت کے علاوہ، ذاتی حالات کو مد نظر رکھ کر جواب دینے یا نہ دینے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات عدیم الفرستی اور جسمانی عوارض بطور خاص جواب لکھنے میں مانع ہوتے ہیں، مگر حضرت علامہ نے، باوجود جسمانی عوارض، علمی مطالعے میں استغراق اور عدیم الفرستی کے، کبھی جواب لکھنے سے گریز نہیں فرمایا۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

میرے خیال میں آج تک کسی کو یہ شکایت نہیں ہوئی کہ اقبال کی طرف سے وہ جواب خط سے محروم رہا۔ ان بیانات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ اقبال نے اپنی زندگی میں ہزاروں خط لکھے ہوں گے، مگر ان میں سے محفوظ و دستیاب خطوں کی تعداد تقریباً پندرہ سو بنتی ہے۔ یقیناً خطوطِ اقبال کی معتد بہ تعداد ضائع ہو گئی ہے۔ سب سے عین ممکن ہے، بہت سے خطوط، اب بھی کہیں نہ کہیں محفوظ و موجود ہوں اور وقت گزرنے کے ساتھ ان کے منظرِ عام پر آنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

علامہ اقبال کی وفات کے بعد چند برسوں کے اندر ہی ان کے مکاتیب کے جمع و ترتیب اور ان کی اشاعت کا کام شروع ہو گیا تھا۔ آئندہ صفحات میں ہم مکاتیبِ اقبال کے مختلف مجموعوں کا ایک جائزہ پیش کریں گے۔



-
- ۱- اقبال کی صحبت میں: ص ۲۷۱
 - ۲- نوید صبح، اقبال نمبر، ۱۹۵۲ء، ص ۴۲
 - ۳- ملاحظہ کیجیے: (الف) نقوش، خطوط نمبر، اول: ص ۴۵۹
 - (ب) اقبال نامہ، اول: ص ”رض“
 - (ج) Iqbal از عطیہ بیگم: ص ۵
 - (د) جنگ کراچی، ۷ مئی ۱۹۸۲ء

(ب) مکاتیب کے مستقل مجموعے

❁ شادا اقبال

شادا اقبال کے تمام تر خطوط مہاراجا کشن پرشاد شادا کے نام لکھے گئے۔ اس کے مرتب، ڈاکٹر محی الدین قادری زور مجموعے کے مقدمے میں لکھتے ہیں: ”اس مجموعے میں جو خطوط شائع کیے جا رہے ہیں، وہ مہاراجا کی وفات سے دو تین سال قبل ہی بغرض اشاعت موصول ہوئے تھے“۔ شادا کا انتقال ۱۹۳۹ء میں ہوا۔^۱ یہ خطوط، اگر دو سال قبل بھی ڈاکٹر زور کے سپرد کیے گئے ہوں، تو بھی ان کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کا ڈول ۱۹۳۷ء میں، یعنی اقبال کی وفات سے بہر حال کئی ماہ پہلے، ڈالا گیا ہوگا، تاہم مجموعے کی تیاری اور طباعت کے مراحل میں کئی سال گزر گئے اور مجموعہ ۱۹۴۲ء میں چھپ کر منظر عام پر آیا۔^۲

یہ امر معنی خیز ہے کہ شادا اقبال، علامہ اقبال کے شعری مجموعوں کے عمومی اور مروج تقطیع پر شائع کی گئی۔ ڈاکٹر زور نے تیس صفحات کے مفصل دیباچے میں شادا اور اقبال کی ملاقاتوں اور تعلقات پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر دونوں کی تصاویر اور دونوں کے ایک ایک مکتوب کا عکس دیا گیا ہے۔ مکتوب اقبال کا عکس نامکمل ہے۔ (دیکھیے اصل خط: شادا اقبال، ص ۱۵۳-۱۵۴)۔ مجموعے کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ خطوط کی کل تعداد ایک سو ایک ہے۔ ان میں سے ۴۹ خطوط اقبال کے اور ۵۲ خطوط، شادا کے ہیں۔ تمام خطوط کو تاریخ وار ترتیب دیا گیا ہے۔ پہلا خط اقبال کا ہے، اس کے جواب میں دوسرا خط شادا کا، تیسرا اقبال کا اور چوتھا شادا کا، آخر تک یہی صورت ہے۔ اس سے کتاب کی ضخامت بڑھ گئی ہے، تاہم شادا کے جوابی خطوں سے متعدد تشریح طلب امور واضح ہو جاتے ہیں۔

۱- شادا اقبال: ص ۳۶

۲- مہاراجا سسر کشن پرشاد شادا، حیات اور ادبی خدمات: ص ۴۱

۳- شادا اقبال کم یاب ہے۔ راقم کے علم کی حد تک لاہور کے کسی بیک کتب خانے میں اس کا نسخہ موجود نہیں۔ بنا بریں ہم اس مجموعے کا نسبتاً مفصل تعارف کر رہے ہیں۔ کتابیاتی کوائف، ضمیمے میں شامل ہیں۔

مرتب نے مقدمے میں بتایا کہ خطوط کی ”ترتیب اور نقل کے سلسلے میں..... صاحبزادہ میر محمد علی خاں میکش، صاحبزادہ میر اشرف علی خاں صاحب بی اے تحصیل دار اور رشید قریشی صاحب ایم اے سے خاص طور پر مدد ملی۔“۔ متنوں خطوط کو بغور دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل خطوط کو پڑھنے اور پھر انہیں احتیاط و صحت کے ساتھ نقل کرنے کے لیے جس غایت درجے کی دقت نظر درکار تھی، اس میں کچھ کمی رہی۔

راقم کو جناب مشفق خواجہ کی وساطت سے بعض خطوط کی عکسی نقول دستیاب ہوئیں، ان کی روشنی میں اندازہ ہوتا ہے کہ متن خوانی میں خاصی سہل انگاری سے کام لیا گیا، مثلاً:

صفحہ	سطر	شاد اقبال (غلط)	اصل خط (صحیح)
۶۶	۶	وہاں ضرورت	وہاں پر ضرورت
۶۶	۹	اسکیم	سکیم
۶۶	۱۵	لیے حیدر آباد	لیے مجھے حیدر آباد
۶۹	۱۲	بہت روز سے	بہت عرصے سے
۸۲	۱۵	گئے، میں نے ایک	گئے ہیں، ایک
۸۲	۱۶	کیا تھا اور	کیا اور
۸۵	۴	سن کر	پڑھ کر

یہ صرف تین خطوں کی اغلاط ہیں۔ اگر پورے ۴۹ خطوط یا ان کی عکسی نقول دستیاب ہو جائیں، تو بعید نہیں کہ اغلاط کی تعداد بیسیوں تک پہنچے۔

مزید برآں شاد اقبال کے بعض خطوط کی تاریخیں صحیح نہیں اور بعض الفاظ کا املا واضح طور پر غلط ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ غلطیاں، کاتب سے سرزد ہوئی ہوں۔ بہر حال ذیل میں بعض اغلاط کی نشان دہی کی جاتی ہے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۷	۲	للہ	لہ
۱۱۱	۶	ایگزیکٹو	ایگزیکٹو
۱۱۱	۱۳	الحمد للہ	الحمد للہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۵	۲	۱۹۲۳ء	۱۹۲۲ء
۱۵۵	۳	واتمام	والاتمام
۱۶۳	۷	ولاکن	ولیکن
۱۶۳	۱۱	۹ دسمبر	۲۹ دسمبر
۱۷۰	۱۷	انکم اموالکم وَاَدْلَادُكُمْ	اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ
۱۷۱	۶	الملک الیوم	لین الملک الیوم
۱۷۱	۶	للہ	للہ

بعض خطوط پر تاریخیں غلط درج کی گئی ہیں، مثلاً: خط نمبر ۱ کی صحیح تاریخ یکم اکتوبر ہے، نہ کہ نومبر (دیکھیے، خط نمبر ۲: ”آپ کا خط مورخہ یکم اکتوبر مجھے ملا“۔) اسی طرح خط نمبر ۵ کی صحیح تاریخ ۵ دسمبر ہے، نہ کہ ۲۴ دسمبر۔ (دیکھیے: خط نمبر ۷، محررہ: ۶ دسمبر۔ ”کل جو عزیزہ لکھا تھا“۔) خط نمبر ۷ پر صرف ”دسمبر“ لکھا ہے، یہ ۱۹۲۲ء کا تحریر کردہ ہے۔ خط نمبر ۹۶ کی صحیح تاریخ ۲۹ دسمبر ہے نہ کہ ۹ دسمبر (دیکھیے خط نمبر ۹۵، محررہ: ۲۲ دسمبر، جس کے جواب میں یہ خط نمبر ۹۶ لکھا گیا)۔

اقبال اپنے نام کے جزو (محمد) پر ازراہ ادب و احترام ہمیشہ علامت ”م“ بناتے تھے، شاد اقبال میں یہ التزام نہیں برتا گیا۔ اسی طرح دسمبر کو ڈسمبر (صفحات ۶۹، ۱۱۱، ۱۲۷، ۱۷۳) اگست کو اگسٹ (صفحات ۵۹، ۶۱، ۶۳) اکتوبر کو اکتوبر (ص ۱۱۷) لکھا گیا ہے، جبکہ اقبال ہمیشہ دسمبر، اگست اور اکتوبر لکھا کرتے تھے۔ نقل نویس یا خوش نویس کی بے توجہی اس سے بھی واضح ہے کہ کتاب میں متذکرہ بالائیں الفاظ کے دو دو املا موجود ہیں، یعنی دسمبر اور ڈسمبر، اگست اور اگسٹ، اکتوبر اور اکتوبر۔

اقبال کے مکاتیب، اپنے مطالب کے اعتبار سے بالعموم واضح ہوتے ہیں، مگر شاد کے نام اقبال کے ان خطوط میں کئی مقامات خاصے ”پراسرار“ معلوم ہوتے ہیں، مثلاً:

..... ”ایک نعبد تو کوچ کر گئے۔ اب تو عرش کے قریب ہوں گے، یادہاں تک پہنچ گئے ہوں گے“۔
 ”ٹیلی فون کا سلسلہ جاری ہے اور کئی اطراف میں خدا [نے] چاہا تو نقش حسب مراد بیٹھے گا“۔
 باہمی رازداری کی ایسی باتوں کا کوئی واضح مفہوم اخذ کرنا ہمارے لیے مشکل ہے۔

-۱ شاد اقبال: ص ۵۶

-۲ ایضاً: ص ۱۳۹

بعض مقامات پر کچھ الفاظ یا عبارات حذف کر دی گئی ہیں۔ (صفحات: ۱۹، ۳۲، ۱۱۲، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۳۶) مرتب نے یہ نہیں بتایا کہ محذوف الفاظ و عبارات مصلحتاً درج نہیں کیے گئے، یا انھیں پڑھا نہیں جاسکا۔ اگرچہ شاد کے جوابی خطوط سے کئی امور واضح ہو جاتے ہیں، اس کے باوجود متن پر حواشی کی ضرورت تھی۔ مجموعے کے مرتب ڈاکٹر زور کے لیے توضیحی حواشی درج کرنا جس قدر آسان تھا، آج پون صدی بعد اسی قدر مشکل ہو گیا ہے۔

شاد اقبال کے طبع دوم کی نوبت نہیں آسکی۔

ڈاکٹر محی الدین قادری زور کو اقبال (اور شاد) کے جو مکاتیب مہیا کیے گئے تھے، وہ خطوط کی اصل تعداد کا محض ایک حصہ تھے، مگر مزید تلاش کے باوجود انھیں کوئی نیا خط نہ مل سکا، لکھتے ہیں: ”افسوس ہے کہ ۱۹ دسمبر ۱۹۱۹ء اور ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء کے درمیانی زمانے یعنی ڈھائی سال سے زیادہ مدت کے خطوط فراہم نہ ہو سکے“۔ خوش قسمتی سے متذکرہ مدت کے ۴ خطوط اور ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۶ء کے درمیانی عرصے کے ۲۶ خطوط چند سال قبل دستیاب ہو گئے۔ اقبال اکادمی پاکستان نے اصل خطوط خرید کر اپنے ہاں محفوظ کر لیے^۱ اور محمد عبداللہ قریشی نے ان پچاس خطوط کو ایک مفصل مقدمے اور حواشی و تعلیقات کے ساتھ مرتب کر کے صحیفہ کے اقبال نمبر، اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء میں شائع کر دیا۔ انھیں ملا کر شاد کے نام اقبال کے خطوط کی تعداد $۳۹ + ۵۰ = ۹۹$ بنتی ہے۔ یہ پچاس خطوط، اگرچہ صحیفہ میں ایک مضمون کے طور پر شائع ہوئے ہیں اور انھیں ایک کتاب یا مجموعہ نہیں کہا جاسکتا، تاہم یہ شاد اقبال کی ایک قیمتی توسیع (extention) ہے اور شاد اقبال سے موضوعی مناسبت کے سبب، ان کا مطالعہ و تجزیہ اسی جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ان خطوط کی نقل نویسی میں بھی کامل درجہ احتیاط نہیں ہو سکی، مثلاً: ۸ مارچ ۱۹۱۶ء کے خط کے عکس (مطبوعہ جنگ کراچی، ۲۳ اپریل ۱۹۷۲ء) اور متن (صحیفہ، اقبال نمبر، اکتوبر ۱۹۷۳ء: ص ۱۶۳-۱۶۴) کا موازنہ کریں، تو ایک ہی خط میں، متن کی دو غلطیاں ملتی ہیں:

۱- شاد اقبال: ص ۳۷

۲- ایضاً: ص ۱۱۵

۳- صحیفہ، اقبال نمبر، اکتوبر ۱۹۷۳ء: ص ۹۹

منقول عبارت	اصل عبارت	سطر
بھی ہے اور وہ یہ	بھی ہے، وہ یہ	۹
سرکار کے	سر سالار کے	۱۱

پھر اقبال کے نام کے جزو ”محمد“ پر ڈاکٹر زور کی طرح، قریشی صاحب نے بھی ”“ کی علامت نہیں بنائی۔

ان خطوط میں بھی کئی مبہم اور پر اسرار مقامات موجود ہیں، مثلاً: ”سائیں رب کو آپ کا پیغام پہنچا دیا تھا، لا تقطوا فرماتے تھے۔ (ص ۱۳۱)..... ”اللہ اکبر اس وقت تشریف رکھتے ہیں اور مجھ سے میرے ایک شعر کا مفہوم دریافت کر رہے ہیں۔“ (ص ۱۷۱)..... ”اگرچہ ٹیلی فون خراب ہے اور ادھر شان بے نیازی ہے، تاہم جواب کی توقع ہے۔“ (ص ۱۸۶)

محمد عبداللہ قریشی نے مکاتیب اقبال کے متعدد دھندلے نقوش کو تعلیقات سے روشن کیا ہے، مگر متذکرہ بالا قسم کے مبہم مقامات کی تشریح و تعبیر وہ بھی نہیں کر سکے۔

شاد کے نام اقبال کے ان ۹۹ خطوط کا زمانہ، تیرہ برسوں پر محیط ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بے تکلفانہ مراسم کے باوجود اقبال نے شاد کو ہمیشہ ایک ہی لقب (سرکار والا یا سرکار والا اتار) سے خطاب کیا۔ علامہ اقبال نے گرامی کے نام ۹۰ خطوط، سید سلیمان ندوی کے نام ۷۱ اور اکبر الہ آبادی کے نام ۱۶ خطوط لکھے مگر القاب و آداب کی ایسی یکسانیت اور کہیں نہیں ملتی۔ یہ، مکاتیب بنام شاد کا امتیازِ خاص ہے۔

✽ اقبال بنام شاد

محمد عبداللہ قریشی نے مذکورہ ۹۹ خطوط کو اقبال بنام شاد کے نام سے کتابی صورت میں مدون کر دیا ہے۔ (بزم اقبال لاہور، جون ۱۹۸۶ء) اس پر تفصیلی تبصرہ دیکھیے: ۱۹۸۶ء کا اقبالیات ادب: ص ۲۸-۳۱۔

✽ اقبال نامہ، اول

شیخ عطاء اللہ نے مکاتیب اقبال کی فراہمی تو علامہ اقبال کے انتقال کے تقریباً ایک برس بعد

۱- سرخطوط تو اقبال نامہ اول میں شامل ہیں۔ مزید ایک خط (محررہ: ۱۹ مئی ۱۹۳۷ء) فاران اپریل ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا۔ یہ خط تاحال کسی مستقل مجموعہ مکاتیب میں شامل نہیں ہے۔

ہی سے شروع کر دی تھی، تاہم ترتیب و تدوین سے متعلق عملی کام کا آغاز فروری ۱۹۴۳ء میں ہوا۔ ڈیڑھ برس لگی محنت کے بعد، مجموعہ مکاتیب تیار ہو گیا۔ اس پر سنہ اشاعت درج نہیں مگر یہ ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا۔ اس کی تائید پشاور یونیورسٹی لائبریری میں اقبال نامہ، اول کے ایک نسخے سے ہوتی ہے، جو میر ولی اللہ ایبٹ آبادی کو، ان کے دوست شیخ احمد نے پیش کیا تھا۔ اس پر شیخ احمد کے دستخطوں کے ساتھ ۲ دسمبر ۱۹۴۳ء کی تاریخ درج ہے۔ اس اعتبار سے یقینی ہے کہ یہ مجموعہ ۱۹۴۳ء کے آخر میں شائع ہوا۔ بشیر احمد ڈار نے سنہ اشاعت ۱۹۴۳ء ہی لکھا ہے۔ شیخ عطاء اللہ نے برسوں بعد محض یادداشت کی بنا پر لکھ دیا کہ اقبال نامہ اول ۱۹۴۵ء میں چھپا تھا، لکھا ہے کہ یہ درست نہیں۔

علامہ اقبال سے مرتب کی عقیدت مندی اس مجموعے کی تدوین کا بنیادی محرک بنی۔ شیخ عطاء اللہ لکھتے ہیں: ”اگرچہ اقبال کے مکاتیب کی فراہمی و اشاعت سے مقصود ایک حد تک ان جواہر پاروں کو دستبرد زمانہ سے محفوظ کر لینا ہے، لیکن اقبال نامہ کی اشاعت سے میرا سب سے اہم مقصد اقبال کے آئندہ سیرت نگار کے لیے بعض مسائل اور خود اقبال کی زندگی پر اقبال کی تحریری شہادتیں مہیا کرنا ہے۔“ چنانچہ عقیدت مندی کے ساتھ کی جانے والی اس کاوش کے نتیجے میں مکاتیب اقبال کا ایک ایسا مجموعہ فراہم ہو گیا، جو تعداد مکاتیب کے اعتبار سے آج بھی اقبال کا سب سے بڑا مجموعہ خطوط ہے۔ مرتب کے شمار نمبر کے مطابق کل تعداد ۲۶۷ ہے، مگر اصل تعداد ۲۳۶ ہے۔ ان میں متعدد مکاتیب، انگریزی خطوں کے اردو تراجم ہیں۔ دس اردو خطوں کے عکس بھی شامل ہیں۔

۱- دیباچہ، اقبال نامہ، اول: صفحات ج، ح اور د۔

۲- یہ اطلاع پروفیسر صابر کلروری کی مہیا کردہ ہے۔ مذکورہ نسخے کے سرورق کا عکس صفحہ ۴۳۱ دیکھیے۔

۳- دیباچہ: Letters of Iqbal۔

۴- اقبال نامہ، دوم: ص: ۸

۵- دیباچہ: اقبال نامہ، اول: ص: ”ح“

۶- اصل تعداد، کل تعداد سے مندرجہ ذیل نوعیت کے خطوط منہا کر کے نکالی گئی ہے:

(الف) ایسے انگریزی خطوں کے اردو تراجم، جن کا اصل متن کسی انگریزی مجموعہ مکاتیب میں شامل ہے (چونکہ اردو ترجمہ اصل انگریزی متن کے مقابلے میں، بہر حال ثانوی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے یہاں ایسے اردو تراجم کو گنتی سے خارج کر دیا گیا ہے۔ البتہ وہ اردو تراجم شمار میں شامل ہیں، جن کے انگریزی متون کسی مجموعے میں نہیں ملتے)۔

(ب) ایسے اردو خطوط جو یہاں نامکمل صورت میں ہیں، مگر کسی اور مجموعہ خطوط میں ان کا صحیح اور مکمل متن شامل ہے۔

(ج) شمار نمبر ۲۰۵ (ص: ۳۲۰) کو بھی گنتی میں شامل نہیں کیا گیا، کیوں کہ یہ ایک نظم ہے۔

شیخ عطاء اللہ نے یہ وضاحت نہیں کی کہ مشمولہ تمام اصل خطوط، انہوں نے بذات خود ملاحظہ کیے اور پھر ان کی نقول تیار کیں یا کرائیں؟ یا مختلف اصحاب نے خطوط کی جو نقول مہیا کیں، انہیں بلا تصدیق ہی جوں کا توں قبول کر کے مجموعے میں شامل کر لیا گیا؟ مرتب کو جس قدر اصل خطوط فراہم ہو سکے، معلوم نہیں، انہیں محفوظ کر لیا گیا یا نہیں؟ یہ سوالات اس لیے پیدا ہوتے ہیں کہ متون مکاتیب میں مختلف النوع اغلاط کی خاصی تعداد نظر آتی ہے۔ غالباً مرتب کو اندازہ نہ تھا کہ تدوین مکاتیب میں صحتِ متن کی کیا اہمیت ہے، اس لیے نقل نویسی میں معمولی کمی بیشی کو جائز سمجھا گیا، مثلاً:

(الف) اقبال اپنے نام کے جزو ”محمد“ پر ہمیشہ علامت ”م“ بناتے تھے، اقبال نامہ میں یہ اہتمام نہیں کیا گیا۔

(ب) دستخط سے پہلے، خط کے خاتمے پر موجود لفظ ”والسلام“، نقل نویس نے عام طور پر حذف کر دیا ہے۔

(ج) اقبال نے جہاں، مثلاً: ۳۲ء یا ۲۱ء لکھا ہے، نقل نویس نے ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۱ء بنا دیا ہے اور یہ تبدیلی بکثرت کی گئی ہے۔

دوسروں کی مہیا کردہ نقول سے قطع نظر بھی کر لیں، تو ایسے خطوط میں اغلاط متن کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی، جن کے عکس اقبال نامہ میں شامل ہیں، مثلاً: ڈاکٹر عباس علی خاں لمحہ کے نام خط نمبر ۷ (ص ۲۷۱) کے عکس اور اس سے نقل کردہ متن پر تقابلی نظر ڈالیں، تو نقل نویسی میں بے احتیاطی کا اندازہ ہو سکے گا:

سطر	اصل خط کا متن	اقبال نامہ کا متن
۱	۳۲ء	۱۹۳۲ء
۴	تخفے	تحفہ
۵	اُمید کہ	اُمید ہے کہ
۶	والسلام	x
۷	محمدؐ اقبال	مخلص محمدؐ اقبال

ہمیں اقبال نامہ میں مشمولہ متعدد مکاتیب کے جو عکس دستیاب ہوئے ہیں، ان کی روشنی میں اقبال نامہ میں متن کی بیسیوں اغلاط موجود ہیں۔ صفحہ ۴۱۴: سطر ۶، ۷ کی اس عبارت: ”میری آنکھ اُسی

وقت کھل گئی اور اس عرض داشت کے چند شعر جو اب طویل ہو گئی ہے، میری زبان پر جاری ہو گئی۔“^۱۔
 سے صاف ظاہر ہے کہ نقل نویس کی غلطی سے ”چند شعر“ کے بعد، کچھ عبارت چھوٹ گئی ہے۔ ڈاکٹر
 محمد دین تاثیر نے زیر بحث مجموعے کے بعض جملوں [جن میں: ”استفادہ حاصل کرنا“ منقول ہے]
 کی بنیاد پر لمعہ کے بیشتر خطوط کو ”ضعی“ قرار دیا ہے۔ ہماری رائے میں ”استفادہ حاصل کرنا“
 کاتب کی غلط نگاری کا کرشمہ ہو سکتا ہے، اس لیے محض اس بنیاد پر لمعہ کے نام خطوط کو جعلی یا وضعی قرار
 دے کر رد نہیں کیا جاسکتا۔^۲ بایں ہمہ ہم ڈاکٹر تاثیر کی اس رائے سے پوری طرح متفق ہیں کہ:
 ”مؤلف شیخ عطاء اللہ نے شخص سے کام نہیں لیا“۔^۳ اس ضمن میں عبدالواحد معینی کا بیان ہے کہ شیخ
 عطاء اللہ یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ ان میں سے اکثر خطوط کو آئندہ اشاعت میں حذف کر دیا جائے گا“۔^۴
 مگر معینی صاحب نے اس ”فیصلے“ کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ غالباً مختار مسعود صاحب نے اسی بلاسند
 ”فیصلے“ کے سبب اقبال نامہ [یکجا] سے ایک کے سوا، لمعہ کے نام سب خطوط حذف کر دیے۔

۱- اشارہ ہے اس عرض داشت کی طرف جو ”در حضور رسالت مآب“ کے عنوان سے مثنوی پس چہ باید
 کرد..... (ص ۲۸) میں شامل ہے۔ اس واقعے کا ذکر اس مسعود کے نام ۲۹ جون ۱۹۳۶ء کے خط میں
 بھی ملتا ہے۔ (خطوط اقبال: ص ۲۶۳)۔

۲- اقبال کا فکر و فن: ص ۱۱۷

۳- عبدالواحد معینی کا یہ بیان مبالغہ آمیز ہے کہ: ”ڈاکٹر تاثیر قطعی طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ اکثر وہ خطوط، جن
 کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اقبال نے ڈاکٹر لوما [لمعہ] کو لکھے تھے، جعلی ہیں“۔ (نقش اقبال: ص ۱۸۲)
 ڈاکٹر تاثیر کے اس اعتراض کی بنیاد محض یہ نکلرا ہے: ”استفادہ حاصل کرنا“ اور جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا،
 پورا احتمال موجود ہے کہ یہ غلطی ناقل یا کاتب کی ہو۔ بعض ثقہ اہل قلم نے بھی اس ”غلطی“ کا ارتکاب کیا
 ہے، مثلاً: ”یورپ کے بعض نام و ر شعرا مشرقی شاعروں کے کلام سے اب تک استفادہ حاصل کرتے
 ہیں“۔ (الطاف حسین حالی: یادگار غالب، شیخ مبارک علی لاہور، ۱۹۰۳ء، ص ۲۸۳)۔ اقبال نے
 ”انگلستان کے دیگر فضلاء، حکما، علما اور مدبرین سے استفادہ حاصل کیا۔“ (محمد دین فوق: انوار اقبال:
 ص ۸۲)۔ ”باطنی طور پر جو کچھ استفادہ ان کو حاصل ہوا۔“ (ابو محمد مسلم: قرآن اور اقبال: ص ۱۲۶)۔
 ”استفادہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔“ (میکیش اکبر آبادی: نقد اقبال، مکتبہ جامعہ دہلی، ۱۹۵۳ء، ص ۳)۔
 شمس الرحمن فاروقی بھی ”استفادہ حاصل کرنا“ کو غلط نہیں سمجھتے۔ (لغات روزمرہ، انجمن ترقی اردو ہند،
 دہلی، ۲۰۰۳ء، ص ۳۶-۳۸) لہذا تاثیر کے اس شبہ کو ”غلطی ثبوت“ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

۴- اقبال کا فکر و فن: ص ۱۱۷

۵- نقش اقبال: ص ۱۸۲

بے احتیاطی کا صدور خطوں کی تاریخیں اور ماہ و سال نقل کرنے میں بھی ہوا ہے۔ اختر راہی نے ایک، اور ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے تیرہ خطوط کی تواریخ تحریر کی تصحیح کی ہے۔ اس کے باوجود اب بھی متعدد مکاتیب کی تاریخیں غلط ہیں، مثلاً:

○ مکتوب نمبر ۲۶ بنام سلیمان ندوی کی تاریخ ۵ جولائی ۱۹۲۲ء درست نہیں۔ اسی خط کے پہلے جملے: [”پیام مشرق پر جو نوٹ آپ نے معارف میں لکھا ہے“۔ اقبال نامہ، اوّل: ص ۱۱۹] سے ظاہر ہے کہ یہ خط پیام مشرق کی اشاعت (مئی ۱۹۲۳ء، دیکھیے: ص ۱۵۰) اور معارف (جون ۱۹۲۳ء) میں اس پر نوٹ چھپنے کے بعد لکھا گیا، اس لیے خط کی صحیح تاریخ صریحاً ۵ جولائی ۱۹۲۳ء ہے۔

○ مکتوب نمبر ۵۱ اور ۵۲ بنام سلیمان ندوی کی تاریخیں ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء درست نہیں، کیونکہ معاً بعد چار خطوط نمبر ۵۳ تا ۵۶ علی الترتیب ۱۱، ۱۳ اور ۱۴ اکتوبر کو لکھے گئے۔ پھر ان کے متن سے بھی واضح ہے کہ صحیح تاریخیں ۵ اور ۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء ہیں۔

○ مکتوب نمبر ۵۷ بنام سلیمان ندوی کی تاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء درست نہیں، کیونکہ مکتوب نمبر ۵۶، ۱۴ اکتوبر کو لکھا گیا۔ مزید برآں اس خط کے ابتدائی حصے: [”آپ کا تارکل ملا، جس سے معلوم ہوا کہ ۱۷ اکتوبر تک آپ کو پاسپورٹ نہیں مل سکا“۔ اقبال نامہ، اوّل: ص ۱۷۶] سے ظاہر ہے کہ صحیح تاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء ہے۔ غالباً یہ اغلاط، سہو کتابت کا نتیجہ ہیں، لیکن سہو، کاتب کا ہو یا ناقل کا، مرتب کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مرتب نے بیشتر انگریزی خطوط کے اردو ترجموں کے ساتھ لفظ ”انگریزی“ لکھ دیا ہے، مگر کئی جگہ یہ وضاحت نہیں ہو سکی، مثلاً: مکتوب بنام میجر محمد سعید خاں (ص ۲۳۶) یا مکتوب بنام سر اس مسعود (ص ۳۵۱)۔ بعض انگریزی خطوط کے اردو تراجم ناقص ہیں، مثلاً اس انگریزی جملے:

I hope you won't mind replying to this letter by the return of post.

کا اردو ترجمہ: ”جواب واپسی ڈاک سے دیجیے“ درست نہیں ہے۔ اسی خط میں انگریزی الفاظ: yours ever کا اردو ترجمہ سرے سے دیا ہی نہیں گیا۔ سر اس مسعود کے نام انگریزی

۱- اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں: ص ۱۳۱

۲- مجلہ تحقیق، جلد اوّل، شمارہ خاص: ۲۰۱، ص ۲۵ تا ۲۶

۳- Letters of Iqbal: ص ۹۶

۴- اقبال نامہ، اوّل: ص ۳۵۱

خطوں کے آخر میں اقبال yours ever لکھتے تھے، مگر اقبال نامہ کے اردو ترجموں میں اس کے متبادل الفاظ کہیں نہیں لکھے گئے۔

مرتب نے خطوط نمبر ۲۵۶ تا ۲۵۷ کا مکتوب الیہ عشرت رحمانی کو قرار دیا ہے (ص ۲۲۵ تا ۲۲۸)۔ کئی برس بعد اکبر علی خاں عرشی زادہ نے یہ خطوط اقبال ریویو، لاہور جولائی ۱۹۶۲ء میں شائع کرائے اور نیرنگستان دہلی کے خاص نمبر ۱۹۳۵ء (ص ۳۷-۳۸) کے حوالے سے بتایا کہ یہ خطوط وحید احمد، مدیر نقیب کو لکھے گئے۔ بعد میں وحید احمد نے محمد عبداللہ قریشی کے نام ایک خط میں اس امر کی تصدیق کر دی۔ خط نمبر ۲۳ (ص ۵۸-۵۹) کے مکتوب الیہ ظہور الدین مجبور نہیں، محمد دین فوق ہیں۔ اصل خط اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ ہے۔

بعض مقامات پر متن کی اصل عبارت حذف کر کے اس جگہ نقطے لگا دیے گئے، مثلاً: صفحات ۳۱۰، ۳۶۰۔ متن کی عبارات کو حذف کرنا اصولاً غلط ہے، تاہم اگر کسی مجبوری یا مصلحت کی بنا پر یہ ناگزیر تھا، تو حاشیے میں اس کی وضاحت ضروری تھی، ایک مقام پر تو نقطے لگانے کا تکلف بھی نہیں کیا گیا۔ ۱۰ جون ۱۹۳۷ء کے مکتوب بنام راس مسعود (ص ۳۸۷) سے کچھ عبارت حذف کر دی گئی اور نقطے بھی نہیں لگائے گئے۔

خط کا صحیح متن

اقبال نامہ، اوّل

شیخ اعجاز احمد میرا بھتیجا ہے، نہایت صالح آدمی ہے، مگر افسوس کہ دینی عقائد کی رو سے قادیانی ہے۔
 ہے، لیکن وہ خود بہت عیال دار ہے.....
 تم کو معلوم ہے کہ قادیانیوں کے عقیدے کے مطابق تمام مسلمان کافر ہیں۔ اس واسطے یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا ایسا عقیدہ رکھنے والا آدمی مسلمان بچوں کا guardian ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ وہ خود بہت عیال دار ہے.....^۳

سر راس مسعود کے نام ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کے مکتوب (ص ۳۶۱) سے جو عبارت حذف کی گئی ہے،

۱- Letter of Iqbal: ص ۱۰۱ تا ۹۶

۲- اوراق گم گشتہ: ص ۱۷۳

۳- اقبال نامے طبع سوم، ۲۰۰۶ء: ص ۲۱۸

اس کے موضوع کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں، اس سے پہلے خط (نمبر ۷) میں یہ جملہ ملتا ہے: ”مجھے اُمید ہے آپ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اس مسئلے کو پیش کر دیں گے“۔ (ص ۳۶۰) محذوف عبارت والا خط اس کے ایک ہفتہ بعد لکھا گیا۔ اس خط میں اقبال نے نواب بھوپال کی طرف سے متوقع وظیفے کا ذکر کیا ہوگا۔ [اس خط کا پورا متن اقبال نامے، طبع ۲۰۰۶ء میں چھپ گیا ہے۔ ص ۶۰]۔

راس مسعود کے نام اس سے ما قبل اور مابعد خطوط^۱ کو ایک نظر دیکھیں تو سیاق و سباق سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ محذوف عبارت کا تعلق نواب بھوپال کے وظیفے سے ہوگا۔ ۲۶ اپریل کے خط میں اس امر کا اظہار کیا ہے، کہ اگر اس معاملے (اجراءے وظیفہ) میں کامیابی ہو جائے تو قرآن کریم پر عہد حاضر کے افکار کی روشنی میں اپنے نوٹس تیار کروں گا۔ ۲۳ مئی کے خط میں بھی یہی ”خدمت انجام دیئے“ کا ذکر ہے۔ ۱۳ مئی کے خط میں محذوف عبارت کے مابعد قرآن حکیم سے متعلق اپنے افکار قلم بند کرنے کی خدمت کا ذکر ہے۔ غالباً اس جگہ اقبال نے واضح طور پر وظیفے کی بات کی ہوگی^۲ اور مرتب نے مصطلحات یہ عبارت حذف کر دی۔ محذوف عبارت والا خط سپرد ڈاک کر چکے تھے کہ اسی روز اجراءے وظیفہ کی اطلاع ملی جس پر اقبال نے اسی وقت راس مسعود کو ایک اور خط لکھا اور اپنے گہرے

۱- اقبال، اپنے خطوط میں سر راس مسعود کو اشارے کنائے میں بار بار اجراءے وظیفہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں (ملاحظہ کیجیے: اقبال نامہ، اول: ص ۳۵۳، سطور: ۱۴، ۲، ۱+۱۵، ص ۳۵۴، سطور: ۱-۲+۱-۳، ص ۳۵۷، سطور: ۱۵۲+۱۵۸، ص ۳۵۸، سطور ۶۲+۶۱، ص ۳۵۹، سطور: ۲-۳+۵، ص ۳۶۰، سطور: ۱۰ تا ۱۰۷، جو ابا راس مسعود انھیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم دونوں (مسعود اور نواب بھوپال) سے بڑھ کر اور کوئی تمھارا خیر خواہ نہیں، اجراءے وظیفہ کے لیے ہم برابر کوشاں ہیں۔“ (ملاحظہ کیجیے: ”خطوط راس مسعود بنام اقبال“، مرتبہ: جلیل قدوائی۔ مطبوعہ: قومی زبان کراچی، اپریل ۱۹۷۵ء، ص ۱۱۳۵)

۲- اقبال نامہ اول: ص ۳۵۷

۳- لکھتے ہیں: ”سفر آخرت سے پہلے کچھ نہ کچھ خدمت انجام دینے کا تمنائی ہے۔ مجھے اُمید ہے آپ اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں اس مسئلے کو پیش کریں گے۔“ (اقبال نامہ، اول: ص ۳۶۰)۔

۴- ایضاً، ص ۳۶۱-۳۶۲

۵- اس کی تصدیق، زیر بحث خط کا مکمل متن سامنے آجانے سے ہوگی ہے۔ یہ مکمل متن، ۲۰۰۶ء میں بھوپال سے شائع ہونے والے مجموعے اقبال نامے میں شامل ہے۔ خط کی صحیح تاریخ ۳۰ مئی نہیں، ۱۳ مئی ہے۔ اقبال نامہ، اول سے حسب ذیل عبارت حذف کی گئی تھی: [بقیہ آئندہ صفحے پر]

جذباتِ ممنونیت کا اظہار کرتے ہوئے ہدایت کی کہ یہ عریضہ اعلیٰ حضرت کو سنا دیجیے۔ اقبال کے الفاظ^۱ سے صاف ظاہر ہے کہ اجراء و وظیفہ پر شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ اس کی تصدیق اقبال کی انکم ٹیکس فائل (سال تخمینہ: ۳۶-۱۹۳۵ء) میں درج شدہ اس عبارت سے ہوتی ہے:

The assessee is getting Rs. 500/- p.m. from Bhopal State from June 1935.^۲

ہمارے خیال میں محذوف عبارت والا یہی وہ خط ہے جس کی بنا پر اقبال نامہ اول، طباعت کے بعد، ایک عرصے تک منظرِ عام پر نہ آسکا۔ پہلے یہ مکمل خط شامل کتاب کیا گیا تھا، بعد میں کتاب کے ان اوراق کو نکال کر، اس خط کے آغاز کی عبارت حذف کرنی پڑی۔ یہ امر، اقبال نامہ کی طباعت و اشاعت کی تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ مجموعے کے ناشر شیخ محمد اشرف صاحب نے ۵ جولائی ۱۹۷۹ء کو ایک ملاقات میں راقم کو بتایا کہ:

اقبال نامہ کی اشاعت رکوانے کا قصہ یہ ہے کہ اس میں ایک خط تھا اس مسعود کے نام، جس میں اقبال نے لکھا تھا کہ جب تک جاوید کی تعلیم مکمل نہیں ہوتی، اس کے لیے پیشن جاری رہے۔ یہ ایک طرح کی درخواست تھی۔ چودھری محمد حسین اس زمانے میں پریس برانچ کے سپرنٹنڈنٹ تھے اور پیر کنٹرولر بھی۔ اس وقت کاغذ پر کنٹرول تھا، جس کا مطلب تھا کہ ناشرین کی روح وہ قبض کر سکتے ہیں۔ چودھری صاحب نے کہا یہ خط damaging ہے، اسے شامل نہ کیا جائے، مگر کتاب چھپ چکی تھی، جلدیں بن گئی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اسے بیچ میں سے نکال دو، مگر میں نے یہ پسند نہ کیا اور کتاب روک کر رکھ

”میں نے آپ کو کل خط لکھا تھا اور کل کے خط کے تسلسل میں یہ خط لکھ رہا ہوں، کیونکہ میں ایک بہت اہم بات لکھنا بھول گیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے خود کو سادہ زندگی گزارنا سکھا لیا ہے۔ میری ضروریات بہت زیادہ نہیں ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ ایک تھوڑی سی پیشن میرے لیے کافی ہوگی۔ مہربانی کر کے یہ نہ سوچیں کہ مجھے جینے کے لیے ہزاروں کی ضرورت ہے۔“ (اقبال نامہ، ۲۰۰۶ء: ص ۱۶۰)۔

راس مسعود کے نام نو دریافت شدہ خط (۱۲ مئی ۱۹۳۵ء) میں بھی اقبال نے یہی بات لکھی ہے: ”میری خواہش ہے کہ اعلیٰ حضرت خود مجھے اپنی ریاست سے پیشن منظور کر دیں۔“ (اقبال نامہ: ص ۱۵۴)۔

۱- الفاظ یہ تھے: ”میں کس زبان سے اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کروں۔ اُنھوں نے ایسے وقت میں میری دست گیری فرمائی، جب کہ چاروں طرف سے میں آلام و مصائب میں محصور تھا۔ خدا تعالیٰ ان کی عمرو دولت میں برکت دے۔“ (اقبال نامہ، ۲۰۰۶ء: ص ۱۷۷)

۲- صحیفہ، اقبال نمبر، اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء: ص ۴۳

دی، فروخت بند کر دی۔ کافی عرصہ انتظار کیا۔ [پھر] میں نے وہ خط کتاب میں سے نکال دیا۔
 اقبال نامہ میں خطوط کی مجموعی ترتیب بہت اچھی ہے۔ ایک مقام پر خطوط کی زمانی ترتیب
 برقرار نہیں رہی۔ سید سلیمان ندوی کے نام مکتوب نمبر ۶۳/۳۲ مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۲۲ء (ص ۱۲۹-۱۳۱)،
 زمانی ترتیب کے اعتبار سے اقبال نامہ کے صفحہ نمبر ۱۱۸ پر مکتوب نمبر ۵/۲۵ مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۲۲ء
 سے پہلے درج ہونا چاہیے تھا۔

✽ اقبال نامہ، دوم

حصہ اول کے دیاچے میں شیخ عطاء اللہ نے لکھا تھا: ”ابھی کافی اور اہم مواد خطوط کی صورت میں،
 میرے پاس موجود ہے۔ تلاش و جستجو جاری ہے۔ مجھے توقع ہے کہ..... میں جلد از جلد حصہ دوم کی اشاعت
 کے فرض سے سبک دوش ہو سکوں“ [گا]۔ چنانچہ ۸۴+۳۹۸ صفحات پر مشتمل حصہ دوم ۱۹۵۱ء میں شائع
 کیا گیا۔ حصہ اول کے ۲۳۶ خطوط کے مقابلے میں، حصہ دوم کے اصل خطوط کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ حصہ
 دوم اپنی ترتیب، اندازِ کتابت اور سائز وغیرہ کے اعتبار سے، حصہ اول کے مطابق ہے، البتہ اس کا آغاز نسبتاً
 ٹیالا اور کمزور ہے۔ حصہ اول کی طرح اس کے سرورق کی پشت پر بھی ناشر کی طرف سے یہ اعلان درج ہے:

جملہ حقوق مع حقوق ترجمہ محفوظ ہیں کوئی صاحب جزو یا کلاً قصد طبع نہ کریں

محمد اشرف

آغاز میں مرتب کا ایک طویل دیاچہ (ص ۸۳ تا ۸۴) شامل ہے۔ ابتدائی ۸۴ صفحات دین
 محمدی پریس لاہور میں طبع ہوئے۔ اس کے بعد صفحات کا شمار از سر نو ہوتا ہے۔ کتاب کا یہ باقی حصہ
 صفحہ نمبر ۲ پر پرنٹ لائن کے مطابق کوآپریٹو پرنٹنگ پریس، وطن بلڈنگ لاہور میں چھپا۔
 معلوم ہوتا ہے، حصہ دوم کے لیے مرتب کے پاس کچھ زیادہ خطوط جمع نہیں ہو سکے، اس لیے
 اس میں کچھ مطبوعہ خطوط اور بہت سے انگریزی خطوط کے ترجمے بھی شامل کر لیے گئے۔ مطبوعہ خطوط

۱- اس بیان کی روشنی میں ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا یہ بیان درست نہیں کہ چودھری محمد حسین نے اقبال نامہ
 کی ساری جلدیں تلف کرادیں۔ (سیارہ، اقبال نمبر: ص ۲۳۷)

۲- اقبال نامہ اول: ص ”ظ“۔

۳- خطوط کا شمار نمبر ۱۸۷ تک کیا گیا ہے۔ اصل تعداد (۱۱۲) اسی فارمولے کے تحت متعین کی گئی ہے، جس کا
 ذکر صفحہ نمبر ۲۲۶ کے حاشیہ نمبر ۶ میں ہو چکا ہے۔

میں سے مہاراجا شاد کے نام لخطوط شاد اقبال سے؛ شاطر مدراسی، سید تقی اور نذیر نیازی کے نام مکاتیب اسروز اقبال نمبر، ۲۲/اپریل ۱۹۳۹ء سے؛ علی بخش کے نام خط نوائے وقت سے اور نیاز الدین خاں کے نام خطوط آفاق سے لیے گئے ہیں۔ محمد علی جناح اور عطیہ فیضی کے نام انگریزی خطوط ان کے مستقل مجموعوں سے۔ بایں ہمہ اقبال نامہ حصہ دوم میں غیر مطبوعہ اور نئے خطوط کا خاصا ذخیرہ فراہم کر دیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی، حصہ دوم میں بھی وہی خامیاں موجود ہیں، جن کی نشان دہی حصہ اول پر بحث کے ضمن میں کی جا چکی ہے۔

ناقل اور خوش نویس کی بے احتیاطی سے متعدد خطوط کی تاریخیں غلط درج ہو گئیں۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے تصحیح کی ہے کہ خط نمبر ۸۸ (ص ۲۳۳) کی صحیح تاریخ تحریر ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء ہے، نہ کہ ۱۹ جنوری ۱۹۲۵ء۔ اسی طرح خط نمبر ۶۲ (ص ۱۷۲) کی صحیح تاریخ یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء ہے، نہ کہ یکم نومبر ۱۹۱۶ء۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے بلا تاریخ کے ایک خط (نمبر ۵۹، ص ۱۶۲) کا زمانہ تحریر اپریل مئی ۱۹۲۲ء متعین کیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ شیخ عطاء اللہ اگر تھوڑی سی احتیاط اور تفحص سے کام لیتے تو بہت سی غلطیوں سے بچ سکتے تھے۔ ذیل میں ہم چند مزید اغلاط کی نشان دہی کر رہے ہیں:

(۱) ص ۲۵۳: خط نمبر ۹۷ کی صحیح تاریخ ۳ جنوری ۱۹۱۹ء ہے نہ کہ ۳ جنوری ۱۹۲۶ء۔

(۲) ص ۲۵۷: خط نمبر ۱۰۱ کی تاریخ تحریر ۱۳ مارچ ۱۹۳۵ء درج ہے۔ متن خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں مولانا انور شاہ صاحب انجمن خدام الدین کے سالانہ جلسے میں شرکت کے لیے لاہور تشریف لائے تھے۔ اس خط میں ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی کا ذکر ہے اور ان کے مطابق جلسہ مارچ ۱۹۲۵ء میں منعقد ہوا تھا۔ گمنام برآں مولانا انور شاہ ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کو فوت ہو چکے تھے۔ ۳۵ لیے اس خط کی صحیح تاریخ ۱۳ مارچ ۱۹۲۵ء ہے، نہ کہ ۱۳ مارچ ۱۹۳۵ء۔

(۳) ص ۳۰۰: خط نمبر ۱۱۹ کی صحیح تاریخ ۲۳ فروری ہے، نہ کہ ۲۲ فروری۔

۱- شاد کے نام ۱۸ خطوط شاد اقبال سے اخذ کیے گئے ہیں، البتہ خط نمبر ۱۹ اور ۲۰ (ص ۲۰۸-۲۱۰) اس وقت تک غیر مطبوعہ تھے، اب یہ محمد عبداللہ قریشی کے مرتبہ مجموعے اقبال بنام شاد میں شامل ہیں۔

۲- مجلہ تحقیق، جلد اول، شمارہ ۲، ص ۳۶-۳۸

۳- بحوالہ مکتبہ نڈا مطبوعہ Islamic Education، جنوری، فروری ۱۹۷۵ء۔

۴- اقبال کسی صحبت میں: ص ۱۲۶

۵- اقبال کے ممدوح علما: ص ۴۱

۶- اسروز: ۲۲/اپریل ۱۹۳۹ء۔

- (۴) ص ۳۰۶: خط نمبر ۱۲۲ کی صحیح تاریخ ۲۴ ستمبر ہے، نہ کہ ۲۲ ستمبر۔
- (۵) ص ۳۰۸: خط نمبر ۱۲۳ کی صحیح تاریخ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ء ہے، نہ کہ ۲۹ مئی ۱۹۳۲ء۔
- (۶) ص ۳۱۸: خط نمبر ۱۲۴ کی صحیح تاریخ ۱۴ جنوری ۱۹۲۲ء ہے، نہ کہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۳ء۔
- (۷) ص ۳۲۰: خط نمبر ۱۲۸ کی صحیح تاریخ ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء ہے، نہ کہ ۱۴ اپریل ۱۹۱۹ء۔
- (۸) ص ۳۳۳: خط نمبر ۱۴۱ کی صحیح تاریخ ۳۰ اپریل ہے، نہ کہ ۲۰ اپریل۔
- تاریخوں کے علاوہ متن خوانی اور نقل نویسی میں بھی بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں۔ صفحات ۶۳، ۶۵، ۲۸۹، ۳۱۹ پر بعض الفاظ نہیں پڑھے جاسکے۔ بعض مقامات پر متعدد الفاظ غلطی سے رہ گئے ہیں، مثلاً: ص ۳۰۳ پر سطر ۲ میں ایک لفظ اور آگے چل کر پورا شعر درج ہونے سے رہ گیا۔
- اقبال نامہ، دوم میں شامل بعض مکاتیب کے جو عکس دستیاب ہیں، ان کی روشنی میں متن کی سیکڑوں ایسی غلطیوں کی نشان دہی کی جاسکتی ہے، جو نقل متن میں بے احتیاطی کے سبب سرزد ہوئیں مگر ان سب کا شمار غیر معمولی طوالت کا سبب ہوگا۔ ہم یہاں صرف دو تین مثالیں پیش کرتے ہیں:

(۱) مکتوب بنام رانغب احسن (ص ۲۵۱-۲۵۲) میں نواغلاط اور تین تصرفات پائے جاتے ہیں:

عکس خط	اقبال نامہ	سطر
سے پھر ایک خبر کی	سے ہر ایک جزو کی	۱
مقاصد وغیرہ کو	مقاصد کو	۲
کر لے	کرے	۴
گھوڑے	گھوڑوں	۸
روح اسلاف	روح اسلامیت	۸
تحریر کے مقاصد	تحریر اور مقاصد	۱۰
کے اجزا	کا جزو	۱۱

۱- اسروز ۲۲ اپریل ۱۹۳۹ء۔

۲- مکتوبات اقبال: ص ۸۳

۳- مکاتیب اقبال بنام نیاز: ص ۴۰

۵- اقبال کی صحبت میں: ص ۳۰۵

سٹر	اقبال نامہ ما	عکس خط
۱۳	والسلام	x
۱۵	محمد	مُحْمُ

خط کا عکس دیکھنے سے اندازہ ہوگا کہ مرتب نے نقلِ متن میں متذکرہ بالا اغلاط کے علاوہ، خط کی ترتیب میں تین طرح کے تصرفات کر دیے ہیں۔ اوّل: اصل خط میں نیا پیرا گراف، جو: ”آپ کی تحریک.....“ سے شروع ہو رہا ہے، اُسے اُوپر کی سطر سے ملا دیا ہے۔ دوم: مقام اور تاریخ تحریر جو خط کے آخر میں درج تھے، انھیں ابتدا میں لکھ دیا۔ سوم: ۳۱ء کو ۱۹۳۱ء بنا دیا۔ معنوی اعتبار سے تو ممکن ہے ان تصرفات کی اہمیت کچھ نہ ہو، مگر اس سے اور متذکرہ بالا اغلاطِ متن سے بھی، یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مرتب نے خاطر خواہ دقتِ نظر اور احتیاط سے کام نہیں لیا۔ (خط کا عکس صفحہ ۲۳۲ پر دیکھیے)

(۲) مکتوب بنام مولوی صالح محمد (ص ۳۷۰-۳۷۲) کا عکس دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خط کے آخری حصے کی یہ عبارت بالکل چھوڑ دی گئی ہے: ”خواجہ صاحب کی خدمت میں میری طرف سے سلام مسنون پہنچائیے۔ میں اُن کے خاندان سے محبت رکھتا ہوں۔“ (خط کا جزوی عکس صفحہ ۲۳۲ پر دیکھیے)

(۳) مکتوب بنام مولوی عبدالحق (ص ۸۵) کی ایک طویل عبارت محذوف ہے۔

(۴) شاعر مدراسی کے نام خط نمبر ۴ (ص ۳۰۶-۳۰۷) کا، اصل مکتوب کے عکس (اسروز،

۲۲ اپریل ۱۹۴۹ء) سے موازنہ کریں تو مندرجہ ذیل اغلاط نظر آتی ہیں:

صفحہ	سٹر	غلط	صحیح
۳۰۶	۱۵	اعجاز حق	اعجاز عشق
۳۰۷	۲	فلسفہ مجھے یقین ہے کہ ایک دن	فلسفہ و مذہب کے حقائق سے لبریز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہل دل
۳۰۷	۴	فرمایا ہے آپ	فرمایا آپ
۳۰۷	۶	ابھی شائع	ابھی تک شائع

اغلاطِ متن کے علاوہ، اس مجموعے میں بعض دیگر نوعیت کی اغلاط بھی موجود ہیں، مثلاً:

(۱) بعض خطوط کے مکتوب الہیم غلط ہیں، مثلاً: (الف) ص ۱۰۰: متن خط سے ظاہر ہے کہ خط

۱- متذکرہ خط کا عکس اور مکمل متن اقبال اور عبدالحق از ممتاز حسن (ص ۵۰) میں ملاحظہ کیجیے۔ اقبال نامہ، دوم میں شامل مکاتیب بنام مولوی عبدالحق میں سے کسی ایک کا متن بھی پوری طرح صحیح نہیں ہے۔

فلسفہ عجم کے مترجم (میر حسن الدین) کے نام لکھا گیا۔ تصدق حسین تاج تو فلسفہ عجم کے ناشر تھے۔ (ب) ص ۲۲۸: یہ خط مولوی طالع محمد کے نام نہیں، بلکہ سردار ایم بی احمد، مشیر انکم ٹیکس بمبئی کو لکھا گیا۔^۱ (ج) ص ۲۶۵: یہ خط محمد دین فوق کو نہیں، بلکہ مولوی انشاء اللہ خاں کو لکھا گیا۔^۲ (د) ص ۳۵۱: یہ خط اختر شیرانی کے نام نہیں، بلکہ اُن کے والد پروفیسر محمود شیرانی کے نام ہے۔^۳ (۲) انگریزی خطوط کے تراجم میں بھی بے احتیاطی جھلکتی ہے، مثلاً: (الف) جناح کے نام خطوط میں Confidential اور Strictly Confidential دونوں کا ترجمہ ”بصیغہ راز“ کیا گیا ہے، حالانکہ ترجمے میں کچھ فرق روا رکھنا ضروری تھا۔ (ب) ص ۲۵۴: خط کے آخر میں اصل الفاظ ہیں: Yours truly۔^۴ اس کا ترجمہ ”نیا زمند“ اس خط کے سیاق و سباق میں کسی طرح درست نہیں۔ (ج) ص ۲۵۵: سطر ۳۔ اصل خط کے الفاظ ہیں: Lucknow critics۔ اس کا ترجمہ ”ہندوستانی ناقدین“ کسی اعتبار سے بھی درست نہیں۔ (د) ص ۲۵۵: خط نمبر ۹۸ اصل انگریزی خط کے آخر میں ایک انگریزی جملے:

As to disag you have done me nothing of the kind.^۵

کا ترجمہ سرے سے غائب ہے۔ (ہ) ص ۲۱۲-۲۲۲: صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے نام اصل خط انگریزی میں ہے، مگر یہاں صراحت نہیں کی گئی۔ اصل خط کے آغاز میں:

Sialkot City

4th June, 1925

اور آخر میں:

- ۱- Letters of Iqbal: ص ۱۲۸
- ۲- خطوط اقبال: ص ۹۳ (مزید برآں اقبال نامہ، دوم میں یہ خط نامکمل ہے۔ خطوط اقبال میں مکمل خط شامل ہے۔ ص ۹۳ تا ۱۰۳)
- ۳- اس خط پر تاریخ درج نہیں، مگر متن خط کے اس جملے: ”میں کل کا نبل جا رہا ہوں“ سے اس کی تاریخ تحریر متعین کرنا مشکل نہیں۔ اقبال، ۲۰ اکتوبر کی صبح لاہور سے روانہ ہوئے (اقبال نامہ، اول: ص ۱۷۶) یہ خط اس سے ایک روز پہلے کا ہے، اس لیے یقیناً ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو لکھا گیا۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے (اقبال کسی صحبت میں: ص ۳۷۶)۔

۴- خطوط اقبال: ص ۱۳۲

۶۰۵- ایضاً: ص ۱۳۲

Yours Sincerely
Mohammad Iqbal

کے الفاظ موجود ہیں، مگر ان کا ترجمہ نہیں دیا گیا۔

(۳) ص ۱۵۲: عطیہ بیگم کے نام مکتوب محررہ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۱ء کے آخری حصے کو، ایک الگ خط بنا کر پیش کیا گیا، حالانکہ مکتوب نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ (مسلسل نمبر ۵۳ اور ۵۴) دراصل ایک ہی خط ہے۔
حصہ اول کی طرح حصہ دوم میں بھی متون خطوط کے بعض الفاظ اور عبارات حذف کی گئی ہیں، مثلاً: ص ۵۲، ۵۰، ۶۷۔ محمد اکبر منیر کے نام خط نمبر ۲ (ص ۱۵۶) سے فلسفے کی چار کتابوں اور خط نمبر ۴ (ص ۱۶۲) سے فلسفے کی تین کتابوں کے نام حذف کر دیے گئے ہیں۔ یہ بے رحمانہ حذف نہایت نامناسب بات ہے۔ ان کتابوں سے اقبال کے پسندیدہ فلسفیوں اور کتب فلسفہ کے بارے میں قیمتی معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔ اقبال نامہ، دوم میں ایسی اغلاط بھی نظر آتی ہیں، جو خالصتاً کتابت کی غلطیاں شمار ہوں گی، مثلاً:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۲	۱۴	السلام	والسلام
۲۵۱	۴	بیاد	بنیاد
۳۷۱	۷	ایقاطی	ایقاعی
۳۱۰	۱۲	نالہ وآہ دفغانے	نالہ، آہ، فغانے

متذکرہ بالا تمام تراغلاط اور خامیوں کے باوجود، شیخ عطاء اللہ کی اس غیر معمولی کاوش کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔ مکاتیب اقبال کا یہ قیمتی ذخیرہ مدون نہ ہوتا، تو عین ممکن ہے کہ اس کا ایک معتدبہ حصہ گردش ایام کی دست برد کا شکار ہو کر معدوم ہو چکا ہوتا۔ اقبال نامہ خطوط کی تعداد کے اعتبار سے، مکاتیب کے تمام مجموعوں میں سرفہرست ہے۔ مرتب کا ارادہ تھا کہ فراہمی خطوط کا کام جاری رکھا جائے اور نہ صرف خطوط کے مزید مجموعے مدون کیے جائیں، بلکہ خطوط اقبال کے تراجم انگریزی، فارسی اور عربی میں بھی شائع کیے جائیں، مگر موصوف کی مزید کوئی کاوش سامنے نہ آسکی۔

۱- دیکھیے اس انگریزی مکتوب کا عکس: Letters to Atiya: ص ۷۵-۷۷

۲- دیاچہ، اقبال نامہ، دوم، ص ۸۲-۸۳

✽ اقبال نامہ [یک جلدی اشاعت]

۲۰۰۵ء میں [جناب مختار مسعود کے مرتبہ] اقبال نامہ کی ”تصحیح و ترمیم شدہ یک جلدی“ اشاعت سامنے آئی، جس میں بقول مرتب: ”ڈاکٹر تحسین فراقی کی تحقیق و تصحیح متن کو بنیاد بنایا گیا ہے“ مگر یہ بیان درست نہیں ہے۔ فراقی صاحب کے مرتبہ متن کو اس جلد میں اختیار نہیں کیا جاسکا۔

دونوں حصوں میں مکاتیب کی ترتیب بدستور ہے، البتہ یہ بات ناقابل فہم ہے کہ حصہ اول کے دیباچے [محررہ اندازاً، ستمبر ۱۹۴۳ء] کو ضمیمے کی شکل کیوں دی گئی ہے اور حصہ دوم کے دیباچے [محررہ: یکم مارچ ۱۹۵۱ء] کو حصہ اول کے شروع میں کیوں لگایا گیا ہے۔ طبع اول کے بعض اندراجات محذوف ہیں، مثلاً: نواب صدور یار جنگ کا مقدمہ، عرض ناشر، انتساب کا صفحہ، ص ”ٹ“ کی عبارت: تئذ سرپرستی سر عبدالقادر، ص ”ج“، تسمیہ، لحد کے نام تمام خطوط ماسوا، ایک اور متعدد خطوط کے عکس وغیرہ۔

”تصحیح متن“ کے علاوہ، چند اضافے کیے گئے ہیں: سر میکلم ڈارلنگ کا مکتوب بنام شیخ عطاء اللہ اور شیخ عطاء اللہ کا مکتوب بنام قائد اعظم۔ اشاریے کا اضافہ بھی اہم ہے، مگر اہم تر، دل چسپ اور معلومات افزا تحریر ”پس منظر“ ہے جس میں جناب مرتب اشاعت ہذا [مختار مسعود] نے بتایا ہے کہ اقبال نامہ کی دو جلدوں کو مدون کرنے میں ”مرتب [شیخ عطاء اللہ] پر کیا گزری۔ منصوبہ بندی کیا تھی اور کتنا بوجھ کتنے عرصے تک انھیں تنہا اٹھانا پڑا۔ کہاں کہاں سے کمال کشادہ دلی سے ان کی امداد کی گئی اور کن کن مراحل پر انھیں ناخوش گوار تجربات کا سامنا کرنا پڑا۔“ (ص ۶۳۹) اس ”پس منظر“ کو پڑھتے ہوئے، کہیں کہیں اس پر ”جگ بیتی، آپ بیتی“ کا گمان ہونے لگتا ہے۔ بہر حال اس میں متعدد موضوعات و شخصیات پر معلومات افزا نکات آگئے ہیں۔ علی گڑھ، راس مسعود، اقبال کے مکتوب الیہ اصحاب کے جوابی خطوط (جن کی مسل گم ہوگئی۔ کل من علیہا فان) مکاتیب اقبال بنام لحد، راس مسعود کے نام ۱۱ دسمبر ۱۹۳۵ء اور ۱۰ جون ۱۹۳۷ء کے خطوں کے محذوف حصے۔ زیر نظر اڈیشن میں لحد کے نام اقبال کا صرف ایک خط شامل ہے، بعض وجوہ سے باقی تمام خط حذف کر دیے گئے ہیں۔

مرتب نے بجا طور پر بعض امور (بشمول مکاتیب بنام لحد) کو محققین کے سپرد کر دیا ہے۔ اقبال نامے (اخلاق اثر) کے طبع سوم، ۲۰۰۶ء کی روشنی میں ممکن ہے جناب مختار مسعود ”پس منظر“ میں مزید توضیحات و تصریحات کی ضرورت محسوس کریں۔

مرتب نے کہیں کہیں قلم روک لیا ہے: ”یہ بات میرے علم میں ہے مگر میں اسے بیان نہیں کروں گا۔“ (ص ۶۶۶) بجا کہ ”اقبال نامہ کا یہ ایڈیشن مؤلف کی منصوبہ بندی کے عین مطابق ہے..... مگر ”دونکات پر عمل کرنا رہ گیا ہے ایک انگریزی متن کا شامل کیا جانا اور دوسرا شخصیات کا تعارف۔“ (ص ۶۶۷)

مکاتیب اقبال کی تدوین کے ضمن میں دونوں کام نہایت اہم ہیں۔ انگریزی خطوط کا کلیات غالباً اقبال اکادمی کے زیر اہتمام تیار اور شائع ہوگا اور شخصیات کے تعارف بطور اقبال نامہ کے حواشی و تعلیقات از قلم ڈاکٹر تحسین فراقی، اقبال اکادمی ہی میں اشاعت کے مرحلے میں ہیں۔

✽ مکاتیب اقبال، بنام خان محمد نیاز الدین خاں مرحوم

اناسی مکاتیب پر مشتمل، زیر نظر مجموعہ، اقبال کے شعری مجموعوں کے مروج ساز پر باریک ٹائپ میں طبع کیا گیا۔ سال طباعت درج نہیں، مگر ایسے اے رحمان کی تمہیدی سطور بحضوان: ”تصدیق“ پر ۸ جولائی ۱۹۵۳ء کی تاریخ درج ہے، جس سے سال اشاعت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہ تمام خطوط، بستی دانش منداں (جالندھر) کے رئیس خان محمد نیاز الدین خاں مرحوم کے نام ہیں، جنہیں ان کے دو صاحبزادوں خان افتخار الدین احمد اور خان نفیس الدین احمد نے اشاعت کے لیے بزم اقبال لاہور کے سپرد کیا تھا۔ ناشر کی طرف سے مجموعے پر یہ اعلان درج ہے: ”بشکریہ و اجازت نفیس الدین احمد خاں۔“ متون خطوط کے بارے میں ایسے اے رحمن نے تصدیق کی ہے کہ: ”میں نے اصل خطوط..... دیکھ لیے ہیں اور ان کا مقابلہ اس مجموعے کی مشمولہ نقول سے بہ دقت نظر کر لیا ہے۔ خطوط مشمولہ ہذا کی نسبت تصدیق کی جاتی ہے کہ وہ اصل خطوط کی صحیح نقول ہیں۔“

مجموعے میں دو خطوط کے عکس بھی شامل ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ متون خطوط اگرچہ احتیاط سے نقل کیے گئے ہیں، تاہم مطلوبہ احتیاط اور دقت نظر اب بھی مفقود ہے، مثلاً:

(الف) ص ۳: تیسرے خط کے آخر میں اقبال کی تحریر میں تاریخ اس طرح درج ہے: ”۱۳ مارچ ۱۹۱۶ء“ جسے مجموعے میں ۱۳ مارچ ۱۹۱۶ء نقل کیا گیا ہے۔

(ب) ص ۱۱: ”۲۷ نومبر ۱۹۱۷ء“ کو ”۲۷ نومبر ۱۹۱۷ء“ لکھا گیا ہے اور ”محمد“ کو ”محمد“۔

(ج) ص ۳۷: خط نمبر ۶۵ کا نکس خط سے موازنہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ”محمد اقبال لاہور“ کو ”محمد اقبال“ لکھا گیا ہے۔

مکاتیب کے مجموعے

اس مجموعے میں یہ اہتمام برتا گیا ہے کہ اقبال نے تاریخ، خط کے آغاز میں لکھی ہے، تو آغاز ہی میں درج کی گئی ہے، اگر اصل خط کے آخر میں ہے، تو اس کی پابندی کی گئی ہے۔ بعض دوسرے مجموعوں میں یہ احتیاط نظر نہیں آتی۔ کہیں کہیں بعض الفاظ قوسین میں درج کیے گئے ہیں، مثلاً: ص ۲۵، ۳۰، ۳۳، مگر یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ قوسین کے الفاظ، یعنی قوسین کے ساتھ، اصل خطوط میں بھی موجود ہیں، یا اصل خط میں یہ الفاظ اقبال سے سہو اچھوٹ گئے تھے (جیسا کہ متعدد دوسرے خطوں میں ہوا) اور مرتب یا نقل نویس نے ربط قائم کرنے کے لیے قوسین میں اپنی طرف سے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

خط نمبر ۲۴ (ص ۳۲) میں دس مقامات پر دس اصحاب کے نام اور ان کے کوائف حذف کیے گئے ہیں، تاہم حاشیے میں یہ وضاحت درج ہے کہ مصلحتاً ایسا کیا گیا ہے۔ مجموعے کی پروف خوانی احتیاط سے کی گئی ہے۔ آخری صفحے پر لفظ ”مخلص“ غلطی سے ”لمص“ چھپ گیا ہے۔ ص ۹، سطر ۲۴: ”اعصا“ نہیں، ”اعصار“ درست ہے۔

جناب ایس اے رحمن مجموعے کے ”پیش لفظ“ میں لکھتے ہیں: ”اس میں صرف دو خط ایسے شامل ہیں، جو اقبال نامہ میں شائع ہو چکے ہیں، باقی غیر مطبوعہ ہیں“۔ صحیح صورت حال یہ ہے کہ خط نمبر ۶۵ کا عکس بھی، مجموعے سے پہلے کسی اخبار میں چھپ چکا ہے۔ اس طرح مطبوعہ خطوں کی تعداد تین بنتی ہے۔ باقی تمام خطوط، اس مجموعے کی صورت میں پہلی بار منظر عام پر آئے۔ جن سے بقول ایس اے رحمن: ”اقبالیات کے ذخیرے میں بیش بہا اضافہ“ ہوا۔ یہ تمام خطوط مسلسل ہیں اور مکتوب الیہ ایک ہی شخص ہے، اس لیے بعض تشریح طلب امور کی وضاحت باقی نہیں رہتی، پھر بھی کئی مقامات پر حواشی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مجموعے اعتبار سے یہ مجموعہ ”بقامت کہتر و بقیمت بہتر“ کی عمدہ مثال ہے۔

مکاتیب بنام نیاز کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۶ء میں اقبال اکادمی پاکستان لاہور نے نستعلیق

کتابت میں حسب ذیل اضافوں کے ساتھ شائع کیا:

۱- ”ملاحظات“ (دیباچہ: طبع دوم از پروفیسر محمد منور)

۲- مولانا گرامی کے ۱۴ خطوط بنام نیاز

۳- مجموعے کا تعارف از نقیس الدین احمد خاں

۱- راقم نے اس عکس کا تراشا محمد طفیل مرحوم (نقوش) کے ہاں دیکھا تھا مگر اخبار کا نام اور تاریخ اشاعت معلوم نہ ہو سکی۔

☆ ممکن ہے، مجموعے کی اشاعت کے بعد چھپا؟

۴- نیاز کے مختصر حالات زندگی

۵- حواشی و تعلیقات از نفیس الدین احمد خاں

طبع اوّل کی طرح، اس شاعت کا متن بھی ناقص ہے۔

تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۵ء میں بزمِ اقبال لاہور سے شائع ہوا، باضافہ، اوّل: دیباچہ از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (جو ۱۹۸۶ء کے اکادمی ایڈیشن کی اشاعت سے بے خبری میں لکھا گیا)۔ دوم: چند ایک حوالے و حواشی۔ سوم: اشاریہ۔

عبداللہ شاہ ہاشمی کا مرتبہ چوتھا ایڈیشن ۲۰۰۶ء میں اقبال اکادمی پاکستان نے شائع کیا۔ مرتب نے زیر نظر ایڈیشن کو بہتر اور معیاری بنانے کی مقدور بھرپور کوشش کی ہے۔ خوش قسمتی سے اس مرحلے پر انہیں خطوط کے عکس دستیاب ہو گئے، چنانچہ متن کی صحت پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ مرتب نے اپنے مفصل مقدمے میں مکتوب الیہ کے سوانحی کوائف اور اقبال سے ان کے روابط کے علاوہ زیر نظر مجموعے کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے اور خطوط پر مفید اور معلومات افزا حواشی و تعلیقات بھی رقم کیے ہیں۔

اس ایڈیشن میں اقبال کے دست نوشت چھ مکاتیب کے عکس بھی شامل ہیں۔ عکس دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ طبع اوّل کو مرتب و شائع کرتے ہوئے متن خوانی، جس نے بھی کی، مطلوبہ احتیاط اور وقتِ نظر سے کام نہیں لیا۔ جسٹس رحمان صاحب نے بھی روروی میں ”تصدیق“ لکھ دی ہے، مثلاً: خط ۴۵ (۱۰/ جون ۱۹۲۰ء) میں علامہ اقبال نے قرآنی آیت کا ایک جز یادداشت سے اس طرح لکھ دیا: وجعلنکم قبائل لتعارفوا جو مکمل اور صحیح نہیں ہے۔ ناقل نے آیت کا متن قرآن پاک کے مطابق بنا دیا۔ بلاشبہ کلامِ الہی کو درست صورت میں لکھنا ضروری ہے مگر یہ اقبال کا متن تو نہیں ہے۔ خط میں اسے حسب ذیل انداز میں لکھنا چاہیے تھا:

وَجَعَلْنٰكُمْ [شُعُوْبًا وَّ] قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا

اسی طرح ۲۶ مارچ ۱۹۱۶ء کے خط میں ”مزاج بخیر ہوگا۔“ (عکس) کو ”مزاج گرامی بخیر ہوگا“ بنا دیا۔ ۸ جولائی ۱۹۱۶ء کے خط میں بھی ”مزاج“ (عکس) کو ”مزاج گرامی“ لکھ دیا۔ ۲۱ جنوری ۱۹۲۱ء کے خط میں ”ترجمہ انگریزی ہوا“ (عکس) کو ”ترجمہ انگریزی میں ہوا“ بنا دیا، وغیرہ۔ عبداللہ شاہ ہاشمی نے اس نوعیت کی اغلاط متن کی تصحیح کر دی ہے، تاہم ایک جگہ اُن سے بھی چوک ہو گئی ہے، مثلاً ۳ دسمبر ۱۹۲۰ء

کے خط میں ”بہت طویل جواب ہوگا“ (عکس) کو انہوں نے ”بہت طویل ہوگا“ نقل کیا ہے۔

اقبال کے املا کے ضمن میں دلچسپ بات یہ ہے کہ بسا اوقات ان کے ہاں ”کی“ اور ”کے“ کا املا بالکل یکساں نظر آتا ہے۔ عبداللہ شاہ ہاشمی کے مرتبہ اس اڈیشن میں، ممکن ہے اس طرح کے ادا کا تسامح اور بھی مل جائیں تاہم یہ کہنے میں حرج نہیں کہ مکاتیب اقبال کے جملہ مجموعوں کو، اسی نمونے اور انداز و اسلوب اور معیار پر مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

✽ مکتوباتِ اقبال

سید نذیر نیازی کا مرتبہ یہ مجموعہ ”مکاتیب: حکیم الامت حضرت علامہ اقبال کے اُن مکتوبات کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً مرتب کے نام لکھے گئے“، ۱۰ البتہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۲ء کا محررہ (اس مجموعے کا سب سے پہلا) خط نیازی صاحب کے والد سید عبدالغنی صاحب اور ۲۸ مارچ ۱۹۳۶ء کا محررہ خط نیازی صاحب کے دوست سلامت اللہ شاہ صاحب کے نام ہے۔ مکاتیب کی تعداد ۱۸۲ ہے۔ ان میں سے دو خط انگریزی میں ہیں (صفحات ۲۸-۲۹ اور ۳۳۹)۔ ابتدا میں دو خطوں کا عکس دیا گیا ہے۔ تین خطوں کا عکس اس سے پہلے امروز کے اقبال نمبر، ۲۲ اپریل ۱۹۳۹ء میں چھپ چکا ہے۔ آٹھ خطوط کی عکسی نقول جنگ کراچی کے اقبال اڈیشن اپریل ۱۹۷۳ء میں شائع کی گئی ہیں۔ دو خطوط اقبال نامہ، دوم (ص ۳۰۹-۳۱۲) میں بھی شامل ہیں۔ تاہم توضیحی حواشی اور یادداشتوں کے ساتھ اور مرتب و منضبط صورت میں یہ مکاتیب، پہلی بار ستمبر ۱۹۵۷ء میں اقبال اکادمی پاکستان، کراچی سے شائع ہوئے۔

ابتدائی بارہ صفحات (سرورق، انتساب، فہرست اور عکس مکاتیب) پر صفحات کے نمبر درج نہیں ہیں۔ پھر آٹھ صفحات کی تمہید پر صفحات کا شمار الف تاح کیا گیا ہے۔ کتاب کا متن (متونِ خطوط اور حواشی و تعلیقات) ۲۷۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ آخر میں ۱۲ صفحات کا اشاریہ شامل کتاب ہے۔

”تمہید“ کے زیر عنوان مرتب نے اقبال کی خطوط نگاری، زیر نظر خطوط کے پس منظر اور ترتیب

۱- مکتوباتِ اقبال کے سرورق کی عبارت۔

۲- نذیر نیازی کے نام اقبال کا ایک مکتوب (محررہ: ۱۱ جنوری ۱۹۳۱ء) اس مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ مکتوب مذکور کے لیے دیکھیے: فنون، اقبال نمبر، دسمبر ۱۹۷۷ء، ص ۱۵) اس خط کے بارے میں نیازی صاحب نے بتایا تھا کہ ضائع ہو گیا۔ (مکتوباتِ اقبال: ص ۸۴)۔

کتاب کے متعلق ضروری امور پر روشنی ڈالی ہے۔ نذیر نیازی نے خطوط کو محض ترمیم زمانی کے مطابق مرتب کرنا ہی کافی نہیں سمجھا، بلکہ اپنے توضیحی اشارات کی مدد سے خطوط کے درمیان ایک ربط پیدا کر کے، متفرق خطوط پر مشتمل اس کتاب کو ایک اکائی بنا دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

میں نے یہ التزام رکھا ہے کہ اول ہر مکتوب کی رعایت سے بعض ایسی باتوں کی صراحت کر دی ہے، جن کا تعلق اصل مضمون سے تھا، پھر پورا مکتوب نقل کر دیا، لیکن اگر کوئی امر اس کے باوجود وضاحت طلب رہ گیا، تو اس کی پھر سے وضاحت کر دی، بلکہ ضروری معلوم ہوا تو ذیل میں مختصر سے حواشی بھی بڑھا دیے۔^۱

انہوں نے بعض امور کی وضاحت کرتے ہوئے، اقبال سے ملاقاتوں اور ان کے حضور نشستوں میں ہونے والی گفتگوؤں کو بھی نقل کیا۔ یہ قیمتی وضاحتیں، جہاں تفہیم مکاتیب میں معاونت کرتی ہیں، وہاں بجائے خود، ملفوظات اقبال کا قیمتی سرمایہ بھی ہیں۔ حواشی کہیں کہیں زیادہ طویل ہو گئے ہیں اور خود مرتب کو اس کا احساس ہے۔ لکھتے ہیں: ”مجھے اعتراف ہے کہ یہ تصریحات کہیں کہیں ضرورت سے زیادہ طویل ہو گئی ہیں“۔^۲

بعض امور اب بھی وضاحت طلب ہیں، مثلاً: ۱۸ ستمبر ۱۹۳۳ء کے خط میں علامہ اقبال نے لکھا تھا: ”علی گڑھ کے حالات اچھے نہیں سنے جاتے“۔ (ص ۲۰۰) نذیر نیازی صاحب نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے: ”علی گڑھ میں اس وقت وطنیت اور اشتراکیت نے اسلامیت کے خلاف ایک زبردست محاذ قائم کر رکھا تھا“۔ (ص ۲۰۹) پھر آگے چل کر علی گڑھ میں قائم ہونے والی Anti-God انجمن کا ذکر آتا ہے اور یہ کہ انجمن توڑ دی گئی اور اس کے منتظمین کو یونیورسٹی سے خارج کر دیا گیا، مگر نذیر نیازی صاحب نے اصل واقعات نہیں لکھے، نہ یہ بتایا ہے کہ اشتراکیت کے لیے سرگرم عمل کون لوگ تھے؟ مذکورہ انجمن کب، کیسے اور کن لوگوں کے ہاتھوں قائم ہوئی؟ پھر اخراج کا واقعہ کیا تھا؟ وغیرہ..... اصل میں نیازی صاحب بسا اوقات اصل موضوع سے بھٹک کر خیالات کی رُو میں دور نکل جاتے ہیں، اس طرح بات بہت طویل ہو جاتی ہے، حالانکہ وہی بات نسبتاً اختصار کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ ایک مقام پر نیازی صاحب کی یادداشت، مغالطے کا شکار ہو گئی ہے۔ ۱۷ مارچ ۱۹۳۳ء کے واقعات کے ضمن میں نیازی بتاتے ہیں کہ جب میں نے اقبال کو آج کی تازہ خبر

۱- مکتوبات اقبال: ص ”۵“۔

۲- ایضاً: ص ”ح“۔

سنائی (کہ آرٹلڈ فوت ہو گئے) تو وہ رونے لگے۔ راقم کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۱۹۳۰ء کے واقعات میں درج ہونا چاہیے تھا غلطی سے ۱۹۳۳ء میں درج ہو گیا، کیونکہ پروفیسر آرٹلڈ کی تاریخ وفات ۹ جون ۱۹۳۰ء ہے۔

یہ مجموعہ، باعتبار سنین، کئی ابواب میں منقسم ہے۔ سنہ (کو باب کا عنوان بنا کر اس) کے ذیل میں وہ نمایاں موضوعات و امور ضمنی عنوانات کے طور پر لکھ دیے ہیں، جن پر اس باب میں بحث یا اظہار خیال ملتا ہے، پھر اس سال کے مکاتیب اور متعلقہ تشریحی اشارات درج کیے گئے ہیں۔ تین خطوط کی کتابت نسبتاً خفی ہے۔ اگرچہ شیخ عطاء اللہ کے مرتبہ مجموعوں کے برعکس یہ مجموعہ زیادہ احتیاط و کاوش اور محنت سے مرتب کیا گیا، پھر بھی یہ اغلاط سے پاک نہیں ہے۔ متن خطوط میں کئی طرح کے نقائص نظر آتے ہیں۔ دوسرے ناقلین کی طرح نذیر نیازی بھی کسی لفظ یا حرف کو بعینہ نقل نہیں کرتے، چنانچہ انھوں نے ”محمد اقبال“ کو ”محمد اقبال“ نقل کیا ہے، یعنی ”محمد“ پر علامت (۴) درج کرنے کا التزام نہیں برتا۔ اسی طرح ”۳۳ء“ کو ”۱۹۳۳ء“ (ص ۲۲) اور ”۳۵ء“ کو ”۱۹۳۵ء“ بنا دیا۔ وہ خطوط کے اصل پیرا گراف بھی برقرار نہیں رکھتے۔ بعض اوقات خط کے آغاز میں مندرجہ تاریخ تحریر کو خط کے آخر میں لکھ دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس کے برعکس (ص ۷) پر سب سے پہلے خط میں یہ صورت موجود ہے۔ دیکھیے: انوار اقبال، ص ۱۹۶) ان کے نقل کردہ متن میں کئی اغلاط موجود ہیں، مثلاً: ۱۲۷ اپریل ۱۹۳۰ء کے خط (ص ۲۳) میں ایک جملہ ہے: ”اس کی جلد بندی ۱۶ اپریل تک ختم ہو جائے گی“ یہاں ۱۶ مئی ہونا چاہیے۔ اسی طرح، ص ۱۶۲ (سطر ۱۲) جون کے بجائے ۱۲ جولائی صحیح ہے۔ ص ۲۱۲ (سطر ۱۲) ۱۹ اکتوبر کے بجائے ۱۹ ستمبر صحیح ہے۔ ص ۲۳۵ (سطر ۱۱) ۲۷ ستمبر کے بجائے ۲۷ دسمبر صحیح ہے۔ کہیں کہیں تو متن خاصا ناقص ہے۔

- ۱- Dictionary of National Biography، جلد ۳۰، ص ۲۶] مفصل بحث کے لیے دیکھیے: پروفیسر صدیق جاوید کا مضمون ”اقبال اور ایک واقعاتی مغالطہ“ مطبوعہ: اورینٹل کالج میگزین، اقبال نمبر، ۱۹۸۱ء: ص ۵۳-۶۶)۔ اقبال کے سفر دہلی (مارچ ۱۹۳۳ء) کی تاریخوں کے ضمن میں بھی نیازی صاحب سے تسامح ہوا۔ دیکھیے: ڈاکٹر اکبر رحمانی کا مضمون ”جامعہ ملیہ اسلامیہ میں غازی رؤف پاشا کے خطبات، اقبال اور ایک واقعاتی مغالطہ“ (خدا بخش لائبریری جرنل، پینڈہ، نمبر ۱۲، ستمبر ۲۰۰۰ء)
- ۲- اصل خطوط کا عکس ملاحظہ کیجیے: جنگ، اقبال اڈیشن، اپریل ۱۹۷۴ء۔

۱۶ اگست ۱۹۳۳ء کے متن (ص ۱۸۳) کا عکس خط^۱ سے موازنہ کیا جائے تو یہ اختلاف نظر آتے ہیں:

مکتوبات کی سطر	مکتوبات اقبال	عکس خط
۳	رات کو نہیں کھائی۔ میں نے بھی.....	رات کی نہیں کھائی۔ آج بھی.....
۴	بخار مجھے نہیں ہوا۔	بخار آج نہیں ہوا۔
۷	معائنہ کرایا ہے	معائنہ کرایا ہے۔
۹	حکیم صاحب سے عرض کریں کہ اب روحانی اثر.....	حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کریں کہ آپ کے روحانی اثر.....

بعض دیگر خطوط میں بھی اس طرح کی اغلاط موجود ہیں۔ ۱۸ اگست ۱۹۳۳ء کے مکتوب میں دو جگہ ”عرض کر دیجیے“ کو ”عرض کر دیں“ اور ”زیادہ محسوس ترقی“ کو ”زیادہ ترقی“ لکھا ہے اور خط کے آخر میں اپنی طرف سے لاہور کا اضافہ کیا ہے۔^۲ ۱۶ جولائی ۱۹۳۳ء کے خط میں اقبال لکھتے ہیں: ”ہوا خوری کی کوشش کروں گا، مگر اس کی عادت پڑنا مشکل ہے۔ کیونکہ تمام گھر میں کبھی ایسا نہیں کیا“۔ (ص ۱۷۱) یہاں لفظ ”گھر“ قابل غور ہے۔ سیاق و سباق کو دیکھیں تو ”عمر“ ہونا چاہیے، ”گھر“ بہر حال غلط ہے، ممکن ہے یہ کتابت کی غلطی ہو۔ ص ۸۳ (سطر ۱۲) پر متن خط میں Is Religion Possible کے الفاظ درج نہیں ہو سکے۔ مرتب نے بعض مقامات پر متن خطوط سے بعض نام اور عبارات حذف کر دی ہیں، کیونکہ: ”ان کی حیثیت نہایت نجی تھی“۔ (دیباچہ: ص ”د“)

اقبال اکادمی پاکستان، لاہور نے اکتوبر ۱۹۷۷ء میں طبع اول کا عکس لے کر، مجموعہ دوبارہ شائع کیا۔ طبع دوم کی ضخامت میں چار صفحات کم دیے گئے۔ بلا شمار کے بالکل ابتدائی صفحات بارہ کے بجائے آٹھ ہیں۔ دوسرے ایڈیشن کا کاغذ نسبتاً بہتر ہے۔

اقبال کے دست نوشت خطوط سے موازنہ کر کے مکتوبات کو صحیح متن اور نیازی صاحب کے حواشی و تعلیقات پر نظر ثانی، اور حسب ضرورت اضافوں کے بعد شائع کرنے کی ضرورت باقی ہے۔

۱- عکس ملاحظہ کیجیے: جنگ، اقبال ایڈیشن، اپریل ۱۹۷۷ء

❁ انوارِ اقبال

بقول ممتاز حسن: ”اقبال کی تقاریظ، خطوط، مضامین اور نادر کلام کا یہ مجموعہ“ بشیر احمد ڈار نے مرتب کر کے مارچ ۱۹۶۷ء میں کراچی سے شائع کیا، اس کا غالب حصہ اقبال کے خطوط پر مشتمل ہے، اس لیے ہم اس کا جائزہ مجموعہ ہائے مکاتیب کے ضمن میں پیش کر رہے ہیں۔ (انوارِ اقبال میں اقبال کا کچھ نادر کلام اور بعض تقاریر و مضامین بھی شامل ہیں، جن پر باب نمبر ۵ میں بحث ہوگی)۔

پہلے سولہ صفحات (سرورق، پیش لفظ، عرض حال اور مندرجات کی فہرست) کے بعد متن کتاب کے آغاز سے از سر نو صفحات کا شمار کیا گیا ہے، جو ۳۱۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ آخر میں ۲۶ صفحات کا اشاریہ بھی شامل کتاب ہے۔ کتاب نستعلیق میں ہے مگر ص ۳۱۳ تا آخر نسخ ٹائپ استعمال کیا گیا ہے۔ کاغذ غیر معمولی طور پر دیز اور مضبوط ہے۔

جس زمانے میں یہ مجموعہ مرتب ہوا، بشیر احمد ڈار اقبال اکادمی کے ڈائریکٹر تھے۔ اکادمی میں بہت سا غیر مطبوعہ اور غیر مدون مواد موجود تھا، جس کی ترتیب و تدوین ایک لحاظ سے اُن کا فرض منصبی تھا۔ یہ واقع مجموعہ اُنہوں نے خاصی محنت و کاوش سے مرتب و مدون کیا۔

انوارِ اقبال میں شامل اصل خطوط کی تعداد ۱۷۵ ہے۔ ان میں سے زیادہ تر خطوط، اس سے پہلے مختلف اخبارات و رسائل میں چھپ چکے تھے، مگر کسی مجموعہ مکاتیب میں شامل نہ تھے۔ بعض غیر مطبوعہ خطوط بھی اس مجموعے میں شامل کیے گئے ہیں۔ شیخ عطا محمد کے نام ایک خط اور اقبال کے دو خطوں کے عکس بھی دیے گئے ہیں۔

مجموعہ مرتب کرتے وقت، بشیر احمد ڈار نے کتاب کی ایک ترتیب قائم کرنے کی کوشش کی، چنانچہ فہرست مندرجات پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشمولات کو اُن کی نوعیت کے اعتبار سے ان عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے:

۱- تقاریظ اور مضامین

۲- خطوط

۳- متفرق خطوط

۴- روداد و سفر مداراں

۵- بزم آخر (تقاریظ، خطوط، مضامین، بیانات، اقبال کا ابتدائی کلام)

(۱) کئی اعتبار سے مجموعے کی ترتیب ناقص ہے۔ آخری حصے بعنوان ”بزم آخر“ میں ہر نوع کی تحریریں شامل ہیں۔ مرتب نے ”تدوین کی اس خامی اور ناہمواری“ کے لیے معذرت پیش کرتے ہوئے اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ کتابت کے دوران میں مزید دستیاب شدہ مواد، پہلے مواد سے ”مناسب اور متوازن انداز میں منسلک نہ ہو سکا۔“^۱ مگر مرتب نے ابتدائی چار عنوانات کے تحت جو تحریریں یکجا کی ہیں، ان میں بھی کوئی معنوی ترتیب نظر نہیں آتی، مثلاً:

(الف) ”تقاریظ اور مضامین“ کے زیر عنوان نو مکاتیب بھی شامل ہیں۔ انھیں دوسرے یا تیسرے حصے میں آنا چاہیے تھا۔ اسی حصے میں شامل ”اقبال سے مجید ملک کی ملاقات کا حال“ بھی یہاں موزوں نہیں، اسے ”مترقات“ کے تحت دینا مناسب تھا۔

(ب) دوسرا اور تیسرا، دونوں حصے خطوط پر مشتمل ہیں۔ بظاہر انھیں دو الگ حصے بنانے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔

(ج) دوسرے حصے بعنوان ”خطوط“ کے تحت فوق کی ایک تحریر (حالات اقبال) دی گئی ہے۔ اسے ”مترقات“ میں آنا چاہیے تھا، کیونکہ اس کی نوعیت اقبال سے متعلق تحریروں کی ہے۔

(د) خطوط میں کوئی داخلی ترتیب بھی موجود نہیں۔ نہ تو انھیں سنین وار مرتب کیا گیا ہے اور نہ مکتوب الیہوں کے ناموں کی ترتیب سے۔

(۲) ترتیب میں ان نقائص کے علاوہ فہرست مندرجات بھی مکمل نہیں۔ مجموعے میں تیرہ ایسے مکاتیب موجود ہیں، جن کا ذکر فہرست میں نہیں ہو سکا، مثلاً: بنام حسن نظامی (ص ۴)، ثاقب کانپوری (ص ۵)، خواجہ وحسی الدین (ص ۶)، شوق سندیلوی (ص ۹)، حاجی محمد احمد (ص ۱۱)، عبدالقوی فانی (ص ۱۵)، سلیم ہزاروی (ص ۱۵)، انظر عباس (ص ۱۶)، مولوی کرم الہی (ص ۱۶)، سر اکبر حیدری (ص ۳۲)، غلام احمد مجبور (ص ۷۰)، نجم الغنی رام پوری (۲۸۳) اور محمد ادریس (ص ۳۱۶)۔

(۳) متن خوانی اور نقل نویسی میں جو احتیاط اور دقت نظر مطلوب تھی، انوار اقبال میں اس کا فقدان ہے۔ بعض خطوط کا اصل خطوط سے موازنہ کرنے پر، بشیر احمد ڈار کے ہاں بھی، شیخ عطاء اللہ کی سی بے احتیاطی نظر آتی ہے۔ ذیل کی چند مثالوں سے اندازہ ہو سکے گا:

(الف) ص ۱۸۶: میاں عبدالرشید کے نام دوسرا خط (عکس مطبوعہ: کردار نو، اپریل مئی ۱۹۶۳ء)۔

انوارِ اقبال	اصل خط
آپ کے دوست	آپ اور آپ کے دوست
کے لیے وصول	کے لیے موصول
(ب) ص ۲۰۴: مکتوب بنام رب نواز خاں (عکس مطبوعہ: آزاد کشمیر ۲۲/اپریل ۱۹۵۵ء)۔	
۲۶/جون ۳۰ء	۲۶/جولائی ۳۰ء
الحمد للہ	الحمد
ہوئے۔ زیادہ	ہوئے۔ اللہم زد فزود۔ زیادہ
(ج) ص ۲۱۰: مکتوب بنام خواجہ عبدالوحید (عکس مطبوعہ: ماہ نو، اپریل ۱۹۵۵ء)۔	
میں ان کے لیکچر	میں ایک لیکچر
محمد	محمد

اس خط کا پہلا جملہ ہے: ”ابھی تک جواب نہیں (آیا)“، یہاں لفظ ”آیا“ اصل خط میں موجود نہیں، سہواً چھوٹ گیا ہے۔ انوارِ اقبال میں یہ لفظ تو قوسین میں لکھ دیا گیا ہے، مگر وضاحت نہیں کی گئی کہ قوسین میں دیا گیا لفظ، متن خط کا حصہ ہے، یا مرتب کی طرف سے بڑھایا گیا ہے۔ یہ طریقہ اصول تدوین کے خلاف ہے۔ اگر ”آیا“ قلابین یا قوسین کیبر میں لکھ دیا جاتا تو ٹھیک تھا۔ اس طرح مزید مثالیں صفحات ۵۲، ۱۸۰، ۱۸۶، ۱۹۱ اور ۱۹۵ پر ملتی ہیں۔

(د) ص ۱۰۰-۱۰۷: مکاتیب بنام غلام رسول مہر (اصل خطوط اقبال میوزیم میں محفوظ ہیں)۔

صفحہ	اصل خط	انوارِ اقبال
۱۰۰	Another Unity Conference	Conference
۱۰۰	Md.	Mohammad
۱۰۰	x	۱۷/اگست ۱۹۳۲ء
۱۰۰	لندن	x
۱۰۲	اطالی	اطالین
۱۰۷	ارسال ہے کہ آپ کو	مرسل ہے کہ آپ کا
۱۰۷	۱۳/اگست ۱۹۲۳ء	x

۲۹ دسمبر ۱۹۳۲ء اور یکم فروری ۱۹۳۳ء کے خطوط (ص ۱۰۰-۱۰۱) علی الترتیب لندن اور پیرس سے لکھے گئے۔ اصل خطوط کی پیشانی پر لندن اور پیرس میں اقبال کی جاے قیام بھی درج ہے۔

۲۹ دسمبر ۱۹۳۲ء کے خط پر یہ الفاظ چھپے ہوئے ہیں:

Queen Ann's Mansion

St. James Park

London S.W.I.

اور یکم فروری ۱۹۳۳ء کے خط پر یہ پتا موجود ہے:

Hotel Luletia

43-Boulevard Raspail Square

DU Bon Marche

Paris

متونِ خطوط کے ساتھ ان پتوں کو درج کرنا اس اعتبار سے ضروری تھا کہ اقبال کے کسی سوانح نگار کے ہاں یہ تفصیل نہیں ملتی، ان سے اقبال کے تیسرے سفرِ یورپ (بلسلہ تیسری گول میز کانفرنس) میں ان کی بعض قیام گاہوں کا علم ہوتا ہے۔

محمد دین فوق کے نام ایک خط (ص ۵۲-۵۳) پر تاریخ درج نہیں ہے، مگر متنِ خط کی روشنی میں اس کا سال تحریر متعین کرنا مشکل نہیں۔ یہ خط ٹرنٹی کالج کیمبرج سے لکھا گیا، جس میں اقبال نے لاہور سے روانہ ہوتے وقت فوق سے ملاقات نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ اس خط میں فوق کے کشمیری میگزین کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے، جو جنوری ۱۹۰۶ء میں جاری ہوا۔ اس کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ خط فروری، مارچ ۱۹۰۶ء میں لکھا گیا ہوگا، خواجہ عبدالوحید کے نام خط (ص ۲۱۰) پر تاریخ درج نہیں۔ یہ خط خواجہ صاحب کے مکتوب (محررہ ۲۷ فروری ۱۹۳۳ء: ماہ نو اپریل ۱۹۵۵ء) کے جواب میں، فروری ۱۹۳۳ء کے آخری دنوں یا مارچ کی ابتدا میں لکھا گیا ہوگا۔

انوار اقبال میں شامل بعض خطوں کی تاریخیں صحیح نہیں ہیں۔ متونِ خطوط کی روشنی میں باسانی ان کی صحت ہو سکتی ہے۔

(الف) مکتوب بنام وصل بلگرامی (ص ۱۷۴) پر تاریخ درج نہیں۔ اس خط میں مذکور شعر مرقع کے اولین شمارے (جنوری ۱۹۲۶ء) میں شامل ہے۔ گویا خط ۱۹۲۵ء میں لکھا گیا ہوگا۔

(ب) محمد دین تاثیر کے نام خط (ص ۲۰۵) پر ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء کی تاریخ اس لیے صریحاً غلط

ہے کہ اس خط میں جاوید نامہ پر لکچر دینے کا ذکر ہے، جو ۱۹۳۰ء میں چھپا ہی نہ تھا۔ خط میں لکھا ہے کہ: ”میں یہاں بھوپال میں بغرض علاج برقی مقیم ہوں“ اور یہ کہ: ”نواب بھوپال نے مجھے ”تاحیات پانچ سو روپے ماہوار کی لٹریری پنشن عطا فرمائی ہے۔ آپ کو شاید اس کا علم اخباروں سے ہو گیا ہوگا۔“ پنشن کا اجرا جون ۱۹۳۵ء سے ہوا۔ علاج کے لیے دوسری بار بھوپال میں ۱۷ جولائی سے ۲۸ اگست ۱۹۳۵ء تک مقیم رہے، اس لیے یقینی طور پر یہ خط ۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء کا لکھا ہوا ہے۔

(ج) محمد سعید الدین جعفری کے نام خط (ص ۲۸۵) پر ۱۳ اگست ۱۹۲۲ء کی تاریخ درج ہے، جو درست نہیں۔ خط میں اقبال اطلاع دیتے ہیں کہ ان دنوں زیور جدید اور انگریزی میں ایک مفصل مضمون *The Idea of Ijtihad in the Law of Islam* زیر تصنیف ہے۔ نیاز الدین خاں کے نام ۱۳ جولائی ۱۹۲۳ء کے ایک خط میں بتاتے ہیں کہ ان دنوں *Songs of A Modern David* نامی کتاب لکھ رہا ہوں۔

سلیمان ندوی کے نام ۱۸ اور ۲۷ اگست ۱۹۲۳ء کے خطوط میں بعض فقہی مسائل کے بارے میں استفسارات کیے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ محمد سعید الدین جعفری کے نام اس خط کا سال تحریر ۱۹۲۳ء ہے، نہ کہ ۱۹۲۲ء۔ رحیم بخش شاہن کے منقول متن میں بھی ۱۹۲۳ء ہے۔ صفحات ۱۷۵-۱۷۷ پر مندرج دو خطوط سے پہلے یہ نوٹ دیا گیا ہے:

ان خطوط کے مکتوب الیہ جناب وحید احمد مدیر نقیب (بدایوں) ہیں۔ یہ رسالہ پہلے ۱۹۱۹ء میں جاری ہوا اور کچھ عرصے کے بعد بند ہو گیا۔ ۱۹۲۱ء میں دوبارہ جاری ہوا۔ اقبال نامہ، حصہ اول (صفحہ: ۲۲۵-۲۲۸) میں یہی خطوط، عشرت رحمانی کے نام سے درج ہیں، لیکن بقول عابد رضا بیدار: یہ خطوط وحید احمد کو لکھے گئے تھے، جیسا کہ تیسرے خط کی آخری سطر سے ظاہر ہوتا ہے (دیکھیے: اقبال نامہ، اول، صفحہ ۲۲۸)۔ معلوم نہیں کون سا شعر آپ کے پاس امانت ہے، بہتر ہے چھاپ دیجیے۔ اس نوٹ کی روشنی میں، اس کے بعد دیے گئے خطوط پر نظر ڈالیں، تو وہ تین نہیں، صرف دو خطوط ہیں۔ مبینہ طور پر تیسرا خط، جس کی آخری سطر یہاں نقل کی گئی ہے، انوار اقبال میں نہیں ملتا۔

- ۱- اقبال اور بھوپال: ص ۹۰
- ۲- مکاتیب اقبال بنام نیاز: ص ۵۰
- ۳- اقبال نامہ، اول: ص ۱۳۱-۱۳۵
- ۴- اوراقِ گم گشتہ: ص ۱۱۸

نامعلوم ”یہی خطوط“ سے مرتب کی کیا مراد ہے؟ اقبال نامہ، اوّل (ص ۲۲۵-۲۲۸) کے تین خطوط انوارِ اقبال کے زیرِ بحث دو خطوں (ص ۱۷۵-۱۷۷) سے یکسر مختلف ہیں۔ قیاس ہے کہ انوارِ اقبال کا جو مسودہ بشیر احمد ڈار نے تیار کیا تھا، اس نوٹ کے معا بعد، اس کے کچھ اور اوراق ضائع ہو گئے، یا کتابت شدہ اوراق کہیں گم ہو گئے، مندرجہ بالا نوٹ کے بعد وحید احمد مدیرِ تقیب کے نام تین خط اُنھی اوراق میں تھے، باقی دو خطوط رہ گئے، جو ص ۱۷۵-۱۷۷ پر منقول ہیں۔ پہلے خط کے ایک جملے ”تقیب کے لیے دو تین اشعار حاضر ہیں“ سے واضح ہے کہ مکتوب الیہ وحید احمد مدیرِ تقیب ہیں۔ دوسرے خطوط کا متن^۱ پیش کرتے ہوئے، اکبر علی خاں نے وضاحت کی ہے کہ یہ خط مولانا وحید احمد مدیرِ تقیب کے نام ہے۔

اس مجموعے میں مشمولہ محمد دین فوق، غلام رسول مہر، رشید احمد صدیقی، میر خورشید احمد، تمکین کاظمی، منشی سراج الدین اور مولانا محمد عرفان خاں کے نام بیشتر مکاتیب، قبل ازیں نقوش کے مکاتیب نمبر (۱۹۵۷ء) میں چھپ چکے ہیں، مگر دونوں کے متون میں غیر معمولی اختلافات ہیں، مثلاً: فوق کے نام ۲۱ اگست ۱۹۰۸ء کے خط میں یہ اختلافات موجود ہیں:

انوارِ اقبال

نقوش

کشمیری میگزین دیکھتا ہوں، اس میں جو کامیابی میگزین میں جو کامیابی.....

کچھ نہ لکھ سکوں گا کیونکہ قانونی کتب کچھ نہ کر سکوں گا، کیونکہ ہمہ تن قانون کی کتب.....

لاہور آکر مستقل لاہور چلا جاؤں گا اور مستقل.....

آپ سے خوب خوب ملاقاتیں ہوا کریں گی آپ سے ملاقات ہوا کرے گی۔

کشمیری میگزین کی ترقی و اشاعت کے لیے بھی کشمیری گوت کے متعلق بھی.....

تارا (حلوائے سوہن فروش، دہلی دروازہ) کی تارا چند صاحب کی.....

محمد دین فوق کے نام اصل خطوط محمد عبداللہ قریشی کے پاس تھے۔ خطوط کی نقول انہوں نے ہی نقوش کو مہیا کی تھیں، لہذا نقوش کا متن ہی معتبر سمجھنا چاہیے۔ سید عبدالغنی کے نام مکتوب (ص ۱۹۲) مکتوباتِ اقبال بنام نذیر نیازی (ص ۷) میں شامل ہے، مگر متن میں دو جگہ اختلاف ہے۔ بہر حال اس طرح کے اختلافات دیکھ کر یوں لگتا ہے، جیسے ناقلین نے حسبِ منشا، متونِ خطوط کی اصلاح فرمائی ہے، یا نقول تیار کرنے میں حد درجہ بے احتیاطی سے کام لیا ہے۔

انوار اقبال میں حوالوں کی کمی بڑی طرح کھلتی ہے۔ مرتب نے اکا ڈکا مقامات کے سوا کہیں نہیں بتایا کہ کسی خط کا ماخذ کیا ہے؟ راقم نے کئی برس پہلے بشیر احمد ڈار کو انوار اقبال کی اس خامی کی طرف متوجہ کیا، تو انھوں نے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۲ء کو جواباً یوں وضاحت کی:

جہاں تک ماخذات کی کمی کا معاملہ ہے، اس کی ایک خاص وجہ تھی۔ عبدالواحد معنی جیسے لوگ دوسرے لوگوں کی محنت پر ڈاکا ڈالنے کے عادی ہیں اور پھر اس کو تسلیم کرنے سے بھی منکر۔ اگر آپ بالفرض انقلاب سے کوئی چیز بڑی محنت سے معلوم کر کے شائع کروادیں، تو کچھ عرصے بعد یہی چیز انقلاب کے حوالے سے وہ خود کسی مجموعے میں شامل کر کے، تمام سرخ روئی اپنے لیے مخصوص کر لیتے ہیں۔ اُن کی اس حرکت سے بچنے کے لیے میں نے عمداً اُن تمام ماخذات کو آخری مسودے سے حذف کر دیا تھا۔

ڈار صاحب کا خدشہ درست ہے، مگر اُن کا طرز فکر غیر علمی ہے۔ سرتقے کے خدشے سے حوالہ حذف کرنا اصولاً غلط ہے۔ اس سے کتاب کی ثقاہت مجروح اور اس کی استنادی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ مرتب نے انوار اقبال میں مشمولہ خطوط، مختلف اخبارات و رسائل اور کتابوں سے ماخذ کیے ہیں۔ ذیل میں ہم بعض خطوط کے ماخذات کی نشان دہی کر رہے ہیں:

صفحہ	مکتوب بنام	ماخذ حد
۵	ثاقب کان پوری	چراغِ راہ، مارچ ۱۹۶۰ء
۱۵	ابوالکارم محمد عبدالسلام سلیم	(الف) نقوش، خطوط نمبر (ب) جنگ، اقبال نمبر ۱۹۶۵ء
۱۶	اظہر عباس	چراغِ راہ، اپریل ۱۹۶۵ء
۱۷۳	وصل بلگرامی	چراغِ راہ، اپریل ۱۹۶۵ء
۱۷۶	وحید احمد	اقبال ریویو، جولائی ۱۹۶۲ء
۱۹۸	شفاعت اللہ خاں	سرود رفتہ، ص ۵ (عکسی نقل)
۲۰۴	سردار رب نواز خاں	آزاد کشمیر، ۲۲ اپریل ۱۹۵۵ء (عکسی نقل)
۲۱۰	خواجہ عبدالوحید	ماہ نو، اپریل ۱۹۵۵ء (عکسی نقل)
۲۱۳	نواب بہادر یار جنگ	جنگ، ۲۱ اپریل ۱۹۷۵ء (عکسی نقل)

صفحہ	مکتوب بنام	ماخذ حد
۲۲۶	تلوک چند محروم	سخزن، اپریل ۱۹۵۱ء (عکسی نقل)
۲۹۲	مرثیٰ احمد خاں میکش	احسان، ۳۰ مئی ۱۹۳۸ء

مزید برآں محمد دین فوق کے نام سترہ خطوط، مہر کے نام نو، میر خورشید احمد کے نام چھ، تمکین کاظمی کے نام چار، غنشی سراج الدین کے نام تین، رشید احمد صدیقی اور مولانا محمد عرفان کے نام ایک ایک خط انوارِ اقبال کی اشاعت سے بارہ برس پہلے نقوش کے مکاتیب نمبر میں چھپ چکے ہیں۔

انوارِ اقبال میں شامل بعض خطوط، اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ ہیں، مثلاً: غلام احمد بھورٹا کے نام ۱۲ مارچ ۱۹۲۲ء (انوارِ اقبال: ص ۷۰) غلام رسول مہر کے نام ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء، ۱۷ اگست ۱۹۳۲ء، ۲۹ دسمبر ۱۹۳۲ء، کیم فروری ۱۹۳۳ء، ۲۱ مارچ ۱۹۳۳ء، ۱۴ اگست ۱۹۳۳ء (ص ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۷) شیخ عطاء اللہ کے نام ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء اور نواب بہادر یار جنگ کے نام ۱۴ ستمبر ۱۹۳۳ء (ص ۲۱۳) کے مکاتیب۔

انوارِ اقبال کے مرتب نے: ”تالیف کے وقت پوری کوشش کی..... کہ [اس مجموعے میں] کوئی ایسی چیز شامل نہ ہو جائے، جو عام مطبوعہ مجموعوں میں آچکی ہے،“ مگر سہواً بعض مدون خطوط بھی انوارِ اقبال میں شامل ہو گئے ہیں۔ میر حسن الدین کے نام خط (ص ۲۰۱) اقبال نامہ، دوم (ص ۱۰۰) میں؛ ظفر احمد صدیقی (ص ۲۱۷ تا ۲۲۰) اور محمد رمضان (ص ۲۲۳) کے نام خطوط مع عکسی نقول، اقبال نامہ، اول (بالترتیب ص ۳۰۵ اور ۳۳۸) میں اور محمود شیرانی کے نام خط (ص ۲۸۸) اقبال نامہ، دوم (ص ۳۵۱) میں شامل ہیں۔

مرتب نے مختصر حواشی کا بھی اہتمام کیا ہے، مگر کہیں کہیں تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ بعض امور کی کسی قدر مزید توضیح ضروری تھی، مثلاً: یہ کہ ثاقب کان پوری کے مجموعہ کلام (ص ۵) کا نام کیا تھا؟ وغیرہ۔

انوارِ اقبال کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۷ء میں طبع اول کا عکس لے کر شائع کیا گیا۔ اس میں طبع اول کی تمام اغلاط موجود ہیں۔ طبع دوم کا کاغذ نسبتاً باریک ہے۔

۱- انوارِ اقبال میں یہ خط مکاتیب بنام محمد دین فوق میں درج ہے، مگر محمد عبداللہ قریشی کے مطابق اس کے مکتوب الیہ غلام احمد بھورٹا ہیں (روح مسکاتیبِ اقبال: ص ۲۸۲)۔

۲- انوارِ اقبال: ص ۸

۳- متاعِ درد۔

✽ مکاتیبِ اقبال، بنام گرامی

اقبال کے نوے خطوط پر مشتمل یہ مجموعہ، مولانا شیخ غلام قادر گرامی اور اقبال کے باہمی ربط و تعلق کا ایک دلچسپ مرتع ہے۔ اقبال کے اصل خطوط شیخ سردار محمد کے توسط سے اقبال اکادمی کو حاصل ہوئے تھے۔ محمد عبداللہ قریشی نے ان خطوط کو ایک سیر حاصل مقدمے (ص ۸۷ تا ۱۱۸) اور مفید حواشی و تعلیقات کے ساتھ مرتب و مدوّن کیا اور اقبال اکادمی پاکستان، کراچی نے اپریل ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ سب سے پہلا خط ۱۱ مارچ ۱۹۱۰ء کا ہے اور آخری ۳۱ جنوری ۱۹۲۷ء کا۔ سات خطوط پر کوئی تاریخ یا سنہ درج نہیں، مرتب نے مندرجات خط سے اندازہ لگا کر، ان کے قیاسی سال تحریر متعین کیے ہیں۔

ابتدائی سولہ صفحات (سرورق، فہرست، پیش لفظ از ممتاز حسن) کے بعد صفحات کا شمار از سر نو کیا گیا ہے۔ مولانا غلام رسول مہر نے سات صفحات کے ”تمہید و تعارف“ میں گرامی کی شخصیت اور اقبال اور گرامی کے باہمی تعلقات پر روشنی ڈالنے کے بعد، مرتب کی ”دیدہ ریزی“ اور ”دماغ کا دی“ کو ہر اعتبار سے قابل قدر اور مستحق ستائش قرار دیا ہے جس کے نتیجے میں یہ مجموعہ ”اقبالیات کے سلسلے کا ایک قابل قدر مرتع“ بن گیا ہے۔ مرتب نے مقدمے میں گرامی کے سوانح، ان کی شخصیت و شاعری اور زیر نظر خطوط کے حوالے سے اقبال اور گرامی کے باہمی روابط کی تفصیل مہیا کی ہے۔ خطوط تاریخ وار ہیں۔ ہر خط کے خاتمے پر تعلیقات کے زیر عنوان، اُس خط سے متعلق توضیح طلب امور پر مختصر اور طویل شذرات درج کیے گئے ہیں۔ ان شذرات میں مرتب نے گرامی کے جوانی خطوط (بنام اقبال) سے بھی مدد لی ہے۔ محمد عبداللہ قریشی نے اس ”اصل کام“ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

اصل کام یہ ہے کہ ان خطوں کو سیاق و سباق اور پیش منظر و پس منظر کے ساتھ ایسے طریقے سے قاری کے سامنے لایا جائے کہ کوئی ضروری امر اس سے مخفی نہ رہے۔ اگر خط میں کسی واقعے کا ذکر ہے، تو یہ واقعہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے، اگر کسی شخصیت کا نام آ گیا ہے، تو اس شخصیت سے واقفیت بہم پہنچائی جائے اور اگر کوئی اشارہ بہم ہے تو اُسے واضح کر دیا جائے۔ یہ کام ذرا مشکل تھا، لیکن خدا نے آسان کر دیا۔

اس مجموعے میں شامل بعض مکاتیب قبل ازیں مختلف مجموعوں میں چھپ چکے ہیں، مثلاً: خط نمبر ۱ اور ۳۸ اقبال نامہ، اول (ص ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵) میں؛ خط نمبر ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ اور ۱۷ نقوش، خطوط نمبر، اول (ص ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ اور ۲۸) میں۔ خط نمبر ۱۶ اور ۱۷ اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ ہیں۔

نقلِ متن میں، مرتب نے خاصی احتیاط سے کام لیا ہے، تاہم دیگر مرتبین خطوط کی طرح انھوں نے ”محمد“ پر (۴) کی علامت نہیں بنائی، حالانکہ اقبال نے ہمیشہ اس کا التزام رکھا۔ اسی طرح ۱۷ء کو ۱۹۱۷ء بنا دیا ہے (ص ۱۱۸)۔ ”انا علیہ راجعون“ (ص ۲۳۷) درست نہیں، ”انا الیہ راجعون“ ہونا چاہیے۔

اس مجموعے کے بعض خطوط کی تاریخیں درست نہیں، مثلاً مکتوب نمبر ۲ پر تاریخ درج نہیں، مرتب نے اس خط کو ”۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۲ء“ کے درمیان کا قرار دیا ہے، درحقیقت یہ آغاز ۱۹۱۲ء کا ہے۔ اسی طرح مکتوب نمبر ۷۰ کا آغاز ”لاہور، ۲۳ اپریل ۱۹۲۲ء“ سے ہوتا ہے، حالانکہ متن سے ظاہر ہے، کہ یہ خط لدھیانے سے ۱۹۲۳ء میں لکھا گیا۔

مرتب کے حواشی و تعلیقات سے خطوط میں مذکور کئی شخصیات، کتب اور مسائل و امور پر روشنی پڑتی ہے، مگر کئی باتیں اب بھی وضاحت طلب رہ گئی ہیں، مثلاً: ”ریوڑی کا شکر یہ“ (ص ۲۲۳) اور ”خط مع ریوڑی مل گیا ہے“ (ص ۲۳۹) سے نہ معلوم کیا مراد ہے؟..... محمد عبداللہ قریشی ایک جگہ لکھتے ہیں: ”۱۹۲۲ء میں پھر زیادہ تعداد خطوط کی نظر آتی ہے، یہ سال پیام مشرق کی تصنیف کا ہے۔“ (ص ۶۹) مرتب نے غالباً یہ نتیجہ ۲۳ اپریل ۱۹۲۲ء کے مکتوب سے اخذ کیا ہے، جس میں پیام مشرق کا ذکر کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں: ”اس کی اشاعت کو دو ہفتے سے زیادہ نہیں گزرا“۔ حالانکہ (جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے کہ) اس خط کا سال تحریر ۱۹۲۲ء نہیں ۱۹۲۳ء ہے۔ مرتب کے بعض تعلیقات زیادہ طوالت اختیار کر گئے ہیں، مثلاً: راقم کے خیال میں سر عبدالقادر (ص ۱۰۷-۱۰۸)، نواب ذوالفقار علی خاں (ص ۱۰۸-۱۰۹) اور اکبر الہ آبادی (ص ۱۷۸) کے تعارفی شذرات نسبتاً مختصر ہوتے، تو بہتر تھا۔ ۱۶ مئی ۱۹۲۲ء میں ”حضر راہ“ کا ذکر آیا ہے، مرتب نے تعلیقات میں نظم پر اپنی طرف سے اظہار خیال کے بعد، نظم کے متعلق غلام رسول مہر کا ۷ صفحات سے زائد کا ایک طویل تنقیدی مضمون نقل کر دیا ہے، جس کا یہاں محل نہ تھا۔

جون ۱۹۸۱ء میں اقبال اکادمی پاکستان لاہور نے یہ مجموعہ دوبارہ شائع کیا جو طبع اول کی عکسی اشاعت ہے۔ آخر میں ”اضافہ طبع دوم“ کے تحت گرامی کے نام ایک نئے خط اور بیگم گرامی کے نام

۱- ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، مجلہ تحقیق، جلد اول، شمارہ ۲، ص ۴۸

۲- ایضاً: ص ۴۹

۳- مکتب اقبال بنام گرامی: ص ۲۰۳

سات خطوں (ماخوذ از خطوط اقبال بنام بیگم گرامی مرتبہ: حمید اللہ شاہ ہاشمی) کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اغلاط متن (دیکھیے: ص ۲۶۱) میں سے بعض تو درست کر دی گئی ہیں، مگر متعدد اغلاط اب بھی موجود ہیں۔

✽ خطوط اقبال

یہ مجموعہ، اقبال کے ایک سو گیارہ ایسے خطوط پر مشتمل ہے، جو کسی مجموعہ مکاتیب میں موجود نہیں، اگر موجود ہیں تو ان کا متن ناقص، ادھورا یا غلط ہے۔ ان میں اردو کے ۹۱، انگریزی کے ۱۹ اور عربی کا ایک خط شامل ہے۔ عربی اور انگریزی خطوط کا اصل متن مع ترجمہ دیا گیا ہے۔ مجموعے میں اقبال کے ۹ اردو اور انگریزی خطوط کی عکسی نقول بھی شامل ہیں۔ اقبال کے نام جامعہ ازہر کے علامہ مصطفیٰ المرغی کے جوابی خط کی عکسی نقل بھی مہیا کی گئی ہے۔

پیش لفظ ڈاکٹر سید عبداللہ کے قلم سے ہے۔ ”عرض مرتب“ کے زیر عنوان مرتب نے صحت متن کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مختلف مثالوں کے ذریعے وضاحت کی ہے کہ مرتبین مکاتیب، متن خوانی میں سہل پسندی اور بے احتیاطی کا شکار ہوئے ہیں۔ زیر نظر مجموعے کے سلسلے میں مرتب نے لکھا ہے:

میں نے اوّل تو خطوط کی عکسی نقول مہیا کرنے کی کوشش کی اور جس قدر خطوں کی عکسی نقول مل سکیں، انہیں سامنے رکھ کر، خطوط کے متون نقل کرنے میں حتی الامکان پوری احتیاط سے کام لیا۔ یہاں تک کہ حضرت علامہ کا اصل المابھی جوں کا توں برقرار رکھا ہے۔ اسی طرح اگر تاریخ کسی خط کے آغاز میں درج ہے، تو آغاز ہی میں درج کی، اگر آخر میں ہے تو آخر میں۔ خط میں سنہ ”۱۹۱۲ء“ لکھا ہے تو اسے ”۱۹۱۲ء“ نہیں بنایا، یعنی نقل نویسی میں نقل کی اصل سے مطابقت کو برقرار رکھا گیا ہے۔ پھر جن خطوں کی عکسی نقول دستیاب نہیں ہو سکیں، دوسرے ذرائع سے امکانی حد تک، ان کا صحیح متن دریافت کرنے کی سعی کی گئی۔ بعض خطوں کے ایک سے زائد متون ملے تو قابل ترجیح متن اختیار کر کے اختلافات کی نشان دہی حواشی میں کر دی گئی۔ اسی طرح انگریزی خطوط کے ترجموں میں بھی خاصی احتیاط سے کام لیا ہے۔ جس جس انگریزی خط کا متن دستیاب ہو سکا، وہ اردو ترجمے کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے، تاکہ قارئین ترجمے کا موازنہ اصل متن سے کر سکیں۔ ترجمے کے ضمن میں ایک وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ میں نے انگریزی خطوط کے القاب کا انگریزی ترجمہ نہیں کیا، بلکہ انہیں جوں کا توں رہنے دیا ہے کیوں کہ اوّل تو ان القاب کا ایسا مناسب و موزوں ترجمہ کرنا آسان نہیں، جو پوری طرح اس مفہوم کو ادا کرے، جو خط لکھتے ہوئے علامہ اقبال کے ذہن میں، کسی خاص

مکتوب الیہ کے لیے موجود تھا۔ دوسرے: ڈیرسر، مائی ڈیرا کبر و غیرہ ایسے القاب ہیں، جو حضرت علامہ نے اپنے اردو خطوں میں بھی کئی جگہ استعمال کیے ہیں، اس لیے ایسے القابات کو اردو میں بھی علیٰ حالہ برقرار رکھنے میں کوئی قباحت نہیں۔

اس سے زیر نظر مجموعے کی پوری سکیم واضح ہو جاتی ہے۔ خطوط اقبال کے آغاز میں مکاتیب اقبال کے مختلف مجموعوں کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے، اقبال کے خطوط اور ان کی خطوط نویسی پر ایک تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔ خطوط کی ترتیب تاریخ و سنہ وار ہے، البتہ ایک مکتوب الیہ کے نام جملہ خطوط یکجا ہی دیے گئے ہیں۔ ہر خط سے پہلے مکتوب الیہ کا مختصر تعارف اور خط کا مختصر پس منظر درج ہے۔ مختصر یاد دہانی اور تعلیقات میں متن خط کے اختلافات اور بعض شخصیات وغیرہ کے بارے میں تعارفی اشارات موجود ہیں۔ کتاب کا تیسرا حصہ (ضمیمے: ص ۲۹۲-۳۰۸) متون مکاتیب سے متعلق بعض نثری و شعری تحریروں پر مشتمل ہے۔ چوتھے حصے بعنوان ”ماخذ“ میں ہر خط کے ذریعہ حصول، قبل ازیں اس کی اشاعت اور بعض انگریزی خطوط کے ناقص ترجموں سے بحث کی گئی ہے۔ مجموعے کے آخر میں کتابیات اور ایک مفصل اشاریہ بھی شامل ہے۔

اس میں شبہہ نہیں کہ خطوط اقبال میں بقول ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار: ”متن کی تصحیح کے علاوہ بعض تاریخیوں کو بھی درست کیا گیا ہے“، لہذا ہم نقول متن میں خود مرتب سے بھی بہت سی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، مثلاً:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۳	۹	نومبر	نومبر
۱۲۲	۲	خفتہ	سفتہ
۱۲۳	۳	دیباچہ	دیباچہ
۱۲۶	۱۳	رکھتا ہوں	رکھتا ہو
۱۳۱	۳	نالید	نالیدو
۱۶۰	۴	تکلیف	تکلیف دیتا

-۱ خطوط اقبال: ص ۲۲، ۲۳

-۲ مجلہ تحقیق، جلد اول، شمارہ ۲۰، ص ۳۵

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۷	۶	نصیر الدین	نصر الدین
۲۰۱	۳	میں پیش	میں نہیں پیش
۲۰۹	۲	میں گوشت	میں نے گوشت
۲۱۱	۱۲	۲۳ فروری	۲۳ جنوری
۲۲۲	۱۲	تھامس	تھامسن
۲۳۷	۱۷	الجھن	الجھی
۲۳۹	۵	مفید طلب	مفید مطلب

ممکن ہے، ان میں سے بعض، کتابت کی اغلاط ہوں، تاہم مرتب کی ذمہ داری کم نہیں ہوتی۔
مقدمہ، حواشی اور توضیحی شذرات میں بھی کئی غلطیاں نظر آتی ہیں، مثلاً:

صفحہ	سطر	توضیح
۳۷	۱۷	۱۳ اکتوبر صحیح ہے اور ۱۹ اکتوبر غلط۔
۳۷	۱۸	صفحہ ۲۲ صحیح ہے اور ۳۳ غلط۔
۷۶	۶	جہاز کا نام ملو جا غلط ہے۔
۷۷	۱۶	مصرع ثانی کی صحیح صورت یہ ہے: کچھ ملے مجھ کو بھی اس دربار گوہر بارے
۷۹	حاشیہ نمبر ۴	ٹامس کک، ایک ٹریول ایجنٹ ہے نہ کہ جہازران کمپنی۔
۹۳	۱۵	صحیح: ”کچھ مشکل نہ تھی“۔
۱۰۲	۳	مخروم ۱۹۶۶ء میں فوت ہوئے۔
۱۲۲	۶	صحیح نام: میر سردار احمد خاں۔
۱۵۱	۶	۱۹۲۳ء صحیح ہے اور ۱۹۳۲ء غلط۔
۱۵۲	۱۰	۱۹۲۳ء صحیح ہے اور ۱۹۶۳ء غلط۔
۲۳۸	۱۶	”جام حالی“ صحیح ہے نہ کہ ”نام حالی“۔
۲۴۷	۸-۷	ڈاکٹر ریاض الحسن، کراچی یونیورسٹی میں کبھی استاد نہیں رہے۔
۲۶۱	۱۵	نومبر ۱۹۳۳ء صحیح ہے اور نومبر ۱۹۳۶ء غلط۔

بعض خطوط کی تاریخیں اور سنہ اصلاح طلب ہیں، مثلاً مکتوب بنام جاوید اقبال، ۱۹۳۳ء میں لکھا گیا، نہ کہ ۱۹۳۲ء میں (ص ۲۲۲)۔ مکتوب بنام مصطفیٰ المراغی ۱۹۳۷ء میں لکھا گیا، نہ کہ ۱۹۳۶ء میں (ص ۲۱۲)۔ مکتوب بنام یلدرم، دسمبر ۱۹۳۳ء میں لکھا گیا، نہ کہ دسمبر ۱۹۳۲ء میں (ص ۱۵۱)۔ محمد نعمان کے نام خط اکتوبر ۱۹۳۷ء کا تحریر کردہ ہے۔ (گفتار اقبال: ص ۲۱۰)

ان اغلاط کے باوجود، اس مجموعے کی وجہ سے صحتِ متن کی طرف توجہ مبذول ہوئی اور بہت سے خطوط پہلی بار صحیح اور مکمل صورت میں سامنے آئے۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۵ء کو کیمبرج سے لکھے جانے والے ایک طویل مکتوب کو، اب تک محمد دین فوق کے نام قرار دیا جاتا رہا، خطوط اقبال میں اس کے اصل مکتوب الیہ (مولوی انشاء اللہ خاں) کی نشان دہی کی گئی ہے۔ (ص ۹۳) اس مجموعے میں اقبال نامہ اول، دوم اور انوار اقبال کی بعض اغلاط کی تصحیح کی گئی ہے۔ مکتوب بنام شیخ عظیم اللہ (ص ۲۰۱) پر تاریخ تحریر درج نہیں، اس کی تاریخ تحریر ۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء ہے۔

تقریباً ایک سال بعد ۱۹۷۷ء میں طبع اول کے عکس پر مبنی خطوط اقبال کی ایک اور اشاعت دہلی سے عمل میں آئی۔ یہ اشاعت مرتب کی اجازت و اطلاع کے بغیر ہوئی، اس لیے اس اڈیشن میں، طبع اول کے تمام عیوب و نقائص موجود ہیں۔

✽ خطوط اقبال بنام بیگم گرامی

بیگم مولانا گرامی کے نام اقبال کے آٹھ خطوں کا یہ مختصر مجموعہ حمید اللہ شاہ ہاشمی نے مرتب کر کے جنوری ۱۹۷۸ء میں فیصل آباد سے شائع کیا تھا۔ مولانا گرامی کی وفات کے بعد، بیگم گرامی ان کا کلام مرتب کر کے چھپوانا چاہتی تھیں، اس سلسلے میں وہ علامہ اقبال سے مشورہ و اعانت کی طالب ہوئیں۔ اقبال کے یہ خطوط کلام گرامی کی ترتیب و تدوین اور کتابت و طباعت کے ضمن میں ہدایات پر مشتمل ہیں۔ یہ خطوط مولانا گرامی کے ورثا سے حاصل کر کے مرتب کیے گئے ہیں۔

مرتب نے مجموعے کے ابتدائی حصے میں مولانا گرامی اور اقبال کے باہمی بے تکلفانہ روابط پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اقبال کے مطبوعہ مکاتیب کے علاوہ، گرامی کی غیر مطبوعہ

۱- اقبال اور انجمن حمایت اسلام: ص ۱۳۰

۲- مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فروغ احمد کا مضمون ”بعنوان: خطوط اقبال، ایک تنقیدی جائزہ“، مشمولہ:

یادداشتوں سے بھی مدد ملی ہے، پھر بیگم گرامی کا مختصر تعارف کرایا ہے۔ بعد ازاں خطوط اقبال کا متن درج کیا ہے۔ آخر میں عکس خطوط شامل ہیں۔

مرتب دیا چے میں لکھتے ہیں: ”جتنے خطوط دستیاب ہو سکے ہیں، وہ بلا کم و کاست شائع کیے جا رہے ہیں۔“ (ص ۱۰) مگر متون خطوط نقل کرنے میں مرتب سے متعدد اغلاط سرزد ہوئی ہیں، مثلاً:

صفحہ	سطر	خطوط اقبال بنام بیگم گرامی	عکس خطوط
۴۷	۴	۱۹۱۸ء	۱۸ء
۴۷	۸	تعمیلِ سخن نہیں ہوئے	تعمیلِ سخن کی نہیں ہوئی
۴۷	۹	امید ہے آپ	امید کہ آپ
۴۷	۱۱	۸ دسمبر ۱۹۱۷ء	۸ دسمبر ۱۷ء
۵۲	۲	الحمد للہ	الحمد للہ
۵۲	۵	اس کام کے	اس کے
۵۲	۷	پہلے اُن	پہلے صرف ان
۵۲	۱۴	۱۳ اکتوبر ۱۹۲۷ء	۱۳ اکتوبر ۲۷ء
۵۳	۴	نہ کہ کتاب	نہ کتاب
۵۳	۸	۲۰ اپریل ۱۹۳۰ء	۲۵ اپریل ۳۰ء
۵۶	۳	کوئی ایسی بات	کوئی بات ایسی
۵۶	۵	بھیجوں گی	بھیجوں گی
۵۶	۸	۱۱ جون ۱۹۳۰ء	۱۱ جون ۳۰ء
۵۸	۳	قابلِ اعتبار	قابلِ اعتماد
۶۰	۵	عزیز سے میں نے	عزیز سے یا آپ سے میں نے
۶۰	۱۲	آپ سارا کلام	آپ کل کلام
۶۱	۱۶	باہر سے آنے والے	باہر رہنے والے
۶۱	۱۸	نہ ہوتی	نہ ہو سکتی
۶۱	۱۹	نوبت نہیں	نوبت ہی نہیں

اس مجموعے میں مولانا گرامی کے نام، اقبال کا ایک غیر مطبوعہ خط بھی شامل ہے۔ مجموعی اعتبار سے، یہ مجموعہ ذخیرہ مکاتیب اقبال میں ایک عقیدہ اضافہ ہے۔ محمد عبداللہ قریشی نے ان تمام خطوط کو مکاتیب اقبال بنام گرامی کے دوسرے اڈیشن میں شامل کر لیا ہے۔

✽ اقبال۔ جہان دیگر

اس مجموعے کو راغب احسن (۱۹۰۶ء-۱۹۷۵ء) کے نام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مجموعہ مکاتیب کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ کل ۴۲ مکاتیب ہیں۔ خط نمبر ایک انوری بیگم کے نام ہے۔ پروفیسر محمد صدیق ظفر مجازی کی تحقیق کے مطابق خط ۳۳ کے مکتوب الیہ مولانا شفیع داؤدی ہیں۔ لیویوں راغب احسن کے نام مکاتیب کی تعداد ۴۲ بنتی ہے۔ ہر خط کے بالمقابل صفحے پر اقبال کا دست نوشت عکس دیا گیا ہے۔ انگریزی خطوط کا ترجمہ بھی شامل کتاب ہے۔ آخر میں مکتوب الیہ کا تفصیلی تعارف دیا گیا ہے۔ ”اقبال اکیڈمی“ کے عنوان سے راغب احسن کا ایک تفصیلی مضمون بھی شامل ہے جو سب سے پہلے نیرنگ خیال لاہور کے اقبال نمبر ۱۹۳۲ء میں چھپا تھا۔

ملتی اور سیاسی موضوعات اور علمی مطالب کے اعتبار سے یہ خطوط بہت اہم ہیں۔ ان مکاتیب کا عرصہ تحریر مئی ۱۹۳۱ء تا ستمبر ۱۹۳۷ء ہے۔ یہ زمانہ ہندوستانی سیاسیات، اسلامیان ہند کو درپیش مسائل، اُن کے مستقبل اور اقبال کے خطبہ الہ آباد کے حوالے سے بے حد اہم اور نازک تھا۔ راغب احسن کے نام زیر نظر خطوں میں زیادہ تر سیاسی امور و مسائل اور مسلمانوں کے لیے مستقبل کی راہ عمل پر اظہار خیال ملتا ہے۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۳ء کے خط سے اقبال کے نظریہ ملکیت زمین اور خط ۶ مارچ ۱۹۳۴ء سے اقبال کی ”پاکستان سکیم“ کی وضاحت ہوتی ہے۔ موضوعاتی اہمیت کی بنا پر بقول پروفیسر ظفر مجازی ”ان خطوط کی تدوین خصوصی توجہ کی متقاضی تھی لیکن افسوس کہ اس کا خیالی نہ رکھا گیا اور خطوط بہ عجلت شائع کر دیے گئے۔“

مجموعے کی سب سے بڑی خامی تو یہ ہے کہ متن کو نقل کرنے میں کما حقہ احتیاط نہیں کی گئی۔ ایک اور بڑی کمی یہ محسوس ہوتی ہے کہ متن پر ضروری حواشی اور توضیحات شامل نہیں ہیں۔ اس کمی کو پروفیسر محمد صدیق ظفر مجازی نے اپنے ایم فل اقبالیات کے تحقیقی مقالے اقبال۔ جہان دیگر: تعلیقات و حواشی میں باحسن طریق پورا کیا ہے۔ مذکورہ مقالے میں متن کی درستی کے لیے بھی

قابل قدر کاوش کی گئی ہے۔ اس مقالے کی روشنی میں زیر نظر مجموعے کی تدوین نو اور اشاعت کی اشد ضرورت ہے۔

✽ مکتوباتِ اقبال بنام چودھری محمد حسین

علامہ اقبال کے قریبی رفیق اور ان کے بچوں کے سرپرست چودھری محمد حسین کے نام خطوط اقبال کا یہ مجموعہ مکتوب الیہ کے پوتے خاتف نفیس نے شائع کیا ہے۔ ۴ صفحات کا دیباچہ اور چند شخصیات پر تین صفحات کا نہایت سرسری تعارف بھی شامل ہے۔ بیس خطوط کا متن مع عکس شامل کتاب ہے۔ یہ تمام خطوط پوسٹ کارڈ پر تحریر کیے گئے ہیں۔

دراصل یہ وہی خطوط ہیں جو خاتف نفیس نے ۱۹۸۴ء میں اپنے ایم اے اُردو کے مقالے علامہ اقبال اور چودھری محمد حسین (روابط) میں شامل کیے تھے۔ (اس پر راقم کا تبصرہ دیکھیے: اقبال یاتی جائزے، ۵۴-۵۵) مذکورہ تحقیقی مقالے میں مکتوب الیہ کی ڈائری کے کچھ حصے اور ۲۶ خط شامل ہیں مگر ان میں سے نسبتاً چھ طویل خط زیر نظر مجموعے میں شامل نہیں کیے گئے، نہ معلوم کیوں؟ حالانکہ باعتبار مطالب اس ذخیرے میں وہی چھ خط نسبتاً اہم تر ہیں۔ ان خطوں کا زمانہ تحریر ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۶ء تک ہے۔ تمام خطوط، اقبال کے دست نوشت ہیں۔

✽ LETTERS OF IQBAL TO JINNAH

قائد اعظم محمد علی جناح کے نام اقبال کے تیرہ خطوط پر مشتمل یہ مجموعہ مختصر ہونے کے باوجود، معنوی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ خطوط محمد شریف طوسی کو جناح کی ذاتی لائبریری سے دستیاب ہوئے۔ انھوں نے خطوط کو ٹائپ کیا اور تاریخ وار مرتب کر کے مکتوب الیہ کو ان کی اشاعت کے لیے آمادہ کیا۔ جناح چاہتے تھے کہ اقبال کے نام اُن کے جوابی خطوط بھی شامل کر کے، مجموعے کو معنوی اعتبار سے زیادہ مکمل و مربوط بنایا جائے، مگر اقبال کے ہاں سے جناح کے جوابی خطوط دستیاب نہ ہو سکے، چنانچہ انھوں نے اس پر ایک پیش لفظ کا اضافہ کر کے مجموعہ اشاعت کے لیے دے دیا۔

پہلا ایڈیشن تین ہزار کی تعداد میں اپریل ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا۔ بعد کی ایک اشاعت (۱۹۶۸ء) میں First Edition 1942 کے الفاظ مرقوم ہیں، مگر یہ اندراج درست نہیں۔ میاں بشیر احمد کا بیان

ہے کہ جنوری ۱۹۴۳ء میں قائد اعظم نے خطوط جناح بنام اقبال تلاش کروانے کی ہدایت کی۔ جو اباً میں نے ۲۴ فروری ۱۹۴۳ء کو انہیں خطوط کی عدم دستیابی سے مطلع کیا۔ اس صورت میں ۱۹۴۲ء میں مجموعے کی اشاعتِ اوّل ناممکن ہے۔ اشاعتِ اوّل کے سرورق پر یہ توضیحی عبارت درج ہے:

A collection of Iqbal's Letters to the Quaid-i-Azam conveying his views on the Political Future of Muslim India.

بعد میں اس عبارت کو تبدیل کر کے یوں بنا دیا گیا:

Allama Iqbal's views on the Political Future of Muslim India.

یہ مجموعہ اب تک کئی بار چھپ چکا ہے اور اس اعتبار سے مکاتیبِ اقبال کے مجموعوں میں سب سے زیادہ چھپنے والا مجموعہ ہے۔ تمام اشاعتوں کا متن یکساں ہے۔

اس مجموعے کو از سر نو مرتب کرنا چاہیے۔ اس میں، اوّل، علامہ اقبال اور قائد اعظم کے باہمی تعلقات اور سیاسی جدوجہد میں دونوں کے اشتراک و تعاون پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ دوم: ان خطوط میں مذکور سیاسی اور تاریخی احوال و مسائل کے متعلق توضیحی حواشی کا اضافہ ضروری ہے، خصوصاً ایک عام قاری کے لیے ان کی معنویت خاطر خواہ طریقے سے اسی وقت نمایاں ہوتی ہے، جب انہیں مختصر تمہیدی شذرات اور پاورٹی حواشی کے ذریعے واضح کیا جائے۔ سوم: بشیر احمد ڈار کے مجموعے *Letters* (ص ۱۰۵-۱۱۱) میں ایک ایسا خط شامل ہے، جو غلام رسول کی طرف سے اقبال کی ہدایت پر محمد علی جناح کو لکھا گیا۔ اقبال کے آخری دو سال (ص ۵۹۴ اور ۶۰۸) میں بھی اس نوع کے دو مراسلوں کا اردو ترجمہ شامل ہے، جو علامہ کے حسب ارشاد ۱۷ فروری اور ۷ مارچ ۱۹۳۸ء کو غلام رسول کی طرف سے جناح کے نام بھیجے گئے۔ مزید دو خطوں کا اردو ترجمہ قومی زبان (اپریل ۱۹۸۱ء) میں چھپا ہے۔ ان سب کو زیر نظر مجموعے میں بطور ضمیمہ شامل کرنا چاہیے۔

بشیر احمد ڈار نے ان تیرہ خطوں کو اپنے مجموعے *Letters of Iqbal* میں شامل کیا ہے۔ جناح کے نام اقبال کے دو خطوط جہانگیر عالم اور ایک صابر کلوروی نے دریافت کیا ہے۔ جہانگیر عالم نے ۱۹ خطوں کا اردو ڈیٹیشن شائع کیا ہے مگر انہوں نے نو دریافت خطوں کے اصل انگریزی متون اور ان کے ماخذ تا حال منکشف نہیں کیے۔

❁ IQBAL'S LETTERS TO ATTIYA BEGUM ❁

عطیہ بیگم کے نام اقبال کے نوخطوں پر مشتمل یہ مجموعہ پہلی بار فروری ۱۹۴۷ء میں بمبئی سے شائع ہوا۔ اگرچہ ان خطوں کا متن *Letters of Iqbal* میں بھی شامل ہے، مگر زیر نظر مجموعہ اس لیے اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں پہلی بار اصل مکاتیب کے عکس شائع کیے گئے۔ ایسے اے رحمن نے اس کتاب کو *The Monograph of Attiya Begum on Iqbal* قرار دیا ہے، مگر اس مونوگراف کی ساری عمارت اقبال کے نوخطوں پر استوار ہے۔ پھر کتاب کے گرد پوش پر مندرج عنوان *Iqbal's Letters to Attiya Begum* سے بھی ظاہر ہے کہ اسے مجموعہ مکاتیب کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ پہلا خط کیمبرج سے ۲۴ جنوری ۱۹۰۷ء اور آخری لاہور سے ۱۴ دسمبر ۱۹۱۱ء کو لکھا گیا۔ ان خطوط سے، اس عرصے میں اقبال کے جذباتی ہیجان، ذہنی خلفشار اور قلبی اضطراب کا اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے۔ عطیہ بیگم کی یادداشتوں نے خطوط کے پس منظر اور پیش منظر کو مزید واضح کر دیا ہے۔ اس مجموعے کی اشاعت سے حیات اقبال کے ایک اہم باب سے متعلق نہایت قیمتی اور بالکل نیا مواد منظر عام پر آیا، جس کی بنیاد پر اقبال کے بعض نقادوں کو ان کی جذباتی زندگی کے متعلق حاشیہ آرائی کا موقع مل گیا۔ اس میں اقبال کی بعض نظموں کے ایسے عکس بھی شامل ہیں، جن سے ان کی تاریخ تحریر متعین ہوتی ہے، مثلاً: نوائے غم، دسمبر ۱۹۱۱ء۔ دعا، دسمبر ۱۹۱۱ء۔ اور نوید صبح، ۳۱ دسمبر ۱۹۱۱ء (بانگ درا: ص ۲۱۲، ۲۱۱)۔

کتاب کے گرد پوش پر تو یہ عنوان *Iqbal's Letters to Attiya Begum* درج ہے، مگر اندرونی سرورق پر عنوان کو صرف *Iqbal* تک محدود رکھا گیا ہے۔ ابتدا میں آرٹ پیپر پر مطبوعہ، نواب حسن یار جنگ بہادر اور فیضی رحمن کی تصاویر شامل ہیں۔ ٹائپ باریک ہے۔ واقعات کی مناسبت سے متن کے درمیان ہی چھوٹے سائز میں مندرجہ ذیل تصاویر بھی دی گئی ہیں: (۱) سید علی بلگرامی کے ہاں پلنگ، کیمبرج (۲) فرار پروفیسر ہیرن (۳) فرالین سینے شامل (۴) اقبال اور عطیہ، محو گفتگو (۵) مسجد باغ فردوس (۶) عطیہ بیگم، کشتی چلاتے ہوئے (۷) اقبال، کشتی چلاتے ہوئے۔

- ۱- عطیہ بیگم کے نام دسواں اور آخری خط، زیر بحث کتاب کے اردو ترجمے بعنوان اقبال (مترجم: ضیاء الدین احمد برنی، کراچی ۱۹۵۶ء) میں شامل کیا گیا۔ اصل کتاب میں موجود نہیں ہے۔
- ۲- فلیپ: *Iqbal*، طبع دوم۔
- ۳- کتاب کا زیر بحث پہلا ایڈیشن اس لیے بھی اہم ہے کہ یہ تصاویر طبع دوم یا کتاب کے کسی اردو ترجمے میں شامل نہیں ہیں۔

اقبال کے یہ خطوط نسبتاً مفصل ہیں، ۷ اپریل ۱۹۱۰ء کا خط گیارہ صفحات؛ ۷ جولائی ۱۹۰۹ء کا سات صفحات اور ۳۰ مارچ ۱۹۱۰ء کا خط پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔ اقبال نے اس قدر طویل نجی خطوط عطیہ بیگم کے سوا اور کسی کو نہیں لکھے۔

۷ اپریل ۱۹۰۹ء کے خط سے، تین مختلف مقامات سے کچھ حصے حذف کیے گئے ہیں۔ اسی کتاب کے دوسرے ایڈیشن (لاہور، ۱۹۶۹ء) میں مشمولہ عکس میں خط کے پہلے صفحے کے دو محذوف جملے شامل ہیں:

- (1) I too wish to see you and pour out my entire self before you.
- (2) Your letters to me have always kept in a safe chest; nobody can see them.

تاہم دوسرے صفحے سے جو جملہ حذف کیا گیا، وہ طبع دوم کے عکس میں بھی بحال نہیں ہو سکا۔ ایک عام قاری کے لیے ان خطوط کو روانی سے پڑھنا آسان نہیں۔ متن کو ٹائپ میں بھی دیا جاتا تو بہتر تھا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۹ء میں لاہور سے آئینہ ادب نے شائع کیا۔ اس کا ٹائپ موٹا اور کاغذ دبیز ہے۔ فلیپ کی عبارت ایسے اے رحمن کے قلم سے ہے۔ (مورخہ: ۸ اپریل ۱۹۶۹ء)۔ کتاب کا متن یعنی پہلے ایڈیشن کے مطابق ہے، البتہ بعض منظومات (دعا، نمود صبح اور ترسم کہ تو می رانی.....) کے عکس، جو پہلے ایڈیشن میں کتاب کی تقطیع سے بڑے سائز پر طبع کیے گئے تھے، طبع دوم میں مصغر کر دیے گئے ہیں۔ مزید برآں مندرجہ ذیل چیزیں حذف کر دی گئی ہیں:

(۱) پہلے ایڈیشن کے گرد پوش پر درج شدہ عنوان: *Iqbal's Letters to Attiya Begum*۔

(۲) نواب حسن یار جنگ اور فیضی رحیم کی تصاویر۔

(۳) سات تصاویر (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے)۔

تاہم یہ امر تعجب خیز ہے کہ ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کا محررہ خط (جس کا عکس پہلی بار اقبال، مترجم: ضیاء الدین احمد برنی میں شائع کیا گیا تھا) دوسرے ایڈیشن میں شامل نہیں ہے۔ گرد پوش پر

درج ذیل الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے: *Monograph of Attiya Begum on Iqbal*

تیسرا ایڈیشن (آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء) طبع دوم کی عکسی اشاعت ہے۔

LETTERS AND WRITINGS OF IQBAL ❁

نومبر ۱۹۶۷ء میں کراچی سے مطبوعہ، نثر اقبال کا یہ مجموعہ، بنیادی طور پر، ایک مجموعہ مکاتیب

ہے۔ اس میں اقبال کی اور ان سے متعلق تحریریں بھی شامل ہیں، مگر ان کی تعداد خطوط کے مقابلے میں کم ہے۔ قبل ازیں اقبال کے متعدد انگریزی خطوط کے اردو تراجم، اقبال نامہ میں شامل کیے گئے تھے، اکاڈمک انگریزی خط اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے، مگر جملہ دستیاب انگریزی خطوط کتابی اور مدون صورت میں، اس مجموعے کے ذریعے پہلی بار سامنے آئے۔

ہر خط سے پہلے مکتوب الیہ کا مختصر تعارف اور خط کا پس منظر بیان کیا گیا ہے، مگر یہ اہتمام سارے خطوں کے سلسلے میں نہیں کیا گیا۔ بعض مقامات پر پاورقی حواشی بھی درج ہیں، مگر خاصے تشنہ۔ متن کی صحت کے ضمن میں مرتب کا رویہ وہی ہے، جس کی جھلک انوارِ اقبال میں ملتی ہے۔ انھوں نے Atiya کو Atiya نقل کیا ہے اور by his pupils کو by pupils (ص ۱۱۵)۔ متن میں کہیں کہیں قوسین میں توضیحات درج کی ہیں (ص ۳۳) مگر نہ تو دیباچے میں اور نہ حاشیے میں، اس امر کی وضاحت کی گئی ہے۔ اقبال نے بہت سے خطوط اپنے رائٹنگ پیڈ پر لکھے، خطوط کو نقل کرتے ہوئے یہ تفریق ضروری ہے کہ مطبوعہ الفاظ کہاں ختم ہوتے ہیں اور خط کا اصل متن کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ ص ۱۱۵ پر مکتوب بنام بیگم آرغلڈ میں لفظ Lahore اصل خط کا حصہ نہیں، مگر ڈار صاحب کے منقول متن میں اسے حصہ متن ظاہر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے خط بنام میجر سعید محمد خان کا اردو ترجمہ اقبال نامہ میں شامل ہے، مگر ترجمے میں دو جملے ایسے ہیں، جن کا انگریزی متن، اس خط میں موجود نہیں ہے۔ ڈار صاحب نے اس سلسلے میں کوئی وضاحت بھی نہیں کی۔ نہ معلوم انگریزی متن ناقص ہے یا اردو ترجمے میں مذکورہ دو جملوں کا اضافہ مترجم نے اپنی طرف سے کیا ہے؟..... اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ مرتب نے ہر خط کے ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ دیباچے میں انھوں نے بعض اصحاب کے نام گنوائے ہیں، جن کے توسط سے انھیں خطوط دستیاب ہوئے، مگر یہ کہ ان میں سے ہر خط کہاں سے اور کس صورت میں (اصل، عکس یا نقل)؟ حاصل ہوا، اس بارے میں مرتب نے اتخا سے کام لیا ہے۔ زیر نظر مجموعے کی اس خامی کا کوئی جواز پیش کرنا مشکل ہے۔

۱- عکس خط مشمولہ: اقبال از عطیہ بیگم، ترجمہ از ضیاء الدین برنی، ص ۱۶۱

۲- دیکھیے عکس خط، فنون، اقبال نمبر ۱۹۷۷ء، ص ۱۱۵؛ نیز: اقبال، یورپ میں، ص ۹۰

۳- ”ٹیپو ہندوستان کا آخری مسلمان سپاہی تھا، جس کو ہندوستان کے مسلمانوں نے جلد فراموش کر دیے میں

بڑی نا انصافی سے کام لیا ہے۔“ (اقبال نامہ، اول، ص ۲۳۶)۔

ص ۱۰۳ پر پہلے اقتباس خط کو ۱۹۳۱ء کی تحریر بتایا گیا ہے، اس میں برگساں سے اقبال کی ملاقات کا ذکر ہے، یہ ملاقات جنوری ۱۹۳۳ء میں ہوئی تھی، اس لیے مذکورہ اقتباس خط ۱۹۳۳ء یا اس کے بعد کا ہے۔ خواجہ عبدالوحید کے نام خط (ص ۷) پر تاریخ (۲۶) کے ساتھ ماہ و سال درج نہیں، یہ ۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء کا خط ہے۔ لے خطوط کی کل تعداد ۴۳ ہے۔ بعض خطوط کا اردو ترجمہ قبل ازیں شائع ہو چکا ہے۔ مجموعے میں شامل تین خطوط مکمل صورت میں نہیں، بلکہ صرف اقتباس کی شکل میں ہیں۔ بعض کے القاب و آداب درج نہیں کیے گئے۔ ایک خط (بنام جناح: ص ۱۰۵-۱۱۱) اقبال کا اپنا نہیں، بلکہ اُن کے سیکرٹری غلام رسول کا تحریر کردہ ہے۔ ص ۱۰۵ پر جناح کے نام خط ۱۹۳۷ء میں لکھا گیا، نہ کہ ۱۹۳۳ء میں۔ مکتوب بنام شیخ ازہر، اقبال کا اصل خط نہیں، بلکہ عربی اخبار البلاغ میں مطبوعہ مکتوب اقبال کے ایک خلاصے پر مبنی ہے۔ خطوط کے ضمن میں اے مجید کے لیے اقبال کا تحریر کردہ ایک سرٹیفیکیٹ بھی شامل ہے، اسے بہر حال خط نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح صفحات ۳۷، ۳۸، ۴۰، ۴۱ پر دی گئی درخواستوں کی نوعیت، خطوط سے کسی قدر مختلف ہے۔ ان مختلف النوع تحریروں کو مرتب کرتے وقت الگ الگ حصوں میں یکجا کرنا چاہیے تھا۔

ترتیب و تدوین کی ان خامیوں کے باوجود، اقبال کے انگریزی خطوط کا یہ اولین مجموعہ اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے انگریزی خطوط کا متن، یکجا صورت میں سامنے لایا گیا ہے۔ مرتب نے اس مجموعے کے تمام مکاتیب، بعد میں اپنے جامع ترجموے *Letters of Iqbal* میں شامل کر لیے۔ اس لحاظ سے اس مجموعے کو کالعدم سمجھنا چاہیے اور اس میں شامل مکاتیب سے استفادے کے لیے مرتب کے نئے مجموعے سے رجوع کرنا چاہیے۔

LETTERS OF IQBAL ❁

بشیر احمد ڈار نے نومبر ۱۹۶۷ء میں *Letters and Writings of Iqbal* کے نام سے جو مجموعہ مرتب کیا تھا، زیر نظر مجموعہ اس کی توسیع اور اضافہ شدہ صورت ہے۔ اس مجموعے میں مرتب نے بہت سے نئے خطوط شامل کیے ہیں اور متفرق تحریروں کو خارج کر دیا ہے۔ اب اس کی نوعیت خالصتاً مجموعہ مکاتیب کی ہے۔ ایک سو تین خطوں پر مشتمل یہ مجموعہ نسبتاً زیادہ توجہ اور محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں تین جزوی خطوط، ایک نامکمل خط اور چار درخواستیں بھی شامل ہیں۔ مجموعے کو زیادہ جامع

بنانے کے لیے، مرتب نے خطوط اقبال کے دو نسبتاً کم ضخیم مجموعوں یعنی *Iqbal's Letters to Attiya Begum* اور *Letters of Iqbal to Jinnah* کو بھی زیر نظر مجموعے میں مدغم کر دیا ہے۔ اس طرح اب اقبال کے تمام انگریزی خطوط یکجا ہو گئے ہیں۔

جن مکتوب الیہوں کے نام، اقبال کے ایک سے زائد خطوط دستیاب ہیں (مثلاً عطیہ بیگم: ۱۰۔ سر فضل حسین: ۴۔ راس مسعود: ۷۔ ڈاکٹر ایس ایم اکرام: ۵۔ محمد جمیل: ۷ وغیرہ) سب سے پہلے انھیں درج کیا گیا ہے، بعد ازاں مختلف اشخاص کے نام متفرق خطوط۔

مرتب نے مکتوب الیہم کے تعارف اور خطوط کے توضیح طلب مقامات کے بارے میں مفصل حواشی و تعلیقات اور شذرات لکھے ہیں۔ مکاتیب بنام عطیہ بیگم پر ایک مفصل مقدمہ اور چند ایک ضمیمے بھی شامل کیے ہیں۔ مجموعی حیثیت سے ان توضیحات کے ذریعے تفہیم خطوط میں بہت مدد ملتی ہے اور اس ضمن میں مرتب کی محنت قابل داد ہے۔ تاہم بعض مقامات پر خصوصاً متفرق خطوط میں توضیحات اُدھوری اور تشنہ ہیں۔ خط نمبر ۱۲۰ (ص ۱۸۸) کے تعارفی شذرے میں مرتب نے اعتراض کیا ہے کہ مدیر صحیفہ نے اس خط کو غیر مطبوعہ قرار دیا ہے، حالانکہ یہ *The Pakistan Times* (۱۳ فروری ۱۹۶۹ء) میں چھپ چکا ہے۔ مدیر صحیفہ تو نادانستہ ایک مطبوعہ خط کو ”غیر مطبوعہ“ لکھ گئے، مگر ڈار صاحب نے تو دانستہ، حوالے دینے سے احتراز کیا ہے۔ انھوں نے مختلف خطوط جن کتابوں سے اخذ کیے ہیں، ان کی جو تفصیل ہمیں معلوم ہو سکی، اس طرح ہے:

متفرق خطوط نمبر ۲۱، ۲۲، ۲۹، ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۳۵ اور راس مسعود کے نام خط نمبر اخطوط اقبال سے؛ متفرق خط نمبر ۲۲ اور *Mementos of Iqbal* سے؛ متفرق خط نمبر ۲۷ نقوش، اقبال نمبر ا ستمبر ۱۹۷۷ء سے؛ متفرق خطوط نمبر ۳۶ اور ۴۷ صحیفہ، اقبال نمبر، دوم، ۱۹۷۷ء، ۱۹۷۸ء سے اور درخواست نمبر ۲۸ نمائش نامہ، اقبال کانگریس لاہور، ۱۹۷۷ء سے ماخوذ ہیں۔

متون خطوط سے متعلق، مندرجہ ذیل امور توجہ طلب ہیں:

(۱) متن خوانی غور سے نہیں کی گئی۔ عکس تحریر کو ضبط تحریر میں لاتے ہوئے دانستہ گئی تصرفات کیے گئے۔ اقبال بالعموم Atiya لکھتے ہیں، ڈار صاحب نے اکثر جگہ اس لفظ کو Atiyya بنا دیا ہے۔ اسی طرح Feyzee کو Feyzee (ص ۱۷) Mar. کو March (ص ۲۸) Dec. کو December (ص ۳۷) Md. کو Mohammad (ص ۳۶) Aug. کو August (ص ۱۵۸) اور Oct. کو October (ص ۲۰۴) نقل کیا گیا ہے۔ سب سے زیادہ تصرفات خط نمبر ۱۸ (ص ۱۸۵) میں ملتے ہیں:

ڈار صاحب کا متن	اصل متن	سطر
August	Aug.	۲
Maulve	Maulvie	۳
received	recd.	۴
Assistant Secretary	Asstt. Sec.	۶
Muslim	x	۶
Round Table Conference	R.T.C.	۱۴-۱۳
October	Oct.	۱۴
The Round Table Conference	R.T.C.	۱۶
to Maulve Mohammad Yaqub	x	۲۱

درخواست نمبر ۲۸ (عکس، نمائش نامہ، اقبال کانگریس لاہور ۱۹۷۷ء میں دیکھیے) کی بعض

اغلاط ملاحظہ ہوں:

ڈار صاحب کا متن	اصل متن	سطر	صفحہ نمبر
January	Jan.	۱۵	۲۲۸
ground	grd.	۲۰	//
against	agt.	۲۰	//
Examination	Consideration	۳	۲۲۹
Government	Govt.	۱۵	//

خط نمبر ۲۷ بنام شیخ دین محمدؒ (ص ۱۹۷) کے آخر میں Yours etc. کو قطعی بلا جواز Yours

Sincerely میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(۲) متن کی تصحیح و تکمیل اور وضاحت کے لیے مرتب نے قوسین میں بعض الفاظ کا اضافہ کیا ہے (دیکھیے ص ۳۶، ۳۷، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۷۷، ۱۹۷ تا ۱۹۹، ۲۰۴، ۲۱۹) مگر یہ وضاحت موجود نہیں کہ قوسین کے الفاظ، اصل متن کا حصہ نہیں ہیں۔

(۳) بعض خطوط کے کچھ حصے درج ہونے سے رہ گئے ہیں، بظاہر اس کا سبب مرتب کی بے

احتیاطی ہے، مثلاً:

۱- ڈار صاحب کو یہ خط (نمبر ۱۸) کراچی یونیورسٹی کے ڈاکٹر محمود الحسن صدیقی (شعبہ جنرل ہسٹری) کے ذریعے حاصل ہوا۔

۲- صحیح متن نقوش اقبال نمبر، اول، ۱۹۷۷ء (ص ۵۲۶) میں چھپ چکا ہے۔

صفحہ محذوف الفاظ و عبارات

- ۳۳ آخر میں 7th April 10 (عکس خط دیکھیے: Letters to Atiya، ص ۶۹)۔
- ۳۸ اُردو شعر کے آخر میں: ”محمد اقبال“۔ (عکس خط دیکھیے: ایضاً، ص ۷۷)۔
- ۱۰۰ P.S. Ali Bakhsh sends his respects to you and the Begum^۱
- ۱۰۱ P.S. My wife passed away at about 5.30.^۲
- ۱۰۲ آخر میں: ”میں نے حکیم نایبنا صاحب سے دہلی میں اسمٹل کی علالت کا ذکر کر دیا تھا، وہ نومبر میں دہلی جائیں، تو اُن کو ضرور نبض دکھائیں“۔^۳
- ۱۸۵ For reasons mentioned in my last letter.^۴
- ۲۰۰ I would like to see more Muslim teachers like him.^۵
- ۲۴۰ آخر میں P.S. کے تحت پانچ سطور محذوف ہیں۔ ان میں اقبال نے اپنے مضمون: Mc Taggart's Philosophy کے بارے میں ”اطلاع دی تھی۔ (اُردو ترجمے کے لیے دیکھیے: اقبال نامہ، دوم، ص ۲۸۶)۔

(۴) مکتوب بنام شیخ اعجاز احمد (ص ۱۹۳) کا آغاز ”مکاف ہاؤس دہلی“ سے ہوتا ہے۔ اصل خط^۱ میں ”مکاف ہاؤس لاہور“ ہے، اقبال غلطی سے دہلی کے بجائے ”لاہور“ لکھ گئے ہیں۔ ڈار صاحب نے غلطی کی تصحیح کرتے ہوئے لفظ تبدیل کر دیا مگر لفظ Delhi کو، نہ تو قوسین میں درج کیا اور نہ حاشیے میں وضاحت کی۔

(۵) متن کے بعض الفاظ، اشعار یا عبارتوں کا ترجمہ، متن خط کے اندر ہی درج کیا گیا ہے۔ ص ۲۶، ۲۹، ۳۶، ۱۶۴، ۲۰۹، ۲۲۳) حالانکہ یہ تراجم پاورتی حاشیے میں دینا مناسب تھا، پھر کہیں ترجمہ بالکل نہیں دیا گیا (مثلاً: ص ۱۶۵) اس طرح کتاب میں یکسانیت برقرار نہیں رہی۔

۲-۱ دیکھیے مکمل خطوط Letters، ص ۱۹؛ نیز اقبال نامے، طبع ۲۰۰۶ء، ص ۱۵۱، ۱۶۵

۲-۳ دیکھیے: مکمل خط: Letters، ص ۲۰

۲-۴ مابقی صفحہ ۲۷۰ کا حاشیہ نمبر دیکھیے۔

۲-۵ دیکھیے مکمل خط: خطوط اقبال، ص ۱۸۵

۲-۶ دیکھیے عکس خط: Iqbal in Pictures

(۶) مسٹر سٹراٹن کی بیوہ کے نام خط کا آغاز Dear Madam سے ہوتا ہے۔ اسی مرتب کی کتاب Letters میں اس خط کے ساتھ یہ لقب موجود نہیں؟ اسی خط کے تعارفی نوٹ میں سٹراٹن کا سال وفات ۱۹۰۸ء درج ہے، حالانکہ وہ ۳ اگست ۱۹۰۲ء کو فوت ہوئے۔

(۷) بیگم آرنلڈ کے نام خط کا آغاز Lahore سے ہوتا ہے (ص ۲۱۳) جب کہ اصل خط (عکس خط: اقبال، یورپ میں: ص ۹۰) میں یہ لفظ اقبال کی تحریر کا حصہ نہیں ہے۔

(۸) مکتوب بنام مرزا محمد سعید (ص ۱۹۹) کے آخری حصے That you can do for him میں ایک لفظ کا اضافہ کر کے اسے یوں بنادیا ہے: That you can do for him، یہاں do کو فلائین میں دینا ضروری تھا۔

(۹) ص ۲۰ پر، عطیہ بیگم کے نام خط نمبر ۲ کے آخر میں Bar-at-Law کے الفاظ محذوف ہیں، جو اصل خط دیکھیے: (Letters to Atiya، ص ۳۵ عکس) میں موجود ہیں۔

(۱۰) عطیہ بیگم کے نام خط نمبر ۷ (ص ۳۱-۳۲) کے بعض الفاظ، اصل خط میں خط کشیدہ ہیں (Letters to Atiya، ص ۶۲، ۶۳) مرتب نے خط کشیدہ حصوں کو ترچھے ٹائپ (italics) میں لکھا ہے (ص ۲۳) اصولاً یہ غلط ہے۔ متعلقہ حصوں کو خط کشیدہ ہی بنانا مناسب تھا۔

(۱۱) مکتوب بنام ایم ایم شریف کے تعارفی نوٹ میں بتایا گیا ہے کہ علامہ نے یہ خط، مکتوب الیہ کے خط محررہ ۱۷ فروری ۱۹۲۶ء کے جواب میں لکھا تھا۔ اس اعتبار سے اس کی تاریخ تحریر ۲۷ اگست ۱۹۲۲ء قطعی غلط ہے۔ اگر سنہ ۱۹۲۶ء ہو، تب بھی قرین قیاس نہیں کہ علامہ نے فروری میں موصولہ خط کا جواب تجھے ماہ بعد (اگست میں) دیا ہو۔ بنا بریں اس خط کی تاریخ تحریر سراسر قیاسی ہے۔

(۱۲) مکتوب بنام راغب احسن (ص ۲۲۰) کی تاریخ تحریر ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۷ء ہے، نہ کہ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۷ء۔ مزید برآں ابتدا میں Dear اور آخر میں yours sincerely کے الفاظ زائد ہیں۔ (عکس

خط: اقبال۔ جہان دیگر، ص ۱۲۶)

مجموعے میں طباعت اور ٹائپ کی متعدد اغلاط بھی موجود ہیں، مثلاً:

صفحہ	غلط	صحیح
۳۷	Partitiou	Partition
۱۹۰	بلیلی	بلبلہ

صفحہ	غلط	صحیح
۱۹۰	اندرین	اندریں
۲۰۹	لتکونوا شهداء	لتکونوا شهداء
۲۳۱	9th June 1939	9th June 1936

ان خامیوں کے باوجود، اقبال کے ذخیرہ مکاتیب میں اس مجموعے کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں اب تک کے دستیاب تمام انگریزی خطوط جمع کر دیے گئے ہیں، البتہ عبدالقوی فانی کے نام انگریزی خط (خطوط اقبال، ص ۲۱۳) اس میں شامل ہونے سے رہ گیا۔

✽ تکراری مجموعے

مندرجہ بالا مستقل مجموعوں کے علاوہ مکاتیب اقبال کے بعض ایسے مجموعے بھی ملتے ہیں جنہیں ”تکراری مجموعے“ قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان میں زیادہ تر انہی خطوں کی تکرار ہے جو مستقل مجموعوں میں شامل ہیں:

۱- روح مکاتیب اقبال میں محمد عبداللہ قریشی نے اقبال کے ۱۲۳۲ خطوں کے منتخب اقتباسات تاریخ وار مرتب کیے ہیں۔ اپنی اس کاوش کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: ”ہر خط کی، اقبال ہی کے الفاظ میں تلخیص کر کے گویا دریا کو کوزے میں یا سمندر کو صدف میں بند کر دیا ہے۔ بالفاظ دیگر خطوں کا عطر کھینچ لیا ہے۔“ (ص ۲۷) مگر فاضل مرتب نے غور نہیں فرمایا کہ خطوط سے بعض حصوں یا جملوں کے انتخاب اور بعض کے ترک کو ”تلخیص“ نہیں ”انتخاب“ کہیں گے۔ تلخیص تو اپنے الفاظ میں کی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے اس کتاب میں خطوط اقبال کے منتخب حصوں (یا جملوں) کو تاریخ وار مرتب کیا گیا ہے۔ مرتب نے متن کے سچ سچ کہیں کہیں تو سین میں وضاحتی الفاظ یا جملے بھی شامل کر دیے ہیں۔ اصول تدوین و تحقیق کے اعتبار سے اوّل تو دیکھا چاہیے میں اس کی وضاحت کرنی چاہیے تھی۔ دوم: توضیحی الفاظ یا جملے فلائین [] میں دینا ضروری تھا۔ ایک اور خامی یہ ہے کہ اقبال کی بعض تحریروں کو ”خطوط“ بنا کر شامل کتاب کیا گیا ہے، مثلاً: خط ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳

اقبال کے ۱۷ خطوط جمع کیے گئے۔ بیشتر خطوط اقبال نامہ (اول، دوم) سے ماخوذ ہیں، مگر اس مجموعے کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں محمد شعیب قریشی کے نام ایک اور سر اس مسعود کے نام تین غیر مطبوعہ خطوں کے علاوہ، چار ایسے خط بھی شامل ہیں، جن کا مکمل متن پہلی بار سامنے لایا گیا ہے۔ مرتب نے خطوط کا عکس بھی شائع کر دیتے تو مجموعہ زیادہ دقیق ہوتا۔ (اس کے طبع اول (۱۹۸۱ء) پر راقم کا تفصیلی تبصرہ اقبال ریویو لاہور، جنوری ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تھا۔)

اقبال نامے کے دوسرے ایڈیشن (بھوپال، ۱۹۹۰ء) میں مکاتیب کی یہ تعداد ۷۶ ہو گئی مگر تعداد سے قطع نظر، اس میں اہم اضافہ اقبال کے دست نوشت خطوں کے عکس کا ہے۔ مزید برآں اقبال نامہ (مرتبہ: شیخ عطاء اللہ) کے تحریف اور غیر تحریف شدہ خطوں کے عکس بھی دیے گئے ہیں اور ایک سیر حاصل مقدمہ بھی شامل ہے۔ اندرونی سرورق کی عبارت یہ ہے: ”بھوپال اور اندور سے متعلق اقبال کے غیر مطبوعہ، مطبوعہ مکاتیب کا مجموعہ“ تیسری اشاعت (مدھیہ پردیش اُردو اکادمی بھوپال ۲۰۰۶ء) میں خطوں کی تعداد ۸۷ تک پہنچ گئی ہے۔ خطوط اقبال کے ساتھ کچھ ”متعلقات“ بھی شامل کتاب ہیں جن میں راس مسعود اور نواب بھوپال کے جوابی خطوط (بنام اقبال) اور بعض خطوں کے عکس نسبتاً اہم ہیں۔ راس مسعود کے دو خطوط (مؤرخہ ۲۷ مئی ۱۹۳۵ء اور ۱۸ جون ۱۹۳۵ء) بھوپال سے اقبال کے اجراءے وظیفہ پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ راس مسعود کا ایک اور خط بنام مفتی انوار الحق بھی شامل ہے۔

تیسرے ایڈیشن (۲۰۰۶ء) میں صحت بہت تن پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ اگرچہ دوسرا ایڈیشن بھی قدرے بہتر انداز میں شائع کیا گیا تھا، لیکن تیسرے ایڈیشن کا معیار مزید اطمینان بخش ہے۔ اس میں ایک مفصل دیباچے اور خاصی تعداد میں تصاویر کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اخلاق اثر نے راس مسعود، عباس علی خاں لمحہ اور ممنون حسن خاں کے نام مکاتیب اقبال کے حوالے سے جن نکات پر بحث کی ہے، مکاتیب کے تجزیوں کے ضمن میں انھیں نظر انداز کرنا ممکن نہ ہوگا۔

بعض خطوط ثانوی مآخذ سے لیے گئے ہیں جیسے ۱۲ فروری ۱۹۳۵ء کے اُردو اور انگریزی خطوط نام محمد شفیع داؤدی جنھیں کلیات مکاتیب ۴ (برنی) سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ خطوط اقبال: جہان دیگر میں مع عکس موجود ہیں، اخلاق اثر صاحب اگر اس اولین ماخذ (اقبال: جہان دیگر) کو بنیاد بناتے تو برنی صاحب کی اس غلطی (انگریزی خط کی تاریخ تحریر ۱۲ فروری ہے نہ کہ ۲۱ فروری) سے بچ سکتے تھے جو کلیات مکاتیب کا متن نقل کرنے کی بنا پر، ان سے سرزد ہوئی۔

مجموعی حیثیت سے تکراری مجموعوں میں اقبال نامے کا یہ ایڈیشن ایک مفید کوشش ہے اور مکاتیب اقبال پر تحقیق مزید کے ضمن میں جناب اخلاق اثر کی اس کاوش سے بہر حال مدد ملے گی۔

۳- مکاتیب سر محمد اقبال بنام سید سلیمان ندوی (۱۹۹۲ء) اقبال کے ۷۰ خطوط پر مشتمل ہے جسے ۳۰ شخصیات کے سوانحی کوائف کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ یہ خطوط اقبال نامہ میں شامل ہیں اور شفقت رضوی کی زیر نظر کاوش سے قبل ڈاکٹر اختر راہی انھیں مختصر حواشی کے ساتھ اپنی کتاب سید سلیمان ندوی اقبال کی نظر میں (لاہور) میں بھی شائع کر چکے ہیں۔

۴- عبدالرب قریشی نے علامہ اقبال کے ۱۰ اشاہ کار خطوط (۲۰۰۰ء) کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ آخر میں خطوں میں مذکورہ شخصیات کا ایک ایک دو دوسری تعارف بھی دیا گیا ہے۔



(ج) کلیات مکاتیب اقبال

مکاتیب اقبال کے مختلف مجموعوں میں مدون خطوط کے علاوہ، علامہ اقبال کے متعدد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط غیر مرتب اور غیر مدون صورت میں موجود ہیں۔ خطوط اقبال (لاہور، ۱۹۷۶ء) کی اشاعت کے بعد چھوٹے بڑے تین چار مجموعے (خطوط اقبال بنام بیگم گرامی، اقبال: جہان دیگر، مکتوبات اقبال بنام جودھری محمد حسین، Letters of Iqbal) شائع ہوئے، لیکن مختلف مکتوب الیہوں کے نام، علامہ کے دوسو کے لگ بھگ غیر مدون مکاتیب منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان میں ایما و گئے ناسٹ، مالواؤہ، اور علامہ کے افراد خاندان (مشمولہ: مظلوم اقبال) کے نام اور ذخیرہ شکیل احمد، ذخیرہ اقبال ریویو (حیدرآباد دکن، ۲۰۰۶ء) کے مکاتیب اہم ہیں۔ (دیکھیے: ص ۱۷-۱۹، دیباچہ طبع سوم)

عین ممکن ہے، بعض اصحاب کے پاس، اقبال کے مزید غیر مطبوعہ خطوط بھی موجود ہوں..... ۱۳۰۶ مطبوعہ خطوط میں اگر غیر مطبوعہ اور غیر مدون مکاتیب کو بھی شامل کر لیا جائے، تو علامہ اقبال کے دریافت شدہ خطوط کی تعداد تقریباً ۱۵۵ سو تک پہنچتی ہے۔ تحقیق نظر سے خطوط اقبال پر نگاہ ڈالیں، تو بحیثیت مجموعی یہ ذخیرہ کسی منظم ترتیب سے محروم ہے۔ بیشتر خطوط کا متن بھی ناقص ہے۔ خطوط کو نقل کر کے انھیں مدون کرنے میں کسی اصول کی پیروی نہیں کی گئی، بلکہ ہر مرتب نے اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق، جس طرح مناسب سمجھا، خطوط کو ترتیب دے کر چھاپ دیا۔ ہر چند کہ مکاتیب، سند و استناد کے اعتبار سے، اقبال کی شاعری کے مقابلے میں ثانوی متن کی حیثیت رکھتے ہیں، پھر بھی نثر اقبال کا یہ عظیم الشان ذخیرہ کلیات کی شکل میں، زیادہ توجہ اور دقت نظر کے ساتھ مرتب و مدون کیے جانے کا محتاج ہے۔ اس ضمن میں اقبال اور عبدالحق از ممتاز حسن پیش نظر رہنی چاہیے، جسے مکاتیب اقبال کی قریب قریب ایک مثالی تدوین کہا جاسکتا ہے۔

سب سے پہلے تو اردو، انگریزی، فارسی، جرمن اور عربی خطوط کو الگ کر دیا جائے، پھر باعتبار نوعیت ان کی تقسیم اس طرح کی جائے:

اول: وہ خطوط جن کے اصل یا عکس دستیاب ہیں۔

دوم: وہ خطوط جن کا متن مستند اور باوثوق حوالوں سے دستیاب ہوا ہو۔

سوم: وہ خطوط جن کے ایک سے زائد متن دستیاب ہوں۔

چہارم: نامکمل اور جزوی خطوط، جن کا پورا متن موجود نہیں۔

(۱) جن خطوط کے اصل یا عکس موجود ہوں، انھیں نہایت دقت نظر کے ساتھ پڑھ کر ان کا متن نقل کیا جائے۔ مکاتیب اقبال کے مرتبین، نقل متن میں جن تسامحات کا شکار ہوئے ہیں، ان سے بچنا ضروری ہے۔ متن یعنی اصل خط کے مطابق ہو۔ البتہ املا میں تبدیلی کی جاسکتی ہے، مثلاً: ”پہونچ“ کو ”پہنچ“، ”لکھنا“ کو ”لکھنا“، ”میں نے“ کو ”میں نے“ وغیرہ نقل کیا جائے، مگر اس طرح کے الفاظ کی ایک فہرست بنا کر صراحت کر دی جائے۔ مقام و تاریخ تحریر خط کے آغاز میں ہے، تو آغاز میں ہی رہے، آخر میں ہے تو آغاز میں نہ لایا جائے۔ اقبال نے اگر ۱۳ء لکھا ہے، تو اُسے ۱۹۱۳ء نہ بنایا جائے، اسی طرح انگریزی متن کے انگریزی مخففات بھی علیٰ حالہ ہوں۔ اگر سہواً کوئی لفظ چھوٹ گیا ہو، تو فلا بین میں لکھ کر حاشیے میں وضاحت کر دی جائے۔ غرض متون خطوط کی تقدیس و حرمت برقرار رکھنا از بس ضروری ہے۔

(۲) وہ خطوط جن کے اصل یا عکس موجود نہ ہوں، مگر ان کا متن مستند اور باوثوق ذرائع سے دستیاب ہو، انھیں بغور مطالعے کے بعد قبول کر لیا جائے، تاہم اس نوع کے خطوط کا تحقیقی مطالعہ کر کے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ الفاظ اور مطالب، دونوں اعتبار سے کسی خط میں کوئی داخلی تضاد تو نہیں پایا جاتا، مثلاً: ”خط و کتابت“ کی مردج غلط ترکیب کو اقبال ہمیشہ ”خط کتابت“ لکھتے ہیں، لہذا اگر کسی مطبوعہ خط میں ”خط و کتابت“ درج ہو تو اُسے ”خط کتابت“ سے تبدیل کر دیا جائے، اسی طرح کسی خط میں معنوی لحاظ سے کوئی ایسا مفہوم موجود ہو، جو اقبال کے مجموعی افکار سے مطابقت نہ رکھتا ہو، تو اس کی تحقیق بھی ضروری ہے۔

(۳) اقبال کے بعض خطوط کے ایک سے زائد متن ملتے ہیں۔ دو مقامات پر منقول، ایک ہی

خط کے متن میں بین اختلاف پایا جاتا ہے، اس طرح کے چند خطوط یہ ہیں:

اقبال نامہ، اول، ص ۵۷

۱- بنام محمد اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

اقبال کے آخری دو سال: ص ۱۲

- ۲- بنام نصیر الدین ہاشمی نقوش، مکاتیب نمبر: ۳۰۶ اقبال نامہ، اوّل: ص ۶۰-۶۱
 ۳- بنام محمد امین زبیری نقوش، مکاتیب نمبر: ۲۹۵ اقبال نامہ، اوّل: ص ۲۵۳
 ۴- بنام بیگم ہمایوں مرزا اقبال، خواتین کی نظر میں: ص ۴۲ اقبال نامہ، اوّل: ص ۳۲۱-۳۲۲
 ۵- بنام میر حسن الدین انوار اقبال: ص ۲۰۱-۲۰۲ اقبال نامہ، دوم: ص ۱۰۰
 نقوش، مکاتیب نمبر: ص ۳۰۷

۶- بنام حسن نظامی انوار اقبال: ص ۴
 برہان، دسمبر ۱۹۶۰ء: ص ۳۷۵-۳۷۶
 اقبال ریویو: جولائی ۱۹۶۲ء

۷- بنام وحید احمد اقبال نامہ، اوّل: ص ۴۲۵ اقبال ریویو: جولائی ۱۹۶۲ء: ص ۸۲
 اس نوع کے خطوط کی جانچ پرکھ کر کے، اقبال کے ہاں مختلف الفاظ کے استعمال اور ان کے اسلوب تحریر کی روشنی میں نسبتاً صحیح متن متعین کیا جائے۔ یہ کام اقبال شناسوں کے باہمی اور وسیع تر مشورے سے ہونا چاہیے۔

(۴) نامکمل اور جزوی خطوط کو سب سے آخر میں علاحدہ ترتیب دیا جائے۔

تدوین مکاتیب کے ضمن میں مکاتیب الہم کے تعارف، توضیح طلب نکات کے حل اور ماخذ کے امور، خصوصی توجہ کے طالب ہیں۔ بعض موجودہ مجموعوں میں ان کا اہتمام کیا گیا ہے، مگر تعارف و حواشی کی نوعیت اور ان کی طوالت و اختصار وغیرہ کے بارے میں سب سے پہلے کچھ اصول منضبط ہونے چاہئیں۔ اہم ترین بات تو یہی ہے کہ تعارفات و تعلیقات میں اختصار و جامعیت مد نظر رکھی جائے۔ یہ نہ ہو کہ مکتوب الیہ یا کسی شخصیت کے پورے سوانح درج کر دیے جائیں، بلکہ صرف ان امور کا ذکر ہو جن کا تعلق اقبال سے یا پیش نظر مکتوب کے کسی نکتے سے ہو۔ مرتبین، مکاتیب کے ماخذ، انفا میں رکھنے کے عادی ہیں، یہ امر کسی عالم یا محقق کے شایان شان نہیں ہے، اس لیے ہر خط کے ماخذ کا نہ صرف ذکر ہونا چاہیے، بلکہ حسب ضرورت اس پر بحث بھی ضروری ہے۔

موجودہ مجموعوں میں اقبال بنام شاد، مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خان، مکتوبات اقبال بنام نذیر نیازی، مکاتیب اقبال بنام گرامی، مکتوبات اقبال بنام چودھری محمد حسین، اقبال جہان دیگر اور *Letters of Iqbal to Jinnah* موضوعی مجموعوں کی حیثیت

۱- اقبال نامہ، دوم میں اسے تصدق حسین تاج کے نام بتایا گیا ہے، جو درست نہیں۔

۲- اقبال نامہ، دوم میں اسے بنام عشرت رحمانی بتایا گیا ہے، جو درست نہیں۔

حاصل ہے۔ ان مجموعوں کو مجوزہ کلیاتِ مکاتیبِ اردو کے سات حصوں کے طور پر شامل کر لیا جائے۔ ان حصوں کے تعارفات و تعلیقات پر نظر ثانی کر کے انھیں مزید جامع لیکن مختصر تر بنایا جائے۔ باقی مجموعوں (اقبال نامہ، انوارِ اقبال اور خطوطِ اقبال) کے جملہ خطوط کو تاریخ وار ترتیب دیا جائے، مگر ہر مکتوب الیہ کے نام خطوط یکجا ہوں۔ مجوزہ کلیات کے انگریزی حصے میں بھی یہی ترتیب برقرار رکھی جائے۔

مکاتیبِ اقبال کا ایک مجموعہ ایسا بھی تیار ہونا چاہیے، جس میں اقبال کے تمام خطوط تاریخِ تحریر (زمانی ترتیب) کے مطابق مرتب کیے گئے ہوں (یا کم از کم ایک اشاریہ ہی مرتب کر دیا جائے)۔ اس سے بہت سے دلچسپ نکات سامنے آئیں گے، مثلاً یہ معلوم ہوگا کہ زندگی کے کسی خاص دور میں اقبال کا طرزِ فکر کیا تھا اور کس طرح مختلف خطوں میں انھوں نے اپنے ایک ہی احساس کا، ایک جیسے الفاظ میں تواتر کے ساتھ اظہار کیا، مثلاً: ۱۵ جنوری ۱۹۳۳ء کے دو خطوں میں اقبال کے خیالات اور ان کے اظہار کی یکسانی ملاحظہ ہو:

بنامِ راجب احسن

دنیا اس وقت ایک نئی تشکیل کی محتاج ہے،
جمہوریت فنا ہو رہی ہے، سرمایہ داری کے
خلاف ایک جہادِ عظیم ہو رہا ہے، تہذیب و
تمدن بھی ایک کشمکش میں مبتلا ہے۔ ان
حالات میں آپ کے خیال میں دنیا کی
جدید تشکیل میں اسلام کیا مدد کر سکتا ہے؟
(جنگ، ۱۸ مارچ ۱۹۷۹ء)

بنامِ سید سلیمان ندوی

دنیا اس وقت عجیب کشمکش میں ہے، جمہوریت
فنا ہو رہی ہے..... سرمایہ داری کے خلاف
پھر ایک جہادِ عظیم ہو رہا ہے۔ تہذیب و
تمدن..... بھی حالتِ نزاع میں ہے، غرض
کہ نظامِ عالم ایک نئی تشکیل کا محتاج ہے۔
ان حالات میں آپ کے خیال میں اسلام
اس جدید تشکیل کا کہاں تک مدد ہو سکتا ہے؟

(اقبال نامہ، اول: ص ۱۸۱)

مختصر یہ کہ مکاتیبِ اقبال، عمیق تر تحقیق و مطالعے کے بعد، از سر نو تدوین و ترتیب کے متقاضی ہیں۔ یہ کام جس قدر اہم ہے، اسی لحاظ سے محنت و صلاحیت اور وسائل و ذرائع چاہتا ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے الفاظ میں: ”مکاتیبِ اقبال کی تدوین نو، [کسی] اقبالیاتی ادارے کا کام ہے،

کیونکہ ان کے پاس ریکارڈ بھی ہے اور طباعت و اشاعت کی سہولتیں اور معقول گرانٹیں بھی، بلایں ہمہ اقبال کے محقق و نقاد اپنی انفرادی حیثیت میں بھی، اس ذمہ داری سے کلیتاً بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

❁ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال

۱۹۷۶ء میں خطوطِ اقبال مرتب کرتے ہوئے راقم نے مکاتیبِ اقبال کی از سر نو ترتیب و تدوین کے لیے چند تجاویز پیش کی تھیں (مقدمہ: خطوطِ اقبال، ص ۲۲، ۲۵) چار برس بعد اپنے غیر مطبوعہ تحقیقی مقالے (۱۹۸۰ء، اور زیر نظر شائع شدہ: ۱۹۸۲ء) میں پھر عرض کیا گیا کہ نثر اقبال کا یہ عظیم الشان ذخیرہ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی شکل میں توجہ اور وقتِ نظر کے ساتھ مرتب و مدوّن کیے جانے کا محتاج ہے۔ بعد ازاں اس ضمن میں چند تجاویز بھی پیش کیں۔ (تصانیفِ اقبال، طبع اول و دوم: ص ۲۷۲ تا ۲۷۶)

کلیاتِ مکاتیب کی اس تجویز کو راہِ عمل لانے کا سہرا ایک بھارتی آئی سی ایس افسر سید مظفر حسین برنی کے سر ہے جنہوں نے جملہ دستیاب مکاتیب کو راقم ہی کے مجوزہ خطوط پر دہلی سے چار جلدوں میں شائع کیا:

- جلد اول طبع اول ۱۹۸۹ء
- جلد دوم طبع اول ۱۹۹۱ء
- جلد سوم طبع اول ۱۹۹۳ء
- جلد چہارم طبع اول ۱۹۹۸ء

اس کلیات میں مکاتیبِ اقبال کے جملہ مستقل مجموعوں کے تمام خطوط اور بہت سے غیر مدوّن مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط اور انگریزی خطوط کے تراجم شامل کیے گئے ہیں۔ انگریزی خطوط پر مشتمل مجموعہ پانچویں جلد تا حال شائع نہیں ہو سکی۔

کلیات میں خطوط کی ترتیب اقبال نامہ اور خطوطِ اقبال کی طرز پر ہے۔ اقبال کے دستِ نوشت تمام دستیاب عکس، خطوط کے ساتھ شامل کیے گئے ہیں۔ پاورق میں مختصر حواشی و تعلیقات بھی دیے گئے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک مفید اور قابلِ قدر کام ہے۔ برنی صاحب بھارتی سول سروس کے بعض اعلیٰ عہدوں

پر فائز رہے۔ آخر میں وہ کیے بعد دیگرے صوبہ بہار اور ہریانہ کے گورنر رہے۔ اُن جیسے صاحب حیثیت، بااثر اور باوسائل شخص کے لیے کلیات مکاتیب مرتب کرنا یا کروالینا بہت مشکل نہیں تھا۔ پاکستان سے متعدد اقبال دوستوں اور خود اقبال اکادمی نے خطوط اور متعلقہ معلومات کی فراہمی میں برنی صاحب سے فراخ دلی سے تعاون کیا۔ راقم نے بھی حسب مقدران کی مدد کی جس کا انھوں نے دیباچے میں اور راقم کے نام بعض خطوط میں بھی اعتراف کیا ہے۔

تدوین مکاتیب میں متن کی تحقیق اور صحت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اس کلیات کا یہ پہلو سب سے کمزور ہے۔ اس سلسلے میں راقم نے کلیات کی پہلی جلد برتبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا: ”اس نوعیت کے کام کے لیے محض وسائل کافی نہیں، بلکہ اس کے لیے وہ تحقیقی ذوق اور نظر مطلوب ہے جو ایک طویل مشق اور موضوع پر کچھ وقت کام کرنے ہی سے پیدا ہوتی ہے۔“ ایم اے اُردو، پنجاب

۱- اقبال اکادمی نے اپنے دفتر (اُن دنوں واقع نیو مسلم ٹاؤن) میں اپنے کلیات اقبال، اُردو بعد ازاں موسوم بہ ”نسخہ اکادمی“ پر ایک مشاورتی اجلاس منعقد کیا تھا، جس میں، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، جناب شان الحق حقی، جناب مشفق خواجہ، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، جناب محمد اکرام چغتائی، ڈاکٹر تحسین فراتی، ڈاکٹر صابر کوروی اور راقم شریک تھے۔ اجلاس کے بعد بیشتر مہمان رخصت ہو گئے تو نائب ناظم اکادمی سہیل عمر نے جناب مشفق خواجہ، تحسین فراتی اور راقم کو ایک ”ضروری مشورے“ کے لیے اپنے کمرے میں مدعو کیا۔ چند لمبے ادھر ادھر کی باتوں کے بعد سہیل صاحب نے اپنی میز کے دراز سے ایک ضخیم مسودہ نکال کر ہمارے سامنے رکھا۔ یہ کلیات مکاتیب اقبال، اول (مرتبہ: برنی) کا مسودہ تھا، اُن کے ایما پر ہم نے اسے دیکھنا شروع کیا۔ کچھ دیر بعد خواجہ صاحب نے یہ کہتے ہوئے سب کو چونکا دیا: ”یہ حواشی تو ثار احمد فاروقی کے لکھے ہوئے ہیں۔“ جناب اعجاز بناوٹی بھی اتفاق سے وہاں موجود تھے۔ انھوں نے یا شاید کسی اور نے کہا: ”ہو سکتا ہے، حواشی خود مرتب نے لکھے ہوں اور فاروقی صاحب نے انھیں صرف نقل کیا ہو۔“ خواجہ صاحب یہ سن کر مسکرا دیے۔ یہ ہمارے علم میں تھا کہ ڈاکٹر ثار احمد فاروقی چند ماہ پہلے لاہور آ کر جناب جاوید طفیل کے ہاں مقیم رہے تھے۔ ایک روز انھوں نے مجھے بھی دفتر نقوش میں بلایا اور خطوط اقبال کی تلاش و فراہمی کے سلسلے میں اپنی اور برنی صاحب کی طرف سے تعاون کے لیے کہا۔ مذکورہ مسودے میں حواشی (اس سے قطع نظر کہ وہ ثار فاروقی صاحب کے محررہ و مکتوبہ تھے) ہم سب کی رائے میں اطمینان بخش نہ تھے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ اقبال اکادمی نے کلیات مکاتیب کی اشاعت سے معذرت کر لی ہے۔

یونیورسٹی کے ایک مقالے (اقبال کسی اُردو نثر از زیب النساء) ^۱ میں مذکورہ کلیات (ج ۱) کی ۱۷۲/اغلاط متن کی نشان دہی کی گئی ہے (ص ۲۱۵)۔ تیسری جلد پر ڈاکٹر حسین فراقی کا ایک نقد لائق مطالعہ ہے جس میں متنِ خطوط کی ۲۸۸، اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے۔ (یہ نقد، فراقی صاحب کے مجموعہ مضامین اقبال: چند نئے مباحث (اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۹۷ء میں بھی شامل ہے)۔ شاید یہ فراقی صاحب کے اسی تنبیہی نقد کا اثر تھا کہ کلیاتِ مکاتیب کی (جلد اول کے بعد جلد دوم، دوسال کے وقفے سے آئی، جلد سوم بھی دو سال کے بعد آئی مگر) جلد چہارم پانچ برس بعد سامنے آئی۔ حالانکہ مؤلف نے جلد سوم کے دیباچے (مرقومہ: ۲۸/دسمبر ۱۹۹۲ء) میں یہ نوید سنائی تھی کہ ”چوتھی جلد بھی اسی اعلیٰ معیار پر ۱۹۹۳ء [یعنی ایک سال بعد] میں شائع“ ہو جائے گی۔ اس صورتِ حال کے باوجود مؤلف کا یہ دعویٰ باعث تعجب ہے کہ: ”ہماری کتاب میں مشمولہ خطوط اقبال، نہ صرف مکمل بلکہ مستند بھی ہیں۔“ ^۲

تدوین متن میں حواشی و تعلیقات کی اہمیت مسلمہ ہے۔ زیر نظر کلیات کے تعلیقات میں مؤلف نے خود بھی کاوش کی ہے مگر زیادہ تر انہوں نے مکاتیب کے مستقل مجموعوں کے مرتبین کی تحقیق ہی پر تکیہ کیا ہے اور مختلف کتابوں سے ثقہ یا غیر ثقہ اور دستیاب و حاضر معلومات نقل کر دی ہیں، اسی لیے ان میں ناہمواری اور عدم توازن نظر آتا ہے۔

شخصیات کے سوانحی خاکے کتاب کے آخری حصے میں یک جا دیے گئے ہیں، کچھ حواشی تو زیادہ ہی طویل ہیں اور بعض تو کئی کئی صفحات کے مستقل مضامین قرار دیے جاسکتے ہیں۔ ہر جلد کے آخر میں متعلقہ مکتوب الیہوں کے تعارف، کتابیات کی فہرستیں اور اشاریے بھی شامل کیے گئے ہیں۔

کلیات کی یہ چاروں جلدیں ایک باوسائل حکومتی ادارے اُردو اکادمی دہلی نے شائع کی ہیں۔ اگر اشاعتی سلیقہ مندی سے کام لیتے ہوئے اول: متن کا قلم قدرے خفی ہوتا، دوم: مکتوب الیہوں اور شخصیات کے تعارف اور تعلیقات کی کتابت مسلسل ہوتی (بجائے ہر تعلقہ نئے صفحے سے شروع کرنے کے) تو اس کے نتیجے میں ان جلدوں کی جسامت و ضخامت بھی کم ہوتی اور ان کا مطالعہ اور ان کا استعمال آسان ہوتا۔ موجودہ صورت میں ہر جلد بارہ بارہ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ چوتھی جلد کے آخر میں ایک سو ایک صفحات پر مشتمل اغلاط نامے میں چاروں جلدوں کی اغلاط کی تصحیح کی گئی ہے۔

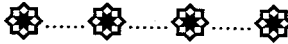


۱- یہ مقالہ اقبال اکادمی پاکستان لاہور نے ۱۹۹۷ء میں شائع کر دیا تھا۔

۲- کلیاتِ مکاتیب، ج ۳، ص ۳۱۔

باب: ۴

مستقل نثرى تصانيف



(الف) اقبال کی نثر نویسی

علامہ اقبال بنیادی طور پر ایک شاعر ہیں۔ نثر انھوں نے لکھی ضرور، مگر بعض مقتضیات کے تحت، یا کچھ فرمائشوں کی تکمیل کے لیے۔ ان کی شاعری تو ”نوائے سروش“ تھی، جس کے لیے انھیں بالعموم کسی خصوصی کاوش کی ضرورت پیش نہ آتی تھی، مگر نثر کا معاملہ مختلف تھا۔ شاعری اور نثر کو علی الترتیب ”آمد“ اور ”آورد“ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے سنجیدگی کے ساتھ نثر نگاری کی طرف کبھی توجہ نہیں دی۔ خطوں کے جواب وہ قلم برداشتہ لکھتے، کبھی اردو اور کبھی انگریزی میں۔ مکاتیب اقبال کی نوعیت، ان نثر پاروں کی نہیں، جو سوچ بچار کے بعد، سنجیدگی کے ساتھ اور حجم کر لکھے جاتے ہیں، اسی لیے اقبال، نظر ثانی کے بغیر انھیں شائع کرنے کے حق میں نہ تھے۔^۱

خطوط کے علاوہ، اردو نثر کی ایک کتاب (علم الاقتصاد) اور چند متفرق مضامین، انگریزی میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ، خطبات اور چند مضامین؛ یہ ہیں اقبال کے نثری آثار۔ ضخامت اور کمیت کے اعتبار سے تو اقبال کی نثر، ان کے شعری ذخیرے کے مقابلے میں کمتر نہیں، مگر فکری اور معنوی اعتبار سے ان کے نثری مجموعے، ان کی نثری تحریروں پر فوقیت رکھتے ہیں۔

یوں تو ہر نوع کی انسانی صلاحیتیں خدائی عطیہ ہیں، مگر شعر گوئی خالصتاً ایک وہی صلاحیت ہے۔ اگر کسی شخص کے اندر یہ صلاحیت موجود ہو تو، اپنی محنت اور کوشش سے، اس کے لیے فن کی بلندیوں کو چھو لینا عین ممکن ہے، لیکن کوئی شخص طبع موزوں ہی سے محروم ہو، تو محض محنت و کاوش سے شاعری نہیں کی جاسکتی۔ اس کے برعکس نثر نگاری نسبتاً ایک کبھی صلاحیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نثر، یہ نسبت شاعری کے زیادہ یکسوئی، محنت اور لگن چاہتی ہے۔ نثر لکھنے کے لیے زیادہ انضباط طبع، باقاعدگی اور استقلال مزاج کی ضرورت ہے۔ اقبال طبعاً اور مزاجاً، ان اوصاف سے عاری تھے۔ طبی تساہل، ایک گونہ آزدہ روی اور شاعرانہ مزاج ان کی شخصیت پر حاوی رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نثری سرمایہ نسبتاً کم ہے۔ اقبال کو زندگی کے مختلف ادوار میں بہترین علمی و ادبی ماحول میسر رہا؛ اپنے دور کی بلند پایہ

علمی شخصیتوں سے استفادے کا موقع ملا؛ انھوں نے یورپ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور قدیم و جدید علوم پر مناسب دسترس بہم پہنچائی۔ مطالعہ وسیع تھا اور مانی الضمیر کے اظہار پر پوری قدرت حاصل تھی۔ مشکل سے مشکل اور دقیق سے دقیق علمی اور فلسفیانہ مطالب کو بطریق احسن بیان کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے، اس کے باوجود ان کا نثری ذخیرہ کیوں کم ہے؟ اس کا جواب ان کے شاعرانہ مزاج میں مل سکتا ہے۔

گذشتہ اوراق میں ذکر آچکا ہے کہ اُنیسویں صدی کے آخری ایام اور بیسویں صدی کے اوائل میں، اقبال دو واسطوں سے عوام الناس سے متعارف ہوئے، اول: انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسوں کا پلیٹ فارم، دوم: مخزن کے صفحات۔ انجمن کے جلسوں میں ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۴ء تک وہ ہر سال کوئی نہ کوئی (مضمون یا مقالہ نہیں) نظم پڑھتے تھے۔ مخزن کے قارئین سے ان کا تعارف ”ہمالہ“ کے شاعر کی حیثیت سے ہوا اور پھر (نثر کے اِکا دُکا مضامین کے مقابلے میں) اقبال کی منظومات و غزلیات مخزن کے ہر شمارے کی زینت بنتی رہیں۔ بیشتر نثری مضامین کسی اندرونی جذبے کی پیداوار نہیں، بلکہ ضرورتاً لکھے گئے۔ گویا وہ اقبال کا تخلیقی اظہار نہیں، بلکہ خارجی عوامل کی شعوری پیداوار ہیں۔ ”زبان اُردو“ (مخزن، ستمبر ۱۹۰۲ء) طبع زاد مضمون نہیں، ایک انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے، جو مخزن کی درخواست پر تیار کیا گیا۔ ”اُردو زبان پنجاب میں“ (مخزن، اکتوبر ۱۹۰۳ء) ایک جوابی مضمون ہے، جو ایک صاحب ”تحقید ہمدرد“ کی طرف سے اقبال اور ناظر کی شاعری پر کیے جانے والے اعتراضات کے دفاع میں لکھا گیا۔ مخزن کے پہلے پانچ سال کا اشاریہ دیکھا جائے تو یہ صورت حال سامنے آتی ہے:

سال	منظومات	نثر پارسلے
۱۹۰۱ء	۶	x
۱۹۰۲ء	۱۰	۱
۱۹۰۳ء	۱۱	۱
۱۹۰۴ء	۱۰	۲
۱۹۰۵ء	۹	۱

۱- ”ہماری درخواست پر ہمارے دوست شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے..... اے ناظرین مخزن کے لیے ترجمہ کر کے بھیجتے ہیں۔“ (مخزن، ستمبر ۱۹۰۲ء، ص ۱)

اس طرح پانچ سالوں میں، چھیالیس منظومات کے مقابلے میں پانچ نثری تحریروں کی بنا پر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اردو نثر نگاری سے اقبال کو طبعی مناسبت نہ تھی۔

اقبال کی اولین اور واحد اردو نثری تصنیف علم الاقتصاد (مطبوعہ ۱۹۰۴ء) بھی اسی زمانے کی یادگار ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر مفصل بحث کریں گے، کسی طرح کا جذباتی احساس یا تخلیقی جذبہ اس کا محرک نہ تھا، بلکہ اس کے اسباب تالیف میں بعض دیگر مقتضیات شامل تھے۔ انگریزی میں اقبال کی پہلی تصنیف Development پہلے بی اے اور پھر پی ایچ ڈی کے تعلیمی اور امتحانی تقاضوں کے پیش نظر لکھی گئی۔ ان کی دوسری انگریزی کتاب Reconstruction ان کے نثری آثار میں بہت نمایاں شمار ہوتی ہے۔ اس میں شامل سات خطبات مختلف اوقات میں اور اس ضرورت کے تحت تیار کیے گئے کہ انہیں مختلف اجتماعات میں پیش کرنا تھا۔ اقبال کے باقی نثری سرمائے میں بھی زیادہ تر حصہ، جوانی تحریروں کا ہے (مفصل تذکرہ آگے آتا ہے)، چنانچہ اقبال کی نثر، ان کے شعری آثار کے مقابلے میں ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اردو کے نثری ادب میں اقبال کی نثر کس مقام و مرتبے کی حامل ہے؟ یہاں اس بحث کا محل ہے اور نہ موقع، تاہم اس ضمن میں ایک نکتے کی صراحت ضروری ہے۔

نثر اقبال کے بارے میں بعض نقادوں کی آرا ملاحظہ کیجیے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

اردو نثر میں حضرت علامہ نے اگرچہ کم لکھا، لیکن وہ علمی اسلوب کا ایک منفرد رنگ اردو نثر کو دے گئے..... میرا اپنا یہ اندازہ ہے کہ اقبال اگر شاعری نہ کرتے اور نثر ہی لکھتے، تو بھی وہ اردو نثر میں مرزا کی مانند ایک خاص دیستان یادگار چھوڑ جاتے..... شاعر اقبال، ایک منفرد طرز کا نثر نگار بھی تھا۔^۱

پروفیسر محمد عثمان کہتے ہیں:

جن اصحاب نے علامہ اقبال کی نثر کا بغور مطالعہ کیا ہے، ان کے دل میں اس نثر نے بھی ویسی ہی جگہ پیدا کر لی ہے، جو اس سے قبل شعر اقبال نے پیدا کی تھی۔^۲

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کا خیال ہے کہ:

اقبال اگر نثری ادب کی طرف توجہ کرتے تو یقیناً اس میدان میں بھی ان کے ادبی کارنامے اپنے ان مٹ نقش چھوڑ جاتے، لیکن ادبی تخلیق کے اس دائرے میں وہ ایک آدھ جھلک دکھا کر صاف نکل گئے ہیں..... اقبال ایک صاحب طرز اسلوب نگار ہیں۔^۳

۱- پیش لفظ، مقالات اقبال، ص ۱۸۳ تا ۱۸۴

۲- حیات اقبال کا ایک جذباتی دور، ص ۴۶

۳- اقبال کا اسلوب نگارش: مشمولہ Journal of Research، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۳۰ تا ۳۰

ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

اقبال نے مختلف رجحانات نثر کے استخراج سے اپنے انداز نثر کا ہیولا تیار کیا اور چند سال میں وہ ایک مخصوص اسلوب نثر کی تشکیل میں کامیاب ہو گئے، جس نے انھیں ایک صاحب طرز انشا پرداز بنا دیا۔^۱
غلام دستگیر رشید کا خیال ہے کہ:
اُردو میں یہ طرز تحریر منفرد یعنی اپنی مثال آپ ہے۔^۲

ان اقتباسات میں ”اگر“ سے شروع ہونے والی بات تو محض ایک نا تمام حسرت ہے اور اظہارِ تمنا کی ایک صورت، اس لیے چنداں قابل توجہ نہیں ہے، مگر ان سب بیانات میں مشترک نکتہ یہ ہے کہ شاعری ہی کی طرح اُردو نثر میں بھی اقبال ایک منفرد رنگ کے صاحب طرز انشا پرداز ہیں۔ رام کے خیال میں یہ بات خاصی مبالغہ آمیز ہے۔ اوپر کی سطور میں جو بحث کی گئی، اس سے یہ نتیجہ واضح ہے کہ شاعری کے مقابلے میں ان کی نثر ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاں تک نثر اقبال کے رنگ و آہنگ کا تعلق ہے، اقبال کی قدرت بیان میں کلام نہیں۔ وہ کسی کسی موضوع پر اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے تھے، مگر ان کے جملہ نثری آثار سامنے رکھیں، تو اس میں کئی طرح کے رنگ نظر آتے ہیں، مثلاً: ایک وہ رنگ ہے جسے ڈاکٹر سید عبداللہ اور غلام دستگیر رشید نے حکیمانہ اور عالمانہ نثر کہا ہے۔ اسرارِ خودی طبعِ اول اور رموزِ بے خودی طبعِ اول کے دیباچے اور اسرارِ خودی کے سلسلے میں وضاحتی اور جوابی مضامین اقبال کے اس رنگِ نثر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بعض مضامین (مثلاً: بچوں کی تعلیم و تربیت یا قومی زندگی) میں، عبارت کی سادگی و روانی اور بے تکلفانہ انداز کی وجہ سے اقبال، نثر سرسید کے مقلد نظر آتے ہیں۔ مولوی انشاء اللہ خاں ایڈیٹر وطن اور منشی طاہر دین کے نام طویل خطوط^۳ میں بیسویں صدی کے آغاز کی رومانی تحریک کے اثرات غالب ہیں۔ علم الاقتصاد میں بقول ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ایک گونہ خشکی اور ثقالت^۴ نمایاں ہے۔۔۔۔۔ اس طرح اقبال کی مجموعی نثر کو سامنے رکھتے ہوئے انھیں ”منفرد اور صاحب طرز انشا نگار“ کہنا درست نہیں معلوم ہوتا۔

- ۱- اقبال کی اُردو نثر: ص ۷۲
- ۲- دیباچہ، مضامین اقبال: ص ”ح“
- ۳- خطوط اقبال: ص ۷۲-۱۰۳، ۲۰۴-۲۱۰
- ۴- Journal of Research: جنوری ۱۹۷۶ء

نثر اقبال سے متعلق ایک اور نکتہ قابل توجہ ہے۔ نثر میں انھوں نے اُردو اور انگریزی کو ذریعہ اظہار بنایا۔ یہ معلوم ہے کہ اقبال اُردو کے پر جوش حامی تھے اور اس کی ترویج و ترقی میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ مولوی عبدالحق کے نام ۴ ستمبر ۱۹۳۶ء کے خط میں لکھا: ”میری لسانی عصبیت، دینی عصبیت سے کم نہیں“۔ پھر ۲۸ ستمبر ۱۹۳۷ء کو لکھا: ”کاش میں اپنی زندگی کے باقی دن آپ کے ساتھ رہ کر اُردو کی خدمت کر سکتا“۔^۱ شاعری کا اُردو حصہ، نثری مضامین، بیانات اور خطوط کی بہت بڑی تعداد، اُردو زبان سے علامہ اقبال کی دل بستگی اور دل چسپی کا مظہر ہیں۔ علم الاقتصاد کے دور (بیسویں صدی کے آغاز) میں، ایک علمی زبان کی حیثیت سے، اُردو کچھ ایسی ترقی یافتہ نہ تھی اور معاشیات جیسے سائنسی علم پر اُردو میں کچھ لکھنا خاصا مشکل تھا، پھر بھی اقبال نے یہ کتاب اُردو میں لکھی۔ مگر اُردو زبان سے اس تمام تر دل چسپی اور محبت کے باوجود، ان کی نثر کا زیادہ تر حصہ انگریزی تحریروں پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹریٹ کا مقالہ (Development) تو اُردو میں لکھنے کی گنجائش ہی نہ تھی، لیکن نسبتاً اہم تصنیف Reconstruction میں بھی انھوں نے اُردو کے بجائے انگریزی کو ذریعہ اظہار بنایا۔ خطبات کے علاوہ ان کی تقریروں اور بیانات کی بہت بڑی تعداد انگریزی میں ہے۔ سوا سو کے قریب خطوط بھی انگریزی میں تحریر کیے گئے ہیں۔ نجی ڈائری Stray Reflections کے تمام تر شذرات بھی انگریزی میں ہیں۔ کیا اقبال، یہ سب اُردو میں نہ لکھ سکتے تھے؟ اُردو کے بارے میں واضح ”لسانی عصبیت“ رکھتے اور اس کا اظہار کرنے کے باوجود انھوں نے ایک بدلیسی زبان کو اظہار مطالب کا ذریعہ کیوں بنایا؟..... اس سوال کا، ۲+۲=۴ کی طرح، دو ٹوک جواب آسان نہیں ہے، تاہم خطوط اقبال کی روشنی میں انگریزی سے علامہ کی اس رغبت کی وجہ تلاش کی جاسکتی ہیں۔

عبدالرب نشتر کے نام ایک خط میں اقبال لکھتے ہیں: ”زبان کو، میں ایک بت تصور نہیں کرتا جس کی پرستش کی جائے، بلکہ اظہار مطالب کا ایک انسانی ذریعہ خیال کرتا ہوں“۔^۲ گویا جس ”لسانی عصبیت“ کا انھوں نے مولوی عبدالحق سے ذکر کیا، وہ کسی قسم کی منفی عصبیت یا اندھی ضد نہ تھی، بلکہ حمیت قومی کی ایک شکل تھی۔ پھر اقبال مزید وضاحت کرتے ہیں کہ زبان اظہار مطالب کا ایک انسانی ذریعہ ہے۔ صوفی تبسم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں: ”مجھ کو بار بار اس کا تجربہ ہوا ہے کہ اُردو میں گفتگو

۱- اقبال نامہ، دوم، ص: ۷۸-۷۹

۲- ایضاً: ص: ۸۲

۳- اقبال نامہ، اول، ص: ۵۶

کرتے ہوئے میں اپنے مافی الضمیر کو اچھی طرح ادا نہیں کر سکتا، بلکہ مگر یہ بات امر واقعہ نہیں، محض اقبال کا ایک احساس ہے۔ اسی نفسیاتی احساس نے تقویت پا کر، اس خیال کی شکل اختیار کر لی کہ بعض خاص مضامین و مطالب کا اظہار، انگریزی ہی میں ممکن ہے، یا کم از کم اُردو کی نسبت انگریزی میں بہتر اظہار ہو سکتا ہے۔

یہ معلوم ہے کہ اقبال نے انگریزی سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ برطانوی نظامِ تعلیم کے ان اداروں میں نہ صرف ذریعہ تعلیم انگریزی تھا، بلکہ انگریزی زبان و ادب کی تدریس ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے ہوتی تھی۔ شعر و ادب میں طبعی مناسبت و رغبت کے سبب، اقبال نے انگریزی زبان و ادب کا نسبتاً زیادہ دل چسپی اور توجہ سے مطالعہ کیا۔ پھر گورنمنٹ کالج لاہور کے زمانہ معلمی میں انٹرمیڈیٹ اور بی اے جماعتوں کو انگریزی زبان و ادب کی تدریس بھی اُن کے ذمے تھی۔ اُن کے ایک شاگرد ایم اہلم کا بیان ہے کہ شاعری پڑھاتے ہوئے، ”سب سے پہلے اشعار کی تشریح اس طرح کرتے، جس سے اُن اشعار کی فنی خوبیوں پر بھی روشنی پڑتی تھی، اس مرحلے کے بعد زیر بحث انگریزی اشعار کی طرف متوجہ ہوتے اور ایسے دل نشیں پیرائے میں اُن کا مطلب بیان کرتے کہ تقریباً مکمل مفہوم اور شعری نزاکتیں واضح ہو جاتیں۔ یہ تمام لیکچر انگریزی میں ہوتا..... اُن کے پڑھانے کا طریقہ اتنا دلکش تھا کہ غالباً ان کے گھٹنے میں تمام اساتذہ کے مقابلے میں زیادہ حاضری رہتی،“^۱ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ گئے، تو اُن کا زیادہ تر وقت کیمبرج میں گزارا، جہاں علمی اور تعلیمی اعتبار سے انھیں بہترین ماحول میسر آیا۔ انگلستان سے واپسی پر قانونی پریکٹس کے زمانے میں عدالتوں میں بھی وسیلہ گفتگو انگریزی تھا، اس طرح ادا اہل عمر میں انگریزی زبان سے اُن کا جو رابطہ قائم ہوا تھا، وقت کے ساتھ وہ زیادہ اُستوار اور مستحکم ہوتا گیا۔ اس کے نتیجے میں انگریزی زبان سے ایک مناسبت طبعی پیدا ہو گئی، بلکہ وہ اس میں ہر طرح کے مشکل مطالب اور ادق خیالات ادا کرنے پر بھی قادر ہو گئے۔ انگریزی پر اس غیر معمولی دسترس نے اقبال کو انگریزی نثر لکھنے کی طرف راغب کیا۔

خالصتاً علمی اور فلسفیانہ مطالب کو، اُردو جیسی نسبتاً نئی زبان میں بیان کرنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں، وہ محتاج بیان نہیں۔ اقبال کے زمانے میں تو، یہ مشکلات اور بھی زیادہ تھیں۔ پھر ایک

۱- اقبال نامہ، اول: ص ۴۷

۲- اوراقِ گم گشتہ: ص ۱۲۶

ایسے شخص کے لیے، جس کا سارا علمی پس منظر انگریزی ہو، کسی علمی اور فلسفیانہ موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے، اپنے مافی الضمیر کو کامیابی سے اُردو میں واضح کرنا، ناممکن نہیں، تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔ اس میں یہ خدشہ بھی رہتا ہے کہ وضاحت مفہوم میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ بعض انگریزی مضامین، خصوصاً خطبات کے انگریزی ملبوس کا یہی جواز ہے۔ غلام بھیک نیرنگ کے نام ایک خط میں، اقبال نے خطبات سے متعلق جو وضاحت کی ہے، اس سے زیر بحث مسئلے پر کچھ اور روشنی پڑتی ہے۔ لکھتے ہیں:

ان لکچروں کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں، جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں اور اس بات کے خواہش مند ہیں کہ فلسفہ اسلام کو فلسفہ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے، اور اگر پرانے تختیلات میں خامیاں ہیں، تو اُن کو رفع کیا جائے۔ میرا کام زیادہ تر تعمیری ہے اور اس تعمیر میں، میں نے فلسفہ اسلام کی بہترین روایات کو ملحوظ خاطر رکھا ہے، مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اُردو خواں دنیا کو شاید ان سے فائدہ نہ پہنچے، کیونکہ بہت سی باتوں کا علم، میں نے فرض کر لیا ہے کہ پڑھنے والے یا سننے والے کو پہلے سے حاصل ہے، اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔

راقم کے خیال میں اقبال کی اس وضاحت کے بعد، مزید کسی توضیح کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ بیان، نثر خصوصاً خطبات میں انگریزی کو ذریعہ اظہار بنانے کی مجبوری، جواز اور اُس کی حکمت کو بخوبی اجاگر کرتا ہے۔ فنی اعتبار سے اقبال کی انگریزی نثر کیا حیثیت رکھتی ہے؟ اس کا جائزہ اہل نقد و نظر ہی لے سکتے ہیں، تاہم اس ضمن میں دو باتیں بہت واضح ہیں؛ اول: اقبال کو انگریزی زبان پر پوری دسترس حاصل تھی، دوم: تحریر و تقریر میں وہ بہت اچھی، صحیح اور حسب موقع عالمانہ انگریزی لکھنے اور بولنے پر قادر تھے۔



(ب) نثری تصانیف

✽ علم الاقتصاد

ایم اے کرنے کے بعد ۱۳ مئی ۱۸۹۹ء کو اقبال اور نیشنل کالج لاہور میں میکلوڈ عریبک ریڈر مقرر ہوئے۔ ریڈر شپ کے فرائض منصبی میں تاریخ اور پولیٹیکل اکانومی کی تدریس کے علاوہ انگریزی یا ادبی تصانیف کا اُردو ترجمہ بھی شامل تھا۔ فاسٹ (Fawcett) کی *Political Economy* نصاب میں شامل تھی۔ اس طرح ایک طرف تو وہ اقتصادیات پر درس دیتے رہے، دوسری طرف انہوں نے واکر (Walker) کی تصنیف *Political Economy* کا مخلص اُردو ترجمہ تیار کیا۔

اقبال کی اولین اُردو تصنیف علم الاقتصاد ان کی معلمانہ زندگی کے پس منظر میں تصنیف کی گئی۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے علم الاقتصاد کی تالیف کو اقبال کے ریڈر شپ کے فرائض سے وابستہ سمجھا دیا ہے، مگر انہوں نے ریڈر شپ کے قواعد ملازمت کی روشنی میں میکلوڈ عریبک ریڈر کے جو تین منصبی فرائض [۱) یونیورسٹی مطبوعات کی طباعت میں اعانت (۲) انگریزی و عربی کتابوں کا ترجمہ (۳) تدریس] بیان کیے ہیں، طبع زاد تصنیف، ان کے دائرہ کار میں نہیں آتی۔ بنا بریں ہمارا خیال ہے کہ علم الاقتصاد کا سبب تالیف فرض منصبی نہ تھا، البتہ یہ ممکن ہے کہ اس طرح کا تالیفی کام معلمانہ کارکردگی کے طور پر بہ نظر استحسان دیکھا جاتا ہو اور اقبال کے ذہن میں یہ بات موجود ہو۔ علم الاقتصاد کے تالیفی محرکات میں یہ امر، اس لیے بھی قرین قیاس ہے کہ اور نیشنل

۱- پنجاب یونیورسٹی کینڈرز اور اور نیشنل کالج کی سالانہ رپورٹوں کی بنیاد پر، یہ معلومات ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے مہیا کی ہیں۔ (دیکھیے: ”علامہ اقبال کی تعلیمی زندگی کی بعض تفصیلات“، مشمولہ: کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۰۵-۳۲۶ اور ”اقبال اور اور نیشنل کالج“، مشمولہ: *Journal of Research*، پنجاب یونیورسٹی لاہور، جولائی ۱۹۷۷ء و جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۸۳-۱۱۰)۔

۲- *Journal of Research*، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۷

۳- ایضاً، جولائی ۱۹۷۷ء و جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۱۰۲

کالج کی سالانہ رپورٹ ۱۹۰۱ء-۱۹۰۲ء میں زیر تصنیف علم الاقتصاد کو بایں الفاظ: A new work of Political Economy in preparation of the author کی سالانہ کارکردگی میں شمار کیا گیا ہے۔

تعلیمی زندگی میں اقبال کی توجہ عربی، انگریزی اور فلسفے کی طرف رہی۔ اقتصادیات اُن کے لیے ایک نیا علم تھا، مگر تدریسی تقاضوں کے تحت اُنھوں نے اس کا کسی قدر وسیع مطالعہ کیا ہوگا اور ممکن ہے، نکات مطالعہ (Study Notes) بھی تیار کیے ہوں۔ اسی اثنا میں، جیسا کہ وہ دیباچے میں لکھتے ہیں: پروفیسر آرنلڈ نے انھیں تالیف کتاب کی طرف متوجہ کیا۔ آرنلڈ سے اقبال کی وابستگی محتاج بیان نہیں، چنانچہ اُن کا توجہ دلانا علم الاقتصاد لکھنے کا فوری محرک ثابت ہوا۔ مختصر یہ کہ، اول: علم اقتصادیات کا تازہ مطالعہ، دوم: آرنلڈ کی تحریک اور سوم: تصنیف کا منصبی کارکردگی میں شمار ہونا..... ان سب امور کے پیش نظر اُنھوں نے علم الاقتصاد لکھنے کا بیڑا اٹھایا۔

اوپر ذکر آچکا ہے کہ اورینٹل کالج کی سالانہ رپورٹ (۱۹۰۱ء-۱۹۰۲ء) میں مذکور ہے کہ شیخ محمد اقبال پولیٹیکل اکانومی پر ایک نئی کتاب تیار کر رہے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ علم الاقتصاد کا آغاز ۱۹۰۱ء کے نصف آخر یا اوائل ۱۹۰۲ء میں ہوا ہوگا۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۵ء تک اقبال کے ایام ملازمت کی توقیت اس طرح ہے:

۱۳ مئی ۱۸۹۹ء	تقرر بطور میکلڈ عریک ریڈر (توشیح: ۲۳ جون ۱۸۹۹ء)
۳ جنوری ۱۹۰۱ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۰۲ء	قائم مقام اسٹنٹ پروفیسر انگریزی، گورنمنٹ کالج، لاہور
یکم اپریل ۱۹۰۲ء تا ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء	میکلوڈ عریک ریڈر، اورینٹل کالج، لاہور
۱۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء	قائم مقام اڈیشنل پروفیسر انگریزی، گورنمنٹ کالج، لاہور
یکم اپریل ۱۹۰۳ء تا ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء	میکلوڈ عریک ریڈر، اورینٹل کالج، لاہور
۳ جون ۱۹۰۳ء تا ۱۹۰۵ء	عارضی اسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج، لاہور

۱- بحوالہ ڈاکٹر وحید قریشی: "علامہ اقبال کی تعلیمی زندگی کی بعض تفصیلات" مشمولہ: کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ۔

۲- یہ توقیت ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار اور ڈاکٹر محمد باقر (احوال و آثار اقبال دوم)، ص ۱۱۵ تا ۱۱۶ انگریزی حصہ) کی مہیا کردہ معلومات کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے۔

اس سے واضح ہے کہ علم الاقتصاد کے تالیفی دور میں اُن کا زیادہ تر وقت گورنمنٹ کالج لاہور میں گزرا۔ گویا کتاب کے آغاز (۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء) سے اس کی اشاعت (۱۹۰۳ء) تک چار سال میں، اُنھوں نے تقریباً نو ماہ کا قلیل عرصہ اور نینٹل کالج میں گزارا۔

علم الاقتصاد کے پہلے ایڈیشن پر سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس کے سالِ اشاعت کے بارے میں اقبال کے سوانح نگاروں کے ہاں متضاد بیانات ملتے ہیں۔ منشی محمد دین فوق نے کتاب کے سالِ اشاعت کا تعین نہیں کیا۔ سالک نے بلاحوالہ فوق کے بیان کو دہرا دیا ہے۔ طاہر فاروقی نے اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے کے ہاں سالِ اشاعت کا ذکر ہی نہیں ملتا۔ کتابیات نگاروں میں سے قاضی احمد میاں اختر جو ناگڑھی نے ۱۹۰۱ء اور عبدالغنی و خواجہ نور الہی نے، نذیر احمد کھنوجہ عبدالوحید اور رفیع الدین ہاشمی نے ۱۹۰۳ء کو کتاب کا سالِ اشاعت بتایا ہے، مگر اس غلط فہمی کو عام کرنے میں ممتاز حسن کے اس دیباچے (علم الاقتصاد طبع دوم، ۱۹۶۱ء) کو بہت دخل ہے، جس کا آغاز اس جملے سے ہوتا ہے: ”اقبال کی علم الاقتصاد ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی“۔ بل بعد ازاں اسی طبع دوم کے سرورق کو *Iqbal in Pictures* میں طبع اول کے سرورق کے طور پر پیش کیا گیا۔ علم الاقتصاد کے پہلے ایڈیشن کی کتابت نستعلیق کی تھی، مگر طبع دوم کا یہ سرورق ٹائپ میں ہے۔ اس پر نستعلیق میں ”۱۹۰۳ء“ لکھ دیا گیا ہے اور اسی عکس نے متذکرہ بالا غلط فہمی کے لیے گویا تصدیق مہیا کی (علم الاقتصاد طبع اول کے سرورق کا عکس آئندہ صفحے پر ملاحظہ کیجیے۔ اس پر سالِ اشاعت درج نہیں ہے)۔

- ۱- فوق لکھتے ہیں: ”اسی زمانے میں سیاست مدن پر ایک کتاب بنام علم الاقتصاد لکھی۔“ (حوالہ انوارِ اقبال: ص ۸۱)
- ۲- سالک کے الفاظ ہیں: ”اس زمانے میں علامہ نے علم سیاست مدن پر ایک کتاب علم الاقتصاد کے نام سے اردو میں لکھی۔“ (ذکرِ اقبال: ص ۴۲)
- ۳- سیرتِ اقبال: ص ۳۳
- ۴- سرگذشتِ اقبال: ص ۴۳
- ۵- اقبالیات کا تنقیدی جائزہ: ص ۱۴ [بشیر احمد ڈار نے بھی ۱۹۰۱ء لکھا ہے: مجلہ اقبال، جولائی تا ستمبر ۱۹۷۱ء، ص ۸۷]
- ۶- *Bibliography of Iqbal*: ص ۲
- ۷- کلیدِ اقبال: ص ۴۸
- ۸- *A Bibliography of Iqbal*: ص ۱۳
- ۹- کتابیاتِ اقبال: ص ۱۶
- ۱۰- علم الاقتصاد، طبع دوم: ص ۱

علم الاقتصاد

۴ ۴ ۴ ۴

جس کا

موقف نام علم سیاست میں

مصنف

شیخ محمد اقبال ایم اے اسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج

لاہور

کراچی پیسہ اخبار کے خاتمہ تعلیم سیم پر میں لاہور میں شیخ محمد عبدالعزیز صاحب کے

اہتمام سے چھپا

علم الاقتصاد کے سرورق پر مصنف کے نام کے ساتھ ”اسٹنٹ پروفیسر“ گورنمنٹ کالج لاہور کے الفاظ درج ہیں۔ اور نیشنل کالج سے ۳ جون ۱۹۰۳ء سے رخصت لے کر، اقبال نے یہ منصب سنبھالا۔ گویا، کتاب اس تاریخ کے بعد ہی کسی وقت مکمل ہوئی۔ مسخزن کے شمارہ اپریل ۱۹۰۴ء میں علم الاقتصاد کا آخری حصہ، بعنوان ”آبادی“ اس نوٹ کے ساتھ چھپا: ”کتاب زیر طبع ہے۔“ (ص ۱)۔ گویا کتاب ۱۹۰۴ء کے اوائل میں مکمل ہوئی اور کتابت کے لیے دے دی گئی اور ایک باب مسخزن میں اشاعت کے لیے بھیج دیا گیا۔ غالب قیاس یہ ہے کہ فروری کے آخری یا مارچ کے ابتدائی ایام میں تکمیل ہوئی، کیونکہ اسی صورت میں آخری باب کی مسخزن کے شمارہ اپریل میں شمولیت ممکن ہوئی۔

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں: ”یہ کتاب ۱۹۰۳ء میں مکمل ہو چکی تھی اور اس وقت اقبال گورنمنٹ کالج میں تھے، شاید اس کی کتابت بھی ۱۹۰۳ء میں ہو گئی ہو..... گذشتہ سطور میں ہم نے اقبال کے ایام ملازمت کی جو توثیق مرتب کی ہے، اس کی روشنی میں ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء تک تو، اقبال گورنمنٹ کالج میں قائم مقام ایڈیشنل پروفیسر رہے، یکم اپریل سے ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء تک انھوں نے اور نیشنل کالج میں میکلوڈ عریک ریڈر کے فرائض انجام دیے اور ۳ جون کو گورنمنٹ کالج میں اسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔ گویا ۳ جون سے قبل تو علم الاقتصاد مکمل نہ ہوئی تھی (ورنہ سرورق پر وہ ”اسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج لاہور“ نہ لکھتے)۔ اگر کتاب ۱۹۰۳ء کے آخری ایام میں بھی مکمل ہو گئی ہوتی، تو (یہ معلوم ہے کہ سر عبدالقادر ہمیشہ اقبال کے رشحات فکر کے متلاشی رہتے تھے) آخری باب بعنوان ”آبادی“، جنوری یا فروری یا زیادہ سے زیادہ مارچ ۱۹۰۴ء کے شمارے میں چھپ جاتا۔ شمارہ اپریل میں اس کی اشاعت ظاہر کرتی ہے کہ کتاب کا یہ باب فروری مارچ ۱۹۰۴ء میں لکھا گیا ہوگا اور یہ بات تو بالکل ہی بعید از قیاس ہے کہ ”شاید اس کی کتابت بھی ۱۹۰۳ء میں ہو گئی ہو“۔ اگر واقعی ایسا تھا تو پھر کتابت شدہ کاپیوں کو دو چار نہیں، پورے دس ماہ تک روکے رکھنے کی کیا غایت تھی؟ مسخزن اپریل ۱۹۰۴ء میں علم الاقتصاد کے ایک باب کی اشاعت کے ساتھ کتاب کے زیر طبع ہونے کی خبر دی گئی تھی، نومبر ۱۹۰۴ء تک، مسخزن میں اس بارے میں کوئی اطلاع یا اعلان نہیں ملتا۔ گویا ان مہینوں میں کتابت و طباعت کے مراحل طے ہوئے، حتیٰ کہ دسمبر ۱۹۰۴ء کے مسخزن میں یہ اعلان شائع ہوا:

۱- Journal of Research، جولائی ۱۹۷۷ء تا جنوری ۱۹۷۸ء: ص ۱۰۴

۲- بنام فوق: ”شعر ہے جو کبھی کبھی خود موزوں ہو جاتا ہے، سر شیخ عبدالقادر لے جاتے ہیں۔“ (انوار اقبال: ص ۵۳)

ہم ناظرین کو بڑی خوشی سے یہ اطلاع دیتے ہیں کہ یہ قابل قدر کتاب جس کا ایک باب مخزن میں شائع ہو چکا ہے، چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔
دسمبر کے شمارے میں شائع شدہ اس اعلان کی روشنی میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ علم الاقتصاد کا پہلا ایڈیشن نومبر ۱۹۰۳ء میں چھپ کر منظر عام پر آیا۔

علامہ اقبال علم الاقتصاد کے دیباچے میں لکھتے ہیں: ”شبلی نعمانی مدظلہ میرے شکر کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کے بعض حصوں میں زبان کے متعلق قابل قدر اصلاح دی،“۔ غالباً یہ اپریل ۱۹۰۳ء کا ذکر ہے۔ *Iqbal in Pictures* میں ۱۹۰۳ء کا ایک گروپ فوٹو شامل کیا گیا ہے، جس میں اقبال اور شبلی دونوں موجود ہیں۔ اس کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ ۱۹۰۳ء میں اقبال، مولانا شبلی سے ملے ہوں گے۔

بظاہر یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ حصول تعلیم کے لیے انگلستان جاتے ہوئے، اقبال نے علم الاقتصاد کا مسودہ اپنے ساتھ لے جانے کا تو اہتمام کیا، مگر کوئی مطبوعہ نسخہ نہ لے گئے۔ ممکن ہے دو چار جلدیں لے گئے ہوں اور دوست احباب کی نذر کر دی ہوں۔ عطیہ بیگم کے نام ایک خط سے واضح ہوتا ہے کہ اپریل ۱۹۰۷ء میں ان کے پاس علم الاقتصاد کا کوئی نسخہ موجود نہ تھا، جسے وہ عطیہ کو پیش کرتے۔ ہندستان میں کتاب دستیاب ہوتی اور اقبال نے منگوانے کا ارادہ بھی کیا، مگر عطیہ بیگم کا بیان ہے کہ:

Iqbal presented his original M S of *Political Economy* to me.^۱

یہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے، بعد میں یہ مسودہ پروفیسر نقاد حیدر آبادی کے ہاتھ میں منتقل ہو گیا۔

- ۱- مخزن، دسمبر ۱۹۰۳ء۔
- ۲- دکن ریویو کے شمارہ فروری ۱۹۰۵ء میں پروفیسر نقاد حیدر آبادی کے ہاتھ سے ۱۹۰۳ء کی تائید ہوتی ہے۔۔ دیکھیے: ڈاکٹر اکبر حیدری کا شیری کا مضمون: دکن ریویو مطبوعہ قہوش لاہور، شمارہ نمبر ۱۲۰ [۱۹۹۳ء]۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے محض ”۱۹۰۳ء“ (زندہ رود: ص ۸۷) اور محمد حمزہ فاروقی نے ”دسمبر ۱۹۰۳ء“ لکھا ہے (اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء: ص ۶۹)
- ۳- دیباچہ، علم الاقتصاد، طبع اول: ص ۷
- ۴- *Letters to Atiq*: ص ۱۲
- ۵- مخزن میں وقتوں وقتوں سے علم الاقتصاد کا اشتہار شائع ہوتا رہا۔ آخری بار مئی ۱۹۰۸ء کے شمارے میں شائع ہوا۔
- ۶- *Letters to Atiq*: ص ۱۹

علامہ اقبال ۸ مارچ ۱۹۱۷ء کو پروفیسر سلاح الدین محمد الیاس برنی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں: کتاب المعیشت مل گئی تھی..... آپ کی تصنیف اردو زبان پر ایک احسانِ عظیم ہے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ اردو زبان میں علم الاقتصاد پر یہ پہلی کتاب ہے اور ہر پہلو سے کامل۔
تقریباً پانچ ہفتے بعد ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء کو مہاراجا کشن پرشاد شاد کو لکھا: ”علم الاقتصاد پر اردو میں سب سے پہلے مستند کتاب میں نے لکھی، ان بیانات میں تضاد ہے۔ بظاہر اس کا سبب یہی ہے کہ ۸ مارچ کے خط میں اقبال نے ازراہ وضع داری، برنی کی کتاب کو ”اردو زبان میں علم الاقتصاد پر پہلی اور ہر پہلو سے کامل کتاب“ قرار دیتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کی، مگر اسی زمانے میں حیدر آباد ہائی کورٹ کی ججی کے لیے اقبال کا نام بھی زیر غور تھا۔ اس ضمن میں مکتوب بنام شاد میں اپنے سوانحی اور تصنیفی کوائف کی تفصیل لکھتے ہوئے علم الاقتصاد کی اس امتیازی حیثیت کا ذکر ضروری سمجھا کہ اس موضوع پر ”سب سے پہلے مستند کتاب میں نے لکھی۔“

حقیقت یہ ہے کہ علم الاقتصاد کی تالیف و اشاعت سے پہلے علم المعیشت پر اردو زبان میں کم از کم چھ کتابیں شائع ہو چکی تھیں۔ ان میں سے پانچ تو انگریزی کتابوں کے تراجم تھے، البتہ رسالہ علم انتظام مدن (مصنف: محمد منور شاہ خاں و محمد مسعود شاہ خاں) آزادانہ غور و فکر کے بعد، بطور ایک طبع زاد تصنیف کے لکھا گیا۔ اس اعتبار سے علم الاقتصاد کو معاشیات پر اردو میں پہلی کتاب قرار نہیں دیا جاسکتا۔

علم الاقتصاد کا پہلا ایڈیشن پیسہ اخبار کے خادم التعليم سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا۔ قلم درمیانہ ہے، حواشی نسبتاً باریک قلم سے ہیں، سرورق اور اس کی پشت کے صفحات نمبر شمار نہیں کیے گئے۔ پیش کش (انتساب) ص ۱ پر ہے، فہرست مضامین ص ۲ پر اور ص ۳ خالی ہے۔ دیا چہ (جسے اقبال نے بالالتزام ”دیا چہ“ لکھا ہے) ص ۴ تا ۷ اور متن کتاب ص ۸ سے شروع ہو کر ص ۲۱۶ پر ختم ہو جاتا ہے۔ کتابت خوب صورت ہے، مگر بہت سے الفاظ قدیم املا کے مطابق لکھے گئے ہیں، جو اب متروک ہو چکا ہے، مثلاً: پڑنے (پڑھنے)، سع (سعی)، نہوگی (نہ ہوگی)، قیتون (قیوتوں)، معنون (معنوں)،

۱- اقبال نامہ، اول: ص ۲۰۹

۲- شاد اقبال: ص ۲۵

۳- تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے مشفق خواجہ کا مقالہ: ”اقبال کا پہلا علمی کارنامہ، علم الاقتصاد“ مشمولہ:

پہنچ (پہنچ)، فلاں (فلاں)، جاوے (جائے)، تبادلی (تبادلے)، بڑ جانا (بڑھ جانا)، سمجھ (سمجھ)، تھوں (تہوں)، ابھی (ابھی) وغیرہ۔ کتابت احتیاط سے کی گئی ہے، پھر بھی کہیں کہیں کتابت کی اغلاط نظر آتی ہیں، مثلاً:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۱۶	کبٹ	کینٹ
۹	۱۷	کرتے۔ احتراز	کرتے ہیں، احتراز
۱۱	۱۴	کی روے سے	کی روے سے
۲۴	۱۲	ہے	سے
۳۶	۱۳	چاہتے	چاہیے
۵۶	۸	مہد	مد
۶۳	۶	مفلوں	مغلوں
۶۴	۴	صحت کی خلاف	صحت کے خلاف
۷۵	۷	کم ہوں	کم ہوگی
۹۵	۸	جاسکتا	جاسکتا
۱۲۶	۱۴	حملے	جملے
۱۳۷	۷	عند الطلب	عند الطلب
۱۴۷	۱۹	ہوتا ہے	ہونا ہے

پروفیسر محمد عثمان، علم الاقتصاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ کتاب اپنی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد بازار سے ہی غائب ہو گئی۔

یہ ذکر آچکا ہے کہ علم الاقتصاد مئی ۱۹۰۸ء تک تو یقینی طور پر فروخت کے لیے بازار میں موجود تھی (کیونکہ اسی ماہ مخزن میں اس کا اشتہار چھپا تھا) ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی دستیاب رہی ہو۔ بہر حال نومبر ۱۹۰۴ء سے مئی ۱۹۰۸ء تک ساڑھے تین برس کے عرصے کو محض ”کچھ عرصہ“ قرار

دینا درست نہیں، پھر پروفیسر محمد عثمان نے پہلے اڈیشن کے ختم ہونے کا جس انداز میں ذکر کیا ہے، [”بازار سے ہی غائب ہوگئی“] اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ کتاب کسی منصوبے کے تحت اور پُر اسرار طریقے سے بازار سے غائب کی گئی، حالانکہ نہ تو اس کی ضرورت تھی اور نہ حقیقتاً ایسا ہوا۔

یہ درست ہے کہ کتاب ختم ہونے پر، اقبال نے دوسرے اڈیشن کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ شاعری کے بیشتر مجموعوں کو انھوں نے اپنی زندگی میں بار بار چھپوانے کا اہتمام کیا، مگر اپنی اڈیشن تصنیف کی دوبارہ اشاعت کی طرف وہ کبھی متوجہ نہیں ہوئے۔

پہلی اشاعت کے ستاون سال بعد، اقبال اکادمی پاکستان، کراچی نے علم الاقتصاد کا دوسرا اڈیشن شائع کیا۔ اس پر سال طباعت درج نہیں، مگر ممتاز حسن کے پیش لفظ کی تاریخ تحریر (۱۰ جون ۱۹۶۱ء) سے اس کا سال اشاعت متعین کرنا مشکل نہیں ہے۔ سرورق اور اس کی پشت کا صفحہ شمار میں نہیں لایا گیا، فہرست، صفحات الف، ب، ج پر درج ہے، صفحہ دخالی ہے۔ پیش لفظ (از ممتاز حسن، ص ۱۰ تا ۱۰) مقدمہ (از انور اقبال قریشی، ص ۱۱ تا ۱۹) پیش کش (انتساب اور مصنف، ص ۲۱) اور دیباچہ (از مصنف، ص ۲۳ تا ۲۶) کے بعد متن کتاب سے صفحات کا از سر نو شمار ہوتا ہے۔ دوسرے اڈیشن کی سب سے اہم بات، طبع اول کے متن کی تصحیح ہے۔ سرورق پر مرتب کا نام درج نہیں، مگر دیباچے میں ممتاز حسن نے وضاحت کی ہے کہ: ”موجودہ نسخے کے متن کی تصحیح مجلہ اقبال ریویو کے مدیر معاون جناب خورشید احمد صاحب کی کوششوں کی مرہون منت ہے“۔ (ص ۹) مرتب نے ترمیم و تصحیح کے سلسلے میں حسب ذیل نوعیت کی تبدیلیاں یا اضافے کیے ہیں:

(۱) کتاب پانچ حصوں میں منقسم ہے۔ ہر حصے کے شروع میں ایک ایک ورق کا فلیپ بنا کر اس پر متعلقہ حصے کے عنوانین ابواب کی تفصیل دی گئی ہے (پہلا حصہ صرف ایک باب پر مشتمل ہے، لہذا اس کے ساتھ ”باب اول“ (ص ۳) لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ طبع اول میں بھی یہ الفاظ موجود نہیں ہیں)۔

۱- علم الاقتصاد اقبال کی واحد تصنیف ہے، جو انھوں نے خود طبع کرائی اور خود ہی فروخت کرتے تھے (”اس کتاب کی قیمت صرف ایک روپیا ہے اور مصنف سے مل سکتی ہے“۔ مخزن، دسمبر ۱۹۰۴ء) مگر اس کے بعد اپنی کتابیں اس طرح فروخت کرنے کا جھجھٹ انھوں نے کبھی نہیں پالا۔ ممکن ہے علم الاقتصاد کی فروخت کا یہی تجربہ مانع رہا ہو۔

- (۲) معاشیات کی اُردو اصطلاحات کے انگریزی مترادفات، حاشیے میں دیے گئے ہیں۔
- (۳) کتاب کے آخر میں ”ان معاشی اصطلاحات کا انگریزی ترجمہ جو اس کتاب میں استعمال ہوئی ہیں“ کے زیر عنوان دس صفحات کا ایک ضمیمہ شامل ہے۔
- (۴) مرتب نے پاورتی حاشیے میں بعض مترادفات، معاشیات کی خاص اصطلاحوں اور مسائل کے بارے میں حسب ضرورت تصریح کر دی ہے۔ (ملاحظہ کیجیے: صفحات ۳، ۶، ۱۰، ۱۸، ۲۳، ۲۹، ۴۴، ۵۳، ۵۶، ۸۵، ۱۰۹، ۱۲۱ وغیرہ)۔

(۵) کتابت کی اغلاط درست کر دی گئی ہیں۔ کہیں کوئی لفظ سہواً رہ گیا تھا تو لکھ دیا گیا اور حاشیے میں اس کی صراحت کر دی گئی۔ راقم کے خیال میں ہر محذوف لفظ کے بارے میں بار بار حاشیے میں وضاحت سے بہتر تھا کہ آغاز میں ایک بار تصریح کر دی جاتی اور پھوٹے ہوئے لفظ فلائین [] میں دے دیے جاتے، بہر حال یہ ساری ترامیم اور اضافے تو مناسب ہیں، لیکن ترامیم کی بعض دیگر نوعیتیں غور طلب ہیں، مثلاً:

نمبر شمار	صفحہ	سطر	طبع	اول	صفحہ	سطر	طبع
۱	۹	۲۱	جواب میں اوّل تو یہ	۲	۵	جواب میں اوّل تو ہم یہ.....	
۲	۹	۵	یہ کہا جاسکتا ہے.....	۲	۹	یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔	
۳	۹	۱۹	لفظ ”دولت“ کا استعمال کئی	۵	۱	لفظ ”دولت“ کئی کئی جگہ استعمال کیا ہے۔	
۴	۱۰	۱۵	مطلوب یا وہ تمام اشیا	۵	۵	مطلوب اشیا یا وہ تمام اشیا	
۵	۱۰	۱۵، ۱۴	سرا انجام کرتا ہے	۵	۲۱	سرا انجام دیتا ہے۔	
۶	۳۳	۱۰، ۹	قیمت پر کچھ اثر نہ ہوگا۔	۳۲	۱	قیمت پر زیادہ اثر نہ ہوگا	
۷	۵۷	۳، ۲، ۱	پیدائش دولت کے لحاظ سے	۵۷	۱	کسی قوم کی قابلیت، پیدائش دولت کے لحاظ سے اس قوم کی زمین.....	

نمبر ۱۲، اور کے بارے میں مرتب نے وضاحت کی ہے کہ ان میں علی الترتیب ”ہم“ ”بھی“ اور ”اشیا“ سہواً حذف ہو گئے تھے، ایسا ممکن ہے، لیکن ہمارا خیال ہے کہ اگر یہ سہواً محذوف نہ ہوئے

ہوں اور اقبال کی اصل تحریر اسی طرح ہو، تب بھی مفہوم میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، اس لیے یہاں ان الفاظ کا اضافہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ نمبر ۳ اور ۷ میں بعض الفاظ کی تقدیم و تاخیر کا مسئلہ ہے اور یہ لکھنے والے کی صواب دید اور ذوق پر منحصر ہے کہ وہ کس لفظ کو پہلے لاتا ہے اور کس کو بعد میں۔ مفہوم دونوں طرح واضح ہے، لہذا یہ ترامیم بھی بلا ضرورت ہیں۔ نمبر ۵: یہ محاورے کے استعمال کا مسئلہ ہے۔ ہمارے خیال میں ”سرا انجام کرنا“ بھی غلط نہیں، اس لیے اس تبدیلی کی بھی ضرورت نہ تھی۔ نمبر ۶: یہ ترمیم البتہ مناسب ہے، کیونکہ یہاں مصنف کا مفہوم لفظ ”زیادہ“ سے واضح ہوتا ہے، نہ کہ ”کچھ“ سے۔

ان مثالوں کی روشنی میں، مرتب کی ترامیم و اصلاحات کا جائزہ لیں، تو ان میں سے بیشتر بلا ضرورت نظر آتی ہیں۔ ان اصلاحات سے فقرے چست ہو گئے ہیں اور عبارت میں زیادہ روانی اور وضاحت پیدا ہو گئی ہے، لیکن اقبال کا اصل متن، تبدیل ہو گیا ہے اور تصحیح متن کے یہ معنی نہیں کہ اصل متن میں جدید اسلوب، لسانی تقاضوں یا مروج روزمرہ و محاورہ کے مطابق، حسب ضرورت تبدیلیاں یا تصرفات کر دیے جائیں، چنانچہ طبع دوم کی بہت سی ترامیم و تبدیلیاں، راقم کے خیال میں نامطلوب تھیں۔ اصل متن جوں کا توں رہنا چاہیے تھا، زیادہ سے زیادہ، حواشی میں صراحت کر دی جاتی۔

راقم کے خیال میں مرتب نے ”حرمتِ متن“ کا ادراک نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ متن میں بیسیوں مقامات پر ترمیم کی گئی، مگر حواشی میں یہ صراحت صرف چند مقامات تک محدود ہے۔ بہت سے تصرفات کے بارے میں یہ ذکر نہیں ہوا کہ یہ مرتب کی اصلاحات ہیں، مثلاً:

نمبر شمار	صفحہ	سطر	طبع اول	صفحہ	سطر	طبع دوم
۱	۵۰	۳۲	موسوم کیا کرتے ہیں۔	۴۶	۱۲، ۱۱	موسوم کیا جاتا ہے۔
۲	۵۰	۳	کوشش کی ہے کہ تنظیم	۴۶	۱۲	کوشش کی ہے کہ یہ واضح کریں کہ تنظیم.....
۳	۶۳	۸، ۷	دستکاروں کے ہنر سمجھ اور	۵۹	۲۸	دستکاروں کی ہنرمندی اور دوراندیشی
۴	۷۰	۴	قرض اٹھاتے ہیں۔	۶۵	۲۶	قرض لیتے ہیں۔
۵	۳۴	۱۰	خاک سیاہ ہو جاتا ہے۔	۳۲	۲۳	خاک ہو جاتا ہے۔

اس نوع کی مثالیں صفحات ۴۰ (اؤل: ص ۴۳)، ۴۲ (اؤل: ص ۴۳)، ۴۶ (اؤل: ص ۵۴) ۵۶ (اؤل: ص ۶۰)، ۶۲ (اؤل: ص ۶۶)، ۷۰ (اؤل: ص ۷۲)، ۷۱ (اؤل: ص ۷۳)، ۷۳ (اؤل: ص ۷۶) اور ۹۰ (اؤل: ص ۹۳)، ۹۱ (اؤل: ص ۹۴)، ۱۳۰ (اؤل: ص ۱۳۶) اور بہت سے دیگر مقامات پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

طبع اؤل میں کئی مقامات پر متعدد عبارات اور جملوں کو نمایاں کرنے کے لیے ان کے نیچے خط کھینچا گیا ہے (صفحات ۶۷، ۶۸، ۸۱، ۸۲، ۸۷، ۸۸، ۹۵، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۸ وغیرہ)۔ مگر طبع دوم میں ان حصوں کو خط کشیدہ نہیں بنایا گیا اور نہ اس کی کہیں وضاحت ملتی ہے، حالانکہ یہ ضروری تھا۔ طبع اؤل میں ”دیباچہ مخفف“ (ص ۵) ہے اور یہ صحیح ہے۔ علامہ اقبال بالعموم ”دیباچہ“ ہی لکھتے ہیں۔ طبع اؤل ص ۶ اور پے بھی انہوں نے ”دیباچے“ لکھا ہے۔ اسرارِ خودی میں منقول مولانا جامی کے ایک شعر میں بھی ”دیباچہ“ ہے (ص ۲۱)۔ اب طبع دوم میں اس لفظ کو ”دیباچہ“ بنا دیا گیا ہے، جو درست نہیں۔

طبع اؤل میں ”دوم“ کو ایک جگہ ”دوم“ (ص ۲۰۹) اور ”سوم“ کو دو جگہ ”سوم“ (ص ۷۱، ۱۰۹) لکھا گیا ہے۔ طبع دوم میں اس کی اصلاح کے بجائے ہر جگہ، حتیٰ کہ فہرست میں بھی، ”دوم“ اور ”سوم“ کر دیا گیا ہے۔

آج علم الاقتصاد کی اہمیت، اقبال کی اولین تصنیف اور ایک یادگار کے طور پر ہے، نہ کہ معاشیات کی ایک کتاب کی حیثیت سے۔ معاشی نظریات اور اصولوں میں اتنی پیش رفت ہو چکی ہے کہ علم الاقتصاد کا علمی مرتبہ لائق اعتنا نہیں رہا اور نہ یہ کتاب جدید معاشیات کے طلبہ کے لیے چنداں سود مند ہو سکتی ہے۔ جوں جوں وقت گزرے گا، اس کی یہ حیثیت گھٹتی چلی جائے گی، مگر اقبال کی تصنیف کے طور پر اس کی اہمیت بدستور باقی رہے گی۔ اس لیے اس کے متن میں کسی طرح کی تبدیلی یا تصرف نامناسب ہے، تاہم حسبِ ضرورت حواشی کا اضافہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۹۷۷ء میں علم الاقتصاد کا تیسرا ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا۔ ناشر کی حیثیت سے اس پر اقبال اکادمی پاکستان کا نام درج ہے، مگر ”اہتمام“ ایم اے سلام آئینہ ادب لاہور کا ہے۔ اس تیسرے ایڈیشن پر ”باراؤل، ۱۹۷۷ء“ کے الفاظ، کتاب کے ناشر اور ”مہتمم“ دونوں کی بے توجہی کے غماز ہیں۔ ایڈیشن میں خط نسخ کو خط نستعلیق میں بدل دیا گیا ہے۔ کتابت گوارا ہے، طبع اول میں حواشی کا قلم، متن سے نسبتاً باریک تھا، مگر زیرِ نظر ایڈیشن میں اس فرق کا اہتمام روا نہیں رکھا گیا۔

فہرست میں یہ تبدیلی کی گئی ہے کہ ہر حصے کے ذیلی عنوانات کے ساتھ درج شدہ باب اول، دوئم، سوئم وغیرہ کے الفاظ دیے گئے ہیں اور پیش لفظ سے ضمیمے تک ہر عنوان کو مسلسل شمار کرتے ہوئے، اُس کے ساتھ نمبر لکھ دیا ہے۔ یہ اختراع غالباً خوش نویس کی ہے، جس کی ضرورت تھی اور نہ کوئی جواز۔

THE DEVELOPMENT OF METAPHYSICS IN PERSIA ❁

اقبال اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ۲۵ ستمبر ۱۹۰۵ء کو کیمبرج پہنچے اور چھ روز بعد کیم اکتوبر کو ٹرنٹی کالج میں advanced student کے طور پر داخلہ لینے کے جلد بعد، اپنی تحقیق کا آغاز کر دیا۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء کے خط میں اقبال نے حسن نظامی سے تصوف سے متعلق بعض استفسارات کیے اور ساتھ ہی تصوف کے موضوع پر قرآنی آیات کے حوالے تلاش کر کے ”بہت جلد مفصل جواب“ لکھنے کی تاکید کی۔ اس سے پہلے کیم اور ۱۸ اکتوبر کے درمیان بھی، وہ اسی سلسلے میں ایک خط لکھ چکے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آغاز کار کے ساتھ موضوع کا تعین ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر میک گلرٹ، اقبال کے نگران تحقیق اور ایچ بیج وک (H. Sidgwick) اُن کے ٹیوٹر تھے۔ یہ تحقیقی مقالہ (dissertation) ۳۰ دہ بی اے کی ڈگری کے لیے تیار کر رہے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ سال بعد ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء کو اُنھوں نے مقالہ

- ۱- خطوط اقبال، ص ۱۰۳ [خطوط اقبال میں اس خط پر ”۲۵ نومبر“ درج ہے، جو درست نہیں]۔
- ۲- ڈاکٹر سعید اختر درانی نے اپنے مضمون ”علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش، چند نئے زاویے“ (جنگ لندن، ۲۰ ستمبر ۱۹۷۷ء، ص ۴) کے ساتھ ٹرنٹی کالج کیمبرج کے رجسٹر داخلہ سے، کیم اکتوبر ۱۹۰۵ء کے اندراجات کا عکس شائع کرایا ہے، جس سے ٹرنٹی کالج میں اقبال کے داخلے کی تاریخ اور اس کی نوعیت [advanced student] کا تعین ہوتا ہے۔ اقبال نے بھی اپنے ایک مضمون میں ذکر کیا ہے کہ وہ ٹرنٹی کالج میں بطور advanced student زیر تعلیم رہے (Speeches، شروانی: ص ۱۴۳)۔

- ۳- اقبال نامہ، دوم: ص ۳۵۳، ۳۵۴
- ۴- مطابق رجسٹر داخلہ ٹرنٹی کالج کیمبرج۔
- ۵- ڈاکٹر جاوید اقبال کا خیال ہے کہ کیمبرج سے بی اے کی ڈگری لینے کی بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ (زندہ رود، اول: ص ۱۱۳) مگر اُنھوں نے اسی کتاب میں، چند صفحات آگے چل کر، اقبال کا یہ قول نقل کیا ہے: ”جب میں نے کیمبرج سے بی اے کر لیا“۔ (ص ۱۲۶) اصل بات یہ ہے کہ ٹرنٹی کالج کے رجسٹر داخلہ کے اندراجات کے مطابق اقبال نے advanced student کی حیثیت سے داخلہ لیا تھا، اس حیثیت میں، اُن کے لیے یہ پابندی نہیں تھی کہ وہ بی اے کے عام طالب علم کی طرح تین سال کی مدت پوری کر کے باقاعدہ امتحان میں بیٹھے اور امتحان پاس کرنے کی شرط پوری کریں۔ اُنھیں تو اپنا مقالہ (dissertation) پیش کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسی اثنا میں اُنھوں نے ۶ نومبر ۱۹۰۵ء کو لکٹرنز ان میں بھی داخلہ لے لیا تھا اور اسی سلسلے میں اکثر لندن آتے تھے۔

لعنوان *The Development of Metaphysics in Persia* مکمل کر کے داخل کر دیا، جس پر کیمبرج یونیورسٹی نے ۷ مئی ۱۹۰۷ء کو انھیں ایک سند^۱ اور ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کو بی اے کی ڈگری عطا کی۔

اس اثنا میں بیرسٹری کا کورس بھی جاری تھا، اقبال نے پی ایچ ڈی کرنے کا ارادہ کر لیا (اس طرف متوجہ ہونے میں، اُن کے کیمبرج کے اساتذہ اور پروفیسر آرنلڈ وغیرہ کا دخل ہوگا۔) کیمبرج میں اُن دنوں پی ایچ ڈی نہیں ہوتی تھی (وہاں یہ سلسلہ ۱۹۲۱ء میں جاری ہوا) اور ڈاکٹریٹ کے لیے طلبہ بالعموم جرمنی جاتے تھے۔ اقبال کے حلقہٴ احباب میں کئی جرمن فاضل شامل تھے۔^۲ مزید برآں ایک عربی محظوظے پر تحقیق کے سلسلے میں، پروفیسر آرنلڈ نے، اقبال کو جرمنی بھیجنے کی تجویز بھی پیش کی تھی۔^۳ ذاتی طور پر وہ جرمنوں کے مداح تھے اور اُن کی طرف خاصا میلان طبع رکھتے تھے۔ عطیہ بیگم نے اقبال کا یہ قول نقل کیا ہے: ”اگر علم کو پختہ کرنا ہو تو جرمنی جاؤ۔“^۴ ان سب عوامل کی بنا پر، اقبال نے پختہ ارادہ^۵ کر لیا کہ جرمنی جا کر پی ایچ ڈی کی جائے۔

اُن دنوں جرمن یونیورسٹیوں میں پی ایچ ڈی کے طلبہ کے لیے کم از کم ڈیڑھ برس کی حاضری لازمی تھی اور مقالہ جرمن یا لاطینی زبان میں لکھنا پڑتا تھا، تاہم اقبال کو اپنے کیمبرج کے اساتذہ کی

۱- عکس ملاحظہ کیجیے: *Iqbal in Pictures*۔

۲- بحوالہ ڈاکٹر سعید اختر درانی، جنگ، لندن، ۲۲ جون ۱۹۷۸ء، ص: ۳؛ نیز *Mementos of Iqbal* ص: ۳۹۔

۳- *Letters to Atiq* ص: ۱۵۔

۴- ایضاً ص: ۱۷۔

۵- اقبال از عطیہ بیگم، ص: ۸۳۔

۶- ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں: ”معلوم ہوتا ہے اقبال نے بھی کیمبرج میں رہائش اختیار کرنے کے فوراً بعد اپنے موضوع تحقیق کے متعلق ضروری رجسٹریشن میونخ یونیورسٹی میں کروادی تھی۔“ (زندہ رود، اول: ص ۱۲) مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ اقبال کے ایک بیان سے واضح ہوتا ہے کہ کیمبرج سے بی اے کرنے کے بعد انھوں نے پی ایچ ڈی کا ارادہ کیا اور شیخ عطا محمد صاحب سے مزید کچھ رقم بھیجنے کی درخواست کی (آثار اقبال: ص ۳۶) پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ بقول جاوید اقبال: اگر اقبال نے کیمبرج سے بی اے نہیں کیا (زندہ رود، اول: ص ۱۱۳) اور بیرسٹری کے لیے لکٹرن ان میں بھی داخلہ لے رکھا تھا، تو کیمبرج میں کس لیے قیام پذیر تھے اور ریسرچ سکالرشپ کی حیثیت سے ٹرنٹی کالج میں داخلہ (حوالہ مذکور) کیوں لیا تھا؟ انھیں لندن میں رہنا چاہیے تھا، یہاں ایک طرف بیرسٹری کی تیاری کرتے اور ساتھ ساتھ میونخ یونیورسٹی کی ریسرچ بھی جاری رہتی۔

سفارش پر دونوں شرائط میں استثناء لگیا گیا۔ اقبال ۱۷ کے بعد اور ۲۱ جولائی ۱۹۰۷ء سے پہلے کسی روز انگلستان سے روانہ ہو کر جرمنی چلے گئے۔^۱

عطیہ بیگم کا بیان ہے کہ اقبال نے: ”وہ علمی مقالہ بھی مجھے بخشا، جس پر انھیں بی اے کی ڈگری عطا ہوئی“۔^۲ ایک اور جگہ انھوں نے MS کے (یعنی مسودہ) لکھا ہے۔ ممکن ہے یہ اصل مقالے کی نقل ہو یا اصل مقالہ ہو اور اس کی نقل اقبال نے اپنے پاس محفوظ کر لی ہو۔ جرمنی پہنچ کر انھوں نے زبانی امتحان کے سلسلے میں مزید تیاری شروع کی اور اس ضمن میں جرمن استانیوں (بشمول ویکے ناسٹ اور سینے شل) سے تبادلہ خیال اور بحث و مباحثے کے ساتھ ساتھ جرمنی کے بعض کتب خانوں سے بھی استفادہ کیا۔ مقالے کے سلسلے میں اقبال نے جن مخطوطات سے مدد لی، ان میں سے تین برلن کی لائبریری میں تھے^۳۔ ممکن ہے انھوں نے یورپ کے بعض دیگر شہروں^۴ کا سفر بھی کیا ہو۔ مجموعی طور پر جرمنی میں اقبال کا قیام بہت خوش گوار رہا۔^۵ وہ زیادہ تر ہائیڈل برگ میں مقیم رہے، جہاں ان کی رہائش دریائے نیکر کے کنارے ایک پُر نضا جگہ پر واقع ایک مکان^۶ (شیرر منزل) میں تھی۔ اس طرح نہایت سازگار ماحول میں اور کئی جمعیتِ خاطر کے ساتھ وہ جرمن زبان میں اپنی استعداد بڑھاتے رہے۔

۱- Letters of Iqbal: ص ۱۲۸

۲- ڈاکٹر جاوید اقبال نے لکھا ہے: ”عالمِ جولائی کے تیسرے پتے میں ہائیڈل برگ چلے گئے“۔ (زندہ رود، ازل: ص ۱۱۹) سعید اختر درانی کا خیال ہے کہ: ”لندن سے ۲۰ جولائی ۱۹۰۷ء کے لگ بھگ جرمنی روانہ ہوئے“ (جنگ، لندن، ۲۲ جون ۱۹۷۸ء، ص ۳)۔ راقم کے خیال میں انگلستان سے روانگی کی تاریخ ۱۸ یا ۱۹ یا ۲۰ جولائی بنتی ہے۔ ۱۶ جولائی کو وہ لندن میں تھے (اقبال از عطیہ بیگم: ص ۸۲) جرمنی پہنچ کر انھوں نے عطیہ بیگم کو جو خط لکھا، وہ عطیہ نے ۲۳ جولائی کو دوستوں کو پڑھ کر سنایا (حوالہ مذکور)۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اقبال ۱۸ تا ۲۰ جولائی کو (کسی روز) جرمنی پہنچے ہوں اور اسی روز یا اگلے روز عطیہ بیگم کو خط لکھ دیا ہو۔

۳- اقبال از عطیہ بیگم: ص ۸۲

۴- Letters to Atiq: ص ۱۹

۵- تعارف: Development، ص XI

۶- مثلاً وی آنا (ڈاکٹر سعید اختر درانی، جنگ، لندن، ۲۲ جون ۱۹۷۸ء، ص ۳)۔

۷- اس کا کچھ اندازہ عطیہ بیگم کی ڈائری کے اندراجات (اقبال: ص ۹۸ تا ۸۶) سے لگایا جاسکتا ہے۔

۸- جرمنی میں مقیم چند پاکستانیوں کی توجہ اور کاوش سے ۱۹۶۶ء میں اس مکان کی بیرونی دیوار پر ایک یادگاری پتھر نصب کر دیا گیا۔ راقم کو ۱۹۹۷ء میں اپنے عم زاد خلیل ہاشمی کی راہ نمائی میں، اس کی (باقی آئندہ صفحے پر)

جرمنی میں قیام کے دوران میں، انھوں نے جرمن زبان پر مناسب حد تک دسترس بہم پہنچائی تھی! جس کے بارے میں ان کے اساتذہ کا خیال تھا کہ: ”اقبال نے تین مہینے میں جتنی جلد جرمن زبان سیکھی ہے، اتنی جلد کوئی حاصل [کذا] نہیں کر سکتا“۔ لہذا جرمنی میں ہوا اور میونخ یونیورسٹی نے ۴ نومبر ۱۹۰۷ء کو اس علمی مقالے پر اقبال کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کر دی۔

اقبال کا یہ تحقیقی مقالہ، اقبال کے قیام انگلستان ہی کے زمانے میں لندن کی لوژاک اینڈ کمپنی (Luzac & Co.) نے کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔ سال اشاعت ۱۹۰۸ء درج ہے۔ برنگھم یونیورسٹی لائبریری میں موجود نسخے [حوالہ نمبر: (32514 : SB741)] پر، جو اقبال نے اپنے دوست ایف ڈبلیو تھامس کو پیش کیا، اقبال کے دستخطوں کے ساتھ ۳ جولائی ۱۹۰۸ء کی تاریخ درج ہے۔ گویا کتاب ۱۹۰۸ء کی پہلی ششماہی کے آخری دنوں میں شائع ہوئی۔ اس کی طباعت ای جے بریل (E. J. Brill) کے زیر اہتمام لائیڈن (ہالینڈ) میں ہوئی۔ پروفیسر آرئلڈ کے نام انتساب کی عبارت سے اپنے استاد کے لیے اقبال کی محبت و عقیدت کے انتہائی جذبات ظاہر ہوتے ہیں۔ شروع میں ایک مختصر سا غلط نامہ بھی شامل ہے۔

سرورق اور اس کی پشت کے صفحے کا شمار نہیں کیا گیا، انتساب، غلط نامہ، فہرست اور تعارف از مصنف بارہ صفحات پر مشتمل ہیں اور ان کا شمار رومن ہندسوں میں ہے، متن کتاب صفحہ اسے ۱۹۵ تک محیط ہے۔ غلط نامے، فہرست اور پاورتی حواشی کا ٹائپ باریک ہے۔ نقلِ حرنی (transliteration) میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا وضع کردہ طریقہ اپنایا گیا ہے۔

حسنِ صوری کے اعتبار سے پہلے اڈیشن کی طباعت معیاری ہے۔ متن کا ٹائپ روشن اور واضح ہے۔ رموزِ اوقاف کا خاص اہتمام نظر آتا ہے۔ تقریباً دو صد صفحات کے متن میں ایک درجن سے بھی کم اغلاط سے پردف خواں کی دقتِ نظر اور ناشر کے تڑد و طباعت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ پہلے اڈیشن کی دو طباعتیں ملتی ہیں: (۱) طباعت ”الف“: اس کا تفصیلی ذکر اوپر کی سطور میں کیا گیا۔ اس کا ایک

(بقیہ گذشتہ صفحہ) زیارت کا موقع ملا۔ اس سفر میں ڈاکٹر حسین فراقی بھی میرے ہم سفر تھے۔ (خلیل ہاشمی اُن دنوں جرمنی کے اس وقت کے دارالحکومت بون کے پاکستانی سفارت خانے سے منسلک تھے۔)

۱- Letters of Iqbal: ص ۱۲۸

۲- اقبال از عطیہ بیگم: ص ۹۳

۳- اقبال، یورپ میں: ص ۲۹، ۳۵۳

نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں موجود ہے۔ (۲) طباعت ”ب“: اس کا سرورق طباعت الف کے سرورق سے کسی قدر مختلف ہے۔ اس میں Lebenslauf کے زیر عنوان اقبال کے مختصر حالات شامل ہیں، نیز ابتدائی آٹھ صفحات کے اندراجات کی ترتیب، طباعت الف کی ترتیب سے مختلف ہے۔ بقول منیر شیخ: ”آج سے پندرہ برس پہلے بون میں مقیم، اقبال کے ایک جرمن عاشق اور ایک اعلیٰ سرکاری ملازم ڈاکٹر مونش نے جناب ممتاز حسن کی فرمائش پر ۱۹۶۸ء میں اسی پہلے نسخے کے پچاس ری پرنٹ شائع کیے تھے، جو پاکستان بھی بھیجے گئے“^۱ مگر راقم کو کسی ری پرنٹ کا سراغ نہیں مل سکا۔ ۱۹۸۱ء میں ڈاکٹر سعید اختر درانی نے ماربرگ یونیورسٹی لاہور میں (جرمنی) میں اسی طباعت ”ب“ کے ایک نسخے کا سراغ لگایا اور پروفیسر آربرانٹ کی مدد سے اس کے ایک سو ری پرنٹ تیار کرائے۔ اپنے دورہ لاہور (نومبر ۱۹۸۳ء) کے موقع پر ان میں سے تین نسخے، انھوں نے اقبال میوزیم لاہور، اقبال اکادمی پاکستان لاہور اور گورنمنٹ کالج لاہور کی لائبریریوں کو ہدیہ کیے۔

طباعت ”الف“ اور طباعت ”ب“ کے ابتدائی آٹھ صفحات کی ترتیب اور اندراجات کے

اختلافات یہ ہیں:

صفحہ	طباعت: الف	طباعت: ب
سرورق	دونوں سرورقوں کے عکس آئندہ صفحات (۳۰۸-۳۰۹) پر دیکھیے	
سرورق کی پشت	پرنٹ لائن ^۲	×
[I]	پروفیسر آربلانڈ کے نام انتساب کی عبارت	اقبال کی مختصر خود نوشت بعنوان Lebenslauf ^۳
[II]	×	×
[III]	اغلاط نامہ	کتاب کا نام
[IV]	×	×

۱- احساس، اقبال نمبر، جلد ۲، شماره ۱۱-۱۲: ص ۱۰۷

۲- افکار، مارچ ۱۹۸۲ء۔

۳- Printed by: E.J. BRILL - LEIDEN (Holland)

۴- اس کا عکس Iqbal in Pictures میں شامل ہے۔

THE
DEVELOPMENT OF METAPHYSICS

IN
PERSIA:

A CONTRIBUTION TO THE HISTORY
OF MUSLIM PHILOSOPHY

BY

SHAIKH MUHAMMAD IQBAL

B. A. (Cantab), M. A. (Pb.) Ph. D. (Manich).

LONDON
LUZAC & Co. 46, GREAT RUSSELL STREET W. C.
1908

لنڈن "الف"

THE
DEVELOPMENT OF METAPHYSICS
IN
PERSIA

INAUGURAL-DISSERTATION

DER

PHILOSOPHISCHEN FAKULTÄT SEKT I
(RESP II)

DER

Ludwig-Maximilians-Universität, München.

BY

S. M. IQBAL M. A.

LONDON
LUZAC & Co. 46, GREAT RUSSELL STREET V. C.
1908

”ب“

سرورق لے	فہرست مضامین	V
پرنٹ لائن لے نیز یہ عبارت:	x	VI
Genehmigt auf Antrag des Herrn Professor Dr. Fr HOMMEL		

باقی تمام صفحات کی ترتیب اور متن یکساں ہے اور ان کی طباعت میں ایک ہی پلیٹیں استعمال کی

گئی ہیں۔ چنانچہ طباعت ”الف“ کی تمام اغلاط طباعت ”ب“ میں بھی موجود ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ایک ہی سال (۱۹۰۸ء) میں کتاب دوبارہ کیوں چھپی؟ (یہ تو قریب قریب ناممکن ہے کہ چند ہی ماہ میں پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا ہو اور اسی سال دوسرا ایڈیشن چھاپنا پڑا ہو۔ نسخہ ”الف“ یا ”ب“ پر طبع اول یا دوم کی کوئی صراحت بھی نہیں ملتی)۔ اگر کتاب ایک ہی بار چھپی، تو پھر ابتدائی آٹھ صفحات کے اندراجات میں فرق کیوں ہے؟ طباعت ”الف“ میں Lebenslauf والا صفحہ کیوں شامل نہیں؟ اسی طرح طباعت ”ب“ میں آرٹلڈ کے نام انتساب والے صفحہ کی عدم موجودگی کا سبب کیا ہے؟ اس سلسلے میں بعض قرائن، نیز ڈاکٹر سعید اختر درانی کی فراہم کردہ معلومات کی بنا پر راقم اس نتیجے پر پہنچا کہ طباعت ”ب“ پہلے عمل میں آئی، اس کے چند نسخے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے چھاپے گئے۔ (ڈاکٹر این میری شمل کے مطابق ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے، اُن دنوں مقالہ طبع کرا کے پیش کیا جاتا تھا۔) اس کے سرورق کی جرمن عبارت سے بھی تصدیق ہوتی ہے، سرورق پر مصنف کے نام کے ساتھ صرف M.A. درج ہے، پی ایچ ڈی کا ذکر نہیں ہے۔ اُس وقت تک طباعت کی اغلاط بھی دریافت نہیں ہوئی تھیں، اس لیے اس طباعت میں ”اغلاط نامہ“ شامل نہیں کیا گیا۔ ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی تو انھی پلیٹوں سے کتاب کے مزید نسخے شائع کیے گئے، مگر اس نئی اشاعت (”الف“) کے ابتدائی صفحات میں بعض ترامیم کی گئیں۔ ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل چکی تھی، اس لیے سرورق، نیز صفحہ [VI] کی جرمن عبارات نکال دی گئیں، ایک صفحے کی مختصر خودنوشت بھی حذف کر دی گئی، کیونکہ طباعت ”الف“ میں یہ بھی غالباً امتحانی ضرورت کے تحت ہی شامل کی گئی تھی، مصنف کے نام کے ساتھ Ph.D. (Munich) کا اضافہ کیا گیا، اسی طرح آرٹلڈ کے نام انتسابی عبارت بھی بڑھائی گئی۔ اس وقت تک طباعت کی بعض اغلاط دریافت ہو چکی تھیں، اس لیے ”اغلاط نامہ“ بھی لگا دیا گیا۔ یوں طباعت ”الف“ عمل میں آئی۔

۱- مطابق عکس گذشتہ صفحہ

۲-

مطابق حاشیہ ۳، ص ۳۰۹

۳- روایت ڈاکٹر سعید اختر درانی، مکتوب بنام رفیع الدین ہاشمی، ۱۵ مارچ ۱۹۸۰ء تا ۴ مئی ۱۹۸۰ء یہ سوال پھر بھی لائیکل

ہے کہ میونخ یونیورسٹی میں ۱۹۰۷ء میں داخل کردہ نسخے پر ۱۹۰۸ء کیوں درج ہے؟

ضمناً یہ تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ طباعت ”الف“ کا ”اغلاط نامہ“ بھی غلطیوں سے خالی نہیں۔ سطر ۱ میں Buudadish کی جگہ Bundadish ہونا چاہیے۔ سطر ۹ میں He-ness کی جگہ I-ness ہونا چاہیے۔ سطر ۱۰ میں مذکور غلطی، کتاب میں موجود نہیں ہے، البتہ اسی صفحہ (۱۶۶، سطر ۲۱) پر لفظ peace سے پہلے a ہونا چاہیے تھا، مگر ”اغلاط نامہ“ میں اس کی نشان دہی نہیں کی گئی..... دونوں طباعتوں کے Contents میں صفحہ ۱۲۰ کی جگہ ۱۲۱ اور ۱۲۱ کی جگہ ۱۵۰ درست ہے۔

علامہ اقبال کی زندگی میں، اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع نہیں ہوا، کیونکہ انھوں نے اس کی اشاعت کمر میں کبھی دل چسپی نہیں لی۔ ۱۹۱۷ء میں جب حیدر آباد ہائی کورٹ میں بحیثیت جج اُن کے تقرر کا امکان پیدا ہوا، تو انھوں نے شاد کے نام ایک خط میں اپنی علمی لیاقت، تعلیمی امتیازات اور تدریسی تجربے کی تفصیل بیان کی۔ تصنیف و تالیف کے ضمن میں علم الاقتصاد کا ذکر کرتے ہوئے کتاب کی انفرادی حیثیت کا ان الفاظ میں ذکر کیا: ”اُردو میں سب سے پہلے مستند کتاب میں نے لکھی“۔ لیکن زیر بحث کتاب کے بارے میں، جو یورپ میں اُن کی دو سالہ علمی تحقیق کا ثمر تھی، انھوں نے صرف یہ لکھا: ”ایک مفصل رسالہ فلسفہ ایران پر بھی لکھا ہے“۔ اس کے ساتھ کوئی ایسا توصیفی لفظ یا جملہ نہیں ہے، جس سے ظاہر ہو کہ اقبال اس کتاب کو ایک اہم تصنیف کا درجہ دیتے ہیں۔ تین برس بعد، خان محمد نیاز الدین خاں کو لکھا: ”ایران کے فلسفے پر میں نے ایک کتاب لکھی تھی، محض ایک خاکہ تھا، جسے بعد میں پُر کرنے کا قصد تھا، مگر وقت نے مساعدت نہ کی“۔ ۱۹۲۷ء میں میر حسن الدین نے، اس کے اُردو ترجمے کی اجازت طلب کی، تو انھیں لکھا:

میرے نزدیک اس کا ترجمہ کچھ مفید نہ ہوگا۔ یہ کتاب اب سے اٹھارہ سال پہلے لکھی گئی تھی، اس وقت سے بہت سے نئے امور کا انکشاف ہوا ہے اور خود میرے خیالات میں بھی بہت سا انقلاب آچکا ہے۔ جرمن زبان میں غزالی، طوسی وغیرہ پر علاحدہ کتابیں لکھی گئی ہیں، جو میری تحریر کے وقت موجود نہ تھیں۔ میرے خیال میں، اب اس کتاب کا تھوڑا سا حصہ باقی ہے، جو تنقید کی زد سے بچ سکے۔ میری رائے میں ترجمہ کرنے سے بہتر یہ بات ہے کہ آپ خود ایسی تاریخ لکھیں۔

۱- شاد اقبال: ص ۲۵

۲- ایضاً: ص ۲۵، ۳۶

۳- مکتوبات اقبال بنام نیاز: ص ۹۲

۴- انوار اقبال: ص ۲۰۱-۲۰۲

گویا وقت گزرنے پر اقبال کی نظر میں، اُن کی اس تصنیف کی علمی حیثیت و اہمیت ختم ہو چکی تھی۔ اس کا ایک سبب تو یہی ہے کہ اقبال کی اس ابتدائی کاوش کے بعد، اس موضوع پر کئی عالمانہ اور وقیح کتابیں لکھی گئیں، مگر اپنی اس فلسفیانہ تصنیف سے اقبال کی عدم دل چسپی اور بے اطمینانی میں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ فلسفے سے اُن کی دلچسپی بہت کم ہو گئی تھی۔

۱۹۵۲ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن بزم اقبال لاہور نے شائع کیا۔ اس کا کاغذ دبیز اور پائیدار ہے۔ ابتدائی چودہ صفحات (سرورق، پیش لفظ از ایم ایم شریف، انتساب، تعارف اور فہرست) کے بعد صفحات کا شمار از سر نو ہوتا ہے۔ متن ص ۱۳۹ پر ختم ہوتا ہے۔ ص ۱۵۰ خالی ہے۔ اشاریے کے آٹھ صفحات الگ شمار کیے گئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی اس ایڈیشن کی ترتیب اور مندرجات متن و حواشی، طبع اول کے مطابق ہیں، تاہم اس میں بعض ترامیم اور اضافے کیے گئے ہیں، اگرچہ ظاہری اور باطنی اعتبار سے یہ چنداں اہمیت کے حامل نہیں، پھر بھی ان کی نشان دہی ضروری ہے:

(۱) پہلے ایڈیشن کا سائز ساڑھے ۱۸ س م ترک کر کے، دوسرا ایڈیشن بڑی تقطیع ۲۲ x ساڑھے ۱۵ س م پر چھاپا گیا ہے۔ اس تبدیلی کی وجہ سے اب متن کا ایک صفحہ ۲۵ کی بجائے ۳۱ سطروں پر مشتمل ہے۔

(۲) سرورق سے مصنف کے نام سے Shaikh کا سابقہ اور تعلیمی اسناد کی تفصیل حذف کر دی گئی ہے۔

(۳) سرورق کی پشت پر ان الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے:

With the Kind Permission
of
Messers. Luzac & Company
LONDON

(۴) پیش لفظ (از ایم ایم شریف) کا اضافہ کیا گیا ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ اقبال کی یہ اوّلین فلسفیانہ تصنیف خامیوں سے مبرا نہیں ہے۔ مزید برآں اس موضوع پر کہیں زیادہ جامع اور بہتر کتابیں چھپ گئی ہیں، تاہم مطالعہ، مشرقیات میں اس کی اہمیت کے پیش نظر اور طلباء اقبالیات کے افادے کے لیے، کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔

۱- یکم ستمبر ۱۹۳۲ء کو پیرزادہ ابراہیم حنیف کو ایک خط میں لکھا: ”میں ایک عرصے سے فلسفے کا مطالعہ چھوڑ بیٹھا

ہوں۔“ (انوار اقبال: ص ۲۳۳)۔

۲- اس پر سال طبعیت درج نہیں، مگر بعد کی اشاعتوں میں First Edition 1954 درج ہے، جس سے طبعیت کا سال ۱۹۵۳ء متعین ہو جاتا ہے۔

(۵) فہرست اور Introduction کی ترتیب تبدیل کر دی گئی ہے۔ طبعِ اوّل میں فہرست پہلے اور Introduction بعد میں ہے، دوسرے ایڈیشن میں ترتیب اس کے برعکس ہے۔

(۶) طبعِ دوم میں ہر حصے (Part) سے پہلے ایک ورق لگا کر اُس پر، اُس حصے کا عنوان درج کیا گیا ہے، طبعِ اوّل میں یہ اہتمام نہیں ملتا۔ طبعِ اوّل میں ایک باب ختم ہونے پر، اُسی صفحے سے اگلا باب شروع ہوتا ہے جب کہ طبعِ دوم میں ہر باب کا آغاز نئے صفحے سے ہوتا ہے۔

(۷) طبعِ اوّل میں ابواب کے ضمنی عنوانات اسی طرح درج ہیں۔ ایک سطر میں عنوان نمبر: §I §II۔ پھر دوسری سطر میں عنوان کے الفاظ، مگر طبعِ دوم میں ایک ہی سطر میں پہلے عنوان نمبر: 1، 2 اور اس کے ساتھ ہی عنوان کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔

(۸) طبعِ اوّل میں عربی و فارسی اسما و الفاظ کے رسم الخط میں نقلِ حرنی کے مسلمہ اصولوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، طبعِ دوم میں بحیثیتِ مجموعی اس کی پابندی کی گئی ہے، مگر عناوینِ ابواب میں یہ اہتمام برقرار نہیں رہ سکا، مثلاً:

صفحہ	طبعِ اوّل	صفحہ	طبعِ دوم
۱۲	Mānī	۱۱	MANI
۹۶	Sufiism	۷۶	SUFIISM
	Qūrānic		QURANIC
۱۲۱	Al-I sh rāqī	۹۳	AL-ISHRAQI
۱۵۱	Al-Jili	۱۱۶	AL-JILI

(۹) طبعِ اوّل میں ٹائپ کے حروف یکساں ہیں، مگر طبعِ دوم میں بعض حروف مثلاً Gh جو ”غ“ کی آواز کو اور Sh جو ”ش“ کی آواز کو ظاہر کرتے ہیں، نسبتاً باریک ہیں (صفحات ۶۵، ۹۴، ۹۵ وغیرہ) اس سے کتاب کے صورتی حسن میں فرق واقع ہوا ہے۔

(۱۰) طبعِ دوم میں اٹھ صفحات پر مشتمل اسما و اعلام اور موضوعات کا ایک مفید اشاریہ بھی کتاب کے آخر میں لگایا گیا ہے۔

۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۳ء میں علی الترتیب تیسرا اور چوتھا ایڈیشن بھی بزمِ اقبال لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوا، یہ دونوں ایڈیشن ہر اعتبار سے طبعِ دوم کے مطابق ہیں۔

SIX LECTURES
ON THE RECONSTRUCTION
OF RELIGIOUS THOUGHT
IN ISLAM



نظارہ ایک مغربی مصنف نکولاس پی انغیدز (Nicholas P. Aghanides) کا یہ جملہ اقبال کے انگریزی خطبات کا نکتہ آغاز یا فوری محرک ثابت ہوا:

As regards the ijma' some Hanifites and the Mu'tazilites held that the ijma' can repeal the Koran and the Sunnah.

اسے پڑھ کر اقبال کا تجسس بڑھا اور اس ضمن میں انھوں نے سید سلیمان ندویؒ اور ابوالکلام آزادؒ سے استفسار کیا۔ خود بھی اس موضوع پر غور و خوض کرتے رہے۔ اس اثنا میں انھوں نے لدھیانے میں مفتی حبیب الرحمن لدھیانوی، مولوی محمد امین لدھیانوی اور لاہور میں مولوی سید طلحہ، مولانا اصغر علی روجی اور مولانا غلام مرشد سے بھی اس موضوع پر تبادلہ خیال کیا۔ بالآخر ۱۹۲۳ء میں انھوں نے اجتہاد فی الاسلام کے موضوع پر انگریزی میں ایک خطبہ تیار کیا، جو کسی قدر ترمیم اور نظر ثانی کے بعد حصیہ ہال لاہور میں، سر عبدالقادر کی صدارت میں منعقدہ، ایک اجلاس میں پڑھا گیا۔ یہ واقعہ ۱۳ دسمبر ۱۹۲۳ء کا ہے۔ مجموعہ خطبات کا چھٹا خطبہ 'The Principle of Movement in the Structure of Islam' اسی تقریر کی ترمیم و اضافہ شدہ صورت ہے۔

1- *Mohammedan Theories of Finance*: ص ۹۱

2- اس کا تذکرہ کئی جگہ ملتا ہے، مثلاً:

(الف) *Reconstruction*: طبع اول: ۲۳۲

(ب) اقبال نامہ، اول: ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۵

(ج) اقبال کی صحبت میں: ص ۳۰۰، ۳۰۱

3- اقبال نامہ، اول: ص ۱۳۱، ۱۳۶

4- ایضاً، ص ۱۳۲

5- اقبال کی صحبت میں: ص ۳۰۱، ۳۰۲۔ نیز ملاحظہ کیجیے: مولانا غلام مرشد کا مضمون بعنوان: ”علامہ

اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے سعادت مندانہ ملاقاتیں“ مشمولہ نقوش، جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۳۰۱ تا ۳۲۷

6- محمد سعید الدین چغتوی کے نام ۱۳ اگست ۱۹۲۳ء کے خط میں اسی خطبے کی طرف اشارہ ہے۔ اقبال لکھتے ہیں: ”میں ایک مفصل مضمون انگریزی میں لکھ رہا ہوں: *The Idea of Ijtihad in the Law of Islam*“:

(اور اسی گم گشتہ: ص ۱۱۸)۔

7- زندہ رود، سوم، باب ۱۶۔

اسی اثنا میں مدراس کی ”مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف سدرن انڈیا“ کی طرف سے انھیں اسلام پر لکچر دینے کی دعوت ملی۔ قبل ازیں ۱۹۲۵ء میں سید سلیمان ندوی، سیرتِ نبویؐ کے مختلف پہلوؤں پر، آٹھ لکچر دے چکے تھے۔ اقبال نے یہ دعوت قبول کرتے ہوئے تین خطبات، تحریری صورت میں تیار کر لیے۔

انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے ۴۲ ویں سالانہ جلسے (۱۶ اپریل ۱۹۲۷ء) میں انھوں نے The Spirit of Muslim Culture کے موضوع پر ایک تقریری، بعد ازاں اس کا اردو طغص بھی پیش کیا۔ اس تقریر میں پانچویں خطبے سے متعلق کئی نکات و اشارات ملتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خطبات کی تیاری اپریل ۱۹۲۷ء ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ عین انھی دنوں اقبال نے ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی وساطت سے محمد یعقوب سینیٹو نائپسٹ کو بلوایا تا کہ خطبات املا کرائے جائیں۔

مدراس میں چھ خطبات پیش کرنے کا ارادہ تھا، مگر بمشکل تین خطبے تیار ہو سکے اور وہ بھی اگلے برس یعنی ۱۹۲۸ء کے نصفِ آخر میں۔ اس سلسلے میں اقبال بذریعہ خط کتابت سید سلیمان ندوی سے بعض مسائل پر تبادلہ خیال کرتے رہے اور بعض کتابیں بھی منگا بھیجیں۔ کچھ کتابیں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی وساطت سے منگائی گئیں۔ ۵ دسمبر ۱۹۲۸ء تک تین خطبات تیار ہو گئے۔ ۵ جنوری ۱۹۲۹ء کو اقبال مدراس پہنچے اور ۶، ۷ جنوری کو یہ خطبات گوکھلے ہال میں مدراس کے اہل علم کے سامنے

۱- اس کا جزوی متن اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام (ص ۱۰۰-۱۱۳) میں روداد ”بیالیسواں سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۶ اپریل ۱۹۲۷ء“ کے حوالے سے اور گفتارِ اقبال (ص ۲۵) میں روزنامہ زمیندار ۲۰ اپریل ۱۹۲۷ء کے حوالے سے شامل ہے۔

۲- اقبال نامہ، دوم: ص ۳۳۳] ”محمد یعقوب لدھیانے کا باشندہ تھا۔ وہ ظفر اللہ خاں اور ڈارلنگ کاشینو بھی تھا۔ یعقوب سے میں نے انتظام کیا تھا کہ وہ علامہ سے املا لیا کرے اور باقاعدہ ٹائپ کر کے علامہ کی خدمت میں پیش کرے..... بعد کے تین لکچرز کے لیے علامہ نے الگ انتظام کیا تھا“۔ (مکتوب ڈاکٹر عبداللہ چغتائی بنام رفیع الدین ہاشمی، ۲۵ فروری ۱۹۷۷ء۔)

۳- اقبال نامہ، اول: ص ۱۵۲ تا ۱۵۸

۴- اقبال نامہ، دوم: ص ۳۳۲، ۳۳۵، ۳۳۷

۵- اقبال نامہ، اول: ص ۱۱۱

پیش کیے۔ بعد میں یہی خطبے بنگلور، میسور اور حیدرآباد دکن کے اجتماعات میں بھی پڑھے گئے۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ کل چھ خطبات تیار کرنے کا ارادہ تھا، چنانچہ وکالت اور دیگر مصروفیات کے باوجود، اقبال باقی تین خطبوں کی طرف متوجہ رہے۔ محمد جمیل خاں کے نام ۲۴ اگست ۱۹۲۹ء کے خط میں لکھا:

The courts are closed for summer vacations and I am writing down my remaining three lectures which I hope to finish by the end of October.

اُس زمانے میں اقبال کے خطباتِ مدراس کا چرچا ہوا، تو علی گڑھ یونیورسٹی نے انھیں دعوت دی کہ وہ علی گڑھ آکر جامعہ میں خطبات پیش کریں۔ اب بقیہ تین خطبوں کی تکمیل اور بھی ضروری ہوگئی تھی۔ ۲۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو محمد جمیل خاں کو اطلاع دی کہ خطبات مکمل ہو چکے ہیں۔ ۱۸ نومبر ۱۹۲۹ء کو علی گڑھ پہنچے اور ۱۹ نومبر سے شام چھ بجے سڑکی ہال میں خطبات کا آغاز ہوا۔ اس طرح چھ مکمل خطبے علی گڑھ میں پڑھے گئے۔

اقبال کے ان خطبات کی زبان انگریزی تھی اور مباحث فلسفیانہ، لہذا ہر کہ و مہ کے لیے انھیں سمجھنا آسان نہ تھا۔ اسی احساس کے تحت انھوں نے سید نذیر نیازی کو لکھا: ”مجھے اس میں شبہ ہے کہ عام لوگ اس سے مستفیض ہو سکیں گے۔ علما جنھوں نے فلسفے کا خاص طور پر مطالعہ کیا ہے، وہ میرا مقصد سمجھ سکیں گے“، چنانچہ عوام نہ سہی، خواص کے لیے ہی خطبات کی اشاعت ضروری تھی اور اس کا خیال، اقبال کے ذہن میں دسمبر ۱۹۲۸ء ہی سے موجود تھا۔ میر غلام بھیک نیرنگ کو ۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کے خط میں لکھا: ”آئندہ دسمبر [۱۹۲۹ء] تک یہ تمام لکچر تیار ہو کر چھپ جائیں گے۔ اس وقت میں آپ کی خدمت میں ایک کاپی بھیج سکوں گا“۔ ۵ مدراس میں بھی انھوں نے اسی ارادے کا اظہار کیا: ”یہ لکچر عنقریب بصورت کتاب چھپ جائیں گے“۔

۱- اقبال کے اکثر سوانح نگاروں (طاہر فاروقی، عبدالسلام ندوی، عبدالحمید سالک، عبدالسلام خورشید) نے اسے دسمبر ۱۹۲۸ء کا واقعہ لکھا ہے اور لکچروں کی تعداد چھ بتائی ہے۔ یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ سفر مدراس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: اقبال کی صحبت میں: ص ۳۱۹ تا ۳۲۲۔ نیز تقوش اقبال نمبر، اول، ۱۹۷۷ء، ص ۵۵۰-۵۶۷

۲- Letters of Iqbal: ص ۱۱۹

۳- ایضاً، ص ۱۲۱

۴- مکتوبات اقبال: ص ۲۲

۵- اقبال نامہ، اول: ص ۲۱۱

۶- اقبال کی صحبت میں: ص ۳۲۲

عائلاً علی گڑھ سے واپسی پر انھوں نے چھ خطبات کو کتابی صورت میں مرتب کر دیا تھا، مگر طباعت میں کئی ماہ صرف ہو گئے۔ نذیر نیازی کو ۲۴ اپریل ۱۹۳۰ء کے خط لیس اطلاع دی کہ لکچر ۱۵ اپریل تک چھپ جائیں گے، پھر ۲۷ اپریل کے خط میں لکھا: ”کتاب چھپ گئی ہے، اس کی جلد بندی ۶ [مئی] تک ختم ہو جائے گی“۔ معلوم ہوتا ہے چند کتابیں مئی کے آغاز ہی میں تیار ہو کر آگئیں۔ پروفیسر آراے نکلسن کو پیش کردہ نسخے پر ۱۵ مئی ۱۹۳۰ء اور سر مانیگوبلر کو پیش کردہ نسخے پر ۶ مئی ۱۹۳۰ء کی تاریخ درج ہے۔ کتاب کا اصل عنوان *Six Lectures* ہے، اس کے نیچے بطور وضاحت *on The Reconstruction of Religious Thought in Islam* کے الفاظ نسبتاً خفی ثائپ میں درج ہیں۔ ابتدائی آٹھ صفحات (سرورق، فہرست، دیباچہ اور پہلے خطبے کے فلیپ) کے بعد، پہلے خطبے کے متن سے صفحات کا شمار ہوتا ہے۔ ہر خطبے سے پہلے ایک ورق کا فلیپ لگایا گیا ہے۔ متن کا ثائپ روشن اور واضح ہے جبکہ اقتباسات باریک ثائپ میں ہیں۔ متن کا صفحہ تیس سطری ہے۔ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ خاصی احتیاط سے کی گئی ہے، پھر بھی ثائپ کی بہت سی اغلاط موجود ہیں۔ آغاز میں غلط نامہ لگایا گیا ہے، جس میں بارہ اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے، مگر اغلاط کی اصل تعداد اس سے زیادہ ہے۔ ذیل میں مکمل فہرست دی جا رہی ہے۔ کتاب سے منسلک غلط نامے میں مذکور اغلاط کے سامنے علامت * بنائی گئی ہے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۱۶	Simulate	Stimulate
۱۶	۳۳	he	the
۱۷	۳۰	cloud	camel

-۱ مکتوبات اقبال: ص ۲۲

-۲ ایضاً: ص ۲۳

-۳ متن خط میں ۶ اپریل ہے، جو درست نہیں۔

-۴ اڈل الذکر نسخہ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں (حوالہ نمبر 13.7.C.90.3) اور مؤرخ الذکر نثری کالج لائبریری،

کیمبرج میں (حوالہ نمبر: Adv. C. 25.38) محفوظ ہے۔ ان اطلاعات کے لیے راقم، ڈاکٹر سعید اختر

دزانی کامنوں ہے۔ دیکھیے: اقبال یورپ میں، طبع ۱۹۹۹ء، ص ۳۶۹ اور ۳۷۷۔

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
to	fo	۱۲	۳۵
Teleological	Teological	۸-۷	۳۹
Teleological	teological	۳۹	۴۲
understand	understend	۱۰	۴۴
is how	s how	۱	۶۳
purposes	pruposes	۳۰	۶۹
which	whch	۲۲	۷۳
appreciative	appreciate	۲۶	۸۲
conception	connection	۲۲	۹۰
* plurality	plurity	۶	۹۲
* quote	boute	۸	۹۲
* events	event	۲۱	۱۰۸
* whole	hole	۲۴	۱۰۰
* creational	cretional	۱	۱۱۱
* for	of	۷	۱۲۶
* his	its	۱۲	۱۲۶
* a single	single	۳	۱۲۷
* dogmatism	dogmatisms	۸	۱۵۸
Nietzche's	Nietche	۶	۱۶۱
* Christian	Christia	۱۹	۱۸۱
neck-vein	neck-vain	۱۶	۱۸۸
angels	angles	۱۸	۱۹۰
unanalysable	unanalyasable	۱۱	۲۱۶

*	inheritance	inheriance	۱۸	۲۳۶
	hindrance.	hinderance	۱	۲۳۹

قابل ذکر بات یہ ہے Nietzsche کا املا ہر جگہ غلط (Nietzsche) ہے۔ دیکھیے:

صفحہ:	۱۵۸	۱۵۸	۱۵۹	۱۶۰	۱۶۰
سطر:	۲۰	۲۶	۱۳	۱۶	۲۹

اقبال نے تمام خطبات میں آیات قرآنی کے حوالے دیے ہیں، لیکن اصل متن کی جگہ انگریزی ترجمہ درج کیا ہے، کئی مقامات پر تراجم کے ساتھ آیت کا شمار نمبر غلط ہے، مثلاً:

صفحہ	غلط	صحیح
۱۳	44:38	44:38-39
۱۳	3:186	3:189-190
۱۳	29:19	29:201
۱۴	95:4	95:4-5
۱۵	84:17-20	84:17-19
۱۷	6:95	6:98-100
۱۷	25:47	25:45-46
۲۰	32:6-8	32:7-9
۲۶	42:50	42:51
۶۲	2:159	2:164
۶۲	255:63	25:63
۷۷	53:14	55:14

لاہور سے شائع ہونے والے زیر بحث مجموعہ خطبات میں، اقبال کی اوّلین انگریزی تصنیف *Development* (مطبوعہ لندن ۱۹۰۸ء) کی طرح نقلِ حرفی کے مسلمہ اصولوں کی پابندی نہیں کی گئی۔ تاہم اس میں بعض اسمائے معرفہ، کانسبتاً صحیح املا اختیار کیا گیا ہے، جیسے: Ibn-i-Khaldun (ص ۱۳۹) یا Ibn-i-Rushd (ص ۵) یہ املا، لندن کی مطبوعہ محولہ بالا کتاب کے املا (Ibn Rushd, Ibn Khaldun) سے صحیح تر ہے۔

THE RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM



علمی حلقوں میں خطبات کا خاصا چرچا ہوا۔ اگست ۱۹۳۲ء کے تیسرے ہفتے میں انگلستان کی ارسطاطالین سوسائٹی کی طرف سے علامہ اقبال کو دعوت موصول ہوئی جس میں لندن آکر کسی فلسفیانہ موضوع پر لکچر دینے کی درخواست کی گئی تھی۔ یہ درخواست قبول کرتے ہوئے، انھوں نے ستمبر ۱۹۳۲ء میں Is Religion Possible? کے عنوان سے ایک اور خطبہ تیار کیا۔ اختتام سال، جب وہ تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے، تو یہ خطبہ مذکورہ سوسائٹی کے ایک اجتماع میں پڑھا گیا۔ انگلستان کے علمی حلقوں میں اس خطبے کے خوش گوار اثرات مرتب ہوئے، چنانچہ اقبال کے ایک برطانوی مداح لارڈ لودین (Lord Lothian) کے ایما پر، اوسفرڈ یونیورسٹی پریس نے خطبات کی مکرر اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ دوسری اشاعت میں ساتویں خطبے بعنوان: Is Religion Possible? کا اضافہ کیا گیا۔ نذیر نیازی کے نام ۱۱ ستمبر ۱۹۳۳ء کے خط میں علامہ اقبال لکھتے ہیں:

کتاب کی طباعت اوسفرڈ یونیورسٹی نے شروع کر دی ہے اور میں نصف کے قریب پروف دیکھ چکا ہوں۔ یہ پہلا پروف ہے۔ مسٹر ملفورڈ، مہتمم یونیورسٹی پریس نے مجھے اطلاع دی ہے کہ کتاب فروری میں چھپ کر تیار ہو جائے گی۔

مگر طباعت میں قدرے تاخیر ہوگئی اور مطبوعہ صورت میں کتاب، مئی ۱۹۳۴ء کے آخری ایام میں انگلستان سے ہندستان پہنچی، گویا دوسرے اڈیشن کی اشاعت مئی کے پہلے ہفتے میں عمل میں آئی۔ ابتدائی آٹھ صفحات (سرورق کے دو اوراق، دیباچہ اور فہرست) کے بعد متن کتاب سے صفحات کا شمار ہوتا ہے۔ ہر خطبہ نئے صفحے سے شروع ہوتا ہے، مگر پہلے اڈیشن کے برعکس ہر خطبے سے پہلے بطور فلیپ الگ ورق کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ کاغذ نسبتاً دبیز ہے۔ متن کا ٹائپ، پہلے اڈیشن کے مقابلے میں باریک ہے۔ چنانچہ متن کا صفحہ ۳۵ سطروں کا ہے۔ پہلے اڈیشن کے حوض ساڑھے ۱۲ x ساڑھے ۹ س م کے مقابلے میں اس کا حوض ساڑھے ۱۶ x پونے ۱۰ س م ہے۔ اس وجہ سے سات خطبوں کا متن

۱- اقبال نامہ، اول: ص ۲۲۰

۲- مکتوبات اقبال: ص ۸۳

۳- ایضاً، ص ۱۱۷

۴- ایضاً، ص ۱۳۲

۱۸۸ صفحات میں سما گیا ہے، جب کہ پہلے ایڈیشن میں صرف چھ خطبات ۲۴۹ صفحات پر پھیلے ہوئے تھے، اس ایڈیشن میں:

(الف) کتاب کے عنوان سے *Six Lectures on* کے الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں، اس طرح

اب کتاب کا عنوان یوں ہو گیا: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*

(ب) مصنف کے نام سے *Barrister-at-Law, Lahore* کے الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں۔

(ج) آخر میں چار صفحات پر مشتمل اسامہ موضوعات کے ایک اشاریے کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(د) نائپ کی اغلاط درست ہو گئی ہیں، البتہ ص ۸۲ کی غلطی بدستور موجود ہے۔

(ہ) سب سے اہم تبدیلی، متن کی وہ تصحیحات، ترمیمات اور اضافے ہیں، جن کا ذکر اقبال

نے متعدد خطوط^۱ میں کیا ہے، ان کی تفصیل یہ ہے:

صفحہ	سطر	صفحہ	سطر	صفحہ	سطر
			طبع اول		طبع دوم
			within the...	۸	۸
			to my own...	۱۴	۲۵
			sub-consciousness	۱۴	۳۴
			slice of...	۲۶	۵۷
			from centre...	۴	۶۴
			vision. The 'not yet'...	۲۳	۸۱
			is intensive,...	۴۰	۹۰
			further...	۱۸	۹۳
			(933 A.D.)	۱	۹۴
			(1012 A.D.)	۴	۹۴
			they...	۱۴	۹۶

طبع دوم	صفحہ	سطر	طبع اول	صفحہ	سطر
according to him a...	۱	۶۶	according to these thinkers, a...	۱۹	۹۶
Discussions. Razi...	۱۰		Discussions, which saw the light of publication only a short time ago at Hyderabad, Razi...	۱۲	۱۰۵
of the characteristic features of the mystic levels of consciousness. Not...	۳۰۲	۶۲	of its characteristic features. Not...	۲۱،۲۰	۱۳۵
which emerges the ego of...	۲۰	۱۰۰	which emerge finite life and consciousness of...	۲۲	۱۴۷
degree of co-ordination...	۲۲	۱۰۰	degree of complexity...	۲۵	۱۴۷
could not but raise...	۳	۱۰۲	could not raise...	۱	۱۵۰
'I am time' (Muhammad)...	۹	۱۰۲	I am destiny, (Muawiya)	۳	۱۵۳
The centres of this energy are limited in number...	۲۲	۱۰۸	The number of the centres of this energy is limited...	۲۰،۱۹	۱۵۹
connexion	۱	۱۱۰	connection...	۱۵	۱۶۱
of their own...	۲	۱۵۶	of its own...	۳۰	۲۳۲
looked at through...	۳۳	۱۶۷	looked through...	۷	۲۳۵
today, is there anything...	۳۰	۱۶۹	today, there is anything...	۳۲	۲۴۷
the Muslim of...	۳۳	۱۷۰	the Musalman of...	۱۵	۲۴۹

تیسرا ایڈیشن، دس برس کے نسبتاً طویل وقفے کے بعد ۱۹۴۳ء میں لاہور سے شائع ہوا، اس میں طبع اول کے ص ۸۲ کی غلطی درست کر دی گئی۔ البتہ ص ۱۱۸ پر دوسرا مصرع اس طرح چھپ گیا:

عج تو عین ذات می نگری و در تیسمی

اس میں ”و“ زائد ہے۔ یہ غلطی ۱۹۵۴ء اور ۱۹۶۰ء کی اشاعتوں میں بھی موجود ہے۔ البتہ ۱۹۶۵ء کے ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوگئی۔ ۱۹۷۱ء کے ایڈیشن میں ایک نئی غلطی روپذیر ہوگئی۔

ص ۲۶ (سطر ۶) پر صحیح لفظ effacing ہے، نہ کہ effacting۔

تیسرا ایڈیشن ۱۹۴۳ء میں شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا تھا، بعد کے تمام ایڈیشن ۱۹۵۴ء، ۱۹۶۰ء، ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۸ء، ۱۹۷۱ء وغیرہ) بھی انھیں کے اہتمام سے منظر عام پر آئے۔

۱۹۸۸ء میں ”حقوق اشاعت محفوظ“ کی پابندی ختم ہونے کے بعد سے، پاکستان اور بھارت کے متعدد ناشرین خطبات شائع کر رہے ہیں، مگر (جیسا کہ ہم طبع دوم کے دیباچے میں بتا چکے ہیں) پروفیسر محمد سعید شیخ کا مرتبہ ایڈیشن (۱۹۸۶ء) Reconstruction کا ایک معیاری و مثالی نسخہ ہے، جسے اقبالیات کے تدوینی کاموں میں نشانِ راہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس نسخے کے مفصل تعارف کے لیے دیکھیے: ۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب، ص ۲۲۳ تا ۲۷۰۔



(ج) نثری تصانیف کی تدوین نو

علامہ اقبال کے مختلف النوع نثری ذخیرے کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱- مستقل تصانیف

۲- خطوط اور مقالات و مضامین

۳- تقاریر و بیانات

۴- مترقات (ملفوظات وغیرہ)

گذشتہ صفحات میں اقبال کی جن تین تصانیف [۱- علم الاقتصاد، ۲- Development، ۳- Reconstruction] کو زیر بحث لایا گیا ہے، اُن کا تعلق اولین نوعیت سے ہے۔ ان تین کتابوں کو یہ امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ، انھیں اقبال نے بذاتِ خود تحریر کیا، خود ہی مرتب و مدوّن کیا اور ان کی اشاعت ان کی زندگی میں ہوئی۔ اس کے برعکس خطوط، مقالات و مضامین، یا تقاریر و بیانات اور ملفوظات کے کسی مجموعے کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔

اقبال کی مستقل نثری تصانیف اب تک کئی بار چھپ چکی ہیں، ملک میں اور بیرون ملک بھی علمی حلقوں میں ان کتابوں کو وسیع پیمانے پر پذیرائی ملی ہے۔

انگریزی خطبات کے اردو، بوسنوی، بنگالی، پنجابی، پشتو، ترکی، جرمن، عربی، فارسی، (عربی رسم الخط) فارسی (سیرے لک رسم الخط) فرانسیسی، تھیلوئی اور ہسپانوی تراجم اور Development کے اردو، بھاشا (انڈونیشی)، پنجابی، ترکی، جرمن، عربی، فارسی اور فرانسیسی تراجم شائع ہو چکے ہیں، وقت کے ساتھ، اقبال کی تصانیف کی طرف عالمی توجہ بڑھتی جا رہی ہے۔

اس پس منظر میں، اقبال کی مستقل نثری تصانیف کی تدوین نو اور ان کے جدید ایڈیشنوں کی اشاعت نہایت ضروری ہے۔ یہ ایڈیشن نہ صرف صورتی حُسن کے اعتبار سے مثالی ہونے چاہئیں بلکہ تدوین، طباعت اور صحت و استناد کے لحاظ سے بھی اُن کا معیار، اقبال جیسے عظیم مفکر کے شایانِ شان

ہو، مگر ان کی تدوین نوکس بیچ پر ہو؟ اور آئندہ ان کی اشاعت میں کون سے امور ملحوظ رکھے جائیں؟ اس سلسلے میں چند نکات مد نظر رکھنا ضروری ہیں:

(۱) تصحیح متن پر خصوصی توجہ دی جائے (انگریزی کتابوں میں اغلاط کم ہیں، مگر علم الاقتصاد میں ان کی تعداد کثیر ہے) مشکوک الفاظ کے بارے میں متعلقہ اہل علم اور اقبال شناس اصحاب سے رجوع کیا جائے، اگر متن میں قواعد زبان کے پیش نظر یا وضاحت مفہوم کے لیے تبدیلی ضروری ہو، تو حاشیے میں اس کی صراحت کی جائے، اگر اقبال سے کوئی واقعاتی غلطی سرزد ہوئی ہے یا کوئی نکتہ واضح پر غلط ہے، تو اس کی تصحیح کے لیے بھی، متن میں تبدیلی کے بجائے حاشیے میں وضاحت کی جائے۔

(۲) اقبال نے جن مصنفین اور کتابوں کے حوالے دیے ہیں، اصل کتابوں کی روشنی میں دیکھا جائے کہ کہیں نقل اقتباس یا حوالے میں کوئی غلطی تو نہیں رہ گئی؟ اقبال نے اکثر مقامات پر حوالوں کا التزام نہیں برتا، مثلاً علم الاقتصاد میں وہ: ایک محقق لکھتا ہے..... بعض حکما کی رائے یہ ہے..... وغیرہ کہہ کر مغربی مصنفین کی آرا بیان کر دیتے ہیں۔ انھوں نے ماٹھس اور مارشل کے خیالات سے براہ راست استفادہ کیا ہے۔ علم الاقتصاد کے پہلے صفحے کا پہلا پیرا گراف بقول مشفق خواجہ *Principles of Economics* کے پہلے صفحے کے پہلے پیرا گراف کا لفظی ترجمہ ہے۔ انگریزی خطبات میں انھوں نے برٹریڈ رسل، گوٹے، کوٹ، ولیم جیمز، پروفیسر میکڈونلڈ، فان کریمر، جان برکلی اور بیسیوں دوسرے مصنفین کے افکار سے بحث کی ہے۔ کہیں نام لے کر اور کہیں نام لیے بغیر۔ اقبال نے کہیں تو متعلقہ کتاب کا نام لکھ دیا ہے، مگر اکثر صفحات نمبر درج نہیں کیے، یا پھر کتاب کا نام ہی نہیں لکھا۔ دوسرے خطبے میں عرفی اور ناصر سرہندی کا ایک ایک شعر اور تیسرے خطبے میں رومی کا ایک شعر نقل کیا ہے۔ ضروری ہے کہ پاورٹی حاشیے میں ان مصنفین کے صحیح حوالے (مصنف، کتاب، ایڈیشن اور صفحات) تلاش کر کے درج کیے جائیں۔

(۳) علم الاقتصاد میں انگریزی کتابوں سے اور انگریزی تصانیف میں قرآن و حدیث یا

۱- اردو، اقبال نمبر، ۱۹۷۷ء، ص ۳۶۹-۳۶۷

۲- جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، خطبات کی حد تک اطمینان بخش بات یہ ہے کہ [ہماری ان تجاویز (۱۹۸۲ء) کے بعد] پروفیسر سعید شیخ نے *Reconstruction* کو مثالی انداز میں مدون کر کے ۱۹۸۶ء میں شائع کر دیا۔

دیگر عربی، فارسی یا اردو کتب و مخطوطات سے بعض اقتباسات، بصورت تراجم نقل کیے گئے ہیں۔ متعلقہ مقام پر تراجم سے پہلے ان کا اصل متن بھی درج کیا جائے اور مرتب کی طرف سے یہ صراحت کر دی جائے کہ اصل عبارات و اقتباسات بعد میں بڑھائے گئے ہیں۔

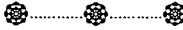
(۴) علم الاقتصاد کا الما قدیم اور متروک ہے، اس لیے اسے جدید املا کے مطابق مرتب کیا جائے، مگر یہ تبدیلی، باقاعدہ متعین اصولوں کے تحت عمل میں لائی جائے۔ الفاظ کی قدیم اور موجودہ صورتوں کا ایک تقابلی گوشوارہ مرتب کر کے، آغاز کتاب میں اس تبدیلی کی وضاحت کی جائے۔ اگر کسی لفظ کے استعمال یا ترکیب کی صحت میں اشتباہ پیدا ہو تو اقبال کی تحریروں سے استنباط کیا جائے۔

(۵) توشیح مطالب کے لیے، حسب ضرورت جامع مگر مختصر تعلیقات کا اضافہ کیا جائے اور جہاں ضروری ہے، تائید و تردید کے لیے تقابلی حوالے بھی دیے جائیں۔ علم الاقتصاد کے دوسرے اڈیشن میں پروفیسر خورشید احمد نے جو مفید حواشی شامل کیے ہیں، انھیں مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے، مگر معاشیات کے ماہر اساتذہ ہی اس کے اہل ہیں۔ Development اور انگریزی خطبات کی تعلیقات ایسے اہل علم کے سپرد ہونی چاہیے، جو جدید یورپی علوم اور فلسفے کے ساتھ عربی اور فارسی میں بھی مہارت رکھتے ہوں۔^۱

(۶) انگریزی کتابوں میں نقل حرفی کا مسئلہ خاص توجہ کا طالب ہے۔ اس وقت نقل حرفی کے متعدد طریقے رائج ہیں، مثلاً: پروفیسر نکلسن کا طریقہ، انسائٹی کلویپیڈیا آف اسلام (لائبڈن) کا طریقہ، جیرس اکیڈمی کا طریقہ اور جرمن محققین و علما کا طریقہ اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کا طریقہ وغیرہ۔ یہ سب طریقے مستشرقین نے وضع کیے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہم آنکھیں بند کر کے، انھیں جوں کا توں قبول کریں۔ عربی و فارسی کے مزاج اور تلفظ کے مطابق حسب ضرورت ان میں ترامیم کی ضرورت ہے۔ ہم، جو نیا طریقہ وضع کریں، اقبال کی تمام انگریزی تصانیف میں یکساں طور پر اس طریقے کی پابندی ضروری ہے۔ ہر کتاب کے شروع میں اس کی مناسب صراحت کر دی جائے۔

۱- نہ صرف تعلیقات، بلکہ متن کی تصحیح اور حوالوں کی تلاش پر پروفیسر سعید شیخ نے قابل قدر کام کیا ہے۔ ان کا مدونہ خطبات کا نسخہ ۱۹۸۶ء سے بازار چھپ رہا ہے (اس کا ذکر اوپر آچکا ہے)۔ Development پر ان کا ایسا ہی کیا ہوا کام ابھی تفتہ طبعات ہے۔

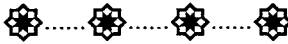
گذشتہ صفحات میں پیش کردہ تینوں کتابوں کے مفصل جائزے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تاحال، اقبال کی زیر بحث مستقل تصانیف کے بارے میں بنیادی معلومات بھی مرتب نہیں کی گئیں۔ جو معلومات دستیاب ہیں، وہ نامکمل، ناقص اور غیر مستند ہیں، مثلاً: علم الاقتصاد کب اور کن حالات میں لکھی گئی؟ اس کی اولین اشاعت کب عمل میں آئی؟ اقبال کو ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھنے کی تحریک کیسے ہوئی؟ اپنی تحقیق میں کیمبرج اور ہائڈل برگ کے اہل علم سے انہوں نے کس حد تک اور کیسے استفادہ کیا؟ مقالے کی تکمیل، زبانی امتحان، عطاے ڈگری، پھر اس کی اولین اشاعت کے مراحل کیوں کر طے ہوئے؟ اسی طرح انگریزی خطبات کا مفصل پس منظر کیا ہے؟ یہ خطبات کب کب لکھے گئے؟ کہاں کہاں پڑھے اور پیش کیے گئے؟ پھر انہیں کس طرح مرتب کر کے شائع کیا گیا؟ Development اور انگریزی خطبات کی اشاعت پر برطانیہ کے علمی اور صحافتی حلقوں کا رد عمل کیا تھا؟ کس حد تک ان کی پذیرائی یا مخالفت ہوئی؟ غرض تحقیق کی روشنی میں تینوں کتابوں کی مفصل تاریخ یا داستان مرتب کرنے کی ضرورت ہے، جو ان کتابوں کے بارے میں مستند اور بنیادی معلومات اور ان کے مکمل پس منظر و پیش منظر پر مشتمل ہو تاکہ اقبال کی یہ تصانیف، ان کی سوانح، شخصیت اور ان کے فکر سے مربوط معلوم ہوں۔ ہر کتاب کی یہ تاریخ، اس کے مجوزہ جدید ایڈیشن کے آغاز میں بطور مقدمہ شامل کی جائے، تاکہ قارئین کے لیے مقدمے کی روشنی میں کتاب اور اس کے مندرجات کو سمجھنا زیادہ آسان ہو۔



[The page contains extremely faint and illegible text, likely due to low contrast or scanning quality. The text is arranged in a standard paragraph format but cannot be transcribed accurately.]

باب: ۵

متفرق نثری مجموعے



(الف) اقبال کی مضمون نویسی

خطوط اور تین مستقل نثری تصانیف کے علاوہ (جن کا جائزہ گذشتہ ابواب میں لیا جا چکا ہے) علامہ اقبال کے باقی نثری آثار مختلف النوع ہیں۔ ان میں متفرق مقالات، مضامین، خطبات، بیانات، تقاریر، دیباچے، تقاریط، مصاحبے (انٹرویو) پیغامات، توصیفی اسناد اور شذرات وغیرہ شامل ہیں، جنہیں متعدد اُردو اور انگریزی مجموعوں کی صورت میں مرتب و مدون کر کے شائع کیا گیا ہے۔ ان تمام نثری مجموعوں کی حیثیت مرتبات مابعد (وقات اقبال کے بعد) کی ہے۔ زیر نظر باب میں انہی مجموعوں کا تحقیقی اور روشنی مطالعہ پیش نظر ہے۔

علم الاقتصاد کا آغاز ۱۹۰۱ء کے نصف آخر یا اوائل ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ عین اسی زمانے میں اقبال نے اُردو مضمون نگاری شروع کی۔ ان کا قدیم ترین دستیاب اُردو مضمون ”بچوں کی تعلیم و تربیت“، مسخزن کے شمارہ جنوری ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا تھا۔ گویا اس کا زمانہ تحریر دسمبر ۱۹۰۱ء ہے۔ یہ اقبال کی ملازمت کا ابتدائی دور تھا۔ گذشتہ باب میں یہ بحث ہو چکی ہے کہ نثر نگاری سے اقبال کو طبعی مناسبت نہ تھی۔ مزید برآں معلمانہ مشاغل اور ادبی محفلوں میں بالالتزام شرکت کے سبب انہیں اتنی فرصت نہ تھی کہ وہ از خود مضمون نویسی کی طرف متوجہ ہوتے۔ بیشتر مضامین و مقالات کسی فرمائش یا درخواست پر تحریر کیے گئے یا کسی بحث میں اُٹھائے گئے نکات کے جواب میں لکھے گئے، چنانچہ اقبال کے مستقل مضامین کی تعداد زیادہ نہیں۔ تفصیل اس طرح ہے:

- | | |
|-----------------------------------|--|
| (۱) بچوں کی تعلیم و تربیت | مسخزن، لاہور، جنوری ۱۹۰۲ء |
| (۲) زبان اُردو (انگریزی سے ترجمہ) | مسخزن، لاہور، ستمبر ۱۹۰۲ء [مسخزن کی درخواست پر] |
| (۳) اُردو زبان پنجاب میں | مسخزن، لاہور، اکتوبر ۱۹۰۲ء [ایک دفاعی اور جوابی تحریر] |

- ۱- دیکھیے: باب ۴، ضمنی عنوان: علم الاقتصاد، ص ۲۹۱۔
- ۲- ممکن ہے انہوں نے اس سے پہلے بھی مضامین لکھے ہوں، مگر اس کی کوئی شہادت میسر نہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر محمد عثمان کا یہ قیاس درست نہیں کہ: ”ان نثر پاروں..... کی تحریر کا سلسلہ ان کی جوانی کے زمانے (۱۹۰۳ء) سے شروع ہوتا ہے“۔ (حیات اقبال کا ایک جذباتی دور: ص ۱۳۶)۔

- (۴) قومی زندگی مسخزن، لاہور، اکتوبر ۱۹۰۴ء، مارچ ۱۹۰۵ء
 (۵) اسرارِ خودی اور تصوف وکیل، امرتسر ۵ جنوری ۱۹۱۶ء
 (۶) اسرارِ خودی وکیل، امرتسر ۹ فروری ۱۹۱۶ء [اسرارِ خودی پر اعتراضات کے جواب میں]
 (۷) تصوف وجودیہ وکیل، امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۱۶ء
 (۸) علم ظاہر و علم باطن وکیل، امرتسر ۲۸ جون ۱۹۱۶ء
 (۹) جغرافیائی حدود اور مسلمان احسان، لاہور ۹ مارچ ۱۹۳۸ء [مولانا مدنی کے جواب میں]

جملہ تحریروں میں خطبات، تقاریظ اور دیباچے فرمائشی تحریریں ہیں۔ جب کہ تقاریر، بیانات اور مصاحبوں وغیرہ کا شمار اقبال کی ”تحریروں“ (writings) میں نہیں ہوتا۔ جہاں تک اقبال کے انگریزی مضامین کا تعلق ہے۔ قدیم ترین دستیاب مضمون: The Doctrine of Absolute Unity as Expounded by Abdul Karim Al-Jili، بمبئی کے رسالے *Indian Antiquary* کے شمارہ ستمبر ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا تھا۔ جو نہ صرف انگریزی بلکہ ان کے اردو اور انگریزی ذخیرہ مضامین میں سب سے قدیم دستیاب مضمون ہے۔ انگریزی میں اقبال کا نثری ذخیرہ، اردو کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ متفرق نثر (تقاریظ، بیانات، تقاریر، مصاحبوں وغیرہ) سے قطع نظر کریں، تب بھی چھوٹے بڑے مستقل تحریری مضامین کی تعداد اکیس بنتی ہے۔ اس سے ہمارے اس موقف کی مزید تائید ہوتی ہے کہ: علامہ اقبال نے اردو کی نسبت انگریزی نثر نسبتاً زیادہ رغبت کے ساتھ لکھی۔ چنانچہ اردو زبان سے تمام تر دل چسپی اور محبت کے باوجود، ان کی نثر کا بیشتر حصہ انگریزی تحریروں پر مشتمل ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ اردو کے برعکس انگریزی حصے میں فرمائشی اور جوابی مضامین کا تناسب کم ہے۔

مستقل نوعیت کے مضامین و مقالات کے علاوہ باقی نثری ذخیرے میں ہر نوع کی تحریریں شامل ہیں۔ کچھ اخباری مصاحبے، بعض طویل خطوط (جو موضوعی اہمیت کے اعتبار سے بجائے خود مضامین کی حیثیت رکھتے ہیں) مجلس قانون ساز میں نو تقاریر، اخباری بیانات، مختلف اجتماعات میں کی

- ۱- بعد میں کسی قدر ترمیم کے ساتھ اسے ڈاکٹریٹ کے مقالے Development میں شامل کیا گیا۔
 ۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے *Speeches* (شروانی) کی فہرست: حصہ اوّل کے دو خطبے + حصہ دوم کے پندرہ مضامین + حصہ سوم کے چار مضامین (نمبر ۱، ۲، ۳، ۴ اور ۵)۔

گئی تقاریر کے خلاصے (جو پرانے اخبارات سے نقل کیے گئے)، اسرار خودی اور رموز بے خودی کے متروک دیباچے، دیگر مصنفین کی کتابوں پر تقاریظ، چھوٹے چھوٹے مختصر مقدمات وغیرہ۔

اقبال کی توجہ شعری مجموعوں کی ترتیب و تدوین اور اشاعت ہی پر مرکوز رہی (یا پھر دوبارہ انگریزی خطبات شائع ہوئے)۔ اپنی نثر کی جمع و ترتیب میں ان کے لیے کوئی وجہ کشش نہ تھی۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ترتیب اشعار نے انھیں اتنی مہلت نہ دی کہ وہ ترتیب نثر کی فکر کرتے۔ بہر حال علامہ اقبال نے اپنا کوئی نثری مجموعہ مرتب نہیں کیا، نہ اُن کی زندگی میں کسی دوسرے شخص کو اس کا خیال آیا۔ نتیجہ یہ کہ ان کی زندگی میں، ان کا کوئی نثری مجموعہ شائع نہ ہو سکا۔

نثری مجموعوں کا آغاز، ۱۹۴۳ء میں مضامین اقبال کی اشاعت سے ہوا۔ آئندہ صفحات میں علامہ اقبال کے مختلف اُردو اور انگریزی نثری مجموعے زیر بحث آئیں گے۔



(ب) نثری مجموعے

✽ مضامین اقبال

حیدرآباد دکن میں ابتدا ہی سے علامہ اقبال کے مداحوں کا ایک وسیع حلقہ موجود تھا، جس میں عوام الناس اور تعلیم یافتہ طبقے کی ایک کثیر تعداد کے علاوہ بہت سے اہل قلم اور ارباب حکومت بھی شامل تھے۔ علامہ اقبال سے ان سب کی دل چسپی، عقیدت اور لگاؤ کا بڑا سبب کلام اقبال تھا۔ مولوی عبدالرزاق کی مرتبہ کلیات اقبال نے اس دل چسپی کو اور بڑھا دیا، چنانچہ اقبال کی اس غیر معمولی مقبولیت کے پیش نظر وہاں کے ناشران کتب نے تصانیف اقبال کی اشاعت میں خاصی دل چسپی لی۔ احمدیہ پریس کے تصدق حسین تاج نے اقبال کی زندگی ہی میں *Development* کا اردو ترجمہ بعنوان فلسفہ عجم (از میر حسن الدین) شائع کر دیا تھا۔ دو برس بعد، انھوں نے اقبال کی بعض نظموں پر مشتمل دو کتابچے مرتب کر کے چھاپے۔ نثری مضامین کی ترتیب و اشاعت کا خیال بھی، پہلے پہل تصدق حسین تاج کو آیا۔ ان کا مرتبہ مجموعہ مضامین اقبال کے نام سے ۱۳۶۲ھ [۱۹۴۳ء] میں منظر عام پر آیا۔ یہ کتاب اقبال کے شعری مجموعوں کی تقطیع پر شائع کی گئی۔ مسطرائیں سطری ہے۔ سرورق اور فہرست کے دو اوراق شمار نہیں کیے گئے۔ دیباچہ (از غلام دستگیر رشید، بعنوان: ”صبح مراد“) کے دس صفحات کا شمار الف ب ج د..... سے ہے۔ متن مضامین صفحات ۲۰۴ تا ۲۰۴ پر محیط ہے..... پروفیسر غلام دستگیر رشید نے دیباچے میں مضامین اقبال کی اہمیت اور اقبال کے نثری اسلوب پر شاعرانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے اقبال کے طرزِ تحریر کو ”منفرد یعنی آپ اپنی مثال..... نہایت پختہ اور پُر شوکت“ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ان مضامین میں ”زبان کی لغزشیں

- ۱- (الف) نظم اقبال، سفر حیدر آباد دکن میں، ۱۹۳۸ء، ص ۱۵
- (ب) نظم سیاسی جناب امیر اور دوسری نظمیں، ۱۹۳۸ء، ص ۱۵
- ۲- مضامین اقبال: ص ”ج“
- ۳- ایضاً: ص ”ط“

کہیں کہیں نمایاں ہیں، سہ مگر اس کی کوئی مثال نہیں دی۔

مضامین اقبال میں اقبال کے کل چودہ نثر پارے شامل ہیں، ان میں سے نصف انگریزی مضامین کے اردو تراجم ہیں۔ تفصیل اس طرح ہے:

(۱) فلسفہٴ سخت کوشی: ڈاکٹر نکلسن کے نام اقبال کے ایک طویل مکتوب مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء کا اردو ترجمہ ہے (از چراغ حسن حسرت) یہی ترجمہ اقبال نامہ اول (ص ۳۵۷-۴۷۴) میں بھی شامل ہے۔^۱

(۲) جناب رسالت مآب کا ادبی تبصرہ: Our Prophet's Criticism of Contemporary Arabian Poetry کا اردو ترجمہ ہے۔ اصل مضمون پہلی بار لکھنؤ کے *New Era* (۲۸ جولائی ۱۹۱۷ء) میں شائع ہوا۔ تب بعد میں اس کا اردو ترجمہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فن شعر کے مبصر کی حیثیت میں“ روزنامہ ستارہ صبح لاہور (۸ اگست ۱۹۱۷ء) میں چھپا۔^۲

(۳) ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر: The Muslim Community کا اردو ترجمہ ہے۔^۳

(۴) خطبہٴ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ ۱۹۳۰ء: اصل خطبہ انگریزی میں ہے۔ نذیر نیازی کا اردو ترجمہ کتابچے کی صورت میں شائع ہوا۔^۴

(۵) ختم نبو: Islam and Ahmadism کا اردو ترجمہ ہے۔ اصل مضمون پہلی بار *Islam* (۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء) میں شائع ہوا۔^۵

(۶) دیباچہ مرقع جغتائی: اصل تحریر انگریزی میں ہے۔ اس طرح اس مجموعے میں اردو نثر

۱- انگریزی متن مشمولہ: *Letters of Iqbal*، ص ۱۴۱-۱۴۷

۲- انگریزی متن مشمولہ: *Speeches* (شروانی)، ص ۱۲۴-۱۲۶

۳- ”جناب رسالت مآب کا ادبی تبصرہ“ کے ساتھ مرتب نے مترجم کا نام نہیں لکھا۔ غالباً انھوں نے اسے اردو مضمون تصور کیا ہے، ڈاکٹر عبادت بریلوی بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں (اقبال کسی اردو نثر: ص ۱۹۹-۲۰۲) ستارہ صبح کے مدیر ظفر علی خاں تھے۔ قیاس ہے کہ وہی اس کے مترجم ہیں۔

۴- مکمل انگریزی متن دیکھیے: زیر نظر کتاب کا ضمیمہ نمبر ۳۔ جزوی متن مشمولہ *Speeches* (شروانی)، ص ۱۰۳-۱۰۷

۵- انگریزی متن مشمولہ: *Speeches* (شروانی)، ص ۳-۱۶

۶- ایضاً: ص ۱۷۶-۱۹۹

پاروں کی تعداد صرف آٹھ^۱ رہ جاتی ہے جب کہ اصل تعداد کہیں زیادہ ہے۔ مرتب کو صرف آٹھ^۱ تحریریں دستیاب ہو سکیں۔ مرتب نے آخری دو مضامین کے سوا ہر مضمون کے آغاز میں ماخذ کا حوالہ دیا ہے۔ ”قومی زندگی“ مخزن میں بالا قسط شائع ہوا تھا۔ پہلی قسط اکتوبر ۱۹۰۴ء میں اور دوسری مارچ ۱۹۰۵ء میں، مگر مرتب نے اس مضمون کا ماخذ صرف اکتوبر ۱۹۰۴ء بتایا ہے۔

نقل متن میں مرتب نے احتیاط اور ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ تمام مشمولہ مضامین جوں کے توں شامل کیے گئے ہیں، تاہم کہیں کہیں معمولی سا تصرف یا زود بدل ملتا ہے۔ اس طرح املا اور کتابت کی بہت سی ایسی اغلاط کی صحت نہیں ہو سکی، جو قدیم نسخوں میں موجود تھیں، علاوہ ازیں بعض اغلاط کی صورت بھی بدل گئی ہے۔ تفصیل یہ ہے:

صحیح متن	صفحہ	سطر	مضامین اقبال
غیر متغیر ہی لکھنا ^۱	۱۱	۶	غیر متغیر لکھنا
ہے۔ نہ ترقی ^۲	۳۷		ہے، ترقی
ہمارے ہندو بھائیوں ^۳	۳۷	۶	ہمارے بھائیوں
پہلے ہیں ^۴	۳۸	۲	پہلے سے ہیں
چھڑوا رہا ^۵	۳۸	۸	چھڑا رہا
سرور کائنات سے ^۶	۷۶	۱	سرور کائنات صلعم سے
کرائی ^۷	۷۶	۱	کروائی

- ۱- زبان اردو، اردو زبان پنجاب میں، قومی زندگی، جغرافیائی حدود اور مسلمان، اسرارِ خودی اول، رموز برے خودی اول اور پیامِ مشرق کے دیباچے اور تقریر انجمن ادبی کابل۔
- ۲- مخزن، اکتوبر ۱۹۰۲ء، ص ۴، سطر ۱۹
- ۳- ایضاً، مارچ ۱۹۰۵ء، ص ۳۶، سطر ۱۳
- ۴- ایضاً، ص ۳۷، سطر ۱۸، ۱۷
- ۵- ایضاً، ص ۳۷، سطر ۱۰
- ۶- ایضاً، ص ۳۷
- ۷- ستارہ صبح، ۸، اگست ۱۹۱۷ء، بحوالہ نقوش، اقبال نمبر اول، ستمبر ۱۹۷۷ء، ص ۲۸۵، سطر ۸
- ۸- ایضاً، ص ۲۸۵، سطر ۹

صفحہ	سطر	مضامین اقبال	صحیح متن
۷۶	۱۶	یو عیسٰی	یو عیسٰی
۷۷	۱۳	خواجہ دو جہاں صلعم	خواجہ دو جہاں
۷۷	۱۳	جو اس قدر شعر کی تعریف فرمائی	جو قدر اس شعر کی فرمائی
۴۸	۴	مستتیر	مستتیر
۴۹	۱۴	حریت اور بالفاظ دیگر	حریت یا بالفاظ دیگر
۴۹	۱۷	تعیین عمل	تعیین عمل
۵۱	۲	اسباب	اثبات
۵۱	۹	اندازہ ہو سکتا ہے	اندازہ نہیں ہو سکتا

ان میں سے ایک آدھ تو کتابت کی غلطی قرار دی جاسکتی ہے، مگر اکثر تبدیلیاں ارادی اور شعوری ہیں۔ بعض ایسے مقامات پر، جہاں تصحیح کی ضرورت تھی، مرتب نے تصرف نہیں کیا، مثلاً صفحہ ۹ سطر ۶ پر ”اس قسم کی معیار“ کو ”اس قسم کا معیار“ اور صفحہ ۹ سطر ۸ پر ”عدم صحت کی معیار“ کو ”عدم صحت کا معیار“ بنایا جاسکتا تھا، کیونکہ ”معیار“ بالاتفاق مذکور ہے۔

آیات قرآنی میں اغلاط کتابت زیادہ ہیں، خصوصاً ”جغرافیائی حدود اور مسلمان“ میں مذکور ایک آدھ کے سوا تمام آیات میں اغلاط متن موجود ہیں (ص ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰)۔ بعض الفاظ کا قدیم املا اختیار کیا گیا ہے، مثلاً: سیدہا (ص ۳۲)، پڑہا، دیکھا (ص ۳۸) وغیرہ۔ بعض شمسی مہینوں کا املا اس طرح ہے:

- ۱- ستارہ صبح ۱۸، اگست ۱۹۱۷ء بحوالہ نقوش، اقبال نمبر اول، ستمبر ۱۹۷۷ء، ص ۳۵۸، سطر ۲۱
- ۲- ایضاً، ص ۳۸۶، سطر ۱۰
- ۳- ایضاً، ص ۳۸۶، سطر ۱۰-۱۱
- ۴- دیاچہ اسرارِ خودی، طبع اول، صفحہ الف، سطر ۲
- ۵- ایضاً، ص ”ج“، سطر ۸-۹
- ۶- ایضاً، ص ”و“، سطر ۲
- ۷- ایضاً، ص ”و“، سطر ۱۰
- ۸- ایضاً، ص ”ز“، سطر ۸

سپٹمبر (ص ۱)، اکتوبر (ص ۸)، ڈسمبر (ص ۱۰۷) غالباً دکن میں مہینوں کے نام اسی طرح لکھے جاتے تھے، کیونکہ شاد اقبال میں بھی یہی املا ملتا ہے۔

مضامین اقبال، علامہ اقبال کی نثر کو جمع و مرتب کرنے کی ایک ابتدائی سی کوشش تھی۔ نثر اقبال کا بیشتر حصہ مرتب کی نگاہوں سے اوجھل رہا، پھر بھی پرانے رسائل سے اقبال کے آٹھ مضامین^۱ کی بازیافت اور ان کی تدوین و اشاعت، مرتب کی ایسی خدمت ہے، جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ نثر اقبال کا اولین مجموعہ مرتب کرنے کا شرف تو بہر حال انھیں حاصل رہے گا۔ یہ مجموعہ کسی اذعاع کے بغیر پیش کیا گیا ہے۔ گو، اس میں مضامین کی تعداد کم ہے، مگر صحت متن کے لحاظ سے یہ، بعد میں اشاعت پذیر ہونے والے دونوں مجموعوں مقالات اقبال اور اقبال کے نثری افکار پر فوقیت رکھتا ہے۔

✽ مقالات اقبال

مضامین اقبال کی اشاعت کے بیس برس بعد، ۱۹۶۳ء میں، سید عبدالواحد معینی کا مرتبہ مجموعہ مضامین، مقالات اقبال کے نام سے شائع ہوا۔ سرورق، ورق انتساب (بنام: جاوید اور منیرہ)، فہرست مضامین اور مقدمہ (بعنوان: ”جسارت“ از ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، ص ۷-۱۸) کے اٹھارہ مسلسل صفحات کے بعد مصنف کے بارہ صفحاتی ”پیش لفظ“ کو الف ب ج د..... سے شمار کیا گیا ہے۔ متن کتاب صفحہ نمبر ۱ سے شروع ہو کر ۲۴ تک محیط ہے۔ آخر میں تین صفحات کا ایک صحت نامہ شامل ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے علامہ اقبال کی نثر نگاری کا تنقیدی محاکمہ کرتے ہوئے ان کے اسلوب نثر کے مختلف رنگوں کی نشان دہی کی ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ”شاعر اقبال ایک منفرد طرز کا نثر نگار بھی تھا۔“^۲ مرتب نے اپنے پیش لفظ میں علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر میں ان کے نثری مضامین کی اہمیت پر بحث کی ہے۔ ان کے خیال میں یہ مضامین ”اُردو زبان کا گنج گراں مایہ“^۳ تھیں۔ بعد ازاں مرتب نے ”پیش لفظ“ میں مشمولہ مقالات اور ان کے ماخذات کا ذکر کیا ہے۔

۱- بنیادی طور پر مضامین اقبال اُردو تحریروں کا مجموعہ ہے، اگرچہ اُردو تحریروں کی تعداد آٹھ ہی ہے۔ بقیہ بیچے مضامین، انگریزی تحریروں کا اُردو ترجمہ ہیں۔ یہ تراجم، اس مقالے کے دائرہ بحث سے خارج ہیں۔ اصل انگریزی تحریروں آئندہ صفحات میں، انگریزی تحریروں کے مجموعوں کے ضمن میں زیر بحث آئیں گی۔

۲- مقالات اقبال: جس ۱۷، ۱۸

۳- ایضاً: ص ”ج“

مقالات اقبال میں شامل نثر پاروں کی تعداد چوبیس ہے۔ ان میں تین نثر پارے (جناب رسالت مآب کا ادبی تبصرہ۔ ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر۔ خلافتِ اسلامیہ) اقبال کی انگریزی تحریروں کے تراجم ہیں۔ اول الذکر دو مضامین کا تذکرہ مضامین اقبال کے ضمن میں آچکا ہے۔ ”خلافتِ اسلامیہ“ *Political Thought in Islam* کا ترجمہ ہے، جو لندن کے رسالے *The Sociological Review* (جولائی ۱۹۰۸ء، ص ۲۳۹ تا ۲۶۱) میں شائع ہوا، بعد ازاں *The Hindustan Review* (الہ آباد، دسمبر ۱۹۱۰ء اور جنوری ۱۹۱۱ء) اور پھر *Muslim Outlook* (۱۹۲۲ء) میں بھی چھپا تھا۔ عبدالواحد معینی نے اس کا عنوان ”اسلام میں خلافت“ یا ”Islam and Khilafat“ لکھا ہے، جو درست نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

The substance of article on "Islam and Khilafat" was incorporated by Iqbal in "Political Thought in Islam", published later on in *The Hindustan Review*^۵

معینی صاحب نے ”اسلام اینڈ خلافت“ کو ایک الگ مضمون سمجھا ہے، حالانکہ ”اسلام میں خلافت“ یا ”اسلام اینڈ خلافت“ کے عنوان سے اقبال نے کبھی کوئی مضمون نہیں لکھا، درحقیقت جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، یہ ایک ہی مضمون ہے، جو دو تین بار مختلف رسائل میں طبع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ (از چودھری محمد حسین) خلافتِ اسلامیہ کتابچے کی شکل میں لاہور سے شائع ہوا۔^۶ ”پیش لفظ“ میں معینی صاحب کہتے ہیں: علامہ نے ۱۹۱۰ء میں یہ لیکچر علی گڑھ میں *Islam: A Social and Political Ideal* پر دیا تھا۔ (ص ”ف“) یہ بیان درست نہیں۔ علی گڑھ لیکچر کا عنوان *The Muslim Community* تھا، جس کا اردو ترجمہ (از مولانا ظفر علی خاں) ”ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر“ کے عنوان سے کئی جگہ چھپ چکا ہے۔ یہ لیکچر ۱۹۱۱ء میں دیا گیا تھا۔

۱- *Speeches* (شروانی): ص ۱۰۷

۲- انوار اقبال: ص ۷۳

۳- مضامین اقبال: ص ”ب“۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے بھی بلا تحقیق اس غلطی کو دہرایا ہے: (اقبال کی اردو نثر، ص ۸۸)

۴- *Thoughts* (واحد) طبع اول: ص ”XIV“۔ (*Bibliography of Iqbal*)، ص ۴ اور *A Bibliography of Iqbal*، ص ۱۵ کے مرتبین بھی اسی غلطی کا شکار ہیں۔

۵- ایضاً۔

۶- ناشر: ظفر برادر، لاہور ۱۹۲۳ء، ص ۳۱ (کتابچے میں یہ وضاحت درج ہے کہ یہ تقریر، اقبال نے ۱۹۰۸ء میں اپنے قیام لندن کے زمانے میں، پان اسلامک سوسائٹی کے زیر اہتمام منعقدہ ایک جلسے میں کی تھی۔)

”جناب رسالت مآب کا ادبی تبصرہ“ کے متعلق بھی زیر نظر مجموعے کے مرتب کا بیان تصحیح طلب ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”اکثر احباب کا خیال تھا کہ ستارہ صبح میں جو مضمون مولانا ظفر علی خاں نے شائع کیا تھا، وہ شاید انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے، مگر اغلب یہ ہے کہ یہ اردو کا مضمون علامہ نے مولانا ظفر علی خاں کی درخواست پر ستارہ صبح کے لیے اردو میں لکھا تھا۔“ اس مضمون کے اردو اور انگریزی متنوں کا موازنہ کیا جائے، تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو الگ مضامین نہیں بلکہ اردو متن، انگریزی تحریر کا ترجمہ ہے۔ گذشتہ صفحات میں ہم ایک جگہ بتا چکے ہیں کہ اصل انگریزی مضمون Our Prophet's Criticism of Contemporary Arabian Poetry کے عنوان سے (۲۸ جولائی ۱۹۱۷ء) میں شائع ہوا تھا، غور طلب بات یہ ہے کہ اس مضمون کی اشاعت کے معا بعد، علامہ اقبال سے اسی موضوع پر اردو مضمون لکھ دینے کی درخواست کا جواز کیا تھا؟ علامہ اقبال کی یہ مستعدی بھی بعید از قیاس ہے کہ انھوں نے فی النور اس فرمائش کی تعمیل کر دی، مزید برآں یہ بھی دلچسپ اتفاق ہے کہ یہ اردو مضمون، ان کے انگریزی مضمون کا ہو بہو ترجمہ ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مولانا ظفر علی خاں نے اپنے نئے اخبار ستارہ صبح کے پہلے شمارے میں (غالباً اقبال کی کوئی نئی تحریر نہ ملنے پر ان کے) انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ ہی شائع کر دیا۔ غالب امکان ہے کہ یہ ترجمہ انھوں نے خود ہی کیا ہوگا۔

متذکرہ بالا تراجم سے قطع نظر، مقالات اقبال بنیادی طور پر، اقبال کی اردو تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس میں مضامین، دیباچے، تقاریط، تقاریر اور مصابحے یعنی ہر طرح کے نثر پارے شامل ہیں۔ جنہیں ان کی نوعیت کے مطابق اس طرح تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) مضامین کی تعداد آٹھ ہے جن میں سے چار (زبان اردو، اردو زبان پنجاب میں، قومی زندگی، جغرافیائی حدود اور مسلمان) تو وہی ہیں، جو مضامین اقبال میں شامل ہیں۔ باقی چار مضامین (زبان اردو، اسرار خودی اور تصوف، سر اسرار خودی، تصوف وجودیہ غیر مدوّن ہیں۔ متن کے تقابلی مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرتب نے اصل ماخذ کے بجائے ثانوی ذرائع سے متن حاصل کیا ہے۔ یہ بات خاص طور پر اوّل الذکر مضامین کے متعلق یقینی ہے۔

۱- مقالات اقبال: ص ”ع“۔

۲- اولین اشاعتیں: علی الترتیب: مخزن ستمبر ۱۹۰۲ء، وکیل ۵ جنوری، ۹ فروری اور ۱۳ دسمبر ۱۹۱۶ء۔

(۲) ایڈیٹر وطن کے نام اقبال کے دو طویل خطوط ۱۹۰۵ء میں ان کے لاہور سے یکم سرج پہنچنے کی روداد پر مشتمل ہیں، مرتب نے ایڈیٹر وطن کا نام [مولوی انشاء اللہ خاں] نہیں بتایا۔ آخری خط کی تاریخ ۲۵ نومبر ۱۹۰۵ء درج ہے، جو ۲۵ ستمبر ۱۹۰۵ء ہونی چاہیے۔

(۳) اقبال سے تصوف کے موضوع پر محمد دین فوق کا ایک مصلحہ بعنوان ”ایک دلچسپ مکالمہ“۔ (ماخوذ از کشمیری گزٹ، اگست ۱۹۱۴ء)۔

(۴) چھ تقاریر مجٹن ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۱۱ء؛ محفل میلاد النبی؛ اجلاس انجمن حمایت اسلام؛ عید الفطر ۱۹۳۲ء اور جلسہ انجمن ادبی کا بل ۱۹۳۳ء کے مواقع پر اقبال کے مختصر خطابات کی رپورٹوں پر مشتمل ہیں۔ مؤخر الذکر تصدق حسین تاج کے مجموعے مضامین اقبال سے ماخوذ ہے، مگر اس کا عنوان تبدیل کر کے ”اقبال کی ایک تقریر کا بل میں“ کر دیا گیا ہے۔

(۵) اسرارِ خودی (طبع اول دوم) رموزِ خدی اور پیامِ مشرق کے دیباچے۔

(۶) محمد دین فوق کی تین تصانیف (امتحان میں پاس ہونے کا ٹکر، حریت اسلام اور

سوانح علامہ عبدالحکیم سیال کوٹی) پر اقبال کی مختصر تقاریظ۔

مرتب نے مقالات اقبال میں مشمولہ تمام تحریروں کے ماخذ کی نشان دہی نہیں کی، تاہم بعض کے آخر میں اُس رسالے یا اخبار کا نام لکھ دیا، جہاں سے متعلقہ تحریر اخذ کی گئی۔ ان میں سے اکثر نگارشات ایک سے زائد بار چھپ چکی ہیں۔ متن کے بغور تقابلی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتب نے یہ تحریریں اولین ماخذ سے حاصل نہیں کیں، بلکہ ثانوی ذرائع سے نقل کی ہیں۔ جو تحریریں، قبل ازیں، مضامین اقبال میں شامل ہیں، معنی صاحب نے وہیں سے اخذ کی ہیں۔ چنانچہ مقالات اقبال میں منقول، ”قومی زندگی“، ”دیباچہ“، مثنوی اسرارِ خودی طبع اول، ”جناب رسالت مآب کا ادبی تبصرہ“ اور ”جغرافیائی حدود اور مسلمان“ کے متن میں بھی وہی تصرفات اور اغلاط ملتی ہیں، جو مضامین اقبال میں موجود ہیں، جب کہ اولین ماخذ ان تصرفات اور اغلاط سے پاک ہیں۔ (دیکھیے،

باب ۵: مضامین اقبال) اور موازنے کے لیے دیکھیے: مقالات اقبال کے صفحات: علی الترتیب

صفحہ: ۲۲، ۵۱، ۵۱، ۵۲، ۵۲، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۸۹
 سطر: ۶، ۷، ۱۳، ۸، ۱۵، ۱۴، ۱۷، ۱۴، ۱۵

بہتر تھا، مرتب ثانوی مآخذ کا حوالہ دیتے

۱۵۶	۱۵۶	۱۵۵	۱۵۴	۱۵۳
۱۵	۷	۲	۱۹	۴

تا کہ ان اغلاط اور تصرفات کی ذمہ داری مضامین اقبال کے مرتب کے سر ہوتی۔

عبدالواحد معینی نے اصل متن میں خود بھی متعدد تراجم و اصلاحات اور تصرفات کیے ہیں۔ املا کی تبدیلیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے، ذیل میں تبدیلی متن کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

صفحہ	سطر	مقالات اقبال کا متن	صفحہ	سطر	اصل متن
------	-----	---------------------	------	-----	---------

مسخن، ستمبر ۱۹۰۲ء

۱۲	۱۲	سپاہی جن کو روزمرہ	۷	۲	سپاہی روزمرہ
۱۸	۱۲	تویہ محمدیہ	۱۳	۲	تو محمدیہ
۱۰	۱۳	ایسا طرزِ تحریر اختیار کیا	۱۰	۳	ایسی طرزِ تحریر کو اختیار کیا
۲۰	۱۳	کی زبان پر	۵	۳	کی زبانوں پر
۴	۱۵	پانچ لاکھ	۲۱	۴	۵۵ لاکھ
۱۵	۱۵	اس بات کو	۱۳	۵	اس امر کو
۷	۱۶	کے تمام تعلیم یافتہ	۶	۶	کے تعلیم یافتہ
۷	۱۷	انگریزی کے	۶۰۵	۶	انگریزی زبان کے
۱۳	۱۷	شستگی اور لطف	۱۲	۷	شستگی، بانگین اور لطف

مسخن، اکتوبر ۱۹۰۶ء

۱۴	۲۱	فن کا	۶	۲۷	فن تنقید کا
۹	۲۲	اُردو جامع مسجد	۲	۲۶	اُردو زبان جامع مسجد
۲۱	۳۶	آپ نے اپنے اس	۳	۳۹	آپ نے اس
۱	۳۸	پنجابی محاورات	۱۹	۳۹	پنجابی الفاظ و محاورات
۸، ۷	۳۸	جس میں اس محاورے کا صحیح استعمال موجود ہے۔	۴	۴۰	جن میں اس محاورہ کا صحیح استعمال ہے

صفحہ	سطر	اصل متن	صفحہ	سطر	مقالات اقبال کا متن
۳۶	۱۲	زرتقی	۵۱	۷	ترقی
۳۶	۱۳	ضروریات کو پورا	۵۱	۹	ضروریات پورا
۳۶	۱۶	ضعیف و ناتواں	۵۱	۱۲	ناتواں
۳۷	۹	ہیں۔ امرا	۵۲	۷	ہیں۔ ہاں امرا
۳۷	۱۰	پہلے ہیں	۵۲	۸	پہلے سے ہیں
۳۷	۱۳	حوصلہ ہو بھی تو	۵۲	۱۱	حوصلہ ہو تو
۳۷	۱۵	سیلئے استاد	۵۲	۱۴	استاد
۳۷	۲۱	مقداران میں روز افزوں	۵۲	۲۱	مقدار روز افزوں
۴۲	۷	افراد قوم کے	۵۸	۱	افراد کے
۴۲	۲۱	فضول طور پر خرچ	۵۸	۱۶	فضول خرچ
۴۲	۳	دستور نہایت مفید	۵۸	۲۰	دستور مفید

بعض تبدیلیاں تو گمراہ کن ہیں، مثلاً: ”اس عرب نے اپنے شعر میں اس کی گون کی بات کہی تھی“، کو معینی صاحب نے ”اس عرب نے اپنے شعر میں ایسی کون سی بات کہی تھی“ (ص ۱۸۹) بنا دیا ہے۔ اسی طرح: ”اس کے خیالات کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے“ کو ”اس کے خیالات کا پورا اندازہ نہیں ہو سکتا“ (ص ۱۵۶) میں تبدیل کر دیا ہے۔ متن میں ان تصرفات کے نتیجے میں عبارت کا اصل مفہوم بدل گیا ہے۔

ان مثالوں سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مرتب نے متن میں، بے دریغ اصلاح کی ہے۔ ہم نے صرف دو مقالات کے محض چند تصرفات کی نشان دہی کی ہے، ورنہ تصرفات کی مکمل فہرست بہت طویل ہے۔ جن تبدیلیوں پر اغلاط کتابت کا گمان ہو سکتا ہے، انھیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں صحت نامہ کے زیر عنوان انچاس اغلاط کی جو فہرست مرتب کی گئی ہے، اُسے منہا کر کے بھی اغلاط کی تعداد بلا مبالغہ سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ محدودے چند اغلاط تو سہو کا نتیجہ ہو سکتی ہیں، مگر ہر صفحے پر پانچ پانچ جگہ جگہ اغلاط یہ ظاہر کرتی ہیں کہ پروف خوانی انتہائی لاپرواہی سے کی گئی ہے۔^۱

۱- ۱۳ اور ۲۰ پر پانچ پانچ، ۵۲ پر ۶ اور ۵۹ پر ۹ اغلاط و تصرفات موجود ہیں۔ اسرار خودی، طبع دوم کے دس سطرے دیباچے (ص ۱۹۳) میں تین غلطیاں ہیں۔ مولف نے بنیادی ماخذ سے اعتنا نہیں کیا۔

لا پرواہی اور تساہل کے سبب کئی مقامات سے متن کی پوری پوری سطریں غائب ہیں، مثلاً:

صفحہ ۱۹ رکھ لیے ہیں۔ پس اُردو ۱۵ ۲۱ رکھ لیے ہیں اور.....
صفحہ ۲۰ کہ بالخصوص ان لوگوں کو جو اہل زبان نہیں ہیں،
صفحہ ۲۱ کہ یہاں قدم قدم.....

مخزن، ستمبر ۱۹۰۲ء

۱۹ رکھ لیے ہیں۔ پس اُردو ۱۵ ۲۱ رکھ لیے ہیں اور.....
بلحاظ صرف و نحو کے ہندی
الاصل ہے جس میں کچھ
مارواڑی اور پنجابی اجزا بھی
شامل ہیں اور.....

مخزن، اکتوبر ۱۹۰۲ء

۲۰ کہ بالخصوص ان لوگوں کو جو اہل زبان نہیں ہیں،
۲۱ کہ یہاں قدم قدم.....

احسان بحوالہ مضامین اقبال

۱۸۸ ۱۵-۱۳ انسانیت کے اصول کی
۲۱ انسانیت کے کسی اور.....
۲۲۳ ۱۳ ہوگی اور یورپ.....

۱۸۴ ۶۰۵ ہوگی، چنانچہ یورپ کا
۲۲۵ ۱۳ ہوگی اور یورپ.....
تجربہ دنیا کے سامنے ہے،
جب یورپ کی دینی
وحدت پارہ پارہ ہوگئی اور
یورپ کی.....

یہ سطور تو سہواً حذف ہو گئیں، ایک جگہ ڈیڑھ سطر دانستہ حذف کی گئی ہے: ”ملت بیضا پر ایک

عمرانی نظر“ (ص ۱۲۹، سطر ۳) کے یہ الفاظ: ”پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیلہ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے، جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں“۔ مضامین اقبال (ص ۹۳) اور محمد عبداللہ قریشی کے منقولہ متن میں بھی موجود ہیں۔ معنی صاحب نے نجائے کیوں انھیں حذف کر دیا۔ قرآن و حدیث اور عربی اشعار کے متن کا حال اس سے بھی اتر ہے۔ کئی آیات پر اعراب نہیں لگائے گئے (ص ۵۸، ۱۰۸، ۲۱۳، ۲۱۵، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۵، ۲۳۷)۔ اگر اعراب ہیں تو غلط (ص ۲۳۱، ۲۳۶)۔

اس مجموعے کے مرتب، اقبال پر کئی اردو اور انگریزی تنقیدی مجموعوں کے مصنف تھے اور اقبال سے طویل وابستگی رکھتے تھے۔ انھیں، اقبال اکادمی پاکستان سے منہی تعلق کی بنا پر اکادمی کے کتب خانے اور دیگر لوازم سے باسانی استفادے کی سہولت بھی حاصل رہی، مزید برآں مضامین اقبال کے بیس سال بعد، جب مقالات اقبال شائع ہوئی، پرانے اخبارات و رسائل سے علامہ اقبال کی بہت سی نثری تحریریں ”دریافت“ کی جا چکی تھیں، ایسے وقت میں اور ایسے سازگار حالات میں مرتب مقالات اقبال سے نثر اقبال کے ایک جامع تر اور مستند مجموعے کی معیاری تدوین و اشاعت کی توقع تھی، مگر مقالات اقبال کی صورت میں نتیجہ انتہائی نایوس کن ہے۔ ضروری حواشی و توضیحات کا اضافہ تو ایک طرف رہا، صحت متن سے حد درجہ لاپرواہی اور غفلت برتی گئی ہے۔ تعداد کے اعتبار سے مضامین اقبال کی اٹھ اردو نگارشات پر تیرہ نثر پاروں کا اضافہ کیا گیا ہے، مگر نئی پرانی سب تحریریں اغلاط سے پر ہیں۔ ہمارے علمی منزل کی اس سے زیادہ افسوس ناک مثال اور کیا ہوگی کہ مرتب نے یہ مجموعہ اس ادعا کے ساتھ پیش کیا ہے:

حاصل عمر، ثار رہ یارے کردم

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم (ص ”ک“)

محمد عبداللہ قریشی نے طبع اول کے ۲۳ مضامین پر، بلا درستی اغلاط متن، نو مزید تحریروں کا اضافہ

کیا۔ ۱۹۸۸ء میں یہ اڈیشن بھی آئینہ ادب لاہور ہی نے شائع کیا۔

✽ اقبال کے نثری افکار

عبدالغفار شکیل نے علامہ اقبال کے متروک کلام پر مشتمل ایک مجموعہ (نوادیر اقبال) علی گڑھ سے شائع کیا تھا۔ اسی زمانے سے انھوں نے زیر نظر مجموعے کی تیاری بھی شروع کر دی تھی، (ص ۱۰) جس کے نتیجے میں ۲۸۲ صفحات کی یہ کتاب مارچ ۱۹۷۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

مرتب نے دیا ہے (بعنوان: عرض مرتب) میں اس مجموعے کے جواز اور اس کی ”اہمیت و انفرادیت“ پر روشنی ڈالی ہے، لکھتے ہیں:

اقبال کا تقریباً تمام شعری سرمایہ منظر عام پر آچکا ہے اور اُن کے کلام کے متعدد ایڈیشن بھی برابر نکلتے رہے ہیں، مگر ان کی نثری تحریروں میں خاص طور پر اُن کے مضامین، جو آج سے پچیس تیس برس پہلے شائع ہوئے تھے، اب نایاب و کم یاب ہیں..... نواذر اقبال کی اشاعت کے بعد اقبال کے نایاب مضامین کی تلاش و جستجو جاری رہی، جس کے نتیجے میں مجھے اقبال کے کئی مضمون ایسے ملے، جنہیں اب تک کتابی صورت میں یکجا نہیں کیا گیا تھا۔ یہ مضامین جن پرانے رسالوں میں شائع ہوئے تھے، وہ بھی نایاب ہیں۔ مطالعہ اقبال کے سلسلے میں ان مضامین کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر مضامین اقبال کے ساتھ ساتھ یہ نیا مجموعہ میں نے ترتیب دیا ہے، جس میں اقبال کے ۳۳ مضمون پہلی بار تاریخی ترتیب کے ساتھ پیش کیے جا رہے ہیں..... ادھر چند سال ہوئے، اقبال کے مکاتیب اور کچھ نایاب تحریروں کے چند اور مجموعے سامنے آئے ہیں۔ اقبال کے نثری افکار بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے..... (جس میں) پہلی بار علامہ اقبال کے اتنے مضامین یکجا پیش کیے جا رہے ہیں۔
گویا زیر نظر مجموعے کا سبب تالیف یہ ہے کہ:

- ۱- اقبال کے بیشتر نثری مضامین نایاب و کمیاب ہیں۔
 - ۲- یہ نایاب و کم یاب مضامین (مضامین اقبال کے بعد) کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔
 - ۳- اس سے پہلے علامہ اقبال کے اتنے مضامین کسی مجموعے میں یکجا نہیں پیش کیے گئے۔
- ہمارے خیال میں آخری سبب تو بالکل بے وزن ہے۔ اگر مضامین کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو یکجا کرنا ہی مقصود تھا، تو اس سے کئی گنا زیادہ ضخامت کے طویل اُردو اور انگریزی مکاتیب اور انگریزی مضامین اور تقاریر موجود ہیں جنہیں (ترجمہ کر کے) مجموعے کو کہیں زیادہ ضخیم اور جامع بنایا جاسکتا تھا، البتہ پہلے دو نکات، ”سبب تالیف“ میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

مکاتیب اقبال کے علاوہ اب تک علامہ اقبال کے مضامین و مقالات اور تقاریر و بیانات کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں:

۱۹۴۳ء

۱- مضامین اقبال

۱۹۶۳ء

۲- مقالات اقبال

- ۳- انوارِ اقبال ۱۹۶۷ء
 ۴- گفتارِ اقبال ۱۹۶۹ء
 ۵- اقبال کے نثری افکار ۱۹۷۷ء

اس مجموعے کے پیش لفظ نگار اور انجمن ترقی اُردو ہند کے جنرل سیکرٹری جناب خلیق انجم کی بے خبری و تعجب کا باعث ہے۔ مرتب نے دیاچے میں ”مکاتیب اور کچھ نایاب تحریروں کے چند اور مجموعے“ کی مبہم بات کی ہے، مگر مقالاتِ اقبال، انوارِ اقبال یا گفتارِ اقبال میں سے کسی کا نام نہیں لیا۔ مجموعے میں شامل بعض تحریروں کے حاشیے میں انوارِ اقبال کا ذکر ملتا ہے، مگر مقالاتِ اقبال اور گفتارِ اقبال کہیں بھی مذکور نہیں، جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مرتب ان دونوں مجموعوں کے وجود سے بے خبر ہیں۔ متذکرہ بالا دونوں مجموعوں اور عبدالغفار ٹکلیل کے مجموعے کے درمیان علی الترتیب دس اور آٹھ برس کا وقفہ ہے۔ باعثِ تعجب اور تقریباً ناقابلِ یقین امر ہے کہ کوئی مصنف زیرِ تحقیق موضوع پر اسی زبان اور اسی برعظیم میں چودہ اور آٹھ برس قبل شائع ہونے والی کتابوں سے لاعلم رہا ہو۔ بالفرض مرتب واقعی لاعلم رہے، تب بھی علم و تحقیق کی دنیا میں لاعلمی یا بے خبری کوئی عذر نہیں بن سکتی اور اس لاعلمی کی بنا پر کوئی مصنف یا مؤلف رعایت کا مستحق نہیں سمجھا جاسکتا۔

اقبال کے نثری افکار کے مرتب نے مجموعے میں شامل تمام تحریروں کے ماخذات کا حوالہ نہیں دیا، ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

شمار نمبر نثر پارہ ما	مضامین اقبال	مقالات اقبال	دیگر مجموعے/کتب
	کا صفحہ	کا صفحہ	
۱	—	۱	بچوں کی تعلیم و تربیت
۲	۸	۱۶	اُردو زبان پنجاب میں
۳	۱	۱۱	زبان اُردو
۴	—	—	دیاچہ علم الاقتصاد ۱۹۶۳ء
۵	۲۵	۳۹	قومی زندگی
۶	—	—	سودیشی تحریک [زمانہ کواٹروویو]
			انوارِ اقبال: ص ۲۶-۳۱

شمار نمبر نثر پارہ ما	مضامین اقبال کا صفحہ	مقالات اقبال کا صفحہ	دیگر مجموعے/کتب
۷	—	—	انوار اقبال: ص ۲۷۸
۸	—	—	مسلمانوں کا امتحان
۹	۴۸	۵۳	زیور گار فقیر، دوم: ص ۲۴۳-۵۲
۱۰	—	۱۶۰	اسرارِ خودی اور تصوف
۱۱	—	—	اوراقِ گم گشتہ: ص ۷۳-۷۷، خطوط اقبال: ص ۱۱۴-۱۱۹
۱۲	—	۱۷۱	[سر] اسرارِ خودی ^۲
۱۳	—	۱۸۲	تصوف و جودید
۱۴	—	—	علم ظاہر و باطن
۱۵	۷۵	۱۸۷	رسول، فن شعر کے مبصر کی حیثیت میں
۱۶	۵۴	—	دیباچہ، رموزِ بے خودی
۱۷	۵۶	۲۰۱	دیباچہ، پیامِ مشرق اڈیشن
۱۸	—	—	مذہب اور سیاست انوار اقبال: ص ۴۱،
۱۹	—	۲۴۱	خطبہ عید الفطر گفتار اقبال: ص ۲۴۴

۱- متن کے عنوان میں "اعتراض" ہے (ص ۱۰۲)۔
۲- مرتب نے عنوان اسرارِ خودی لکھا، جو غلط ہے۔

شمار نمبر نثر پارہ ما	مضامین اقبال	مقالات اقبال	دیگر مجموعے/کتب
	کا صفحہ	کا صفحہ	
۲۰	۲۰۱	۲۱۷	تقریر: انجمن ادبی، کابل
۲۱	—	—	نبوت (۱)
۲۲	—	—	نبوت (۲)
۲۳	—	—	شعبہ تحقیقات اسلامی کی ضرورت
۲۴	—	—	اسلامیات [اصل: انگریزی مکتوب]
۲۵	—	—	علم الانساب
۲۶	—	۱۹۵	میلاد النبی
۲۷	—	—	ایک شعر کی تشریح
۲۸	—	—	سال نو کا پیغام [اصل: انگریزی]
۲۹	۱۸۰	۲۲۱	اسلام اور قومیت [جغرافیائی حدود اور مسلمان]
۳۰	—	۱۱۵	کتابچے کی صورت میں خلافت اسلامیہ بھی دستیاب ہے۔
۳۱	۷۹	—	ملت بیضا پر ایک عمرانی نظریہ بھی دستیاب ہے۔
۳۲	—	—	حکمائے اسلام کے عمیق تر مطالعے [کی دعوت]
			اقبال نامہ، دوم: ص ۲۶۲
			انوار اقبال: ص ۴۵
			انوار اقبال: ص ۴۷
			حرف اقبال: ص ۲۲۱
			اقبال (دکن) ص ۱۰۴-۱۰۵
			حرف اقبال: ص ۲۲۲-۲۲۵
			انوار اقبال: ص ۲۳۷

مضامین اقبال	مقالات اقبال	دیگر مجموعے/کتب	شمار نمبر نثر پارہ ما
کا صفحہ	کا صفحہ		
۶۴	—	اقبال نامہ، اول: ص ۲۵۷	۳۳ فلسفہ سخت کوشی
۱۹۷	—	—	۳۴ دیباچہ مرقع چغتائی

ضمیمہ

تین خطوط بسلسلہ اسرارِ خودی — — انوارِ اقبال: ص ۱۱۷
 تین خطوط بسلسلہ نظریہ قومیت — — انوارِ اقبال: ص ۱۶۶-۱۷۰
 اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ نمبر ۷ (اسلامی یونیورسٹی) اور نمبر ۲۵ (علم الانساب) کے علاوہ تمام نگارشات موجود دستیاب مجموعوں میں شامل ہیں۔ اس سے مرتب کی وہ دونوں باتیں غلط ثابت ہو جاتی ہیں، جن کی بنیاد پر یہ مجموعہ مرتب کیا گیا (کہ: اول، اس مجموعے میں شامل بیشتر نثری مضامین نایاب و کم یاب ہیں، دوم، یہ نایاب و کم یاب مضامین کسی مجموعے میں شامل نہیں) اس طرح راقم کے خیال میں اس مجموعے کی اشاعت کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

تاہم مرتب نے، یہ مجموعہ جب اس ادعا کے ساتھ پیش کیا ہے کہ: ”میں نے اقبال کی منتشر تحریروں کو تلاش کر کے قوم کی میراث، قوم تک پہنچانے کی سعی کی ہے اور اقبال پرستوں کے لیے ایک نایاب سوغات“ (ص ۱۵) کہ اس طرح: ”اقبال پر تحقیق کرنے والوں کو ان کے مضامین سب ایک جگہ مل جائیں گے“ (ص ۱۱) تو اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ خصوصاً اس نقطہ نظر سے کہ استناد اور حجت متن کے لحاظ سے اس ”سوغات“ کی کیا حیثیت ہے اور اہل تحقیق اس سے کہاں تک فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

مرتب کا دعویٰ ہے کہ یہ نایاب مضامین پرانے اخبارات و رسائل سے اخذ کیے گئے ہیں، مگر تمام تحریروں کے بارے میں یہ بات صحیح نہیں ہے۔ بہت سی تحریریں مرتب نے ثانوی ذرائع سے اخذ کی ہیں، مثلاً اسرارِ خودی طبع اول کا دیباچہ انھوں نے، اصل کتاب سے نہیں، بلکہ مضامین اقبال سے نقل کیا ہے (مگر اس کا حوالہ نہیں دیا) یہ بات متن اور املا کے تقابلی مطالعے سے واضح ہوتی ہے:

صفحہ	اسرارِ خودی، اول	صفحہ	سفر مضامینِ اقبال	صفحہ	سفر اقبال کے نثری افکار
د	تعیینِ عمل	۴۹	۱۷	۸۷	تعیینِ عمل
و	احمد الدین	۵۰	۱۵	۸۸	احمد الدین
و	اثبات	۵۱	۲	۸۸	اسباب
ز	اندازہ نہیں ہو سکتا	۵۱	۹	۸۹	اندازہ ہو سکتا ہے
ی	قوت	۵۲	۱۰	۹۰	وقت

اسی طرح ”سال نو کا پیغام“ حرفِ اقبال (ص ۲۲۲ تا ۲۲۵) سے ماخوذ ہے، مگر حوالہ نہیں دیا گیا۔ حرفِ اقبال میں ترجمے کی جو اغلاط پائی جاتی ہیں، وہ اس مجموعے میں بھی جوں کی توں موجود ہیں، مثلاً heaven knows what else کا ترجمہ: ”جانے کیا کیا“ کیا گیا ہے، جو درست نہیں۔ اسی طرح have proved demons of bloodshed tyranny and oppression کا ترجمہ: ”خون ریزی، سفاکی اور زبردست آزادی کے دیوتا ثابت ہوئے“ غلط ہے۔

یہ کتاب لیتھو میں چھپی ہے، ممکن ہے یہ ناشر کی مجبوری ہو، مگر کتابت بھی کسی اچھے خوش نویس سے نہیں کرائی گئی۔ پھر پروف خوانی میں اور بھی لاپرواہی برتی گئی ہے (بلکہ کہیں کہیں گمان ہوتا ہے کہ جو کچھ کاتب نے لکھ دیا، اُسے جوں کا توں چھاپ دیا گیا ہے) چنانچہ اغلاط کتابت و املا کی کثرت ہے، کہیں کہیں اصل متن کی پوری سطور غائب ہیں، مثلاً: ص ۱۸۷، س ۶ کی عبارت صرف اتنی ہے: ”زندگی اور اس کے بقا کے لیے ضروری ہے“، جب کہ صحیح متن اس طرح ہونا چاہیے تھا: ”زندگی اور اس کے افکار میں یک جہتی اور ہم آہنگی ہو سکتی ہے، جو ایک امت کی تشکیل اور اس کے بقا کے لیے ضروری ہے“۔ اسی مضمون کے آغاز سے یہ الفاظ غائب ہیں: ”میں نے اپنے مصرعے: سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است“۔

صحتِ متن سے غفلت کا ایک اہم پہلو، کثیر تعداد میں کی جانے والی تبدیلیاں اور تصرفات ہیں،

۱- حاشیے میں مرتب نے بتایا ہے کہ ”بعد کو اس کا انگریزی ترجمہ بھی چھپا“، یعنی وہ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ

اصل پیغام اُردو میں تھا، جب کہ صورت حال اس کے برعکس ہے۔

۲- صحیح ترجمہ یہ ہوگا: ”خون ریزی سفاکی اور استبداد کے عفریت ثابت ہوئے“۔

جن سے بسا اوقات اصل مفہوم ہی الٹ ہو گیا ہے، مثلاً: ”اندازہ نہیں ہو سکتا“ کو ”اندازہ ہو سکتا ہے“ بنا دیا۔ (ص ۸۹، ۴۳) ”قوت“ کو ”وقت“ میں بدل دیا ہے۔ (ص ۹۰، ۵) ”آشنا نہیں“ کی جگہ ”آشنا ہیں“ کر دیا۔ (ص ۹، ۲۱) یہ تین (اور مزید چار) تصرفات پانچ صفحات کی تحریر (دیباچہ اسرارِ خودی، طبع اول) میں کیے گئے ہیں۔ اس تحریر میں آٹھ مقامات پر الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں، پندرہ اغلاط کتابت اور املا کی تبدیلیاں اس پر مستزاد ہیں۔ ص ۵۵ پر اغلاط اور تصرفات کی تعداد دس، ص ۵۶ پر آٹھ اور ص ۱۸۵ پر سات ہے۔ ص ۱۴۵ پر دو سطر کی قرآنی آیت میں تین غلطیاں اور ص ۱۵۰-۱۵۱ پر چار سطر کی حدیث میں پانچ غلطیاں موجود ہیں۔ ص ۷۷ پر ایک شعر میں تین اغلاط ہیں۔ ص ۸۳ پر کلمہ طیبہ تین مرتبہ لکھا ہے اور تینوں بار غلط۔ دیباچہ رموزیہ خودی (ص ۱۳۲، ۱۳۵) کی چوبیس سطروں میں سولہ اغلاط و تصرفات ملتے ہیں۔ کہیں عبارت کی پیراگرافنگ میں، اصل متن کے بجائے مرتب یا خوش نویس نے ذاتی صواب دید سے کام لیا ہے۔ اس طرح کثرتِ اغلاط میں یہ مجموعہ، تمام سابقہ مجموعوں پر بازی لے گیا ہے۔

مرتب کی معلومات بھی خاصی ناقص ہیں۔ انگریزی مضمون کے اردو تراجم کو حصہ دوم کے تحت الگ یکجا کیا گیا ہے، اگر مرتب کو اس بات کا علم ہوتا کہ حصہ اول کی تین تحریریں (شعبہ تحقیقات اسلامی کی ضروریات، اسلامیات، سال نو کا پیغام) بھی انگریزی تحریروں کے تراجم ہیں، تو یقیناً وہ انھیں بھی حصہ دوم میں شامل کرتے۔ ”قومی زندگی“ کا ماخذ سخن، اکتوبر ۱۹۰۴ء بتایا ہے (غالباً اس لیے کہ مضامین اقبال میں اتنا ہی حوالہ ہے) حالانکہ یہ مضمون، سخن میں دو نسطوں میں چھپا تھا، دوسری قسط مارچ ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی۔ مرتب نے انوارِ قیال، مقالاتِ اقبال اور آثارِ اقبال میں منقول بعض تحریروں کو ”کم یاب“ بتایا ہے (ص ۱۷۵، ۲۷۹) حالانکہ متذکرہ مجموعے دستیاب و موجود ہیں اور ان کے یہ شمولات کسی صورت بھی ”کم یاب“ قرار نہیں دیے جاسکتے۔

مرتب نے اس مجموعے میں شامل مضامین کی تعداد ۳۳ بتائی ہے (ص ۱۰) جب کہ اصل تعداد ۳۵ بنتی ہے۔ یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی کہ فہرست میں، مضامین کے شمار نمبر ۲۹ کے بعد باقی مضامین کو پھر سے نمبر ۲۸ کے شمار کیا گیا ہے۔ کتابت کی اس غلطی کی طرف، مرتب، ناشر یا پروف خواں کسی کی نظر نہیں گئی اور اس بنا پر فاضل مرتب، اپنے مجموعے میں شامل نثر پاروں کی صحیح تعداد سے بے خبر ہیں۔

مرتب نے لکھا ہے کہ اس مجموعے کی شکل میں تحقیق کرنے والوں کو یہ سب مضامین ایک جگہ مل جائیں گے (ص ۱۱)۔ تحقیق میں بنیادی اہمیت، صحتِ متن کی ہوتی ہے اور اس مجموعے کا سب سے

زیادہ کمزور پہلو اس کا ناقص متن ہے، لہذا اس غلط سلط متن کی بنیاد پر جو تحقیق ہوگی، اس کا نتیجہ معلوم۔ محققین کے لیے اس کتاب کی افادیت صفر ہے، بلکہ راقم کے خیال میں تو عام قارئین کے لیے بھی یہ مجموعہ گمراہ کن ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ اسے کسی عام ناشر کے بجائے انجمن ترقی اردو ہند نے شائع کیا ہے۔

❁ گفتارِ اقبال

محمد رفیق افضل کا مرتبہ، یہ مجموعہ مذکورہ بالا مجموعوں سے کسی قدر مختلف نوعیت کا ہے۔ اس میں علامہ اقبال کے مقالات و مضامین کے بجائے ان کی تقاریر اور بعض بیانات مدون کیے گئے ہیں۔ مجموعے کا تعارف کراتے ہوئے، مرتب لکھتے ہیں:

مجموعہ زیر نظر میں جو مواد ترتیب دیا گیا ہے، وہ کسی اور مجموعے میں شامل نہ تھا۔ یہ سب کا سب لاہور کے دو روز ناموں زمیندار اور انقلاب کی صرف ان جلدوں سے لیا گیا ہے، جو ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ تقاریر، بیانات، مکاتیب وغیرہ کا یہ مجموعہ تاریخ و ترتیب دیا گیا ہے، سوائے آخر کی دو رودادوں اور ضمیمے کے، جن کا مواد بعد میں دستیاب ہوا۔ اس مجموعے کے مشمولات کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ۱- مختلف علمی، تعلیمی یا ثقافتی اجتماعات اور سیاسی و انتخابی جلسوں میں کی جانے والی تقاریر۔
- ۲- اقبال سے اخبارات و رسائل کے مصاحبے اور اخباری نمائندوں کے سوالات کے جوابات۔
- ۳- اہم سیاسی اور تاریخی مواقع پر جاری کیے جانے والے بیانات۔ ان میں سے بعض بیان علامہ اقبال نے انفرادی حیثیت میں جاری کیے اور بعض، دیگر اکابر کے ساتھ مشترکہ دستخطوں سے جاری کیے گئے۔

- ۴- خطوط، جو بعض امور کی وضاحت کے لیے بالعموم زمیندار یا انقلاب کے مدیران کو لکھے گئے۔
- ۵- اقبال کے دورہ جنوبی ہند (۱۹۲۸ء-۱۹۲۹ء) اور دورہ انگلستان اور اٹلی (۱۹۳۰ء-۱۹۳۱ء) کی تفصیلات پر مشتمل، انقلاب میں مطبوعہ اخباری رپورٹیں اور مکتوبات نمائندہ خصوصی۔
- ۶- متفرقات، مثلاً: اقبال کی طرف سے جاری کردہ اپیلیں، پیغامات اور اقبال سے ملاقاتوں کی رودادیں وغیرہ۔

کل نثر پاروں کی تعداد ایک سو ستترہ بنتی ہے۔ ہر نثر پارے کے شروع میں ایک مختصر تمہیدی نوٹ دیا گیا ہے۔ متن کتاب ص ۱ سے ۲۷۲ تک پھیلا ہوا ہے۔ ابتدائی بیس صفحات (سردوق، فہرست اور مقدمہ) اس کے علاوہ ہیں۔ آخر میں ایک مفصل اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔

گفتارِ اقبال نسخِ نائپ میں طبع کی گئی ہے۔ حواشی اور تمہیدی تعارف نامے کسی قدر باریک نائپ میں ہیں۔ اس طرح کتاب کی صوری اور ظاہری حیثیت اطمینان بخش ہے، تاہم تقاریر و بیانات کے متون نقل کرنے میں پوری احتیاط اور کاوش سے کام نہیں لیا گیا۔ زمیندار اور انقلاب میں مطبوعہ متن کا املا تبدیل کیا گیا ہے، جیسے: ”بولشوزم“ کو ”باشوزم“ (ص ۷)؛ ”ایکانی“ کو ”اکانوی“ (ص ۸)؛ ”قفصل“ کو ”قولصل“ (ص ۱۳۸)؛ ”طریق“ کو ”طریقہ“ اور ”تصفیے“ کو ”تصفیہ“ (ص ۱۶۳) بنا دیا گیا۔ املا کی ایسی تبدیلیوں کے سلسلے میں مرتب کی طرف سے وضاحت ضروری تھی۔ اسی طرح جہاں جہاں تصرفات کیے گئے اور اخبار کے متن میں واضح اغلاط کو درست کیا گیا، اُن کی نشان دہی بھی حاشیے میں ہونی چاہیے تھی۔ ایڈیٹر زمیندار کے نام مکتوب (ص ۶-۸) میں مرتب نے ایک جگہ ”حرمتِ ربا“ کے الفاظ حذف کر دیے ہیں، اصل جملہ یہ تھا: ”قرآن کریم نے اس قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنے کے لیے قانون میراث، حرمتِ ربا اور زکوٰۃ وغیرہ کا نظام تجویز کیا ہے۔“ گفتارِ اقبال میں اس طرح منقول ہے: ”قرآن کریم نے اس قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنے کے لیے قانون میراث اور زکوٰۃ وغیرہ کا نظام تجویز کیا ہے۔“ اگر یہاں ”حرمتِ ربا“ کی ترکیب عمداً حذف کی گئی ہے تو یہ ایک طرح کی خیانت ہے۔ مزید برآں یہ امر مرتب کی مرعوبانہ ذہنیت کی علامت بھی ہے۔

نقلِ متن میں مرتب سے بکثرت اغلاط سرزد ہوئی ہیں، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ طوالت سے احتراز کرتے ہوئے، نمونے کے طور پر، گفتارِ اقبال کے صرف تین صفحات کا، زمیندار اور انقلاب کے متن سے تقابلی مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے:

اصل متن (زمیندار، ۲۳ جون ۱۹۲۳ء)	صفحہ	سطر	گفتارِ اقبال
سرمایہ داری کی قوت	۷	۱۱	سرمائے کی قوت
مناسب حدود کے اندر رکھنا ہے۔ یورپ اس نکتے کو نظر انداز کر کے آج آلام و مصائب کا شکار ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ بنی نوع انسان کی تمام قوتیں اپنے اپنے ممالک میں ایسے قوانین وضع کریں، جن کا مقصد سرمائے کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھ کر.....	۷	۱۲	مناسب حدود کے اندر رکھ کر.....

انقلاب، ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۲

اعادہ وہ کئی بار.....	۱۶۳	۱۴	اعادہ کئی بار.....
اور ساتھ میں اس کے جداگانہ انتخاب.....	۱۶۳	۲۳	اور اس کے ساتھ ہی جداگانہ انتخاب.....
میری رائے ناقص میں.....	۱۶۳	۲۴	میری ناقص رائے میں.....
مشروط طور پر قائم رکھ کر.....	۱۶۳	۲۵	مشروط طور پر رکھ کر.....
جداگانہ ملی ہستی کو.....	۱۶۳	۱	جداگانہ ہستی کو.....
غور کیا ہے جن کا اثر اس وقت مشرقی اقوام کے	۱۶۳	۲	غور کیا ہے، مجھے اس بات کا.....
سیاسیات پر ہو رہا ہے، مجھے اس بات کا.....			
یہ ہے کہ مسلمان کس طرح اپنی مستقل ملی ہستی	۲۶۴	۲۶	یہ ہے کہ اکثریت.....
سے دستبردار ہو جائیں۔ ہندی اقوام کی			
مفاہمت کا وقت قریب آئے گا اور ضرور آئے			
گا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اکثریت.....			

اس تقابلی جائزے سے مرتب کے تساہل اور عدم احتیاط کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ تین صفحات مرتب کرنے میں متعدد مقامات پر الفاظ چھوڑ دینے کے علاوہ تین مقامات پر اصل متن کی متعدد سطور چھوٹ گئی ہیں۔ پوری کتاب میں اس طرح کے ”سہو“ کی کثرت ہے اور یوں مرتب کا منقول متن، بھروسے کے لائق نہیں رہا۔

مرتب نے کتاب کے مقدمے میں بجا طور پر لکھا ہے: ”یہ مواد نہ صرف علامہ اقبال کے مستند سوانح حیات لکھنے کے لیے بلکہ پنجاب اور تحریک آزادی کی تاریخ کی ترتیب کے لیے بے حد ضروری ہے۔“ بجائے خود اس لوازمے (مواد) کی اہمیت بجا ہے، مگر مرتب کے نقل کردہ ناقص اور غلط سلسلہ متن کی بنیاد پر جو سوانح حیات یا تاریخ لکھی جائے گی، اعتبار و استناد میں اس کا پایہ کمزور ہوگا۔^۱

۱- اختر النساء نے اپنے ایم فل اقبالیات کے تحقیقی مقالے گفتار اقبال کا تحقیقی مطالعہ (۱۹۹۶ء) میں گفتار اقبال کے متن کا انقلاب کے متن سے موازنہ کر کے محمد رفیق افضل کے مرتبہ ناقص متن پر گرفت کی ہے اور ان کی غلطیوں، تسامحات اور لاپرواہی کا وقت نظر اور تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔

❁ انوارِ اقبال

انوارِ اقبال کی حیثیت مجموعہ مکاتیب کی ہے۔ باب ۳ میں، مکاتیب کے مختلف مجموعوں کے جائزے میں یہ کتاب تفصیلاً زیر بحث آچکی ہے تاہم اس مجموعے میں مکاتیب کے علاوہ علامہ اقبال کی دیگر نثری تحریریں بھی شامل ہیں۔ یہ تحریریں کئی طرح کی ہیں:

(۱) اقبال کے ایسے مضامین اور تحریریں، جو مضامینِ اقبال یا مقالاتِ اقبال میں شامل نہیں ہیں۔ ان میں ”نبوت“ کے زیر عنوان دو تحریریں، اسرارِ خودی کے سلسلے کا ایک اہم مضمون، ”علم ظاہر و علم باطن“، شعائرِ اسلام کے موضوع پر ایک تحریر بعنوان ”مسلمانوں کا امتحان“ اور ایک انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ بعنوان ”حکماۓ اسلام کے عمیق تر مطالعے کی دعوت“ شامل ہیں۔

(۲) لاہور کے جلسہ عام (۳۰ دسمبر ۱۹۱۹ء) میں اقبال کی ایک تقریر اور دو مختصر بیانات۔

(۳) علامہ اقبال سے سوراہیہ کے نمائندے کا ایک مصاحبہ، جو نامکمل ہے۔

(۴) مختلف مصنفین کی کتابوں پر اقبال کی تقاریظ اور آرا۔

(۵) علامہ اقبال کی مرتبہ رودادِ پنجاب پر ونشل ایجوکیشنل کانفرنس (اپریل ۱۹۱۱ء)۔

(۶) اقبال کی مرتبہ بعض درسی کتابوں کے دیباچے۔

(۷) اقبال سے ایک ملاقات کی روداد (از مجید ملک) اور ان کے مختصر حالات (از فوق)۔

(۸) اقبال کی جاری کردہ متفرق اسناد۔

(۹) مدراس کے سفر میں اقبال کو پیش کیے جانے والے بعض سپاس نامے اور ایک اشتہار۔

گویا مرتب کو اقبال سے متعلق جو کچھ ملا، اسے انوارِ اقبال میں جمع کر دیا گیا ہے۔ قبل ازیں یہ ذکر آچکا ہے کہ باعتبار ترتیب یہ مجموعہ ناقص ہے۔ ایک ہی نوعیت کی تحریریں مختلف مقامات پر بکھری ہوئی ہیں، مرتب نے بعض شمولات کے مآخذ بھی نہیں بتائے، حواشی مختصر اور ناکافی ہیں، مثلاً: علامہ اقبال کے حالاتِ زندگی (از محمد دین فوق) میں متعدد باتیں تصحیح طلب ہیں، حاشیے میں ان کی تصحیح ضروری

۱- A Plea for Deeper Study of the Muslim Scientists کا اردو ترجمہ۔ اصل مضمون *Speeches*

(شروانی) میں شامل ہے۔

۲- ایک بیان، مکمل صورت میں گفتارِ اقبال (ص ۶۱) میں موجود ہے۔

۳- نسبتاً مفصل مصاحبہ گفتارِ اقبال (ص ۲۲۳ تا ۲۶۴) میں نقل کیا گیا ہے۔

تھی۔ ”نبوت“ کے زیر عنوان دو شذرات کے بعض حصوں کا عکس آرٹ پیپر کے چانپوں پر شامل کیا گیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرتب نے ختم نبوت سے متعلق اقبال کی تحریر سے یہ حصہ حذف کر دیا ہے: اور واجب القتل۔ میلہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا، حالانکہ جیسا طبری لکھتا ہے، وہ حضور رسالت مآب کی نبوت کا مصدق تھا اور اس کی اذان میں حضور رسالت مآب کی نبوت کی تصدیق تھی.....۔^۱

مرتب نے اس جگہ نفلے لگا دیے ہیں۔ اقبال کی اس واضح اور واضح گاف تحریر سے قادیانیت پر چوٹ پڑتی ہے، مرتب نے غالباً ”خوفِ فسادِ خلق“ کے سبب یہ حصہ تحریر حذف کر دیا، مگر اصولاً یہ درست نہیں۔

SPEECHES AND STATEMENTS OF IQBAL ❁

علامہ اقبال عملی سیاست سے زیادہ تر گریزاں رہے، کیونکہ عملی سیاست اُن کی اقتدا طبع کے مطابق نہ تھی۔ پھر بھی مسلمانوں کے ایک ملی اور سیاسی راہ نما کی حیثیت سے اُن کا شمار اکابر شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ تین برس (۱۹۲۶ء-۱۹۲۹ء) وہ پنجاب کی مجلس قانون ساز کے ممبر رہے اور اس حیثیت میں متعدد تقاریر کیں۔ انھیں متعدد بار بعض علاقائی اور کل ہند کانفرنسوں سے خطاب کرنے کی دعوت دی گئی۔ آخری چند برس وہ پنجاب مسلم لیگ کے صدر رہے۔ دو بار لندن میں منعقدہ گول میز کانفرنسوں میں شریک ہوئے۔ ایک بھر پور عملی زندگی کے آغاز (۱۹۰۸ء) سے وفات (۱۹۳۸ء) تک قومی، سیاسی اور ملی تاریخ سے متعلق مختلف مواقع پر اور اہم مسائل و امور سے متعلق، انھوں نے وقتاً فوقتاً اہم بیانات جاری کیے۔ اخبارات نے بعض مسائل پر اُن کا موقف معلوم کرنے کے لیے اُن سے مصاحبے کیے۔ کبھی کبھی دیگر مسلم اکابر کے ساتھ مشترکہ ایلیٹیں جاری کرنا پڑیں۔ علامہ اقبال کی اس نوع کی تقاریر اور بیانات وغیرہ اردو اور انگریزی اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔ گذشتہ اوراق میں گفتار اقبال زیر بحث آچکی ہے، جس میں اقبال کی بعض تقاریر اور بیانات جمع کر دیے گئے ہیں۔

اقبال کی زیادہ تر تقاریر انگریزی میں ہیں۔ اُن دنوں بیانات بھی بالعموم انگریزی ہی میں جاری کیے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے اردو روزناموں میں اقبال کی یہ تقاریر اور بیانات تفصیلاً اور خاطر خواہ طریق سے شائع نہیں ہو سکے، یہی وجہ ہے کہ گفتار اقبال میں شامل بیانات اور تقاریر مختصر اور زیادہ تر

۱- اقبال کا عکس تحریر بالمقابل: ص ۲۲۲ (انوار اقبال)۔ یہ عکس بہت مصغر کر کے دیا گیا ہے۔

جزوی ہیں۔ اُردو اخبارات کے مقابلے میں انگریزی اخبارات کے وسائل زیادہ اور انتظامات بہتر تھے، چنانچہ انگریزی اخبارات خصوصاً سول اینڈ ملٹری گزٹ میں اقبال کی تقاریر و بیانات کا نسبتاً مفصل اور مکمل ریکارڈ محفوظ ہو گیا۔

گذشتہ صفحات میں علامہ اقبال کے نثری مجموعوں (مضامین اقبال اور مقالات اقبال وغیرہ) کے ضمن میں اُن کے اُردو مضامین کا ذکر آچکا ہے اور بعض ایسی انگریزی تحریروں کا بھی، جن کے اُردو تراجم مذکورہ اُردو مجموعوں میں شامل ہیں۔ یہ انگریزی تحریروں، بعض علمی اور تحقیقی مقالوں میں شائع ہوتی رہیں۔ بذاتِ خود علامہ اقبال کو، یا اُن کے قریبی حلقہٴ احباب میں سے کسی کو بھی، خیال نہیں آیا کہ اس نثری ذخیرے کو جمع کر کے مرتب کیا جائے۔ لطیف احمد شروانی نے ”شاملو“ کے قلمی نام سے ۱۹۴۴ء میں انگریزی تحریروں، تقاریر اور خطبات و بیانات کو جمع کر کے کتابی صورت میں مدون کیا۔ یہ مجموعہ مندرجہ بالا عنوان سے پہلی بار مارچ ۱۹۴۵ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ مرتب نے مقدمے میں بتایا ہے کہ اقبال کے انگریزی خطبات اور تقاریر، چھوٹے چھوٹے متفرق کتابچوں اور مجلسِ قانون ساز پنجاب کی رودادوں اور اخبارات کے پرانے شماروں میں بکھری ہوئی تھیں، انھیں زیرِ نظر مجموعے کی صورت میں مرتب کر دیا گیا ہے، تاکہ ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ آگے چل کر انھوں نے اقبال کے سیاسی افکار پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ اقبال نے اپنی اصابتِ فکر کی بنیاد پر دین اور سیاست میں تفریق کے خلاف آواز بلند کی۔

یہ مجموعہ تین حصوں میں منقسم ہے۔ اس تقسیم کے مطابق:

حصہ اول: دو طرح کی تقاریر پر مشتمل ہے:

الف۔ اقبال کے دو صدیقی خطبے (سالانہ اجلاسِ کلِ ہند مسلم لیگ، الہ آباد، ۲۹ دسمبر

۱۹۳۰ء اور کلِ ہند مسلم کانفرنس لاہور، ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء)۔

ب۔ مجلسِ قانون ساز پنجاب میں کی جانے والی آٹھ تقاریر۔

حصہ دوم: بعنوان ”اسلام اور قادیانیت“ کے تحت یہ تحریروں شامل ہیں:

الف۔ ایک مضمون: ”قادیانی اور راسخ العقیدہ مسلمان“۔

ب۔ مذکورہ مضمون پر قادیانی اخبار لائٹ کے اعتراضات کا جواب۔

ج۔ مذکورہ بالا مضمون پر روزنامہ سٹیٹسمن کے اعتراضات کا جواب۔

د۔ قادیانیت کے سلسلے میں پنڈت نہرو کے سوالات کا جواب۔

حصہ سوم: تین طرح کی چیزیں جمع کی گئی ہیں:

الف۔ کل ہند مسلم لیگ کے سیکرٹری کے عہدے سے استعفیے کا خط اور سر فرانس بیگ ہرینڈ کے نام ایک مکتوب کے بعض حصے۔

ب۔ مختلف سیاسی اور قومی مسائل کے بارے میں ۲۸ بیانات۔

ج۔ سال نو کارڈیائی پیغام (یکم جنوری ۱۹۳۸ء)۔

مرتب کی طرف سے کہیں کہیں مختصر حواشی کا اضافہ کیا گیا ہے۔ انھوں نے مقدمے میں ان تحریروں کے مجموعی ماخذات کا ذکر تو کیا ہے، مگر ہر تحریر کے ساتھ الگ الگ حوالہ درج نہیں کیا۔ مجلس قانون ساز کی تقاریر، مجلس کی مطبوعہ رودادوں سے لی گئی ہیں، صدارتی خطبے مطبوعہ کتابچوں سے اور مختلف بیانات سول اینڈ ملٹری گزٹ کے مختلف شماروں سے۔ بیانات میں سب سے آخری بیان روزنامہ احسان (۹ مارچ ۱۹۳۸ء) سے اخذ کیا گیا ہے۔ اصل بیان اردو میں تھا، زیر بحث مجموعے میں اس کا انگریزی ترجمہ شامل ہے۔ یہ بیان کتاب کی مجموعی سکیم کے دائرے میں نہیں آتا، کیونکہ اصلاً یہ کتاب انگریزی تقاریر و بیانات کا مجموعہ ہے، مگر موضوع (مسئلہ قومیت) کی اہمیت کے پیش نظر اور اس لیے بھی کہ یہ اقبال کی آخری مفصل تحریر ہے، مرتب نے اسے اپنے مجموعے میں شامل کرنا ضروری سمجھا۔ اس مضمون میں آیات قرآنی کے عربی متن کے ساتھ مرتب نے انگریزی ترجمے کا اضافہ کر دیا ہے۔ ص ۲۳۱ پر قرآنی آیت کے ساتھ مندرجہ ذیل دو آیات غلطی سے حذف ہو گئی ہیں:

(۱) وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي اِبْرَاهِيمَ

(۲) فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا

تینوں حصوں کی تحریروں کو زمانی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ مگر تحریک کشمیر کے سلسلے میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کا بیان ۱۹ ستمبر ۱۹۳۳ء کے بیان کے بعد آنا چاہیے تھا۔ بعض تحریروں کے پس منظر کی وضاحت کے لیے تمہیدی اور تعارفی اشارات کی ضرورت تھی، مثلاً حصہ دوم میں قادیانیت سے متعلق تحریروں کا ایک خاص پس منظر ہے، مرتب کی طرف سے اس پر مختصر روشنی ڈالی جاتی، تو عام قارئین کے لیے ان تحریروں کو سمجھنا زیادہ آسان ہوتا۔

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ساڑھے تین برس بعد ستمبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ چند اضافوں کے سوا، یہ ایڈیشن ہر اعتبار سے پہلے ایڈیشن کے مطابق ہے۔ اس پر دونوں ایڈیشنوں کی تاریخی درج کردی گئی ہیں، مگر کسی مقدمے کا اضافہ نہیں کیا گیا۔ پہلے ایڈیشن کی اشاعت کے بعد، مرتب کو اقبال کی جو مزید تحریریں اور بیانات دستیاب ہوئے، انھیں زیر نظر ایڈیشن میں شامل کر لیا گیا ہے۔

حصہ دوم میں دو چیزوں کا اضافہ کیا ہے، اول: ایک مضمون بعنوان: Mc Taggart's Philosophy، دوم: Some Study Notes^۱ (اس کا موضوع حیات بعد الممات ہے).....

حصہ سوم میں مس فاروق ہرن کے نام دو مکاتیب (مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۷ء اور ۶ ستمبر ۱۹۳۷ء) کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ مکاتیب مکمل صورت میں نہیں ہیں، آغاز و اختتام سے القاب وغیرہ محذوف ہیں، ممکن ہے کچھ جملے بھی شامل نہ کیے گئے ہوں۔

اس مجموعے میں ٹائپ کی بعض اغلاط موجود ہیں، مثلاً

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۶	۱۶	non-special	non-spatial
۱۵۶	۱۷	oorporeal	corporeal
۱۵۶	۲۰	is	is(?) is
۱۶۰	۷	and	an

فارسی اور اردو اشعار کے متن میں بعض نمایاں غلطیاں ہیں:

۱۵۱	۸	دھم	وہم
۱۵۱	۱۳	آبد	آید
۱۵۱	۲۲	دوام	دوام
۱۵۱	۲۶	زا آن	ازاں
۱۵۲	۴	نجات کے	بخاشا کے
۱۵۲	۵	بردست بردن	برخود بریدن

۱- یہ مضامین علی الترتیب Indian Art and Letters (لندن) ۱۹۳۲ء کے شمارہ اول اور The

Muslim Revival، ستمبر ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئے، مرتب نے حوالہ نہیں دیا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۶	۲	سوفت	سوخت
۲۳۰	۱۲	فقہ	فقہیہ
۲۳۶	۶	گسے کہ	کے کو

فہرست میں ”تحریک کشمیر“ کے سلسلے میں ۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کے بیان کی تاریخ غلطی سے ۲۲ اکتوبر درج ہے، یہ غلطی ٹائپ کی ہے۔

اس مجموعے کا تیسرا ایڈیشن مرتب کی نظر ثانی اور متعدد اضافوں کے ساتھ نئے نام *Speeches, Writings and Statements of Iqbal* سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا۔

SPEECHES, WRITINGS AND STATEMENTS OF IQBAL ❀

دوسرا ایڈیشن ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا تھا۔ ایک عرصے تک تیسرا ایڈیشن نہ چھپ سکا۔ اس اثنا میں، اس مجموعے کے مشمولات کو قدرے ترمیم کے ساتھ، بعض دیگر حضرات نے نئے مجموعوں کی صورت میں چھاپ لیا۔ اقبال صدی (۱۹۷۷ء) کے موقع پر مرتب نے اپنے مجموعے کو از سر نو ترتیب دیا۔ اس کا نام بھی بدل دیا۔ مزید برآں: اول، دوسرے ایڈیشن کے مشمولات کی پھر سے پڑتال کی۔ دوم، بہت سی نئی چیزوں کا اضافہ کیا۔ سوم، حوالوں اور مختصر پاورٹی حواشی کا اضافہ کیا۔ تفصیل اس طرح ہے:

(الف) اضافات

- (۱) مجلس قانون ساز میں ۱۸ جولائی ۱۹۲۷ء کی تقریر (بلسلسلہ ضمنی اور اضافی گرانٹ)۔
- (۲) Religion and Philosophy کے عنوان سے ایک حصہ: اس میں دو مضامین تو وہ ہیں، جو طبع دوم میں بڑھائے گئے تھے، مگر تیرہ نئے طویل اور مختصر مستقل مضامین شامل کیے گئے ہیں۔
- (۳) ”اسلام اور قادیانیت“ (جو، اب کتاب کا تیسرا حصہ ہے) کے زیر عنوان دو نئی چیزوں کا اضافہ (۱) پنڈت نہرو کے نام ایک خط (۲) ایک وضاحتی بیان۔

۱- (الف) *Thoughts and Reflections of Iqbal*، مرتب: ایس۔ اے۔ واحد لاہور، مئی ۱۹۶۲ء۔

(ب) *Speeches and Statements of Iqbal*، مرتب: اے آر طارق لاہور، اپریل ۱۹۷۳ء۔

(۴) حصہ دوم کی ایک تحریر Some Study Notes کے پہلے پیرا گراف کے آخر میں یہ جملہ بڑھایا گیا ہے:

I am sure this passage will interest the readers of the *Muslim Revival*.

اس تحریر میں بعض آیات قرآنی کے حوالے درج کیے گئے ہیں اور بعض آیات کے شمار نمبروں کی تصحیح کی گئی ہے۔

(۵) حصہ چہارم میں دو چیزوں کا اضافہ: (۱) گاندھی کے نام ایک خط (۲) بمبئی کرائیکل میں مطبوعہ انٹرویو۔

(ب) تراجم

(۱) طبع دوم، حصہ دوم کے چوتھے مضمون (ص ۱۱۱) کا عنوان بدل کر Islam and Ahmadism کر دیا گیا ہے۔

(۲) طبع دوم میں Mc Taggart's Philosophy میں مذکور ”گلشن راز جدید“ کے فارسی اشعار شامل تھے۔ طبع سوم میں اشعار کا متن نکال کر، ان کا انگریزی ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔

(۳) طبع دوم میں شامل ایک تحریر Some Study Notes کا عنوان تبدیل کر کے Corporeal Resurrection بنا دیا گیا ہے۔ اس مضمون کے متن میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کی گئی ہیں:

	صفحہ	سطر	طبع سوم		صفحہ	سطر	طبع دوم
the author refers	۲۷	۱۵۱	he refers	۱۶	۱۵۶		
more exact	۲	۱۵۲	more and more exact	۲۰، ۱۹	۱۵۶		
would even admit	۱۰	۱۵۲	would admit	۸	۱۵۷		
except what	۲۰	۱۵۲	except by what	۱۵	۱۵۷		
complete all his	۵	۱۵۳	complete his	۱۵	۱۵۸		
that life	۲۶	۱۵۳	that all life	۶	۱۵۹		
so that I may	۲۹	۱۵۳	so that may	۱۱، ۱۰	۱۵۹		
readers of the Muslim Revival	۳۷	۱۵۳	readers	۲۰	۱۵۹		

صفحہ	سطر	طبع دوم	صفحہ	سطر	طبع سوم
۱۶۰	۱۲	as a uniform culture	۱۵۴	۲۰	as a unification to culture
مجموعے میں نائپ کی اغلاط بھی ملتی ہیں، مثلاً:					
			غلط	صحیح	
۱۵۲	۲۷	a		an	
۱۵۴	۸	astounding		astonishing	
۱۵۴	۲۰	unification		unified	

مرتب کا خیال تھا کہ اس مجموعے میں صرف وہی چیزیں شامل کی جائیں، جو خود انھوں نے اصل ماخذ سے حاصل کی ہیں اور جو دوسرے مستند مجموعوں میں موجود نہیں، چنانچہ انھوں نے *Thoughts* (واحد) میں شامل کئی تحریریں، اپنے مجموعے میں شامل نہیں کیں، البتہ آخری وقت پر ناشر کے اصرار پر *Mementos of Iqbal* سے چند تحریریں لے کر شامل کی گئیں۔^۱

مرتب نے حاشیے میں ان رسائل و اخبارات کے نام اور تاریخ اشاعت درج کر دی ہیں، جہاں سے یہ تحریریں اخذ کی گئی ہیں۔ ان حوالوں کی مدد سے ہر نگارش کی تاریخ تحریر کا تعین آسان ہے، یوں اگر کوشش کی جاتی، تو مزید حتمی تاریخیں بھی متعین کی جاسکتی تھیں، مثلاً: *Mc Taggart's Philosophy* کے بارے میں اقبال نے ۲۲ مئی ۱۹۳۲ء کو مس فاروق ہرن کو لکھا: ”میں نے آج ہوائی ڈاک سے برطانوی فیلسوف میک ٹیگرٹ پر ایک مقالہ بھیجا ہے..... اس سے متعلق یہ مقالہ سرفرائس بیگ ہزبینڈ کی فرمائش پر لکھا ہے۔“^۲

حواشی بھی مختصر ہیں۔ کسی قدر مزید تفصیل ممکن تھی، مثلاً: ۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء کے بیان (ص ۲۲۱) میں عبدالمجید سندھی کے نام جس تارکا ذکر کیا گیا ہے، اس کا متن گفتار اقبال (ص ۱۶۰) میں موجود ہے۔ اسی طرح ص ۲۲۲ پر اقبال نے جن متعدد تاروں کا ذکر کیا ہے، ان کے جواب میں اقبال کے جوابات گفتار اقبال (ص ۱۶۰-۱۶۱) میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ حواشی اور تقابلی حوالوں کے اندراج سے مجموعہ اور زیادہ مفید بن سکتا تھا۔ طبع چہارم کے سلسلے میں کتاب کے آخر میں دیکھیے: ”تصریحات“۔

۱- مکتوب لطیف احمد شروانی بنام رفیع الدین ہاشمی، ۱۳ جون ۱۹۷۹ء (شروانی صاحب کے الفاظ ہیں: ”یہ میں نے اپنی مرضی کے خلاف کیا تھا۔“)

اگرچہ اس مجموعے کو مزید بہتر اور جامع بنانے کی گنجائش موجود ہے، تاہم بحالت موجودہ بھی یہ اقبال کی انگریزی نگارشات اور نثری ذخیرے کا سب سے مستند اور صحیح مجموعہ ہے۔ یہ انفرادی کاوش لائق تحسین ہے، خصوصاً اس اعتبار سے کہ مرتب نے یہ کام ذاتی دل چسپی کی بنا پر اور نجی وسائل سے کام لیتے ہوئے ایک نوع کے اقبالیاتی جذبے، کے ساتھ انجام دیا ہے۔

THOUGHTS AND REFLECTIONS OF IQBAL ❁

مئی ۱۹۶۲ء میں مطبوعہ، سید عبدالواحد کا مرتبہ، یہ مجموعہ چار حصوں میں منقسم ہے:

- (۱) بائیس متفرق مقالات و مضامین اور صدائے خطبات، شذراتِ فکر اور بعض کتابوں پر تقاریظ وغیرہ۔
- (۲) اسلام اور قادیانیت پر سات تحریریں۔
- (۳) مجلس قانون ساز پنجاب کی آٹھ تقاریر۔
- (۴) سیاسی اور ملی مسائل کے بارے میں بارہ بیانات۔

یہ مجموعہ، شاملو کی کتاب *Speeches* (دوم، ۱۹۴۸ء) کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ شاملو کے مجموعے میں انچاس نگارشات شامل ہیں، جب کہ زیر نظر مجموعے میں ان کی تعداد پچاس ہے۔ مرتب نے شاملو کے مجموعے سے اٹھارہ بیانات خارج (۴۹-۱۸=۳۱) کر کے انیس نئی تحریروں کا اضافہ (۳۱+۱۹=۵۰) کیا اور شاملو کے مجموعے کو ایک نئے نام سے چھاپ دیا۔ راقم کے خیال میں علمی دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ سید عبدالواحد، شاملو کی اجازت سے، ان کی کتاب *Speeches* (دوم) کا ایک نیا ایڈیشن تیار کرتے، کیونکہ دو تہائی سے زیادہ تحریریں شاملو کی جمع و مہیا کردہ ہیں۔

مرتب نے *Speeches* (دوم) کی اٹھارہ نگارشات کو Topical (؟) ہونے کی بنا پر اپنے مجموعے میں شامل نہیں کیا۔ یہ فیصلہ آسان نہیں کہ کون سی تحریر وقتی نوعیت کی ہے یا کسی ہنگامی موضوع سے متعلق ہے، یا اس کی حیثیت مستقل ہے۔ مرتب نے اس ضمن میں کسی تحریر کی موضوعی اہمیت کو پیش نظر

۱- باقیات اقبال کا پہلا ایڈیشن سید عبدالواحد معینی نے مرتب کیا تھا، محمد عبداللہ قریشی نے [شاید دوسرے اور] تیسرے ایڈیشن میں تقریباً تین گنا ضخامت کا نیا مواد شامل کیا، مگر ڈولین مرتب کی حیثیت سے سید عبدالواحد کا نام کتاب کے سرورق پر برقرار رکھا۔ سید عبدالواحد نے، زیر نظر انگریزی مجموعے میں، اس کے برعکس رویہ اختیار کیا، جس کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

نہیں رکھا، بلکہ محض اپنی صواب دید کو راہ نما بنایا ہے، مثلاً: ”کیونل اوارڈ“ کے موضوع پر اقبال کا ۲۳ اگست ۱۹۳۲ء کا بیان تو شامل کر لیا گیا، مگر اسی موضوع پر ۱۴ جولائی ۱۹۳۳ء کا بیان شامل نہیں کیا گیا۔ مسئلہ فلسطین سے متعلق ۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو جاری کردہ بیان تو مرتب کے نزدیک اہم تھا، مگر اس موضوع پر اس سے ایک ہفتہ پہلے (۲۰ جولائی ۱۹۳۷ء) کا محررہ خط، بنام مس فاروق ہرن مرتب کے نزدیک لائق اعتنا نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس، محذوف بیانات ہندستان کی سیاسی اور ملی تاریخ کے نہایت اہم موضوعات سے متعلق ہیں۔ راقم کے خیال میں، ان سب کو مجموعے میں شامل ہونا چاہیے تھا۔

جن انیس نثر پاروں کا اضافہ کیا گیا ہے، ان میں سے بیشتر اقبال کی تحریریں ہیں۔ یہ اس مجموعے میں قیمتی اضافہ ہے۔ Stray Thoughts کے زیر عنوان دیے گئے متفرق شذرات، تین سال پہلے مطبوعہ Stray Reflections میں شامل ہیں، لہذا انھیں شامل کرنے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ مذکورہ عنوان سے اقبال کے شذرات فکر پر مشتمل ایک مستقل کتاب موجود ہے۔ اس مجموعے کا سب سے اہم اضافہ The Muslim Community ہے۔ مولانا ظفر علی خاں نے اقبال کے خطبہ رعلی گڑھ (۱۹۱۱ء) کا اردو ترجمہ ”ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر“ کے عنوان سے شائع کیا تھا، مگر اصل انگریزی خطبہ ناپید ہو گیا۔ حسن اتفاق سے مردم شماری کی ایک رپورٹ (۱۹۱۱ء) میں اس خطبے کا ایک حصہ محفوظ رہ گیا تھا، مرتب یہ متن، مذکورہ رپورٹ سے اخذ کر کے منظر عام پر لے آئے ہیں۔ دیگر اضافے بھی اہم ہیں۔

مرتب نے بعض نگارشات کے ساتھ ذیلی حاشیے بڑھائے ہیں۔ بعض مضامین کے آغاز میں تمہیدی نوٹ بھی درج ہیں۔ بیشتر تحریروں کے ماخذ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مرتب نے Speeches (دوم) سے منقول مواد کا ماخذ Civil and Military Gazette بتایا ہے، مگر یہ دعویٰ محل نظر ہے۔ کیونکہ مختلف تقاریر و بیانات کے آخر میں اخبار کے متعلقہ شماروں کی تاریخ و صفحات کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ مرتب نے شاملو کے مختصر حواشی کو بالعموم برقرار رکھا ہے، البتہ ایک دو جگہ حاشیے اڑا دیے ہیں اور ایک حاشیے (۳۲۴ ص) کا اضافہ کیا ہے، جس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ شاملو کے ہاں McTaggart's Philosophy کے متن میں اشعار کا اصل متن درج ہے، زیر نظر مجموعے میں تین اشعار کو ان کے انگریزی ترجمے سے بدل دیا گیا ہے۔ بعض مصنفین کی کتابوں پر اقبال کی تقاریر بھی مجموعے

میں شامل ہیں، مگر ان کتابوں کے مقام اشاعت اور سال اشاعت کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ یہ معلومات بھی حاشیے میں درج کر دی جاتیں، تو بہتر تھا!

مرتب کے نزدیک اقبال کے مندرجہ ذیل چار مضامین کا متن تا حال دستیاب نہیں ہوسکا:

- (1) Islam and Khilafat.
- (2) Islam as a Social and Political Ideal.
- (3) Inner Synthesis of Life.
- (4) Notes on "Qurratul Ain".

ہم گذشتہ صفحات میں مقالات اقبال پر بحث کے ضمن میں بتا چکے ہیں کہ Islam and Khilafat کے عنوان سے اقبال نے کبھی کوئی مضمون نہیں لکھا اور نہ تقریر کی۔ جس تقریر کا اردو ترجمہ ’اسلام اور خلافت‘ کے عنوان سے چھپا، اس کا اصل عنوان Political Thought in Islam ہے۔ دوسرے مضمون کا صحیح عنوان Islam as a Moral and Political Ideal ہے اور یہ مضمون زیر نظر مجموعے (ص ۲۹ تا ۵۵) میں شامل ہے۔ مرتب کی یہ وضاحت درست نہیں کہ یہ خطبہ ۱۹۱۱ء میں علی گڑھ میں دیا گیا۔ خطبہ ’علی گڑھ (۱۹۱۱ء) کا عنوان The Muslim Community ہے۔ تیسرا مضمون بلاشبہ زیر نظر مجموعے کی اشاعت (۱۹۶۳ء) تک دستیاب نہیں ہوا تھا۔ بعد میں لطیف احمد شروانی نے دریافت کر کے، اپنے مجموعے کے تیسرے ایڈیشن Speeches (شروانی) میں شامل کر لیا (ص ۱۲۸)، البتہ چوتھی تحریر تا حال معدوم ہے۔

متن مضامین میں مذکور آیات قرآنی کا متن صحیح نہیں (ص ۲۳۶، ۲۳۹)۔

۱- احمد نواز ملک نے یہی متن فنون کے اقبال نمبر، دسمبر ۱۹۷۷ء میں شائع کرایا ہے۔ انھیں علم نہ ہوسکا کہ تیرہ برس پہلے یہ متن زیر نظر مجموعے میں شائع ہو چکا ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ احمد نواز ملک نے اپنے مضمون کے آغاز میں، اس مجموعے (Thoughts) کا ایک اقتباس بھی نقل کیا ہے۔

۲- ڈاکٹر ایس وائی ہاشمی نے یہ مضمون تعارف، حواشی اور ضمیمے کے ساتھ مرتب کر کے کتابی صورت میں ۱۹۵۵ء میں لاہور سے شائع کرایا۔ موصوف نے اول تو مضمون کے عنوان میں لفظ Moral کو Ethical سے بدل دیا، دوم: متن میں بعض تصرفات کیے، سوم: متن کو طویل اور غیر ضروری حواشی کے نکتے میں اس طرح جکڑا کہ کتاب ایک گورکھ دھندا بن کر رہ گئی۔ ۱۹۷۷ء میں اس کتاب کی اشاعت مکرر ہوئی، لطف یہ کہ تعارف و حواشی میں یہ ذکر کہیں نہیں ملتا کہ مضمون کب لکھا گیا اور کہاں چھپا؟ تدوین (editing) کی یہ ایک بُری مثال ہے۔

اگرچہ مرتب نے بہت سے مفید حواشی درج کیے ہیں، تاہم کئی مقامات پر تشکیکی محسوس ہوتی ہے۔ مزید توجہ اور محنت سے توضیح طلب امور کی صراحت زیادہ مشکل نہ تھی۔ سب سے پہلے مضمون (ص ۳-۲۷) کے حاشیے میں یہ وضاحت ضروری تھی کہ بعد میں اقبال نے ”البحلانی“ کو ”البحلی“ سے بدل دیا ہے اور مضمون کو قدرے ترمیم کے بعد اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے Development میں شامل کر لیا۔ ص ۲۹۷ پر اقبال نے اپنے جس [علی گڑھ] لکچر کا ذکر کیا ہے، مرتب کو حاشیے میں بتانا چاہیے تھا کہ اس لکچر کے بعض حصے زیر نظر مجموعے کے آخر میں شامل ہیں۔

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن نو برس بعد ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ یہ ایڈیشن مشمولات اور ضخامت وغیرہ ہر لحاظ سے طبع اول کے مطابق ہے۔

SPEECHES AND STATEMENTS OF IQBAL ❁

زیر نظر کتاب شاملو کے مجموعے Speeches (دوم) کی مکرر اشاعت ہے، جسے مرتب (اے آر طارق) نے محض اپنے دیباچے کے اضافے کے ساتھ اپنی مرتب (Compiled) کتاب کی حیثیت سے پیش اور شائع کیا ہے۔ اس کے مشمولات کی تعداد اور ان کی ترتیب یعنی Speeches (دوم) کے مطابق ہے۔ اس اعتبار سے اس مجموعے کی حیثیت ایک تکراری مجموعے کی ہے۔

زیر نظر کتاب کا جواز پیش کرتے ہوئے، مرتب دیباچے میں لکھتے ہیں:

Long ago when I saw this book, I didn't find its printing and get-up upto the standard of its topic. Therefore, I revised it thoroughly.....all the verses of Iqbal in this book were without translation. Now I have translated them into English.....and have also given important foot-notes.

اس اقتباس کی روشنی میں زیر نظر مجموعے کی تالیف کے دو اسباب ہیں:

(۱) شاملو کے مجموعے کی طباعت اور گٹ اپ معیاری نہیں تھی۔

(۲) اس میں اردو اور فارسی اشعار کا ترجمہ نہیں دیا گیا تھا۔

دونوں ”دلائل“ نہ صرف کمزور اور بودے ہیں، بلکہ معینکہ خیز بھی ہیں۔ اگر ایسے ہی ”دلائل“ کو سرتے کے لیے وجہ ”جواز“ تسلیم کر لیا جائے، تو پھر دنیا کے معروف مصنفین کی بیشتر تصانیف، جو شخص چاہے اپنے نام سے چھاپ سکتا ہے، کیونکہ ”معیاری طباعت“ تو ایک اضافی بات ہے۔ پھر

دل چسپ بات یہ ہے کہ ”مرتب“ نے اس مجموعے پر Copy-rights Reserved کے الفاظ لکھنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

جہاں تک مرتب کے important footnotes کا تعلق ہے، ان کا اضافہ صفحات ۲۱۶، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۳ اور ۲۳۶ پر کیا گیا ہے۔ حواشی کی ان سطور کی مجموعی تعداد صرف اٹھارہ بنتی ہے۔ بقیہ تمام نوٹ شاملو کے ہیں، مگر دونوں کے درمیان کوئی تفریق قائم رکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی۔ اس وجہ سے، جب تک شاملو کا مجموعہ اور زیر نظر مجموعہ دونوں سامنے نہ ہوں، ظاہری تاثر یہی ہوتا ہے کہ سارے حواشی اے آر طارق نے شامل کیے ہیں۔ ص ۲۳۹ پر قرآنی آیت کا ایک حصہ: وَهُمْ بِالْآيَةِ هُمْ كَفِرُونَ اصل متن میں شامل نہیں، اے آر طارق نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔

MEMENTOS OF IQBAL ❁

رحیم بخش شاہین کے مرتبہ زیر نظر مجموعے پر سال اشاعت درج نہیں، تاہم کتاب کے تعارف میں مرتب نے بتایا ہے کہ میرا اردو مجموعہ اوراقِ گم گشتہ زیر طباعت ہے۔ مزید برآں زیر نظر مجموعے کا پورا لوازمہ پہلی بار Islamic Education کے شمارہ جنوری، فروری ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔ اس اعتبار سے اس مجموعے کا سال اشاعت ۱۹۷۵ء بنتا ہے۔

مرتب نے تمہیدی سطور میں بتایا ہے کہ سوانح اقبال کے لیے لوازمے کی تلاش کے دوران میں، انھیں اقبال کی بعض ایسی اہم تحریریں دستیاب ہوئیں، جو کسی سابقہ انگریزی مجموعے میں شامل نہ تھیں، انھیں زیر نظر مجموعے کی صورت میں مرتب و مدون کیا جا رہا ہے۔ یہ خالصتاً نثر اقبال کا مجموعہ نہیں، بلکہ اس کا ایک تہائی حصہ، اقبال کے بارے میں مختلف اہل قلم کے مضامین پر مشتمل ہے۔ مجموعہ تین حصوں میں منقسم ہے:

(۱) حصہ اوّل: اس حصے کو ”مضامین و بیانات“ کا عنوان دیا گیا ہے، مگر اس میں مختلف النوع تحریریں شامل ہیں۔ دو مضامین، چار تقاریر، دو انٹرویو، ایک پیغامِ تعزیت اور ایک مشترکہ اپیل۔ بیشتر تحریریں لاہور کے انگریزی ہفت روزہ Light کے پرانے شماروں سے اخذ کی گئی ہیں۔ اقبال کی اصل تقاریر اردو میں تھیں، اس لحاظ سے اس مجموعے میں شامل انگریزی متن کو، تراجم کہنا درست ہوگا۔ چار میں سے دو تقاریر کا اصل متن گفتارِ اقبال (ص ۱۱۶، ۱۳۲) میں موجود ہے۔

(۲) حصہ دوم: ”خطوط“ کے زیر عنوان آٹھ خطوط کے ساتھ ڈاکٹر تاثیر کے لیے ایک توصیفی

سند بھی شامل ہے۔ یہ تمام مکاتیب بعد ازاں خطوط اقبال (۱۹۷۶ء) میں اور پھر *Letters of Iqbal* (۱۹۷۷ء) میں شامل کر لیے گئے۔

(۳) حصہ سوم: گیارہ متفرق نثر پاروں میں سے صرف دو نگارشات (ایک تحریر اور ایک بیان) اقبال کی ہیں۔ بقیہ مضامین دیگر اہل قلم کے ہیں، جن میں اقبال کی شخصیت اور سوانح سے متعلق بعض پہلوؤں پر مفید روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ مرتب نے جو تین عنوانات قائم کیے ہیں، مشمولات کی تقسیم میں ان کی پابندی نہیں کی گئی۔ حصہ اول میں مضامین و بیانات کے علاوہ دیگر نوعیت کی تحریریں بھی شامل ہیں۔ پھر ایک بیان (ص ۵۹) متفرقات کے ذیل میں دیا گیا ہے، حالانکہ اسے حصہ اول میں آنا چاہیے تھا۔ حصہ مکاتیب کے ساتھ ایک توصیفی سند بھی منسلک کر دی گئی ہے۔ اس مجموعے میں اغلاط کی کثرت ہے۔ چھ صفحات پر مشتمل غلط نامے میں تعداد اغلاط ۲۱۸ ہے۔

کل نثر پاروں کی تعداد اکیس ہے۔ مرتب نے ہر پارے کے آغاز میں مختصر تعارفی نوٹ دیا ہے، جس میں سیاق و سباق کے علاوہ حوالہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔۔۔۔۔ یہ مجموعہ سلسلہ باقیات نثر اقبال میں ایک مفید اضافہ ہے مگر یہ مجموعہ دوبارہ کبھی نہیں شائع ہو سکا۔

DISCOURSES OF IQBAL ❁

شاہد حسین رزاقی کا مرتبہ یہ مجموعہ ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے کے آغاز میں، مرتب کے نام قائد اعظم محمد علی جناح کے ایک خط محررہ ۹ اگست ۱۹۳۱ء کا عکس دیا گیا ہے، جس میں انھوں نے علامہ اقبال کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ قائد اعظم نے حضرت علامہ کے بارے میں اپنے یہ تاثرات، رزاقی صاحب کی درخواست پر انھیں لکھ بھیجے تھے۔

مرتب نے دیباچے میں بتایا ہے کہ اقبال کی اردو اور انگریزی تحریریں جمع کرنے کا کام، انھوں نے ۱۹۳۱ء میں، اس وقت شروع کیا، جب وہ حیدرآباد دکن میں مقیم تھے اور اس کام میں انھوں نے بہادر یار جنگ اور حسرت موہانی سے بھی مدد حاصل کی۔ ۱۹۳۶ء میں علامہ اقبال کی اردو اور انگریزی تحریروں کا ایک ایک مجموعہ اشاعت کے لیے تیار ہو گیا، مگر ۱۹۳۷ء کے پُر آشوب حالات اور بعد ازاں دکن سے پاکستان ہجرت کے سبب مسودات ضائع ہو گئے۔ مرتب بتاتے ہیں کہ انھوں

نے ہمت ہاندی اور اقبال کی تحریروں کو دوبارہ جمع کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ انگریزی تحریروں کا مسودہ ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ ایک بار پھر اشاعت کے لیے تیار ہو گیا، لیکن بخت کی نارسائی دیکھیے کہ اس بار ناشر [غالباً اقبال اکادمی پاکستان، جس کے ناظم، اس وقت سید عبدالواحد محسنی تھے] کے تساہل اور عدم تعاون کی بنا پر کئی برس تک اس کی اشاعت کی نوبت نہ آسکی۔ بڑی مشکل سے پانچ سال بعد، مرتب مسودہ واپس لینے میں کامیاب ہوئے اور اب اسے شائع کر دیا ہے۔^۱

زیر نظر مجموعے میں علامہ اقبال کی ۳۳ انگریزی تحریروں، تقاریر اور بیانات شامل ہیں۔ ایک تحریر کے علاوہ، یہ تمام تحریروں *Thoughts* اور *Speeches* (شروانی) میں بھی موجود ہیں۔ گویا یہ بھی ایک تکراری مجموعہ ہے۔ دیباچے میں کوئی ایسا قرینہ نہیں، جس سے اندازہ ہو سکے کہ مرتب لطیف احمد شروانی یا سید عبدالواحد کے مرتبہ مجموعوں سے باخبر ہیں اور یہ بات باعثِ تعجب ہے، لکھتے ہیں:

no serious effort has yet been made to compile, edit and publish a complete collection of his treatises, both in English and Urdu.^۲

آگے چل کر کہتے ہیں:

The present collection is being published with the object that Allama Iqbal's prose writings may be brought before the public in a suitable book-form.^۳

گویا وہ نثر اقبال کے سابقہ مجموعوں کے سے واقعی بے خبر ہیں۔

مرتب کے مطابق، انھوں نے اقبال کی مختلف تحریروں اولین منابع سے حاصل کی ہیں۔ انھوں نے حسبِ موقع ان کے حوالے بھی دیے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا، اس مجموعے کی ایک تحریر *Basic Philosophy of Asrar-i-Khudi* (ص ۱۸۳ تا ۱۸۸) ایسی ہے، جو نثر اقبال کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ یہ تحریر، ڈاکٹر نکلسن کو لکھے جانے والے ایک نوٹ پر مبنی ہے اور حیدرآباد دکن کے مجلہ میزان سے اخذ کی گئی ہے۔ ہر تحریر کے آغاز میں توضیحی اشارات دیے گئے ہیں، جس سے اس کا سیاق و سباق واضح ہوتا ہے۔

۱- معنی خیز امر ہے کہ اسی اثنا (۱۹۶۳ء) میں سید عبدالواحد [معنی] کا مرتبہ مجموعہ *Thoughts* شائع ہو گیا۔

۲- *Discourses of Iqbal*: ص xv-

۳- ایضاً: ص xvii-

۴- الف) *Speeches* (شروانی)۔ ب) *Thoughts* (ج) *Speeches* (طارق)۔

۱۹۴۶ء ہی میں (جب ان تحریروں کو پہلی مرتبہ جمع کیا گیا تھا) یہ مجموعہ چھپ کر سامنے آجاتا، تو یقیناً مرتب کے لیے یہ اعزاز ہوتا، مگر شومی قسمت سے ایسا نہ ہوسکا۔ موجودہ صورت حال میں، کہ نثر اقبال کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں، زیر نظر مجموعے کو *Speeches, Thoughts* (شروانی) اور *Speeches* (طارق) کی تکرار ہی کہا جاسکتا ہے۔

۲۰۰۳ء میں اقبال اکادمی پاکستان نے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا، اس میں:

اول: طبع اول کی ۳۳ تحریروں پر ایک مضمون *Bedil in the Light of Bergson* کا اضافہ کیا گیا ہے جسے ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب نے اقبال میوزیم سے دریافت کر کے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا تھا۔ (اس کا تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔) رزاقی صاحب نے تحسین فراقی کا مدونہ مضمون جوں کا توں (حواشی و تعلیقات سمیت)، شامل کتاب کیا ہے۔

دوم: خطبہ علی گڑھ (*The Muslim Community*) کی دریافت کا ذکر گذشتہ اوراق میں آچکا ہے۔ زیر بحث مجموعے کے طبع اول میں *Islam's Peculiar Conception of Nationalism* کے زیر عنوان، خطبہ علی گڑھ کے بعض اقتباسات شامل تھے، اب انھیں خارج کر کے مذکورہ خطبہ مکمل صورت میں شامل کتاب کیا گیا ہے۔ (اس کا صحیح ترجمن زیر نظر کتاب کے ضمیمہ ۳ میں دیکھیے۔) ان اضافوں کے باوجود *Discourses* کے اس ایڈیشن کی حیثیت بھی ایک تکراری مجموعے ہی کی ہے۔

STRAY REFLECTIONS ❁

ایک شاعر اور مفکر کی حیثیت سے علامہ اقبال کا ذہن اور ان کا فکر مسلسل ارتقا پذیر رہا۔ فکری ارتقا کی ایک دل آویز جھلک تو ان کی شاعری میں ملتی ہے، مگر ذہنی سرگذشت کا ایک اور پہلو، وہ قلبی تموجات ہیں، جو شاعری کے پس پردہ، زیریں لہروں کے طور پر موجود رہے۔ شاعری یا نثر میں اقبال نے جو کچھ کہا، اس کے سوا بھی سچ: ”بے گفتنی ہا کہ ناگفتہ ماند“..... کے مصداق، وہ اور بھی بہت کچھ کہنا چاہتے تھے، اس کا اندازہ مکاتیب کے چند اقتباسات سے ہوگا:

۱۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء: ”میں اپنے دل و دماغ کی سرگذشت بھی مختصر طور پر لکھنا چاہتا ہوں اور یہ سرگذشت کلام پر روشنی ڈالنے کے لیے نہایت ضروری ہے، مجھے یقین ہے کہ جو خیالات اس وقت میرے کلام اور افکار کے متعلق لوگوں کے دلوں میں ہیں، اس تحریر سے ان میں بہت انقلاب پیدا ہوگا۔“ (بنام سید سلیمان ندوی) (۱)

۲۷ نومبر ۱۹۱۹ء: ”میری زندگی میں کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں، جو اوروں کے لیے سبق آموز ہو سکے، ہاں خیالات کا تدریجی انقلاب البتہ سبق آموز ہو سکتا ہے، اگر کبھی فرصت ہوگی تو لکھوں گا۔“ (بنام وحید احمدؒ) ۷ ستمبر ۱۹۲۱ء: ”..... ایک طویل داستان ہے، کبھی فرصت ہوئی تو اپنے قلب کی تمام سرگذشت قلم بند کروں گا، جس سے مجھے یقین [ہے] بہت لوگوں کو فائدہ ہوگا۔“ (بنام وحید احمدؒ)

موجودہ سرگذشت تو ضبطِ تحریر میں نہ آسکی، مگر اقبال کی زندگی کے ایک نہایت اہم دور سے متعلق اُن کے چند شذراتِ فکر، ایک ڈائری میں محفوظ ہو گئے۔ باقیاتِ نثر کے مختصر، مگر معنوی لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کے حامل، اس مجموعے کو ڈاکٹر جاوید اقبال نے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا۔ چھوٹی تقطیع کی اس بیاض میں کل ایک سو پچیس اندراجات ہیں۔ سرورق کے عکسِ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے، اقبال نے اس کا نام *Stray Thoughts* تجویز کیا تھا، بعد میں *Thoughts* کو *Reflections* سے تبدیل کر دیا۔ آغاز ۷ اپریل ۱۹۱۰ء کو ہوا اور تمام اندراجات اسی برس ضبطِ تحریر میں آئے۔

مطبوعہ بیاض میں بعض صفحات کے عکسِ تحریر بھی دیے گئے ہیں، جس سے بقول جاوید اقبال ذہنِ اقبال کی توانائی اور خلاقی کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ شذرات صاف اور واضح تحریر میں ہیں۔ بہت کم مقامات پر ترامیم کی گئی ہیں، اور یہ ترامیم، اقبال کے ذہنی ابداع کی شاہد ہیں۔

کئی برس بعد، اقبال کو ان کی افادیت کا احساس ہوا، تو انھوں نے سترہ منتخب شذرات رسالہ *New Era* (۷/۱۷ اپریل ۱۹۱۷ء) میں شائع کرائے۔ اہم بات یہ ہے کہ اشاعت کے موقع پر ان پر نظر ثانی کر کے ان میں متعدد ترامیم کی گئیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

<i>New Era</i>	<i>S. Reflections</i>	شذرہ نمبر
there are psychological reasons...	there is a psychological reason..	۵۴
an element of vagueness in poetry, since the vague appear...	an element of obscurity and vagueness in poetry; since the vague and the obscure appear..	۷۸
the thought of Divine creation..	the Divine thought of creation...	۱۱۲
<i>Faust</i> is a...	His <i>Faust</i> is a...	

۱- ایضاً: ص ۲۲۶ (اقبال نامہ، اول کے مطابق اس کے مکتوب الیہ عشرتِ رحمانی ہیں، مگر یہ درست نہیں۔)

۲- انوارِ اقبال: ص ۷۶-۱۔

writer 'Azad'...

poet "Azad"

۱۱۶

Literary criticism sometimes precedes the creation of a great literature. We find Lessing of the...

Literary criticism does not necessarily follow the creation of a literature. We find Lessing at the...

says the poet, is a necessary...

teaches the poet: is the necessary...

۱۲۴

New Era میں شائع شدہ شذرات، غالباً پہلے بیاض سے نقل کیے گئے، پھر اُن میں ترامیم کر کے اشاعت کے لیے بھیج دیے گئے، کیونکہ اقبال کے عکس تحریر میں ان کی وہی صورت ہے، جو مطبوعہ کتاب میں دی گئی ہے۔

یہ شذرات، اقبال کی ذہنی اور فکری سرگذشت کا ایک اہم ماخذ ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے کہ عین اسی دور (اپریل ۱۹۱۰ء اور مابعد) میں مکاتیب بنام عطیہ بیگم میں اقبال کا جذباتی ہیجان عروج پر تھا، مگر زیر نظر شذرات میں اقبال کا جذباتی رویہ بہت مدہم، بلکہ قریب قریب معدوم ہے اور فکری رویہ غالب ہے۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کے خیال میں اس بیاض میں، متذکرہ خطوط کی سی مردہ دلی اور افسردہ ذہنی کہیں نہیں ملتی۔ علامہ اقبال نے اس مجموعہ شذرات کا نام بھی تجویز کیا، نظر ثانی میں بعض شذرات میں ترامیم کی، پھر بعض شذرات شائع کر دیے، گویا ان کی اشاعت میں افادیت موجود تھی، اس اعتبار سے ان کی اشاعت (گویہ بہت تاخیر سے ہوئی مگر) بہت ضروری تھی۔ نثر اقبال کے اُن تمام مجموعوں میں، جنہیں مرتبات مابعد (وفات اقبال کے بعد) کی حیثیت حاصل ہے، زیر نظر کتاب اپنی فکری معنویت کی بنا پر ”بقامت کہتر و بقیمت بہتر“ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مگر اشاعت کے موقع پر یہ اہتمام ضروری ہے کہ: اول: حواشی میں ان مقامات کی نشان دہی کر دی جائے، جہاں اقبال نے بعض الفاظ و عبارات میں ترامیم کی ہے۔ (اس طرح کی ترامیم عکس تحریر ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲ میں موجود ہیں)، مثلاً: عکس تحریر ۱۱ میں یہ شذرہ لکھ کر کاٹ دیا گیا:

The psychologist swims on the surface and/ but the poet dives into the deep of the human mind.^۳

بعد میں اس نے یہ صورت اختیار کی: The psychologist swims; the poet dives.^۳

۱- شذرات فکر اقبال: ص ۳۱

۲- *Stray Reflections*: بالمقابل ص ۱۳۳

۳- ایضاً، ص ۱۳۷

اگر بعض شذرات کو مکمل طور پر قلم زد کر دیا گیا ہو، تو انہیں بھی حواشی میں درج کرنا چاہیے۔
گوئے سے اقبال کا فکری اور معنوی ربط و تعلق اقبال کی شاعری کا ایک اہم پہلو ہے، مگر
دلچسپ بات یہ ہے کہ اقبال نے Goethe کے سچے بالعموم غلط (Goehte) لکھے ہیں۔
۱۹۶۱ء کا اڈلین اڈیشن ۱۲۵ شذرات پر مشتمل تھا۔ ۱۹۸۷ء کے اڈیشن میں ۲۰ نئے شذرات کا
اضافہ کیا گیا، اگرچہ ان میں سے بعض شذرات کی حیثیت مختصر مضامین کی ہے جو متفرق انگریزی
تحریروں کے مجموعے *Thoughts* میں شامل ہیں۔

تیسرے اڈیشن (اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۹۲ء) میں مزید ایک شذرے کا اضافہ کیا گیا
اور اقبال کے دست نوشت شذرات کے عکس بھی شامل کر لیے گئے ہیں۔

یہ اڈیشن نسبتاً بڑی تقطیع پر اور نہایت اہتمام سے شائع کیا گیا ہے مگر اس میں کئی ایک تسامحات
راہ پا گئے ہیں، مثلاً: ص ۱۵۰ پر ایک اقتباس رہ گیا، ص ۱۳۶ پر عربی شعر درست نہیں، اندرونی سرورق
پر شذرات کے مرتب (جاوید اقبال) کا نام نہیں آسکا، پہلی دو اشاعتوں میں اقبال کی اسی (۱۹۱۰ء، یا
زمانہ قریب) کی ایک تصویر شامل تھی، جسے اس اڈیشن میں زمانہ مابعد (غالباً ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۳ء) کی
تصویر سے بدل دیا گیا ہے۔ پہلی دو اشاعتوں میں شذرات پر نمبر شمار درج تھے جنہیں اس اشاعت میں
حذف کر دیا گیا ہے۔ اس اڈیشن میں جملہ شذرات کے عکس بھی شامل نہیں ہیں۔ اشاریہ، غالباً طبع
دوم کی تقلید میں، صرف اشخاص تک محدود ہے، بایں ہمہ بعض اسماء، اشاریے میں نہیں آسکے، مثلاً
[عبدالحمید] شرر (ص ۱۵۱)، چارلس اول (ص ۱۵۸) وغیرہ۔

خرم علی شفیق کا مرتبہ چوتھا اڈیشن ۲۰۰۶ء بھی اقبال اکادمی پاکستان لاہور نے غیر معمولی اہتمام
اور حسن طباعت کے اطمینان بخش معیار پر ایک نئے اشاریے کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اقبال کے دست
نوشت شذرات کے عکس واضح اور صاف ہیں، اور ان پر نمبر شمار بھی درج ہیں۔ رسالہ *The Orient*
میں شائع شدہ ۱۹۲۵ء کے ۱۰ شذرات کا اضافہ کیا گیا ہے، جو افضل حق قرشی کی دریافت ہیں۔ ڈاکٹر
جاوید اقبال کا پیش لفظ بطور ”پس لفظ“ آخر میں شامل ہے۔

اس اڈیشن میں مرتب (خرم علی شفیق) نے بعض شذرات پر تحقیقی حواشی لکھے ہیں۔ کہتے ہیں:
جہاں تک معلوم ہو سکا، بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی شذرہ قدرے مختلف صورت میں کہاں چھپا
ہے یا وہ کس مضمون کا حصہ ہے اور اس میں کیا تبدیلیاں کی گئی ہیں۔

✽ تاریخ تصوف

اسرار خودی کی اشاعت (۱۹۱۵ء) پر فلسفہ خودی کی مخالفت اور اس کے دفاع میں ایک ایسی بحث (قلمی معرکہ آرائی) کا آغاز ہوا جس میں خود اقبال کو بھی خصوصاً تصوف کے موضوع پر، اپنے موقف کی وضاحت کے لیے متعدد مضامین لکھنے پڑے۔ چنانچہ اقبال نے ایک طرف تو خواجہ حسن نظامی کے الزامات کے دفاع میں قلم اٹھایا، دوسری طرف تصوف کی تاریخ لکھنا شروع کی۔ خان نیازالدین خاں کو لکھتے ہیں: ”تصوف کی تاریخ لکھ رہا ہوں، دو باب لکھ چکا ہوں یعنی منصور حلاج تک۔ پانچ چار باب اور ہوں گے“ (۱۳ فروری ۱۹۱۶ء)۔ چند ماہ بعد سید فصیح اللہ کاظمی کو لکھا: ”تصوف کے متعلق میں خود لکھ رہا ہوں“ (۱۳ جولائی ۱۹۱۶ء)۔ جب حسن نظامی اور ان کے ہم نواؤں سے قلمی معرکہ آرائی ختم ہوئی تو تاریخ تصوف پر اقبال کا قلم بھی رک گیا۔ تقریباً تین سال بعد اسلم جیراج پوری کو لکھتے ہیں: ”میں نے تاریخ تصوف لکھنی شروع کی تھی، مگر افسوس کہ مسالہ نذول سے کا اور ایک دو باب لکھ کر رہ گیا“ (۱۷ مئی ۱۹۱۹ء)۔ پھر اقبال نے تاریخ تصوف کے ان دو ابواب کو بھی بھلا دیا۔ علامہ اقبال کے نثری باقیات کا یہ ایک اہم دست نوشتہ مسودہ لمبے عرصے تک کلبہ فراموشی میں پڑا محفوظ رہا، تا آنکہ اقبال میوزیم کے قیام (۱۹۷۷ء) پر، بہت سے دوسرے کاغذات اور علامہ اقبال کے قلمی تر کے کے ساتھ یہ بھی میوزیم کی زینت بنا۔

علامہ کی اس نادر تحریر کو جناب صابر کلوروی (م: ۲۳ مارچ ۲۰۰۸ء) نے ایک مفصل مقدمے اور حواشی و تعلیقات کے ساتھ مرتب و مدوّن کر کے شائع کر دیا۔ کتاب کے پہلے دو ابواب تو مکمل ہیں مگر بقیہ تین ابواب کسی مربوط تحریر کے بجائے فقط بعض شذرات، اشارات، عربی اقتباسات اور منتخب فارسی اشعار پر مشتمل ہیں۔ تاریخ تصوف کا یہ مسودہ، علامہ کے جس وسیع و عمیق مطالعے، ان کی علیت اور ان کے علمی مزاج کا مظہر ہے، اس کی تدوین ویسی نہیں ہو سکی۔ کلوروی مرحوم نے اسے شائع کرنے میں کسی قدر عجلت سے کام لیا۔ خاطر خواہ تدوین کے لیے، اس پر مزید محنت اور وقت صرف کرنے کی ضرورت تھی۔

۱- مکاتیب بنام نیاز: ص ۴۳

۲- خطوط اقبال: ص ۱۲۸

۳- اقبال نامہ، اول: ص ۵۲

۴- مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۸۵ء۔ مکرر عکسی اشاعت بھی عمل میں آئی۔

ہماری رائے میں تاریخِ تصوف کو از سر نو مدون کرنا چاہیے لیکن اسے اقبالیات کا ایسا عالم ہی مدون کر سکتا ہے جو تصوف سے مُس رکھتا ہو، عربی اور فارسی کی مناسب سمجھ بوجھ رکھتا ہو، نیز تدوین کے آداب سے بھی بخوبی واقف ہو۔ مؤدے کی تدوین سے پہلے یہ ضروری ہوگا کہ مدون تدوین کے ان اصولوں اور اس طریقِ کار کی وضاحت کرے، جن کی روشنی میں تاریخِ تصوف مدون ہوگی۔ یہ بھی مناسب ہوگا کہ کتاب میں اقبال کے پورے قلمی مؤدے کا عکس بھی شامل کر دیا جائے۔

ایک: تو تصوف کا موضوع، دوسرے: اقبال کی تحریر، غالباً اسی اہمیت کے سبب یہ دوبار پاکستان سے اور دوبار بھارت سے شائع ہو چکی ہے۔ تاریخِ تصوف کی تدوین نو اقبالیاتی اداروں کی ذمہ داری ہے۔ اقبالیات کا تقاضا ہے کہ ایک ناقص تدوین کی بار بار اشاعت کے بجائے، ایک معیاری تدوین کی تیاری اور اشاعت کا جلد از جلد اہتمام کیا جائے۔

BEDIL IN THE LIGHT OF BERGSON ❁

۱۹۸۸ء میں ڈاکٹرِ تحسینِ فراقی نے عنوانِ بالا سے علامہ اقبال کا ایک اہم انگریزی مضمون ایک تعارفی و تنقیدی مقدمے اور حواشی و تعلیقات کے ساتھ شائع کیا۔ ۱۹۸۶ء میں مذکورہ مضمون (مج مقدمہ و حواشی) اردو ترجمے کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کیا گیا، اس میں ۳۸ صفحات پر مشتمل اقبال کے دستِ نوشتہ مؤدے کی عکسی نقل بھی شامل ہے۔ اردو حصے کا عنوان ہے: ”مطالعہ: بیدل، فکرِ برگساں کی روشنی میں“۔

علامہ اقبال کا یہ قیمتی مضمون ڈاکٹرِ فراقی نے، محمد سمیل عمر کی نشان دہی پر اقبال میوزیم سے حاصل کیا تھا۔ کتاب کی ترتیب و تدوین کا معیار بھی اطمینان بخش اور لائقِ تحسین ہے۔ فراقی صاحب نے

۱- بھارت سے، پاکستانی طبعِ اول ۱۹۸۵ء کی حسبِ ذیل عکسی اشاعتیں عمل میں آئیں:

(الف) مکتبہ الحسنات رام پور، یو پی، ۱۹۹۹ء۔

(ب) فریڈ بک ڈپو، دہلی، ۲۰۰۳ء۔

۲- *Iqbal Review* لاہور، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۶ء۔

۳- ناشر: یونیورسٹی پریس لاہور، ۱۹۸۸ء، ۶+۳۸+۳۶ ص۔ ۱۹۹۵ء اور ۲۰۰۳ء میں عکسی اور ۲۰۱۸ء میں مشنی

کتابت میں اقبال اکادمی لاہور سے اس کی اشاعتیں عمل میں آئیں۔ اکادمی نے ۲۰۰۰ء میں اس کا فارسی ترجمہ بھی بعنوان مطالعہ بیدل در پر تو اندیشہ های برگسون (از علی بیات) شائع کیا ہے۔

۴- مطالعہ بیدل فکرِ برگساں کی روشنی میں، ص ۵

علامہ کا ایک نہایت مشکل متن بڑی محنت اور دقت نظر سے پڑھ کر، مرتب کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”اصل انگریزی مسودے میں نہ صرف ہجوں کی چند غلطیاں نظر آتی ہیں بلکہ چند الفاظ بھی درج ہونے سے رہ گئے ہیں..... میں نے ان چند تسامحات اور فروگذاشتوں کو دور کر دیا ہے۔“ ہمارے خیال میں یہ ہے، وہ کم سے کم معیار جس پر اقبال کے نثری متون کو مرتب ہونا چاہیے۔

اقبال کا یہ اہم مضمون اردو ترجمے کے ساتھ بطور ایک اردو کتاب کے، شائع کیا جا رہا ہے۔ اصل مضمون انگریزی میں ہے، مگر اس کا بیرونی سرورق، ندراد۔ جو انگریزی سرورق اندر دیا گیا ہے، یہی جلد پر بھی دینا چاہیے تھا، بلکہ یہ نہایت ضروری تھا کیوں کہ اصلاً تو یہ علامہ کی انگریزی کتاب ہے ترجمہ تو ثانوی چیز ہے۔ یہ کچھ عجیب سا لگتا ہے کہ اصل ٹائٹل غائب اور ترجمے کا ٹائٹل موجود۔ مابعد ۱۹۹۵ء اور ۲۰۰۳ء ایڈیشنوں میں بھی اس کا خیال نہیں کیا گیا۔

ہماری تجویز ہے کہ صرف انگریزی حصے پر مشتمل ایک علاحدہ نسخہ بھی شائع کیا جائے۔ اردو سے نابلد، دنیا بھر کے وسیع تر انگریزی خواں طبقے کے لیے، موجودہ اردو حصے کے ۶۰ صفحات قطعی اضافی (اور ایک بوجھ) ہیں۔



(ج) متفرق نثر پاروں کی تدوین نو

ویسے تو ہر قلم کار کے لیے، اپنی تخلیقات کے مسودات یا ان کی نقول کو محفوظ رکھنے کا اہتمام ناگزیر ہے، مگر نثر نگار کے مقابلے میں ایک شاعر کے لیے یہ اہتمام نسبتاً آسان ہوتا ہے۔

علامہ اقبال ”نزل“ اشعار کے موقع پر، اپنا کلام کسی قلمی بیاض میں محفوظ کر لیتے تھے۔ بعد میں حسب ضرورت ان قلمی بیاضوں سے منظومات و غزلیات نقل کر کے اخبارات و رسائل میں اشاعت کے لیے بھیج دی جاتی تھیں۔ پھر شعری مجموعوں کی ترتیب و تدوین کے موقع پر بھی یہی بیاضیں، بنیادی ”ماخذ“ کا کام دیتی تھیں۔

ایک نظم یا غزل کے برعکس مضمون یا مقالے کی نقل تیار کرنا ایک صبر آزما اور نسبتاً مشکل کام ہے۔ علامہ اقبال بنیادی طور پر ایک شاعر تھے اور نثر نویس ان کے لیے ثانوی حیثیت رکھتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شعری بیاضوں میں ان کا کلام آج بھی بہ تمام و کمال محفوظ ہے۔ مگر ان کی نثری تحریروں کے اصل مسودات تقریباً معدوم ہیں۔ مقالات و مضامین کی نقول انہوں نے شاید ہی کبھی، اپنے پاس محفوظ رکھی ہوں۔ یہ اہتمام کسی ادبی معاون کے بغیر ممکن بھی نہ تھا، چنانچہ آج ہم نثر اقبال کی اڈیلین مطبوعہ صورت ہی کو، بنیادی متن قرار دینے پر مجبور ہیں۔

اقبال کی شہرت و مقبولیت کے پیش نظر، ان کے نثری رشحات فکر بھی بار بار چھاپے جاتے رہے۔ اس نقل در نقل میں ”حرمت متن“ سے بے خبری کے سبب، متن میں کئی طرح کی اغلاط راہ پاتی رہیں۔ پھر مدبران و مرتبین کے تصرفات اور خوش نویسیوں کی اصلاحات سے متن میں طرح طرح کی تبدیلیاں ہوتی چلی گئیں۔ نتیجہ یہ کہ ایک ایک مضمون میں نہ صرف بیسیوں اغلاط موجود ہیں، بلکہ متعدد تحریروں کا اصل متن بھی ان اصلاحات کا شکار ہو کر مخ ہو چکا ہے۔ گذشتہ صفحات میں جو جائزے پیش کیے گئے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ تساہل اور لاپرواہی کے نتیجے میں اقبال کے نثری متن میں کئی جگہ اصل مضمون خبط ہو گیا ہے اور بعض مقامات پر تو معنوی تضاد و تناقص بھی پیدا ہو گیا ہے۔

اقبال کا متنوع نثری ذخیرہ مختلف اُردو اور انگریزی مجموعوں کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔

ان مجموعوں کے مرتبین نے متن کی صحت و حرمت سے تعافل کے علاوہ، ترتیب و تدوین کے بنیادی اور مسلمہ اصولوں کو بھی ملحوظ نہیں رکھا۔ اصل تحریریں اور تراجم ایک ہی مجموعے میں یکجا کر دیے۔ عام قاری کے لیے دونوں میں تفریق کرنا ممکن نہیں۔ بعض اوقات تو یہی پتا نہیں چلتا کہ اصل تحریر اُردو میں لکھی گئی تھی یا انگریزی میں، پھر ان مجموعوں میں نہ تو موضوعی ترتیب پیش نظر رہی اور نہ نگارشات کو نوعی اعتبار سے مدون کیا گیا۔ اکثر مجموعوں کی حیثیت ایک ایسے ”سکھول“ کی ہے، جس میں مقالات، مضامین، شذرات، خطوط، تقاریر، تصنیفی اسناد، تقاریر، خطبات، بیانات اور مصاحبوں وغیرہ کا ایک آمیزہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔ بعض تحریریں اُدھوری، جزوی اور نامکمل ہیں۔ اس وقت اقبال کی متفرق اُردو اور انگریزی نثر کے چار چار مجموعے ملتے ہیں، ہر مجموعے میں تکرار ہے۔ کوئی ایک مجموعہ بھی اقبال کے پورے اُردو یا انگریزی نثری ذخیرے کا احاطہ نہیں کرتا، بلکہ یہ سب مجموعے مل کر بھی اقبال کی متفرق نثر کو محیط نہیں۔ اِکا دُکا مجموعوں سے قطع نظر: بحیثیت مجموعی، نثر اقبال کے یہ مجموعے صحت متن اور معیار تدوین دونوں اعتبار سے ناقص اور غیر معیاری ہیں۔

چنانچہ اقبال کی مستقل تصانیف کی طرح، اُن کے مختلف اور متنوع اُردو اور انگریزی باقیات نثر کی تصحیح متن اور بعد ازاں اس متن کی ایک نئی ترتیب و تدوین اقبالیات کا ایک بنیادی تقاضا ہے۔

اقبال کی مستقل تصانیف کی تدوین نو کے سلسلے میں چوتھے باب میں راقم نے بعض ضروری نکات کی وضاحت کی تھی۔ اگرچہ باقیات نثر کی تدوین میں بھی انہیں پیش نظر رکھنا ناگزیر ہے، لیکن چند ایسے امور بھی ہیں، جن پر توجہ دینے بغیر نثر اقبال کی تدوین نو خاطر خواہ طریقے سے انجام نہیں پاسکتی۔

(۱) محدودے چند تحریروں کے علاوہ، اقبال کی بیشتر نثری تحریروں کے اصل مسودات دستیاب نہیں ہیں، اس لیے اولین مطبوعہ متن ہی کو بنیادی متن قرار دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ سب سے

۱- ملاحظہ کیجئے: باب ۲ (ج)، نکات نمبر (۱) تا (۴) ص ۳۲۲ تا ۳۲۶

۲- Islam and Ahmadiism کا اصل مسودہ نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے۔ The Inner Synthesis of Life کا عکس Speeches (شروانی) (بالتقابل ص ۲۸) میں شامل ہے، مگر اقبال کے بہت سے مسودات زمانے کی دستبرد کا شکار ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر وحید قریشی راوی ہیں کہ چودھری محمد حسین مرحوم نے ایک بار انہیں بتایا کہ علامہ اقبال کی وفات کے بعد، اُن کے ترکے سے بہت سے کاغذات و مسودات، میں جاوید منزل سے اپنے دفتر لے گیا اور حفاظت کے خیال سے انہیں ایک الماری میں مقفل (بقیہ آئندہ صفحے پر)

پہلے متعلقہ اخبارات و رسائل سے اولین مطبوعہ متن کی عکسی یا دستی نقول تیار کر رکھی جائیں اور کتابت و الما کی اغلاط دور کر کے متن کو درست کیا جائے۔ بعض تقاریر و بیانات بیک وقت کئی اخبارات میں شائع ہوئے، ایک ہی تقریر یا بیان کی جملہ رپورٹیں (مختلف اخبارات کے متون) جمع کر کے ایک جامع متن تیار کیا جائے۔

(۲) انگریزی اور اردو نثر کے الگ الگ مجموعوں میں جملہ نثری ذخیرے کو نوعی حیثیت سے علاحدہ حصوں میں یکجا کیا جائے، مثلاً: (الف) مضامین و مقالات (ب) خطوط (ج) تقاریر و خطبات (د) اخباری بیانات (ہ) مصاحبے (و) مشترکہ اپیلیں (ز) تقاریر و آراء (ح) متفرقات۔ داخلی طور پر ہر حصے میں زمانی ترتیب ملحوظ رہنی چاہیے۔

(۳) ہر تحریر کے تعارفی نوٹ میں متعلقہ تحریر کا پس منظر اور سیاق و سباق واضح کیا جائے، تاکہ قارئین کے لیے متن کی تفہیم آسان ہو اور تحریر کی معنویت بھی اُجاگر ہو سکے۔ اس سلسلے میں اقبال کی سوانح عمریوں اور کتب ملفوظات کے علاوہ ہم عصر اخبارات کی فائلوں سے مدد مل سکتی ہے، مثلاً اُن کے مضمون Islam and Ahmadism کا پس منظر، تاریخ تحریر، تیاری اور اشاعت کی تفصیل خواجہ عبدالوحید اور نذیر نیازی کی مہیا کردہ معلومات (نقوش اقبال نمبر ۲، ۱۹۷۷ء، ص: ۳۹۳ تا ۳۹۴ اور مکتوبات اقبال: ص: ۳۰۵ تا ۳۱۸) میں موجود ہیں۔ Qadianis and Orthodox Muslims کا پس منظر عبدالرشید طارق نے واضح کیا ہے۔

(۴) مختصر تعلیقات کے ذریعے متن کے تشریح طلب نکات کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں، اول: پاورٹی حواشی کے ذریعے۔ دوم: ہر تحریر کے بعد اُس سے متعلق یکجا تعلیقات۔ قاری کے لیے اولین صورت زیادہ موزوں رہتی ہے۔

(۵) انگریزی اور اردو دونوں جلدوں میں ایک مفصل موضوعی اشاریے کا اہتمام اشد ضروری ہے تاکہ اقبال پر کام کرنے والوں کے لیے ایک ہی موضوع پر مختلف مضامین، خطوط اور تقاریر میں

(بقیہ گذشتہ صفحہ) کر دیا، کچھ عرصے بعد الماری کھولی تو انھیں دیکھ چاٹ گئی تھی۔ اس کی تصدیق میاں عبدالجمید نے بھی کی ہے جو چودھری محمد حسین کے دفتر میں، ان کے ساتھ کام کرتے تھے۔ (دیکھیے: مضمون ”اقبال اور چودھری محمد حسین“ مطبوعہ: قومی ڈائجسٹ، نومبر ۱۹۷۸ء، ص: ۱۲۸ تا ۱۲۸)۔

نکھرے ہوئے نکات تک رسائی اور رجوع میں آسانی ہو، بلکہ اگر صفحے کے پایاں دامن میں تقابلی حوالوں کے طور پر، متعلقہ موضوع پر اہم کتب و مقالات کی نشان دہی بھی کردی جائے، تو یہ ان مجوزہ مجموعوں کی اضافی خوبی ہوگی۔

اقبال کا بیشتر نثری ذخیرہ متذکرہ بالا مجموعوں میں مدون ہو چکا ہے، مگر یہ مجموعے اقبال کی اردو اور انگریزی تحریروں کا کلی احاطہ نہیں کرتے۔ بہت سی مکمل و نامکمل تقاریب، مصاحبے اور متفرق تحریریں رسائل و کتب میں نکھری ہوئی ہیں۔ بشیر احمد ڈار کے مرتبہ مجموعے Letters میں اقبال کے دو مصاحبے، دو تقاریب اور چار مختصر اور طویل تحریریں بھی شامل ہیں۔ صحیفہ اقبال نمبر اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء میں افضل حق قرشی، محمد حنیف شاہد اور محمد عبداللہ قریشی کے مضامین میں اقبال کی ایک درجن سے زائد ایسی تحریریں ملتی ہیں، جو کسی نثری مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔ اوراق گم گشتہ میں بھی اس طرح کی متفرق نگارشات موجود ہیں۔ روزنامہ مغربی پاکستان (۹ نومبر ۱۹۷۷ء) میں ایم بی گوہری کے لیے اقبال کی ایک سند کا عکس چھپا تھا۔ چند برس قبل محمد حنیف شاہد، اقبال کی مزید چار تحریریں منظر عام پر لائے تھے۔ (اقبال ریویو، لاہور ۱۹۷۸ء)۔

متذکرہ بالا معلوم اور دستیاب نثری ذخیرے کے علاوہ، اقبال کی مزید نثری تحریروں کی موجودگی خارج از امکان نہیں۔ تقریباً نصف صدی قبل ڈاکٹر جاوید اقبال نے، علامہ اقبال کے تر کے میں ”خطوط اور غیر مطبوعہ مضامین“ کی موجودگی کی خبر دیتے ہوئے لکھا تھا:

My desire is to edit these papers gradually and to publish them.^۱

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ایسے Papers کو مدون کر کے شائع کیا جائے؟

علامہ اقبال نے ۱۹۰۸ء میں انگلستان سے خواجہ حسن نظامی کو لکھا:

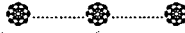
انگلستان میں، میں نے اسلامی مذہب و تمدن پر لکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے، ایک لکچر ہو چکا ہے، دوسرا اسلامی تصوف پر فروری کے تیسرے ہفتے میں ہوگا، باقی لکچروں کے معانی [کذا] یہ ہوں گے مسلمانوں کا اثر تہذیب یورپ پر، اسلامی جمہوریت، اسلام اور عقل انسانی وغیرہ۔^۲

مطبوعہ یا تحریری صورت میں ان لکچروں کا سراغ کہیں نہیں ملتا، مزید برآں زمیندار، انقلاب اور بعض دیگر اخبارات کے پرانے فائلوں میں اقبال کی تقاریر و بیانات کا معتد بہ حصہ غیر مرتب شکل

میں محفوظ ہے۔^۱

گذشتہ صفحات میں ذکر آچکا ہے کہ علامہ اقبال کے متفرق نثر پارے اُس دور کے بعض اخبارات اور مختلف کتب و جرائد میں بکھرے ہوئے ہیں۔ مزید تلاش و کاوش کی جائے تو اخبارات و جرائد کے پرانے شماروں سے علامہ اقبال کے مزید باقیات نثر دریافت ہونے کی توقع ہے۔

اس طرح کا تمام معلوم و نامعلوم اور بظاہر معدوم لوازمہ اقبالیاتی محققوں اور علما کی توجہ کا منتظر ہے۔ قادیانیوں کے ترجمان الفضل نے ایک بار الزام لگایا تھا کہ قادیانیت پر اقبال کی بعض تحریریں جعلی ہیں۔^۲ اس طرح کے 'الزامات' کی حقیقت واضح کرنے کے لیے، اقبال کے نثری ترکے کو تحقیق کی روشنی میں مرتب و مدون کرنا ناگزیر ہے، چنانچہ نثری ذخیرے کو جامع تر بنانے کے لیے نئے لوازمے کی بازیافت، اس کی تحقیقی تدوین اور پھر اس کی معیاری طباعت و اشاعت از بس ضروری ہے۔

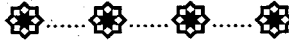


۱- گفتار اقبال کا مواد زمیندار اور انقلاب کے صرف اُن فائلوں سے اخذ کیا گیا، جو ریرج سوسائٹی آف پاکستان کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ انوار اقبال میں تقاریر و بیانات کی بہت تھوڑی مقدار شامل ہے۔ محمد حزمہ فاروقی نے انقلاب میں شائع شدہ اقبالیاتی لوازمہ دو کتابوں حیات اقبال کے چند مخفی گوشے (بزم اقبال لاہور، ۱۹۸۸ء) اور اقبال کا سیاسی سفر (ایضاً، ۱۹۹۲ء) کی صورت میں یکجا مرتب کر دیا ہے۔ اس میں اقبال کے بعض بیانات اور تقاریر وغیرہ اور ان سے اور اقبالیات سے متعلق بہت ساقیبتی لوازمہ شامل ہے۔ ڈاکٹر اختر النساء نے زمیندار میں مطبوعہ اقبالیاتی لوازمہ اخبار مذکور کے فائلوں سے جمع کر کے مدون کیا، یہ مجموعہ بزم اقبال لاہور نے شائع کر دیا ہے۔

۲- بحوالہ نقوش، اقبال نمبر ۲، ۱۹۷۷ء، ص ۳۹۴

باب: ۶

ملفوظات کے مجموعے



(الف) ملفوظاتِ اقبال

گذشتہ ابواب میں علامہ اقبال کی جملہ شعری و نثری تصانیف کے علاوہ ان کے فرمودات و ارشادات پر مشتمل مجموعوں کا جائزہ لیا جا چکا ہے۔ یہ فرمودات بالعموم فی البدیہہ تقریروں اور مصاحبوں کی شکل میں ہیں اور اقبال سے شنیدہ متن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پیش نظر حصے میں علامہ اقبال کے سماعی متن کی قدرے مختلف نوعیت زیر بحث آئے گی۔ تقریروں اور مصاحبوں میں تو موضوع، موقع، محل اور سیاق و سباق کی حدود کا بہر حال پابند ہونا پڑتا ہے، مگر محققین موضوعات سے متعلق ان فرمودات سے الگ، اقبال کے سماعی متن کا ایک اہم اور نمایاں حصہ، ان گفتگوؤں پر مشتمل ہے، جنہیں نسبتاً بے تکلفانہ ماحول میں اور بلا قید موضوع، آزادانہ اظہار خیال کی ایک صورت کہا جاسکتا ہے۔ سماعی متن کی یہ نوعیت ملفوظات کی ہے۔

سید نذیر نیازی لکھتے ہیں:

حضرت علامہ کے ارشادات کی دنیا وسیع تھی، اتنی وسیع تھی، اتنی وسیع کہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہیں۔ کوئی بات شروع ہوئی، کیسے؟ اور کہاں سے؟ اس سے غرض نہیں، غرض ہے تو اس سے کہ بات شروع ہوئی۔ ہم نے حضرت علامہ کا مزاج پوچھا، یا حضرت علامہ نے خود اپنی طبیعت کا حال بیان کیا۔ کوئی استفسار فرمایا، یا کسی امر کی طرف اشارہ ہوا اور بات ہے کہ معمولی سے معمولی مسائل، معمولی سے معمولی واقعات اور حوادث سے پھیلتے پھیلتے، اسلام، عالم اسلام، تاریخ، تمدن، سیاست اور معیشت سب پر چھا گئی۔ انسان و کائنات، علم و عقل، فکر و وجدان، ادب اور فن سب اس کی زد میں ہیں۔ اس پر حضرت علامہ کا حسن بیان، صاف و سادہ اور دل نشیں الفاظ، فصاحت و بلاغت، برجستگی اور بے ساختگی، توجہ اور التفات، شفقت اور تواضع، خلوص اور دردمندی کہ جو ارشاد ہے، دل میں اتر رہا ہے؛ جو بات ہے ذہن میں بیٹھ رہی ہے؛ پھر ان کا انکسارِ علم، شکستگی اور زندہ دلی کہ ادعا ہے، نہ تعلیٰ، نہ غرور، نہ تمکنت؛ متانت بھی ہے، تو ظرافت کی چاشنی سے خالی نہیں؛ ادھر ہم ہیں کہ سراپا ادب، سراپا احترام، حضرت علامہ کے ارشادات سن رہے ہیں؛ بغیر کسی جھجک کے سوالات کر رہے؛ سوالات کا جواب دے رہے ہیں؛ حقائق و معارف کی دنیا سامنے ہے؛ قلب و نظر کے حجاب اٹھ رہے ہیں؛ دل و دماغ کا رنگ نکھر

رہا ہے۔ اللہ اکبر! کیا بے تصنع گفتگوئیں اور کیا بے تکلف صحبتیں تھیں! یہی صحبتیں اور ان صحبتوں میں ہونے والی گفتگوئیں، ملفوظاتِ اقبال کا ماخذ و منبع ہیں۔

علامہ اقبال کی صحبتوں سے مستفید و فیض یاب ہونے والوں میں کئی طرح کے لوگ شامل تھے۔ ان کے بعض معاصرین اور بے تکلف دوستوں (شیخ عبدالقادر، مرزا جلال الدین، غلام بھیک نیرنگ وغیرہ) کو اوائل و آغاز ہی سے اقبال کی قربت نصیب ہوئی۔ بعض کو سفر و حضر میں علامہ کی ہم رکابی کا موقع ملا (چودھری محمد حسین، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، غلام رسول مہر اور سید امجد علی وغیرہ)۔ کچھ اصحاب اقبال کے آخری سالوں میں بالالتزام ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ (سید نذیر نیازی، خواجہ عبدالوحید، چودھری محمد حسین، میاں محمد شفیع) تاہم زیادہ تر تعداد ایسے نیاز مندوں کی تھی، جو علامہ سے اپنے جذبہ عقیدت کو تازہ رکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً حاضر ہو کر ان کے ملفوظات سے فیض یاب ہوتے (میاں بشیر احمد، محمد حسین عرشی، غلام رسول مہر، عبدالعزیز ساک، حفیظ ہوشیار پوری، حمید احمد خاں، محمد دین تاثیر، عبدالرشید طارق، ایم اسلم اور خواجہ عبدالحمید وغیرہم)۔ مگر یہ سب، وہ لوگ تھے، جو مستقلاً لاہور میں مقیم تھے، بڑی تعداد ان لوگوں کی تھی، جو بیرون لاہور یا بیرون ملک سے آتے اور عقیدت و محبت کے انتہائی جذبات کے ساتھ، کشان کشان اقبال کے ہاں پہنچتے، بسا اوقات گھنٹوں ان کے ارشادات سنتے، اس کے باوجود ایک تشنگی لیے رخصت ہوتے۔ ان میں ہر طرح کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ میاں محمد شفیع کے بقول: ”ڈاکٹر صاحب کے ملاقاتیوں میں موچی گیٹ کے کباب فروش سے لے کر اسلامی ملکوں کے علما اور فضلا اور یوزپ کے مستشرقین تک سبھی شامل ہوتے تھے اور ڈاکٹر صاحب ہر ایک سے ان کے ظرف کے مطابق گفتگو فرماتے“۔

علامہ اقبال کی شخصی عظمت میں کلام نہیں۔ ان کے ارشادات و ملفوظات کی معنویت و افادیت بھی بجا ہے اور ان کی خدمت میں حاضری دینے والوں کے جذبات بھی سچے اور بے پایاں تھے۔ علامہ اقبال کی محفل میں بقول تاثیر: ”ایسی جہاں افروز گفتگو ہوتی تھی کہ ہر ملاقات میں کئی نئی کتابیں لکھنے کا مواد ہوتا تھا“، مگر اس خیال انگیز گفتگو کو سمجھنا ہر کہ و مہ کے بس کی بات نہ تھی اور جنہیں خدا نے یہ توفیق بخشی تھی، ان میں سے بہت کم ایسے نکلے، جنہیں ان حکیمانہ ملفوظات کو محفوظ کرنے کا خیال

۱- اقبال کے حضور، اڈل: ص ۳۰۔

۲- علامہ اقبال، اپنوں کی نظر میں: ص ۱۳۳

۳- اقبال کا فکر و فن: ص ۳۳

آیا ہو اور وہ اس میں کامیاب بھی رہے ہوں۔ بایں ہمہ ملفوظاتِ اقبال کا اچھا خاصا ذخیرہ تحریری صورت میں منضبط ہو کر محفوظ ہو گیا ہے۔

ملفوظاتِ اقبال کا یہ ذخیرہ اُن کی شاعری اور نثری افکار کا تتمہ ہے۔ ملفوظات سے بعض منظومات اور تصانیف کے پس منظر پر روشنی پڑتی ہے، بعض اشعار و مضامین کا زمانہ تحریر متعین اور سیاق و سباق واضح ہوتا ہے، اسی طرح ملفوظات میں بعض اشعار و نکات کی تشریح، خود اقبال کی زبانی ملتی ہے، اگرچہ فکر اقبال کی شرح و تفسیر سے متعلق ملفوظات کا یہ پہلو خاصا اہم ہے، لیکن فرموداتِ اقبال کی معنویت کا اس سے بھی زیادہ اہم رُخ یہ ہے کہ اس میں اقبال کی سوانح کے لیے قیمتی خام لوازمہ موجود ہے۔ بہت سے دلچسپ واقعات، اقبال کی زندگی کے مختلف ادوار سے متعلق بعض حالات، نئے پہلو، ان کے عادات و اطوار، تفصیلات سفر، صحت، علاج معالجہ، بیتے ہوئے ایام اور مستقبل کے عزائم، غرض ملفوظات کی مدد سے اقبال کی ایک دل چسپ ”خودنوشت“ (autobiography) مرتب ہو سکتی ہے۔

خطوط میں بلاشبہ اقبال کی شخصیت کے بہت سے نئے اور نادر پہلو سامنے آتے ہیں مگر ملفوظات میں شخص اور شخصیت کو، ہم زیادہ قریب سے اور زیادہ گہرائی میں دیکھ سکتے ہیں۔ اُن کا طرز فکر، ان کی سوچ اور اُن کے محسوسات کا انداز، اُن کی دردمندی اور اُن کا قلبِ رقیق، یہ سب کچھ ملفوظات میں بہت واضح ہے۔ میاں محمد شفیع بیان کرتے ہیں:

گھر میں کام کرنے والی بھنگن..... جب صفائی کے لیے جاوید منزل آتی، تو اپنے بیٹے کو، جو جاوید کا ہم عمر تھا، اپنے ساتھ لے آتی۔ جب تک وہ کام میں مصروف رہتی، یہ بچہ جاوید منزل کے صحن میں ادھر ادھر کھیلتا رہتا۔ گرمیوں کے موسم میں ایک دن ڈاکٹر صاحب برآمدے میں آرام کرسی ڈال کر آرام کر رہے تھے، تو ان کی نگاہ دفعتاً بھنگن کے بچے پر پڑی، اُسے چند لفظ دیکھنے کے بعد گہری آواز میں فرمانے لگے: ”میں جب بھی اس بچے کو دیکھتا ہوں، تو میرا دل اضطراب سے پارے کی طرح تڑپ اٹھتا ہے اور میں سوچتا ہوں کہ سماج کی زنجیروں کی وجہ سے یہ بچہ زندگی میں صرف

ملاحظہ کیجیے:

-۱

(الف) اقبال کے حضور، اول: ص ۳۹، ۱۵۳

(ب) ملفوظات: ص ۶۸، ۹۶، ۹۸، ۲۲۰، ۲۲۱

(ج) نقوش اقبال نمبر ۲: ص ۳۹۳، ۳۹۴، ۴۰۶، ۴۰۷

خاکروب بن سکے گا، حالانکہ اس میں اور جاوید میں، جہاں تک انسان ہونے کا تعلق ہے، کوئی فرق نہیں۔ اگر جاوید ذہانت میں اس لڑکے سے کم بھی ہو، تو محض اس وجہ سے کہ وہ میرا بیٹا ہے، اس پر ترقی کے راستے کھلے رہیں گے۔^۱

یہ چھوٹا سا واقعہ اور اقبال کے یہ چند جملے، اقبال کے قلبِ حساس کی جیسی ترجمانی کرتے ہیں اور اس میں پوشیدہ انسانی ہمدردی اور دردمندی کا جو جذبہ سامنے لاتے ہیں، اس کی وضاحت و تشریح شاید ایک طویل مقالے میں بھی ممکن نہیں۔

اقبال کی زندگی پر متعدد مضامین اور کتابیں لکھی گئی ہیں، آئندہ بھی بہت کچھ لکھا جائے گا مگر سوانح کی ترتیب و تدوین میں ملفوظات کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں، بلکہ ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت سے ملفوظات اقبال کی اہمیت ہمیشہ برقرار رہے گی۔

ذخیرہ ملفوظات پر مشتمل متعدد مستقل کتابوں (اقبال کے حضور از سید نذیر نیازی، اقبال کے چند جواہر ریزے از خواجہ عبدالحمید) کے علاوہ ملفوظاتی مضامین کے کئی مجموعے (ملفوظات، مرتب: محمود نظامی، روزگار فقیر، اول و دوم، مرتب: فقیر سید وحید الدین، اقبال کے ہم صفیر، مرتب: ایم ایس ناز، اقبال کے ہم نشین، مرتب: صابر کلوروی، مجالس اقبال، مرتب: جعفر بلوچ، علامہ اقبال کسی تابندہ یادیں، مرتب: ندیم شفیق ملک) اور متعدد اردو اور انگریزی مضامین شامل ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کا الگ الگ جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔



(ب) ملفوظات کے مجموعے

✽ اقبال کے حضور

سید نذیر نیازی ۱۹۱۸ء میں پہلی بار علامہ اقبال سے ملے، بعد ازاں اٹھارہ برس تک وقتاً فوقتاً اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ۱۹۳۶ء سے مستقل لاہور میں مقیم ہونے پر بالالتزام ملاقات کی صورت پیدا ہوگئی، چنانچہ وہ روزانہ ہی جاوید منزل پہنچ کر، کئی کئی گھنٹے، اقبال کی خدمت میں حاضر رہتے اور اُن کے ارشادات سے مستفید ہوتے۔ نیازی صاحب کا معمول تھا کہ بعد میں ملفوظاتِ اقبال کو اپنی بیاض یادداشت میں محفوظ کر لیتے۔

علامہ اقبال کی وفات کے بعد نیازی صاحب نے یہ روزنامہ مرتب کیا، مگر اس کی اشاعت کئی برس بعد، جولائی ۱۹۷۱ء میں عمل میں آئی۔ بڑی تقطیع اور باریک ٹائپ میں مطبوعہ ملفوظاتِ اقبال کی زیر نظر پہلی جلد، مرتب کے اصل منصوبے کا ایک جزو ہے، جو یکم جنوری سے ۲۱ مارچ ۱۹۳۸ء تک کے اندراجات پر مشتمل ہے۔ روزنامے کے باقی حصے ہنوز، تثنیہ تکمیل و طباعت ہیں۔ اس ضمن میں راقم نے ایک بار نیازی صاحب سے استفسار کیا تو انھوں نے جواباً لکھا: اقبال کے حضور (تین یا چار اور حصے) (۱) جاوید منزل میں (۲) ۳۶۶ء..... (۳) ۳۷۷ء..... (۴) ۳۸۸ء کا دوسرا حصہ، کچھ مرتب، کچھ غیر مرتب پڑا ہے..... میں خود ہی ان کی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہوں، مگر یہ حصے، ان کی زندگی میں، نہ وفات (۱۹۸۲ء) کے بعد تاحال منظر عام پر آسکے۔

اقبال کے حضور (اول) جاوید منزل میں پیش آمدہ واقعات، مناظر اور گفتگوؤں کی ایک تحریری قلم ہے۔ نیازی صاحب شب و روز میں خاصی دیر جاوید منزل میں موجود رہتے، اس عرصے میں کون آیا، کون گیا، کیا گفتگو ہوئی، اقبال کی طبیعت، ان کا مزاج، ان کی کیفیاتِ صحت، دواؤں کا استعمال اور ان کا عمل و ردِ عمل..... اور سب سے اہم اُن کے استفسارات و ملفوظات اور احباب سے تبادلہ خیالات۔ نذیر نیازی نے ان گفتگوؤں، خصوصاً علامہ کے ملفوظات کا بہ تمام و کمال احصاء و احاطہ

کرنے کی سہی کی ہے۔ روزنامے کے ابتدائی اندراجات، جیسا کہ بالعموم ہوتا ہے، مختصر تھے لیکن اقبال کے حضور مرتب کرتے وقت ملفوظات کو بالتفصیل قلم بند کیا گیا۔ ۷ فروری کا اندراج اس کی واضح مثال ہے۔ روزنامے کا یہ حصہ، ابتدائی صورت میں صرف چار صفحات پر مشتمل تھا، مگر بحالت موجودہ ان چار صفحات کی تفصیل دس گیارہ صفحات پر پھیل گئی ہے، تاہم مجمل اور مفصل دونوں تحریروں میں، باعتبار مفہوم کچھ فرق نہیں۔ مرتب نے متن ملفوظات سے متعلق، پاورتی حوالوں اور حواشی کا بھی اہتمام کیا ہے۔ یہ حواشی بالعموم مختصر ہیں۔ کتاب کی طباعت جاری تھی کہ مرتب کو بعض یادداشتوں کے نئے اجزادستیاب ہو گئے، انہی طرح بعض بیانات کی تصدیق کسی خارجی ذریعے سے ہو گئی..... پھر بعض امور نسبتاً زیادہ تفصیل کے ساتھ وضاحت طلب تھے، مثلاً: مسجد شہید گنج، اوقاف بل، لیگ کا اجلاس لاہور، بیٹاق مدینہ، احمدیت، قادیانیت وغیرہ۔ ”استدارک“ کے زیر عنوان، کتاب کے آخر میں متن اور حواشی سے متعلق ان امور کی مزید تصریح و توضیح کی گئی ہے۔

ملفوظات کے اس مجموعے سے ارمغان حجاز کے بعض اشعار کی حتی تاریخ تحریر کا پتا چلتا ہے، مثلاً: ”حسین احمد“ کے زیر عنوان تین اشعار ۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء کو اور اس مجموعے کی آخری نظم ”حضرت انسان“ کے ۷ فروری ۱۹۳۸ء کو کہی گئی۔ اسی طرح ایک رباعی کے پہلے دو مصرعے ابتدا میں اس طرح تھے:

ندانی کلتہ دین عرب را کہ گفتی روز روشن تیرہ شب را
۲۲ فروری ۱۹۳۸ء کو نظر ثانی میں ترمیم کر کے انھیں اس طرح بنایا گیا:
کے کو نیچر زد ملک و نسب را نداند کلتہ دین عرب را

✽ ملفوظات

اس مجموعے کی نوعیت کسی قدر مختلف ہے۔ یہ مسلسل روزنامے یا محض ملفوظات کے بجائے، پندرہ ایسے مضامین کا مجموعہ ہے، جن میں بعض ملفوظات کے ساتھ، لکھنے والوں نے اپنے مشاہدات

۱- مشمولہ، اقبال نامہ [چراغ حسن حسرت]: ص ۹۲ تا ۹۷

۲- اقبال کے حضور، اول: ص ۱۵۳ تا ۱۶۳

۳- کلیات اقبال، اردو: ص ۶۹۱

۴- ایضاً: ص ۶۹۲

اور اقبال کی شخصیت کے بارے میں اپنے تاثرات عقیدت کو قلم بند کیا ہے۔ یہ تمام مضامین لاہور کی ایک ادبی انجمن ”حلقہ نقد و نظر“ کی مختلف نشستوں میں پڑھے گئے، بعد میں حلقے کے سیکرٹری محمود نظامی نے احباب حلقہ کی تجویز پر انھیں کتابی صورت میں مرتب کر کے شائع کیا۔

لکھنے والوں میں سر عبدالقادر، میاں بشیر احمد، محمد حسین عرشی، مرزا جلال الدین، محمد دین تاثیر، حمید احمد خاں، خواجہ عبدالوحید، عابد علی عابد، خضر تپئی، عبدالواحد ایم اے اور عبدالرشید طارق وغیرہ شامل ہیں۔ سب مضامین، اقبال کی وفات کے بعد قریبی عرصے میں لکھے گئے، چنانچہ نم و اندوہ اور حسرت و محرومی کی ایک کیفیت ان سب تحریروں پر غالب ہے۔

اقبال کی شخصیت اور ان سے ملاقاتوں کی یادداشتوں سے متعلق مضامین کے جتنے مجموعے اب تک شائع ہوئے ہیں۔ ان میں ملفوظات کو نہ صرف زمانی اعتبار سے اولیت حاصل ہے، بلکہ مشمولہ مضامین کے معیار و استناد اور لوازم کی نوعیت و اہمیت کے لحاظ سے بھی یہ مجموعہ سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ سہل پسند راوی بالعموم قیاسات کی بنیاد پر روایات و ملفوظات کے عظیم الشان قصر تعمیر کر دیتے ہیں مگر راویان ملفوظات نے اس معاملے میں قیاس یا انکل سے اجتناب کیا ہے۔ بعض مضامین کی بنیاد روایت نگاروں (مثلاً میاں بشیر احمد، خواجہ عبدالوحید، عبدالرشید طارق) کی تحریری یادداشتوں پر ہے، تاہم محض حافظے کی مدد سے قلم بند کیے جانے والے ملفوظات کی روایت میں بھی خاصی احتیاط کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ملفوظات نگاروں کے احساس ذمہ داری کا اندازہ ان کی اس روش سے لگایا جاسکتا ہے:

یہ کوشش کی گئی ہے کہ کوئی بات جو ان [اقبال] کے عقائد کے خلاف ہو، ان کے ذمے لگانے سے احتراز کیا جائے، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا (محمد حسین عرشی)۔^۱

سیکڑوں باتیں ہوئیں، لیکن انہوں نے حافظہ قوی نہ ہونے کی وجہ سے انھیں دماغ میں محفوظ نہیں رکھ سکا اور نہیں چاہتا کہ کوئی ایسی بات لکھوں، جو پوری پوری درست نہ ہو۔ (میاں بشیر احمد)۔^۲

روایت نگاروں کی احتیاط کا ایک پہلو یہ ہے کہ اگر کسی شخص، کتاب یا چیز کا نام لوحِ ذہن سے محو ہو گیا تو انھوں نے اس کے اعتراف میں تامل نہیں کیا۔^۳

روایت نگاروں نے صحت ملفوظات کی خاطر اقبال کے بعض انگریزی الفاظ، تراکیب اور جملے

۱- ملفوظات: ص ۵۶

۲- ایضاً: ص ۳۲

۳- ایضاً: ص ۲۲، ۵۳، ۵۶، ۷۲

جوں کے ٹوں نقل کیے ہیں، تاکہ فرمودات اقبال کا اصل مفہوم واضح ہو سکے۔ لکھی جگہ اقبال کے پنجابی جملے منقول ہیں۔

ملفوظات کا معیار کتابت و طباعت مناسب ہے، انگریزی الفاظ ٹائپ میں دیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں اغلاط کتابت نظر آتی ہیں، مثلاً:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶	۱۱	کان	فکان
۳۹	۱۰	عَلَى الْحَسِّ	علیٰ خمس
۴۴	۱۵	زَكَّهَهَا	زکھا
۱۱۰	۱۶	شِیْمِیْگَر	سپینگر
۱۷۲	۶	نَقْصِ قَطْعِي	نقصِ قطعی
۱۹۷	۱۷، ۱۷	شِیْمِیْگَر	سپینگر

تین مقامات ایسے ہیں جہاں قرآنی آیات غلط نقل ہوئی ہیں:

(۱) ص ۱۷۴: فِيهَا لَا لَعْوَ وَلَا تَلْلِيمٌ..... قرآن حکیم میں اس نوع کی دو آیات ہیں۔ (الف) لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَعْوًا وَلَا تَأْتِيهَا (الواقعة: ۲۵) (ب) لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَعْوًا وَلَا كِذَّابًا (النساء: ۳۵) یہاں سورۃ الواقعة کی کوئی آیت مراد ہوگی۔

(۲) ص ۴۹: آیت کے آخر میں رزقاً زائد ہے۔ (البقرہ: ۱۲۶)

(۳) ص ۵۰: ذَكَرُ بَايَامِ اللَّهِ کی صحیح صورت ہے: وَذَكَرَهُمْ بَايَامِ اللَّهِ (ابراہیم: ۵)

بعض ملفوظات، حیات اقبال کے متعدد مختلف فیہ امور کو واضح کرتے ہیں، مثلاً: خالد نظیر صوفی نے اقبال کی ایک آنکھ ضائع ہونے کو ”بے بنیاد افواہ“ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایک مفروضہ ہے، دراصل اُن کی ”آنکھ کی بینائی بچپن سے کمزور تھی“، سہ مگر علامہ اقبال بتاتے ہیں کہ: ”میری داہنی

۱- ملفوظات: ص ۳۱، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۳۳، ۱۷۲، ۲۰۶، ۲۰۵

۲- اقبال درونِ خانہ [اول]: ص ۱۹۵

۳- ایضاً: ص ۱۹۴

آنکھ تو شروع سے بیکار تھی..... دو سال کی عمر میں میری یہ آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ مجھے اپنے ہوش میں مطلق یاد نہیں کہ یہ آنکھ ٹھیک کبھی تھی یا نہیں۔^۱

تاہم ایک آدھ مقام ایسا ہے، جہاں معلوم ہوتا ہے کہ روایت نگار کو اقبال کا مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی۔ سید الطاف حسن راوی ہیں:

کسی نے پوچھا کہ اگر اردو میں نماز پڑھ لی جائے، تو کیا حرج ہے؟ کہنے لگے: عربی میں نماز بالکل سیدھی سادی ہے، کوئی مشکل الفاظ نہیں، لہذا نماز کے اردو ترجمے کا خیال نہیں پیدا ہونا چاہیے، ویسے اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں کہوں گا کہ اردو میں بھی کوئی حرج نہیں، مجھے یاد ہے میری والدہ صاحبہ عربی الفاظ کا تلفظ صحیح نہ کر سکتی تھیں، لہذا میرے والد صاحب انہیں اجازت دیا کرتے تھے کہ وہ بے شک اردو میں ہی نماز پڑھ لیا کریں۔^۲

بظاہر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ والدہ اقبال، عربی میں نماز ادا نہ کر سکتی ہوں، رہا اردو میں نماز کا جواز..... تو یہ موقف، اقبال کے مندرجہ ذیل بیان سے صریحاً متناقض ہے:

My own belief is that the congregational prayer is the prayer conceived as a world institution must necessarily be in Arabic..... all the world over.^۳

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا..... اس کا سائز تبدیل کر دیا گیا ہے، مگر اہم تبدیلی مجموعے کے نام کی ہے۔ نیا نام ملفوظات اقبال مجموعے کی نوعیت کو بہتر طور پر واضح کرتا ہے۔ طبع دوم کے آغاز میں ”دیباچہ طبع ثانی“ (از پروفیسر حمید احمد خاں) اردو مضامین ”حکیم مشرق“ (از محمد حسن قرشی) اور ”اباجان“ (از جاوید اقبال) کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ص ۴۲ اور ۴۹ کی اغلاط کی تصحیح ہو گئی ہے۔ باقی اغلاط بدستور موجود ہیں۔ مزید برآں ایک اور غلطی روپذیر ہو گئی ہے۔ وَالَّذِينَ (ص ۵۵) کو انَّ الَّذِینَ بنا دیا گیا ہے، جو درست نہیں۔

ملفوظات اقبال کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۷۷ء میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے ”مرتب“ کر کے شائع کیا۔ اس میں طبع دوم کے متن پر دو طرح کے اضافے کیے گئے۔ اول: مفصل حواشی و تعلیقات، دوم: متن میں بعض ملفوظاتی مضامین کا اضافہ۔

۱- ملفوظات: (روایت حمید احمد خاں) ص ۱۱۹-۱۲۰

۲- ایضاً: ص ۱۷۵

۳- Mementos of Iqbal: ص ۶۰

۴- سال طباعت درج نہیں مگر دیباچے کی تاریخ تحریر ۲۸ اپریل ۱۹۳۹ء ہے۔

مرتب نے چھبیس صفحات پر مشتمل ”پیش گفتار“ میں، اس مجموعے کے موضوعات پر بحث کے بعد اقبال کی اُس تصویر کو اجاگر کیا ہے، جو ان ملفوظات کے پس منظر سے ابھرتی ہے۔

مرتب کا یہ بیان تصحیح طلب ہے کہ: ”ملفوظات کا دوسرا ایڈیشن پروفیسر حمید احمد خاں صاحب نے مرتب کیا۔“ سلیپروفیسر موصوف طبع ثانی کے دیباچہ نگار تھے، نہ کہ مرتب۔ دوسرے ایڈیشن پر بھی بحیثیت مرتب محمود نظامی ہی کا نام موجود ہے۔ محض دو مضامین کے اضافے کی بنیاد پر حمید احمد خاں کو دوسرے ایڈیشن کا مرتب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ انھوں نے خود یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ اس کا جواز بنتا ہے۔

زیر نظر تیسرے ایڈیشن کے اضافوں میں اقبال اور عبدالحق سے مختصر ملفوظات اور روزگار فقیر سے بعض منتخب ملفوظات مع حواشی شامل ہیں۔ آخر میں کتابیات اور ایک مفصل اشارہ دیا گیا ہے۔

اٹھائیس برس بعد، ملفوظات اقبال کی اشاعت تو نہ صرف ضروری تھی، بلکہ ہر لحاظ سے مستحسن بھی، مگر ”ترتیب و تدوین اشاعت جدید کی [یہ] خدمت“ جس انداز میں انجام دی گئی ہے، اس کے پیش نظر زیر نظر ایڈیشن کو ایک معیاری ایڈیشن قرار دینا مشکل ہے۔ اس کا بڑا سبب تو یہ ہے کہ مرتب نے اپنی کاوش و محنت کو متن کتاب پر مرکوز کرنے کے بجائے ساری توجہ حواشی و تعلیقات پر صرف کی ہے۔ پھر طبع اول کے ضمن میں، جن اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے، ص ۱۷۲ (طبع اول) کی غلطی کے سوا، باقی تمام اغلاط اس ایڈیشن میں بھی بدستور موجود ہیں۔ معروف مغربی مصنف سینگر کا نام تینوں جگہ غلط ہے۔ (سینگر، ص ۴۲، شینگلر، ص ۲۳۶ و شینگلر، ص ۵۲۱) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ طبع دوم کے متن کو نہ بنور پڑھا گیا اور نہ اس کی تصحیح کی گئی۔

جہاں تک حواشی و تعلیقات کا تعلق ہے، ان کی غیر معمولی طوالت معنی خیز ہے۔ متن کتاب ۲۶۲ صفحات پر محیط ہے اور اس کے حواشی ۲۴۹ پر، یعنی متن اور حواشی کی ضخامت میں صرف ۱۳ صفحات کا فرق ہے۔ محمد حسین عرش کا مضمون ۲۷ صفحات کا ہے، مگر تعلیقات ۱۷ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ سر عبدالقادر کے ۸ صفحات کے مضمون پر ۱۴ صفحات اور میاں بشیر احمد کے ۱۷ صفحات کے مضمون کے توضیح مطالب کے لیے ۵۰ صفحات کے حواشی بڑھائے گئے ہیں۔ حواشی کی اس غیر معمولی طوالت کا سبب یہ ہے کہ مرتب نے بعض پیش پا افتادہ موضوعات کے لیے کئی کئی صفحے وقف کر دیے ہیں، مثلاً: مولانا روم: سوا پانچ صفحات (۳۵۹ تا ۳۶۴)، جاوید نامہ: چار صفحات (۳۶۴ تا ۳۶۸)۔

۱- ملفوظات اقبال، طبع سوم، ص: ۱۲

۲- ایضاً (پیش گفتار از مرتب): ص: ۲۵

جمال الدین افغانی: چھ صفحات (۴۰۶ تا ۴۱۲) وعلیٰ ہذا القیاس- حواشی و تعلیقات طویل ہونے کے علاوہ غیر متوازن بھی ہیں۔ بعض شخصیات کا تعارف مختصر (مگر کافی) ہے، مثلاً خواجہ دل محمد چار سطریں (ص ۲۹۸)، ارشد گورگانی: سات سطریں (ص ۲۹۸)، صوفی تبسم: نو سطریں (ص ۲۷۹) سروجنی نائیڈو: چھ سطریں (ص ۳۹۸)، علامہ عبداللہ یوسف علی: آٹھ سطریں (ص ۳۹۸)، اس کے برعکس بعض تعارفات بہت طویل (اور غیر ضروری) ہیں، مثلاً: گارساں دتاسی: پانچ صفحات (۳۲۷ تا ۳۳۲)، مرزا عبدالقادر بیدل: ساڑھے چار صفحات (۳۹۸ تا ۴۰۳)، جمال الدین افغانی: چھ صفحات (۴۰۶ تا ۴۱۲) وغیرہ۔ اکثر حواشی میں بنیادی معلومات مہیا کرنے کے بجائے تبصرہ و تشریح کا عام انداز اختیار کیا گیا ہے۔ شخصیات کے تعارف میں تاریخ ولادت و وفات تک درج نہیں کی گئیں (صفحات ۲۹۵، ۳۰۹، ۳۹۸ وغیرہ)۔

تدوین کی نمایاں خامی یہ ہے کہ کتاب کے ایک حصے میں، پہلے مکمل متن اور بعد ازاں مکمل حواشی درج کیے گئے ہیں، مگر دوسرے حصے (بعنوان: اضافہ متن) میں متن اور حواشی کی یہ ترتیب قائم نہیں رکھی گئی، بلکہ متن کے ہر ٹکڑے کے بعد اس پر تعلیقات درج کیے گئے ہیں۔ اس طرح کتاب کے دونوں حصوں میں یکسانیت نہیں رہی اور موجودہ صورت میں کتاب ایک کل معلوم نہیں ہوتی۔ طبع دوم میں جاوید اقبال کا مضمون مکمل صورت میں موجود تھا، زیر نظر ایڈیشن میں اسے متن کتاب سے علاحدہ کر کے ”اضافہ متن“ کے حصے میں شامل کر دیا گیا ہے، مگر تصرف یہ کیا ہے کہ پورا مضمون مکمل اور مربوط صورت میں دینے کے بجائے اس کے بعض حصے الگ الگ ٹکڑوں کی صورت میں دیے ہیں۔ ہر ٹکڑے کے بعد اس سے متعلق تعلیقات درج کیے گئے ہیں۔

ملفوظات اقبال کی پہلی دونوں اشاعتوں پر بطور مرتب محمود نظامی کا نام درج ہے، طبع سوم میں بیرونی اور اندرونی سرورق سے ان کا نام حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ بات ناقابل فہم ہے۔ طبع سوم کے مرتب معترف ہیں کہ یہ کوئی نیا مجموعہ نہیں بلکہ ملفوظات اقبال کا نیا ایڈیشن ہے۔ کسی مصنف یا مرتب کی کتاب پر حواشی و تعلیقات کے اضافے سے، اس کے اصل مصنف یا مرتب کی حیثیت ساقط نہیں ہو جاتی اور کسی بھی کتاب میں چند اضافے، اس امر کا جواز نہیں بن سکتے کہ اصل مرتب کا نام اڑا دیا جائے۔ یہ طرز عمل، اصل مرتب سے بے انصافی کے مترادف ہے اور اس کی کوئی تعبیر و تاویل نہیں کی جاسکتی۔ ڈاکٹر ابوالیث صدیقی، اردو ادب میں ایک بڑا نام ہے، مگر ان کی یہ کاوش علمی دیانت کی پامالی کی افسوس ناک مثال اور ناقص تدوین کا ایک عبرت ناک نمونہ ہے۔

✽ اقبال علیہ الرحمۃ کے چند جواہر ریزے

پروفیسر خواجہ عبدالحمید نے اقبال سے اپنی ملاقاتوں کی یادداشتوں پر مشتمل ایک طویل مضمون رسالہ معارف میں شائع کرایا تھا۔ بعد ازاں یہ مضمون ۱۹۳۷ء میں لاہور سے ایک کتابچے کی صورت میں شائع ہوا۔

علامہ اقبال سے مصنف کی ملاقاتوں کا سلسلہ نومبر ۱۹۲۰ء سے دسمبر ۱۹۳۷ء تک پھیلا ہوا ہے۔ ویسے تو وہ گاہے گاہے ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے، لیکن ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۷ء تک انھیں ہر ہفتے بالالتزام حاضری کا موقع ملا۔ اقبال سے مصنف کی یگانگت اور قربت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے مصنف کو یہ ذمہ داری سونپ رکھی تھی کہ وہ فلسفہ اور جنرل سائنس کے متعلق تازہ اور معیاری کتابوں کا مطالعہ کریں، بعد ازاں وہ کتابیں علامہ کی خدمت میں پیش کریں۔ لکھتے ہیں:

ڈاکٹر صاحب کی زبان فیض ترجمان سے جو ہزار جواہر ریزے بکھرتے رہے، ان میں سے چند کو (جو مجھے ملے اور جن میں کوئی ایسی بات نہیں، جو کسی کے لیے بار خاطر ہو) میں نے یہاں جمع کیا ہے۔ ان میں ان باتوں کو درج نہیں کیا ہے، جن میں ملی یا سیاسی معاملات پر تفصیلی بحث تھی، یا جن میں فلسفہ یا سائنس کے دقیق مسائل پر بحث تھی۔ ایسی باتوں کو بھی ترک کر دیا گیا ہے، جن کا تعلق ذاتیات سے ہے۔ ایسی باتیں بھی نہایت پر لطف اور سبق آموز ہوتی تھیں لیکن ان کا شائع کرنا مناسب نہیں۔

گویا زیر نظر کتابچہ، ملفوظات اقبال کا ایک منتخب مجموعہ ہے، جسے مصنف نے ایک خاص معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے مرتب کیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ان کی غیر ضروری احتیاط پسندی تھی۔ کوئی حرج نہ تھا، اگر مرتب موصوف ”ملی اور سیاسی معاملات“ اور ”فلسفہ یا سائنس کے دقیق مسائل“ پر علامہ کے ملفوظات بھی شامل کر لیتے۔ زیر نظر ملفوظات واقعات ۲۸ پاروں (کٹڑوں) میں منقسم ہیں۔ ہر پارہ کسی ایک واقعے یا ایک نشست کی روداد پر مشتمل ہے۔ یہ مجموعہ حیات اقبال کے مختلف ادوار پر محیط ہے۔ ص ۱۶ پر ایک مولوی صاحب کا نام مصلحتاً حذف کر دیا گیا ہے۔

مرتب نے واقعات و ملفوظات کے بیان میں خاصی احتیاط سے کام لیا ہے۔ اس کی مستند

۱- قسط نمبر ۱: معارف، اگست ۱۹۳۸ء، ص ۱۰۱ تا ۱۱۳

قسط نمبر ۲: معارف، ستمبر ۱۹۳۸ء، ص ۱۶۵ تا ۱۸۰

۲- اقبال کے چند جواہر ریزے: ص ۸

۳- ایضاً: ص ۸، ۹

حیثیت کے پیش نظر بعض سوانح نگاروں کے کچھ بیانات اس مجموعے سے ماخوذ ہیں۔ علامہ اقبال پر عبدالسلام ندوی کا مرتبہ سوانحی خاکہ^۱ زیادہ تر خواجہ عبدالحمید کی روایات ہی پر استوار ہے۔ اس مجموعے کی کتابت و طباعت معیاری نہیں ہے۔ صفحات ۳۱، ۳۹، ۴۱ اور ۴۶ پر اشعار و مصارح کا قلم غیر ضروری طور پر چلی ہے۔ بایں ہمہ ملفوظات اقبال کے مجموعوں میں یہ مجموعہ قابل ذکر ہے۔ اس کے ذریعے حیات اقبال سے متعلق بہت سے ایسے واقعات اور بعض ملفوظات سامنے آتے ہیں، جو اقبال کے سوانحی ذخیرے میں مذکور نہیں ہیں۔

✽ روزگارِ فقیر، اوّل

روزگارِ فقیر کے مرتب فقیر سید وحید الدین کے گھرانے سے اقبال کے مراسم بہت پرانے تھے۔ وہ لکھتے ہیں: ”اقبال مرحوم سے بچپن میں مجھے ملاقات کا شرف نصیب ہوا اور مرحوم کی وفات تک یہ سعادت مجھے نصیب رہی، جب سے اُن متفرق ملاقاتوں کے تاثرات میں ایک امانت کی طرح اپنے دل میں لیے پھرتا ہوں۔“ سُر پر نظر مجموعے کی شکل میں یہ امانت اُنھوں نے قارئین کو سونپ دی ہے۔ اس مجموعے پر سال اشاعت درج نہیں، مگر مرتب کے ”پیش لفظ“ اور فیض احمد فیض کے ”تعارف“ کی تاریخوں سے اس کا سال اشاعت (۱۹۵۰ء) متعین ہوتا ہے۔ کتابت و طباعت میں غیر معمولی اہتمام برتا گیا ہے۔ آرٹ پیپر پر پہلے ہلکے سبز رنگ کی گراؤنڈ طبع کی گئی، اس پر ہلاک کی چھپائی کی گئی۔ روزگارِ فقیر حسنِ صوری کے اعتبار سے ذخیرہ کتب اقبالیات میں سرفہرست قرار دی جاسکتی ہے۔

یہ مجموعہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ ”شرفِ حضور“ (ص ۳۳ تا ۱۰۳) میں مرتب نے اقبال سے اپنی نیاز مندی کے آغاز، بعد ازاں مختلف ملاقاتوں، خاندانی مراسم، نیز علامہ سے اپنے والد کی ملاقاتوں اور متفرق گفتگوؤں کا ذکر مربوط اور مسلسل انداز میں کیا ہے۔ ”حرفے زلیش شنیدہ ام من“ کے تحت بعض واقعات اور ملفوظات کو متعدد ضمنی عنوانات کے تحت درج کیا ہے۔

یہ مختصر مجموعہ معنوی اعتبار سے قدر و قیمت کا حامل ہے۔ ۱۹۵۰ء کے بعد سوانح اقبال پر جو کچھ لکھا گیا، اس میں روزگارِ فقیر کی ان یادداشتوں اور ملفوظات کے حوالے بکثرت اور تکرار ملتے ہیں۔ بظاہر ایسا کوئی قرینہ نہیں، جس کی بنا پر کسی روایت یا واقعے کو مشکوک قرار دیا جاسکے، البتہ ایک

۱- مشمولہ اقبالِ کامل، ص ۴۲ تا ۴۱

۲- روزگارِ فقیر [اوّل]: ص ”و“۔

جگہ مرتب کو التباس ہوا ہے۔ مسجد قرطبہ کی زیارت کا واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ”اسی سفر میں وہ اٹلی بھی گئے“۔ یہ درست نہیں ہے۔ سفر ہسپانیہ جنوری ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے، جب کہ موسیقی سے ملاقات دوسری گول میز کانفرنس سے واپسی پر ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔

تیرہ برس بعد مرتب نے روزگار فقیر کا نیا ایڈیشن تیار کیا، جسے بڑی تقطیع پر بلاک سے چھاپا گیا۔ اس میں مندرجہ ذیل اضافے کیے گئے ہیں:

(الف) آغاز میں مولانا صلاح الدین احمد کی وہ تحریر جو انھوں نے اس مجموعے پر بطور تبصرہ ریڈیو سے نشر کی تھی۔

(ب) شاعر مشرق کی زندگی کے اہم گوشوں سے متعلق بعض ایسے واقعات، جنہیں مرتب نے طبعِ اول کے موقع پر ”سرسری سمجھ کر نظر انداز کر دیا“، لکھا۔

(ج) سید امجد علی اور یوسف سلیم چشتی کے روایت کردہ واقعات و ملفوظات۔

(د) اقبال کے والدین، شیخ عطا محمد، شیخ اعجاز احمد، مولوی میر حسن اور جاوید اقبال کا مختصر تعارف۔

(ه) اقبال کی تاریخ پیدائش پر بحث۔

(د) حیاتِ اقبال کی اہم یادداشتیں۔

(ز) متعدد تصاویر کا اضافہ۔

مجموعے کے دو حصے ہیں: (۱) ”نقشِ اول“ (ص ۲۷ تا ۷۴) کا متن طبعِ اول کے مطابق ہے۔ صرف اِکا دُکا حواشی ایزاد کیے گئے ہیں۔ (۲) ”نقشِ ثانی“ (ص ۷۵ تا ۲۵۶) پر مشتمل ہے۔ ”نقشِ ثانی“ کے بعض امور صحیح طلب ہیں، مثلاً:

(۱) ص ۸۱: رموزِ بے خودی کے اس شعر:

در میانِ کارزارِ کفر و دین

ترکشِ ما را خدنگِ آخرین ہے

کا مشارالیه، سلطان ٹیپو نہیں بلکہ اورنگ زیب عالمگیر ہے۔

(۲) ص ۱۳۰ اور ۲۱۳: مدراس میں صرف تین لکچر دیے گئے تھے، نہ کہ چھ..... اس وقت تک

حضرت علامہ صرف تین لکچر ہی تیار کر سکے تھے۔

۱- روزگار فقیر [اول]: ص ۷۵

۲- ایضاً، نقشِ ثانی، طبعِ اول: ص ۹

۳- کلیاتِ اقبال، فارسی: ص ۹۸

(۳) ص ۲۴۴: ڈاکٹریٹ کا مقالہ Development ۱۹۰۸ء میں نہیں، بلکہ ۱۹۰۷ء میں مکمل ہوا تھا۔
 (۴) ص ۲۴۵: روم کا سفر ۱۹۳۳ء میں نہیں، ۱۹۳۲ء میں ہوا۔ سفر ہسپانیہ اور موسولینی سے ملاقات کے متعلق، طبعِ اوّل کی غلطی اس اڈیشن میں بھی موجود ہے۔

مرتب نے نام لیے بغیر ڈاکٹر اقبال (از سالک) کی بہت سی واقعاتی غلطیوں کی تصحیح کی ہے۔
 اس اڈیشن کی کتابت و طباعت میں بھی، پہلے اڈیشن کا سا اہتمام برتا گیا ہے، قلم نسبتاً خفی ہے۔
 صرف ایک مقام پر کتابت کی غلطی نظر آئی۔ ص ۱۳۶: خصوصاً الحکم کی جگہ فصوص الحکم ہونا چاہیے۔
 ”دلفش ثانی“ (طبعِ اوّل: اکتوبر ۱۹۶۳ء) کا یہی نسخہ غیر معمولی مقبولیت کے پیش نظر مزید پانچ بار شائع چھاپا گیا۔ یہ سب اڈیشن بلحاظ کتابت و طباعت اور متن یکساں ہیں۔

✽ روزگارِ فقیر، دوم

نومبر ۱۹۶۳ء میں روزگارِ فقیر کی جلد دوم شائع ہوئی۔ ”افتتاحیہ“ کے زیر عنوان، مرتب نے اس مجموعے کی ”شانِ نزول“ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: ”جب کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی، تو احساس ہوا کہ میں اپنی یادداشت میں محفوظ کئی اہم واقعات کو قلم بند نہیں کر سکا اور..... بزرگوں کے گنجینہ معلومات سے بھی بہت سے جواہر ریزے حاصل کیے جاسکتے تھے“۔ چنانچہ زیر نظر جلد میں بہت سے نئے واقعات و ملفوظات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ زیادہ تر روایات ڈاکٹر رحمت اللہ قریشی، ممتاز حسن اور شیخ اعجاز احمد کے حوالے سے بیان ہوئی ہیں۔ دوسرے حصے میں اقبال کا ایسا متروک کلام یکجا کیا گیا ہے، جو باقیاتِ اقبال کے کسی مجموعے میں نہیں ملتا۔ تیسرا حصہ اقبال کی اور ان کے متعلق ۶۸ تصاویر پر مشتمل ہے۔
 جلد دوم کے بعض بیانات اصلاح طلب ہیں، مثلاً:

(۱) ص ۱۷-۱۸: سرود رفتہ کی بحث میں مرتب کو مغالطہ ہوا ہے۔ ارمغانِ حجاز (طبعِ اوّل تا ہفتم) میں ”سرود“ ہے نہ کہ ”سرود“۔ صحیح صورت سرود ہے۔

(۲) ص ۲۳: اسرارِ خودی، طبعِ اوّل کا دیباچہ کئی جگہ چھپ چکا ہے۔ مقالاتِ اقبال (۱۹۶۳ء) میں بھی شامل ہے۔

۱- تفصیلی کوائف ضمیرہ میں ملاحظہ کیجیے۔ (اب اس کتاب کے عکسی اڈیشن متعدد ناشرین نے چھاپ لیے ہیں۔)

۲- روزگارِ فقیر، دوم، ص ۱۰۹

۳- ملاحظہ کیجئے باب ۲: ص ۱۸۲

(۳) ص ۶۴: علم الاقتصاد جہلی بار نومبر ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ (دیکھیے، ص ۲۹۶)

(۴) ص ۸۰: اقبال کی تمام تصانیف کے جملہ حقوق محفوظ تھے اور اس معاملے میں اقبال کا موقف خاصا سخت تھا۔ معلوم ہوتا ہے رحمت اللہ قریشی کو واقعے کی اصل صورت یاد نہیں رہی۔

جلد دوم میں متعدد دستاویزات اور اقبال کے بعض خطوط کے عکس شامل ہیں۔ حسب سابق کتابت و طباعت کا غیر معمولی اہتمام کیا گیا ہے، چنانچہ آرٹ پیپر پر طبع شدہ اس مجموعے کا ظاہری پیکر بھی معیاری و مثالی ہے۔

✽ اقبال کے ہم صفیر

ایم ایس ناز نے اقبال کے ہم صفیر میں ۲۷ اقبالیاتی تحریروں کو ”علامہ اقبال سے ملاقاتوں کے حوالے سے نایاب تحریریں“ (سرورق) کے طور پر پیش کیا ہے۔ مگر چند ایک کے سوا، نہ یہ ملاقاتوں کی یادداشتیں ہیں، اور نہ ”نایاب“۔ بلکہ ”کم یاب“ بھی نہیں ہے۔ مضامین کے آخر میں دیے گئے مآخذ سے ظاہر ہے کہ بعض مضامین تو محمود نظامی کی ملفوظات سے لیے گئے اور کچھ زمانہ قریب کے اخبارات و رسائل سے (اور یہ مآخذ زیادہ تر ثانوی ہیں۔) اس اعتبار سے انہیں ”نایاب تحریریں“ قرار دے کر پیش کرنا مضحکہ خیز ہے۔ اس کی تدوین فقط ”ایک کاروباری“ ضرورت کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔ مرتب و مدون نے اپنی تدوینی قینچی سے بعض مضامین میں قطع و برید بھی کی ہے۔

حمید احمد خاں کے مضمون کا عنوان بھی بدل دیا اور اس کا کچھ حصہ کاٹ دیا۔ میاں بشیر احمد کے مضمون کا عنوان بھی تبدیل کر دیا مگر متن مضمون ان کی اصلاح سے محفوظ رہا۔ سر عبدالقادر کے مضمون کا عنوان سلامت مگر متن پر انھوں نے قینچی چلا ہی دی، آخری تحریر کے مصنف کا نام درج نہیں کیا۔ جناب محمود احمد غازی نے ازراہ دوست نوازی ”اپنے محترم اور عزیز دوست“ کی اس کاوش کو ”اقبالیاتی ادب میں ایک وقیع اضافہ“ اور ”قابل اعتماد مصادر میں شمار ہونے کے لائق“ (ص ۹) قرار دیا ہے۔ مختصر یہ کہ اقبال کے ہم صفیر ملفوظاتی مجموعے کے طور پر لائق اعتنا نہیں بلکہ ایک عمومی مجموعہ مضامین کے طور پر بھی اس میں تدوینی سلیقہ عنقا ہے۔

✽ اقبال کے ہم نشین

پروفیسر صابر گلرودی نے اس مجموعے میں ۴۹ چھوٹے بڑے ایسے مضامین جمع کیے ہیں جن

میں، کہیں کم کہیں زیادہ، اقبال کے ملفوظات بھی شامل ہیں۔ ان مضامین کی نوعیت بھی یکساں نہیں ہے۔ اقبال سے ملاقاتوں کی یادداشتیں، مشاہدات، ملفوظات اور ذاتی تاثرات یعنی اقبال کے جس عقیدت مند نے اُن سے جو سنا، دیکھا اور محسوس کیا، اسے قلم بند کر دیا۔ ملاقاتوں کے روداد نویسوں میں بہت سے نام و رَحَضرات (چراغ حسن حسرت، اسلم جیراج پوری، ممتاز حسن، شیخ محمد عبداللہ، ڈاکٹر یوسف حسین خاں، پنڈت نہرو، عبدالماجد دریابادی، علامہ محمد اسد اور شورش کاشمیری) کے ساتھ بعض غیر معروف لوگوں (فضل حمید، اے رزاق، حاجی سردار محمد، سید بادشاہ حسین اور محمد الیاس وغیرہ) کے مضامین بھی شامل ہیں۔ کتاب کے ایک حصے میں آفتاب اقبال، منیرہ اور اقبال کی ہمشیرہ کریم بی بی کے تاثرات یکجا کیے گئے ہیں۔ مؤلف نے مضامین کے انتخاب میں یہ اصول پیش نظر رکھا کہ ”کوئی ایسی تحریر شامل نہ کی جائے جو..... اس نوع کے دیگر مجموعوں [اور اق گم گشتہ، اقبال کے ہم صفیر، علامہ اقبال - اپنوں کی نظر میں] میں پہلے سے شامل ہو۔“ (ص ۸)۔ بعض تحریروں کی حیثیت دوچار یا پانچ سات سطر کی مختصر تراشوں کی ہے جن سے، بعض مضامین کے آخر میں خالی جگہیں پُر کی گئی ہیں مگر ان میں سے بیشتر کا تعلق ملفوظات سے نہیں ہے۔

جناب کلوروی نے یہ مجموعہ بڑی محنت اور سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ شیوہ عمومی یہ ہے کہ رسائل و کتب سے مضامین نقل کر کے یا عکس بنا کر، ان کی ترتیب لگائی اور اس پر ایک دیباچہ ٹانک کر مضامین کا تب کے حوالے کر دیے۔ ”تدوین“ مکمل ہے۔ کلوروی صاحب نے اس کے برعکس تمام تحریروں کو پڑھا، اور تشریح طلب اُمور کی تصریح کے لیے، ذیلی حواشی و تعلیقات کا اہتمام کیا۔ حواشی میں انھوں نے بعض تنقیح طلب روایات پر نقد و جرح کرتے ہوئے حقیقی صورت حال پیش کی ہے۔ یوں تلاش و جستجو کے ساتھ، اس مجموعے کی تدوین میں، تحقیق و تنقید کا عنصر بھی کارفرما رہا ہے۔ ۲ صفحہ ۱۹۲ پر انھوں نے جانا بزم مرزا کا یہ اقتباس نقل کیا ہے:

شاعر، ہر وقت شاعر نہیں ہوتا البتہ عالم خیال میں اس کا گزر ہر وقت رہتا ہے اور اس وجہ سے اس سے بعض اوقات عجیب و غریب حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے متعلق ایک واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک رات اسی عالم میں باہر سے تشریف لائے اور راستے میں سوچتے آئے کہ جاتے ہی ہاتھ کی

۱- یہ الگ بات ہے کہ اقبال کے ہم صفیر اور علامہ اقبال اپنوں کی نظر میں کے مولفین نے اس طرح کے کسی ”اصول“ کی پابندی کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔

۲- رفیع الدین ہاشمی: دیباچہ اقبال کے ہم نشین، ص ۱۵

چھڑی ایک کونے میں رکھوں گا۔ خود چار پائی پر لیٹ جاؤں گا۔ چونکہ آپ اپنے خیال میں مجھ سے تھے اور یہ بھی خیال تھا کہ جاتے ہی چھڑی ایک کونے میں رکھ کر خود چار پائی پر لیٹ جاؤں گا مگر جو نبی آپ کمرے میں داخل ہوئے، چھڑی کو تو چار پائی پر دراز کر دیا اور خود کونے میں کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں ڈاکٹر مرحوم کو بھی اپنی بدحواسی کا خیال آیا تو بہت شرمندہ ہوئے۔“

تعب ہے کہ کلوروی صاحب نے اقبال سے منسوب اس بے بنیاد لطیفے کو جوں کا توں شامل کتاب کر لیا اور اس کی تردید نہیں کی۔ اول تو یہ واقعہ کہیں کسی کتاب یا رسالے میں مذکور نہیں۔ دوسرے: زبانی کلامی اس کا (غلط ہی سہی) انتساب علی گڑھ یونیورسٹی کے ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی طرف کیا جاتا ہے۔ اقبال کی زندگی کے کسی دور میں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی کہ علامہ، ایسے ”گل محمد“ رات کو چھڑی لے کر باہر گھومنے کے لیے نکلتے ہوں۔ واضح طور پر ایسا بے بنیاد واقعہ، کتاب میں شامل کرنا ہی غلط تھا ورنہ کم از کم اس کی تردید ضرور کرنی چاہیے تھی۔

چند ایک معمولی فروگزاشتیں اور بھی ہیں، مثلاً ص ۲۱۹ پر اقتباس کس کا ہے؟ اقتباس کے ساتھ نام نہیں دیا گیا۔ فہرست سے پتا چلتا ہے: جسٹس ایس رحمن کا۔ ص ۲۳۳ (نہ کہ ۲۳۱) کا اقتباس ”بیچ دریا“ کا ہے، مگر فہرست میں غلطی سے ”سندباد جہازی“ کا نام لکھ دیا ہے۔ ص ۱۷۱ پر مسز ڈورس احمد کی اس روایت کی تردید کی ضرورت تھی کہ وفات اقبال کی شب حکیم محمد حسن قرشی، حیدرآباد [دکن] گئے ہوئے تھے۔ ص ۲۶۶ پر مسز ڈورس احمد کو مؤلف نے ڈاکٹر تاثیر کی ایک جرم نژاد سالی بتایا ہے، جو درست نہیں، وغیرہ۔

مرتب نے آخر میں اسما، اماکن، اخبارات، رسائل، کتب، اداروں، موضوعات اور منظومات اقبال کے اشاریے شامل کر کے مجموعے سے استفادہ کرنے والوں کے لیے سہولت پیدا کر دی ہے۔

✽ مجالس اقبال

۲۰۰۲ء میں پروفیسر جعفر بلوچ کا مرتبہ ملفوظاتی مجموعہ مجالس اقبال شائع ہوا، جس میں اقبال سے ملاقاتوں کی یادداشتوں پر مشتمل ۲۱ مضامین جمع کیے گئے ہیں۔ یہ ملفوظاتی سلسلے کی ایک اور کڑی ہے، جس میں بقول مرتب: ”بیشتر وہ مضامین مرتب کیے گئے ہیں، جو اس سے پہلے سلسلہ ملفوظات کی کسی کتاب میں مرتب نہیں ہوئے۔“ البتہ ”دو مضامین ایسے بھی ہیں، جو اس سے پہلے کتابی صورت میں مرتب تو ہو چکے تھے، لیکن وہاں ان کا متن نامکمل یا نادرست چھپا ہے۔“ (ص ۸) اہم تر بات تو یہ ہے کہ

اول: مولف نے متن مضامین کی ”صحت و تکمیل“ پر خاص توجہ دی ہے۔ دوم: ماخذ کا حوالہ دیا ہے۔ سوم: متن مضامین پر معلومات افزا حواشی و تعلیقات تحریر کیے ہیں۔ چہارم: مضمون نگاروں کے سوانحی خاکے اور تعارف بھی شامل کتاب کر دیے ہیں۔ ان خوبیوں نے مجموعے کو معتبر اور مستند حیثیت دی ہے اور یہ امر مولف کی تدوینی سلیقہ مندی پر دال ہے، تاہم ان سے ایک بھاری چوک ہوگی۔ انھوں نے معروف اقبال شناس ممتاز حسن (م: ۱۹۷۴ء) کا مضمون ترقی پسند نقاد پروفیسر ممتاز حسین (م: ۱۹۹۴) سے منسوب کر دیا، حالانکہ داخلی شہادتیں بتا رہی ہیں کہ یہ ممتاز حسین کا مضمون نہیں ہے۔ مثلاً مضمون نگار بتاتے ہیں کہ میں نے علامہ کو سب سے پہلے ۱۹۲۵ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں دیکھا جب وہ ”اسلام اور اجتہاد“ پر لیکچر دینے کے لیے آئے اور کچھ عرصے بعد میں نے اپنے دوست نیاز محمد خاں کے ساتھ ان کے میکلوڈ روڈ والے مکان پر ان سے ملاقات کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ممتاز حسین ضلع غازی پور یوپی میں بھمراہات سال زیر تعلیم تھے اور جب علامہ فوت ہوئے تو وہ الہ آباد کالج میں بھمراہات ۲۰ سال زیر تعلیم تھے، اس لیے مضمون نگار یقینی طور پر ممتاز حسن ہیں، نہ کہ ممتاز حسین۔



(ج) ملفوظات کی تدوین نو

گذشتہ صفحات میں ملفوظات کے مختلف مجموعوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان مجموعوں کے علاوہ مختلف جرائد و کتب میں متعدد ایسے مضامین اور مصابحے موجود ہیں جنہیں تلاش و اخذ کر کے مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ بیسویں صدی کی چند اُردو آپ بیتیوں میں آپ بیتی نگاروں کی اقبال سے ملاقاتوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان ملاقاتوں نے اقبال کے بہت سے ملفوظات بھی نقل کیے ہیں۔^۱

ملفوظات اقبال کے موجود دستیاب ذخیرے کو زیادہ معتبر اور مستند حیثیت دینے کے لیے، اس کی نئی ترتیب و تدوین از بس ضروری ہے۔ ملفوظات کا کچھ حصہ مختلف رسائل و جرائد اور متفرق مجموعوں میں منتشر ہے۔ پھر ایک ہی راوی کی مختلف روایات اور تحریریں یکجا نہیں ملتیں۔ مزید برآں روایات و ملفوظات میں کہیں کہیں تضاد و تناقض بھی ملتا ہے۔ بعض اوقات ایک ہی روایت نگار نے دو مختلف روایات بیان کی ہیں۔ کہیں ایک روایت نگار، دوسرے راوی کی تردید کرتا نظر آتا ہے۔..... مثال کے طور پر:

(۱) غلام رسول مہرنے اپنے ایک مضمون^۲ ”عظمت موت کے دروازے پر“ میں بتایا ہے کہ اقبال کی وفات کی شب میاں محمد شفیع جاوید منزل میں موجود تھے، راجا حسن اختر نے بھی شب کا بیشتر حصہ وہیں گزارا اور وفات سے نصف گھنٹہ قبل ایک فارسی رباعی سلم اقبال کی زبان پر جاری تھی، مگر ڈاکٹر عبدالقیوم ملک نے ان تینوں باتوں کی تردید کی^۳ ہے۔ مہر صاحب نے ان بیانات کو (جو خود اُن کی اپنی تحریر کی تردید کرتے ہیں) ”مستند“^۴ قرار دیا ہے۔

- ۱- تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد ارشد چوہدری کا ایم فل اقبالیات کا تحقیقی مقالہ اُردو آپ بیتیوں میں ذکر اقبال، ۲۰۰۰ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
- ۲- اقبال نامہ [حسرت]: ص ۵۹، ۵۵
- ۳- سرور رفتہ باز آید کہ ناید..... تاریخ۔
- ۴- اقبال درون خانہ: ص ۱۷۱، ۱۷۲ (۲م) یہ امر باعث تعجب ہے کہ ڈاکٹر عبدالقیوم کا یہ ”انکشاف“ ۳۳ برسوں (۱۹۳۸ء-۱۹۶۱ء) تک کیوں معرض التوا میں رہا؟
- ۵- اقبال درون خانہ [اول] طبع ۱۹۷۱ء، ص ۱۶

(۲) میر عبدالعزیز گرد کی روایت کے مطابق اقبال نے بتایا کہ ”میرا بھائی پولیٹیکل ایجنٹ ثوب کے دفتر میں کلرک تھا، پہلے مگر ایک مکتوب میں انھوں نے شیخ عطا محمد کو ”سب ڈویژنل آفیسر ملٹری ورکس“ بتایا ہے۔ یہ اختلاف چنداں اہم نہ سہی، مگر اس سے مختلف روایات کو تحقیق کی روشنی میں دیکھنے اور ان کی چھان پھٹک کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے۔

(۳) سید الطاف حسین کے مطابق اقبال نے کہا کہ اردو میں بھی نماز پڑھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں، مگر اقبال کی اپنی ہی ایک تحریر سے اس کی تردید ہوتی ہے۔^۱

(۴) امتیاز محمد خاں کے مطابق اقبال نے انھیں بتایا تھا کہ پروفیسر آرنلڈ کی کوششوں سے انھیں مسجد قرطبہ میں نماز پڑھنے کی اجازت ملی تھی۔ اس روایت کے خلاف واقعہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ آرنلڈ، اقبال کے سفر ہسپانیہ (جنوری ۱۹۳۳ء) سے پہلے ہی (۱۹۳۰ء میں) فوت ہو چکے تھے۔

(۵) اقبال درون خانہ [اول] کے واقعات و ملفوظات، اقبال کے بعض قریبی اعزہ کی روایات کی بنیاد پر مرتب کیے گئے ہیں، جن کے بارے میں غلام رسول مہر نے لکھا ہے کہ ان ”سے زیادہ مستند بیان اور کسی کا نہیں ہو سکتا“۔^۲ مگر اقبال کے برادر زادے شیخ اعجاز احمد نے (جو خود متعدد ملفوظات کے راوی ہیں) نہایت سختی کے ساتھ، اقبال درون خانہ کے مندرجات کی تردید کی ہے، لکھتے ہیں:

Some of the statements of the book are factually incorrect, some are half truths and some are *Arabian Night Tales*. If my uncle could somehow know of its contents in his heavenly abode, he would cry out: "Save me from my friends."^۳

اس طرح کے تضادات و تناقضات کے پیش نظر، ذخیرہ ملفوظات کا تحقیقی اور تنقیدی محاکمہ ضروری ہے۔

ذخیرہ ملفوظات جمع کر کے ایک ایک سطر کا جائزہ لیا جائے اور روایات و ملفوظات کا جو حصہ ہر اعتبار سے مستند اور معتبر ہو اور ہر طرح کے داخلی و واقعاتی تضاد سے پاک ہو، اُسے الگ کر لیا جائے، پھر اسے از سر نو مرتب و مدون کیا جائے۔

۱- صحیفہ، اقبال نمبر، اول، ۱۹۷۳ء، ص ۲۲۵

۲- اقبال نامہ، اول، ص ۶

۳- دیکھیے: اس باب ۶ کی دوسری فصل (ب) کے تحت ملفوظات کا جائزہ

۴- اوراقِ گم گشتہ، ص ۳۳۳

۵- اقبال درون خانہ [اول]، طبع ۱۹۷۱ء، ص ۱۶

۶- مجلہ اقبال، جنوری، ۱۹۷۴ء، ص ۶۶

تدوین نو میں، اول: روایت نگاروں کا مختصر تعارف، دوم: ماخذات کا حوالہ، سوم: حسب موقع مختصر حواشی و تعلیقات شامل کیے جائیں۔ حاشیے میں تقابلی حوالوں کا اہتمام بھی ہو سکے تو اس سے مجوزہ مجموعہ ملفوظات کی قدر و قیمت اور بڑھ جائے گی۔ مسلمان علما کے ہاں تحقیق ملفوظات کی مستحکم علمی روایت موجود ہے، جس کی مدد سے ملفوظات اقبال کی تحقیقی تدوین زیادہ مشکل نہیں۔

ملفوظات اقبال کے متذکرہ بالا مطبوعہ ذخیرے کے علاوہ، حضرت علامہ کے ارشادات و فرمودات کا ایک حصہ ایسا بھی ہے، جو ضبط تحریر میں نہ آسکا۔ منشی طاہر الدین نے اقبال کو نہایت قریب سے دیکھا، مگر ان سے کوئی روایت یا ملفوظات منقول نہیں۔ بعض اصحاب، جو ملفوظات اقبال کو صحت کے ساتھ قلم بند کر کے محفوظ کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے، اس طرف خاطر خواہ توجہ نہ دے سکے، اس کی نمایاں مثال غلام رسول مہر کی ہے۔ اقبال کی وفات کے بعد انھوں نے لکھا تھا:

اگر حیات مستعار باقی ہے، تو یہ ایک بہت بڑا فرض ہے کہ جو کچھ اپنی آنکھ سے برسوں دیکھا اور اپنے کانوں سے برسوں سنا، اُسے دنیا تک پہنچایا جائے۔ مرحوم کے فیضانِ محبت کی آغوش میں جس دل و دماغ نے بیس بائیس برس عقیدت مندانہ پرورش پائی، اس کے واجبات گراں بہا ہیں اور ان واجبات کی بجا آوری میں تساہل کو راہ نہیں مل سکتی۔

مگر یہ عزم و ارادہ وقت کے ساتھ ساتھ ماند پڑتا گیا اور بعض متفرق فرمائشی مضامین کے سوا مہر صاحب کچھ نہ لکھ سکے۔ ان کی وفات کے بعد، ان کے بیٹے امجد سلیم علوی نے اقبالیات کے عنوان سے مہر صاحب کی جملہ دستیاب اقبالیاتی تحریریں جمع کر کے شائع کرائی ہیں (۱۹۸۸ء)۔ اس مجموعے میں چند ملفوظاتی مضامین بھی شامل ہیں۔

پھر ملفوظات کا ایک حصہ وہ ہے جو اقبال کی صحبت سے مستفیض ہونے والے بعض اصحاب نے اپنے روزناموں میں قلم بند کر لیا۔ خواجہ عبدالوحید کے روزنامے کا ایک حصہ شائع ہو چکا ہے، یہ ممکن ہے علامہ اقبال سے متعلق، اس میں مزید اندراجات بھی موجود ہوں۔ غلام رسول مہر بھی ایک زمانے میں اپنی یادداشتیں قلم بند کرتے رہے، لکھتے ہیں:

رات کو میں اور چودھری محمد حسین ایک دو گھنٹے ضرور حاضر خدمت ہوتے، بعض اوقات حضرت مرحوم، علی بخش کو بھیج کر بلا لیتے..... میں گھر پہنچتا تو..... ضروری باتیں نوٹ کر لیتا..... گفتگو کی یادداشتوں

۱- اقبال نامہ [حسرت]: ص ۵۹، ۶۰

۲- نقوش، اقبال نمبر ۲: ص ۳۸۰ تا ۳۲۱

میں بعض اہم مسائل کا ذکر کیا ہے۔ میرا ارادہ ہے یہ مسائل مقالات کی شکل میں مرتب کر دوں۔
مولانا مہر کی متذکرہ بالا یادداشتیں اور ان کے روزنامے کے اندراجات ہنوز پردہ خفا میں
ہیں..... اسی طرح کا ایک روزنامہ چودھری محمد حسین بھی لکھتے رہے، جس کے بارے میں ڈاکٹر
جاوید اقبال کا بیان ہے:

۲۶-۱۹۲۵ء میں چودھری صاحب نے علامہ کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کی یادداشت بھی لکھنی شروع کی
تھی۔ اس یادداشت میں دینی، علمی اور ادبی باتوں کے علاوہ بعض باتیں خاصی دل چسپ ہیں۔
اس کے بعد ڈاکٹر جاوید اقبال نے اس یادداشت سے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ چودھری محمد
حسین کا یہ روزنامہ بھی تا حال منصفہ شہود پر نہیں آسکا۔ مناسب تدوین کے بعد، ان روزناموں کو
شائع کرنے کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔

حضرت علامہ کے ارشادات و فرمودات کا یہ ذخیرہ منتشر حالت میں ہے۔ عمومی مطالعے سے
قطع نظر، اس ذخیرے سے علمی استفادہ اسی وقت ممکن ہے، جب اس کا ایک جامع موضوعاتی
اشاریہ بھی تیار کیا جائے۔ اس کے بغیر یہ معلوم کرنا خاصا مشکل ہے کہ کسی خاص موضوع کے بارے
میں حضرت علامہ نے کہاں کہاں اظہار خیال کیا ہے اور کسی مخصوص امر سے متعلق ان کی کوئی رائے
موجود بھی ہے یا نہیں۔

ملفوظات اقبال کی ترتیب و تدوین، چھان بھنگ کے بغیر نہیں ہونی چاہیے۔ جیسا کہ ہم نے
طبع دوم کے دیباچے میں عرض کیا تھا، ملفوظات پر تحقیق کی ایک کوشش طالب حسین اشرف نے کی،
مگر تجربہ و تحقیق میں وہ موضوع کو کما حقہ اپنی گرفت میں نہیں لے سکے۔ فی الحقیقت تو یہ ایک اعلیٰ
درجے (مثلاً: پی ایچ ڈی) کے تحقیقی مقالے کا موضوع ہے۔



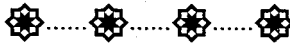
۱- اوراقِ گم گشتہ: ص: ۳۲۷، ۳۲۸۔ ان کے روزنامے کے چند اندراجات ان کے محولہ بالا مجموعہ
مضامین اقبالیات میں شامل ہیں۔

۲- مئے لالہ فام: ص: ۱۹۹

۳- چودھری صاحب کے پوتے تاقف نقیس نے مذکورہ روزنامے کے بعض حصے اپنے ایم اے اے اے کے تحقیقی
مقالے علامہ اقبال اور چودھری محمد حسین (روابط) میں شامل کیے ہیں۔

باب: ۷

اقبال کی مرتبہ درسی کتابیں



(الف) اقبال بحیثیت معلم

ایم اے فلسفہ کا امتحان پاس کرنے کے معاً بعد اقبال اور نینٹل کالج لاہور میں میکلوڈ عربیک ریڈر مقرر ہوئے، تو دوسرے فرائض کے علاوہ، انٹرمیڈیٹ اور بی او ایل کی جماعتوں کی تدریس بھی انھیں سونپی گئی۔ اس طرح ان کی عملی زندگی کا آغاز بطور ایک معلم ہوا۔ تقریباً پانچ برس تک اور نینٹل کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ یورپ سے واپسی پر انھیں مزید کچھ عرصے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کا درس دینا پڑا، مگر ملازمت کی پابندیاں اُن کی افتاد طبع کے خلاف تھیں، چنانچہ یکم جنوری ۱۹۱۱ء کو ملازمت حتمی طور پر ترک کر دی۔

درس و تدریس سے اقبال کا باضابطہ تعلق ختم ہو گیا، مگر تعلیم و تعلم سے اُن کا بالواسطہ رابطہ برقرار رہا۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کے مختلف اداروں کے رکن رہے اور میٹرک، انٹرمیڈیٹ، بی اے، ایم اے (فلسفہ، فارسی، تاریخ) ایل ایل بی اور سول سروس امتحانات کے مرتب پرچہ اور ممتحن رہے۔ پہلی بار انھوں نے ۱۹۰۰ء میں دسویں جماعت کے لیے فارسی کا پرچہ مرتب کیا تھا۔ یہ سلسلہ وفات تک جاری رہا۔ پنجاب یونیورسٹی کے علاوہ، بعض دوسری جامعات (الہ آباد، علی گڑھ وغیرہ) کے مختلف امتحانوں میں ممتحن کے فرائض بھی انجام دیے۔ علاوہ ازیں ۱۹۱۸ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر بیگ کی اچانک وفات پر، اقبال نے دو ماہ تک ایم اے فلسفہ کے طالب علموں کو درس دیا۔^۱ تعلیم و تعلم اور درس و تدریس سے اقبال کی اس وابستگی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انھوں نے مختلف جماعتوں کے لیے اُردو اور فارسی کی متعدد کتابیں مرتب کیں، مڈل کی چاروں جماعتوں کے لیے اُردو

۱- A History of Government College, Lahore: ص ۱۱۵

۲- تفصیل کے لیے دیکھیے: محریف شاہد کا مضمون ”اقبال بحیثیت ممتحن“ نقوش اقبال نمبر اول، ستمبر ۱۹۷۷ء،

ص ۲۷۷-۲۵۴

۳- اقبال نامہ، دوم: ص ۷۳

۴- اس زمانے میں اول تا چہارم جماعتیں پرائمری درجے میں اور پنجم تا ہشتم جماعتیں مڈل درجے میں شمار ہوتی تھیں۔

کورس اور میٹرک کے لیے فارسی کتاب آئینہ عجم۔ اُردو کورس (چار کتابیں) حکیم احمد شجاع کے اشتراک سے مرتب کی گئیں۔ آئینہ عجم اقبال نے خود ہی مرتب کی۔ یہ اقبال کی تصانیف نہیں، ان کی تالیفات ہیں، چنانچہ زیر نظر جائزہ مکمل کرنے کے لیے متذکرہ بالا درسی کتابوں پر ایک نظر ڈالنا ناگزیر ہے۔ چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعتوں کے لیے اُردو کورس کی تین کتابیں ۱۹۲۳ء میں مرتب کی گئیں۔ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی ”اُردو سب کمیٹی“ کے اجلاس ۱۲ جنوری ۱۹۲۵ء میں ان الفاظ میں ان کتابوں کی منظوری دی گئی:

Urdu course for VI, VII and VIII classes by Dr. Sir Mohammad Iqbal M.A. Ph.D., K.T., and Hakim Ahmad Shuja. (Gulab Chand Kapur and Sons, Lahore) Reported upon by M. Mohammad Said, M.A., La la Tej Ram, M.A. and the Delhi Branch Sub-Committee.

The Sub-Committee decided to recommend the adoption of these books for use in schools, provided that the price of the books are fixed at the rates which the Text-Book Committee books are sold.^۱

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ منظوری سے پہلے کتابیں (۱۹۲۳ء میں) طبع کر لی گئی تھیں۔ چونکہ یہ کتابیں نصاب میں شامل تھیں، اس لیے بار بار شائع کی گئیں۔ بالعموم ایک ہزار کی تعداد میں چھاپی جاتی تھیں۔ تینوں کتابوں کے سرورق پر ”سلسلہ ادبیہ“ کے الفاظ درج ہیں۔ ان سب میں دیباچے کا متن ایک ہے جس میں ”سلسلہ ادبیہ“ کی ان کتابوں کی بعض امتیازی خصوصیات کی طرف توجہ دیا گیا ہے۔ یہ دیباچہ ”مولفین“ کی طرف سے ہے۔ تاہم یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ دیباچہ مکمل طور پر یا اس کا زیادہ تر حصہ اقبال کا تحریر کردہ ہے۔ اس کی تصدیق اقبال کے ایک مضمون ”بچوں کی تعلیم و تربیت“^۲ سے ہوتی ہے، جو انھوں نے اپنی معلمانہ زندگی کے ابتدائی ایام (۱۹۰۱ء) میں لکھا تھا۔ اس مضمون میں وہ لکھتے ہیں:

سچ پوچھیے تو تمام قومی عروج کی جز، بچوں کی تعلیم ہے۔ اگر طریق تعلیم علمی اصولوں پر مبنی ہو تو تھوڑے ہی عرصے میں تمام تمدنی شکایات کا فور ہو جائیں..... انسان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ دنیا کے لیے

۱- عکس رودا ٹیکسٹ بک کمیٹی مشمولہ: *Iqbal in Pictures*

۲- دیباچے کا متن انوار اقبال (ص ۲۱-۲۳) میں منقول ہے۔

۳- مخزن جنوری ۱۹۰۲ء، (شمولہ: مقالات اقبال ص ۱-۹)۔

اس کا وجود زینت کا باعث ہو..... اس کے ہر فعل میں ایک قسم کی روشنی ہو، جس کی کرنیں اوروں پر پڑ کے، ان کو دیانت داری اور صلح کاری کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سبق دیں۔ اس کی ہمدردی کا دائرہ دن بدن وسیع ہونا چاہیے، تاکہ اس کے قلب میں وہ وسعت پیدا ہو، جو روح کے آئینے سے تعصبات اور توہمات کے رنگ کو دور کر کے اُسے مجلّا و مصفا کر دیتی ہے..... حقیقی انسانیت یہ ہے کہ انسان کو اپنے فرائض سے پوری پوری آگاہی ہو..... کامل انسان بننے کے لیے ضروری ہے کہ ہر انسانی بچے کی تربیت میں یہ غرض ملحوظ رکھی جاوے، کیونکہ یہ کمال اخلاقی تعلیم و تربیت ہی کی وساطت سے حاصل ہو سکتا ہے، جو لوگ بچوں کی تعلیم و تربیت کے صحیح اور علمی اصول کو مد نظر نہیں رکھتے، وہ اپنی نادانی سے سوسائٹی کے حقوق پر ایک ظالمانہ دست درازی کرتے ہیں، جس کا نتیجہ افراد سوسائٹی کے لیے انتہا درجے کا مضر ہوتا ہے..... استاد کو چاہیے کہ اُسے [بچے کو] ہمدردی کے متعلق عمدہ عمدہ کہانیاں سنائے اور یاد کرائے..... معلموں کا فرض ہے کہ ابتدا سے ہی بچے میں اخلاقی تحریکوں سے متاثر ہونے کی قابلیت پیدا کرنے کی کوشش کریں، مثلاً شروع ہی سے ان کو ہمدردی کرنا سکھائیں۔

سلسلہ ادیبیہ کے دیباچے میں کہا گیا ہے کہ:

مضامین زیادہ تر ایسے ہی منتخب کیے گئے ہیں، جن میں زندگی کا روشن پہلو جھلکتا ہوتا کہ طالب علم اس کے مطالعے کے بعد کشاکش حیات میں زیادہ استقلال، زیادہ خودداری اور دیانت داری سے حصہ لے سکیں۔ حقیقت میں ادبیات کی تعلیم کا یہی مقصد ہونا چاہیے کہ ادبی ذوق کی تربیت کے ساتھ ساتھ طلبہ کی وسیع انتظری اور اُن کے دل و دماغ کی جامعیت نشوونما پائے..... اس سلسلے کی کتابوں..... [میں] اخلاقی مضامین کے انتخاب میں اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ان کا اُسلوب بیان ایسا ہو، جو طالب علم کو کمزور اور بزدل بنانے کی بجائے نیک اور بہادر بنائے اور اس امر کا لحاظ تو بالخصوص رکھا گیا ہے کہ منتخبہ نظم و نثر پر وطنیت کا رنگ غالب ہو، تاکہ طلبہ کے دلوں میں اخلاقی حسہ اور علم و ادب کی تحصیل کے دوران میں اپنے وطن کی محبت کا پاک جذبہ موجزن ہو۔

ان اقتباسات کے مطالعے سے واضح ہے کہ علامہ اقبال کے نزدیک منتخبہ نظم و نثر ایسی ہونی چاہیے، جس سے طلبہ پر اخلاقی اثرات مرتب ہوں اور مضامین، کہانیوں اور نظموں کو پڑھ کر اُن کے دلوں میں وسعت نظر، ہمدردی، خودداری، نیکی، بہادری، دیانت داری، احساس فرض اور اُمید و روشنی کے جذبات پیدا ہوں۔ تینوں کتابوں کی نگارشات اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر منتخب کی گئی ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کتابوں کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱- مقالات اقبال: ص ۲۱، ۲۰، ۸۰

۲- دیباچہ اُردو کورس، چھٹی جماعت کرے لیے: ص ۵۰۔

(ب) درسی کتابیں

✽ اُردو کورس، چھٹی جماعت کے لیے

پہلا ایڈیشن ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ اس وقت ہمارے پیش نظر ۱۹۳۹ء کا ایڈیشن ہے۔ سرورق اور اس کی پشت کا صفحہ شمار نہیں کیا گیا۔ فہرست مضامین کے دو صفحات ”الف، ب“ اور دیاپے کے چار صفحات: ”ج، د، ہ، و“ سے شمار کیے گئے ہیں۔ متن کتاب سے صفحات کا شمار از سر نو ہوتا ہے۔ آخر میں (ص ۲۲۲-۲۵۰) ایک فرہنگ بھی شامل ہے۔

آغاز ”دعا“ کے عنوان سے ایک حمد سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد نثر کا ایک سبق، ایک نظم، ایک کہانی اور پھر ایک نظم..... پوری کتاب میں قریب قریب یہی صورت برقرار ہے۔ یعنی ہر نثری سبق کے بعد ایک نظم، اس طرح کتاب ۲۲ نظموں اور ۲۳ نثر پاروں پر مشتمل ہے۔ نثر پاروں میں خاصا تنوع ہے، مثلاً: ”دنیا کی آبادی“ اور ”زمین کی سرگذشت“ کا تعلق جغرافیہ سے اور ”سکندر اعظم“ اور ”بابر کا بچپن“ کا تعلق تاریخ سے ہے۔ ”دانت اور بال“ اور ”تمباکو اور چائے“ کا موضوع صحت عامہ ہے۔ یڈھشٹر کا پہلا سبق، راجا ہریش چندر، جیمس فرگسن، راجا مایا داس، نیک دل شہزادہ اور کنگ لیر کہانیاں ہیں۔ ”مکزی اور کھیاں“ اور ”مرغ اسیر اور صیاد“ منظوم کہانیاں ہیں۔ نثر یا نظم، ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی اصلاحی مقصد پنہاں ہے۔ دیاپے میں ”اخلاقِ حسنہ“ کی بات کی گئی ہے، معلوم ہوتا ہے مولفین نے ان مضامین و منظومات کے انتخاب میں اس امر کا خاص خیال رکھا ہے کہ طالب علم کے ذہن پر ہر سبق کے مثبت اخلاقی اثرات مرتب ہوں۔ کہیں کہیں براہ راست بھی پند و نصائح کیے گئے ہیں، مگر عموماً نظم میں۔ ہر سبق کے مشقی سوالات میں ایک آدھ ایسا سوال شامل ہے، جس سے طالب علم کے اندر اخلاقی احساس بیدار ہو۔ کتاب میں متعدد تصاویر بھی شامل ہیں۔

کسی مضمون کے ساتھ مضمون نگار یا نظم کے ساتھ شاعر کا نام نہیں لکھا گیا، زیادہ تر نظمیں، غیر معروف شعرا کی معلوم ہوتی ہیں، تاہم معروف شعرا کی چند منظومات بھی شامل ہیں، مثلاً: اقبال کی

”جگنو“ (صرف چار اشعار) حالی کی ”پردیس“ اور تلوک چند محروم کی ”کام“..... بعض نظموں (سرزمین ہند- ہندوستانی بچوں کا گیت وغیرہ) کا معیار اچھا نہیں ہے۔ اس کتاب کی کتابت و طباعت بہت اچھی ہے۔ رموزِ اوقاف اور اعراب کا اہتمام، آج کل کی نصابی کتابوں سے بہتر ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے موجودہ چھٹی جماعت کے طلبہ کو ممکن ہے، یہ کتاب مشکل محسوس ہو۔

سرورق پر یہ عبارت درج ہے: ”سررشتہ تعلیم پنجاب و صوبجات متحدہ و احاطہ مدارس کی طرف سے منظور شدہ“۔ طبع یازدہم (۱۹۳۵ء) کی عبارت کسی قدر مختلف ہے:

”سررشتہ ہائے تعلیم پنجاب، دہلی و مدارس کی طرف سے منظور شدہ ٹیکسٹ بک“۔

✽ اُردو کورس، ساتویں جماعت کے لیے

سلسلہ ادبیہ کا یہ دوسرا حصہ ظاہری ترتیب اور مشمولات کی نوعیت کے اعتبار سے اُردو کورس برائے ششم کے مطابق ہے۔ سرورق، فہرست مضامین اور دیباچہ (۸ صفحات) کے بعد صفحہ ایک سے متن کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ آخر میں ایک مفصل فرہنگ (ص ۲۵۲-۳۱۶) بھی شامل ہے۔

اسباق کی کل تعداد ۳۶ ہے، جن میں نصف منظومات ہیں۔ حسب سابق ان میں تنوع ہے۔ چھٹی جماعت کی کتاب میں مصنفین اور شعرا کے نام نہیں درج کیے گئے تھے، اس کتاب میں ہر مضمون اور نظم کے ساتھ مصنف اور شاعر کا نام لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ سلسلہ ادبیہ کے دیباچے میں مولفین لکھتے ہیں:

سلسلہ ادبیہ کی ترتیب میں اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے کہ پرانے اساتذہ فن کے نتائج فکر کے ساتھ ساتھ زمانہ حال کے اُن انشا پردازوں اور شاعروں کے مضامین نظم و نثر بھی طالب علم کی نظر سے گزریں، جنہوں نے اُردو کو ایک ایسی زبان بنانے کے لیے ان تھک کوششیں کی ہیں، جو موجودہ ضروریات کے مطابق اور ادائے مطالب پر قادر ہوئے۔

چنانچہ رتن ناتھ سرشار، باقر علی داستان گو، محمد حسین آزاد، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، خواجہ حسن نظامی، سر عبدالقادر، بے نظیر شاہ، میر انیس، اکبر الہ آبادی، تلوک چند محروم، پریم چند، مولانا ظفر علی خاں، جوش ملیح آبادی، سورج نرائن مہرا اور خود علامہ اقبال جیسے نام ورا کا براہیل قلم کے ساتھ، نسبتاً کم اور غیر معروف

۱- گس سرورق کے لیے ملاحظہ کیجیے: انوارِ اقبال، بالمقابل ص ۲۲

۲- اُردو کورس ساتویں جماعت کے لیے: ص ”ج: د“۔

مصنفوں مثلاً سید احمد عاشق، سید علمدار حسین، حبیب کنٹوری، محمد عثمان مقبول، اشرف حسین، سید راحت حسین، اعجاز حسین اور علی سجاد دہلوی کی تحریریں بھی شامل ہیں۔ علامہ اقبال کی نظم ”میرا وطن“، بانگ درا میں شامل ”ہندوستانی بچوں کا قومی گیت“ کی ابتدائی صورت ہے۔ بعد میں بعض مصرعوں میں ترمیم کی گئی اور آخری بند حذف کر دیا گیا ہے۔^۱

منظومات و مضامین میں وہی تنوع ہے، جس کا ذکر چھٹی جماعت کی کتاب کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ اس حصے کی تحریروں میں بھی مولفین کا وہی نقطہ نظر کارفرما نظر آتا ہے، جس کا اظہار دیا ہے میں کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ منجملہ تحریریں طلبہ کی اخلاقی تعلیم و تربیت میں مدد و معاون ہو سکیں۔

✽ اُردو کورس، آٹھویں جماعت کے لیے

سلسلہ ادبیہ کی اس تیسری کتاب میں کل ۳۲ نگارشات شامل ہیں۔ منظومات اور نثر پاروں کی تعداد برابر ہے۔ ایک مضمون ”زمین کی فرسودگی یعنی ”ڈھا“ پہلے ایڈیشن (۱۹۲۳ء) میں شامل نہ تھا، بعد میں ایزا دیا گیا۔ اس طرح ضخامت ۳۶۶ صفحات ہو گئی ہے۔ سرورق^۲ اور فہرست کا انداز اُردو کورس، ساتویں جماعت کے لیے کے مطابق ہے۔ دیباچہ بھی یکساں ہے، البتہ ص ۲ پر کتاب میں شامل سات تصاویر کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ سرورق پر یہ عبارت درج ہے: ”سررشتہ تعلیم پنجاب و صوبجات متحدہ کی طرف سے منظور شدہ ٹیکسٹ بک“۔

اس حصے کے مضمون نگاروں اور شعرا میں بیشتر وہی قلم کار شامل ہیں، جن کا ذکر اُردو کورس، ساتویں جماعت کے لیے کے ضمن میں آچکا ہے، البتہ سرسید احمد خاں، چکلبست، خوشی محمد ناظر، سید احمد دہلوی، نظیر اکبر آبادی اور سجاد حیدر یلدرم کی نگارشات بھی اس حصے میں شامل کی گئی ہیں۔ غیر معروف ادبا و شعرا کی تحریریں نسبتاً کم ہیں۔ حکیم احمد شجاع کا ڈراما ”سراغ رساں“ اور اقبال کی دو نظمیں ”ستارہ“ اور ”کنارہ راوی“ بھی شامل ہیں۔ ”چاند اور ستارے“ انگریزی سے ترجمہ ہے، مگر مترجم کا نام درج نہیں۔ اسلوب مضمون کی بنا پر قیاس ہے کہ یہ ترجمہ حکیم احمد شجاع کا ہے۔ ایک اور مضمون ”دیا سلائی“ کے مصنف کا نام بھی درج نہیں ہے۔ مولفین کی طرف سے دیے گئے مختصر حواشی، مضامین میں مذکور بعض اسامو مسائل کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱- محذوف ہندسرو د رفتہ (ص ۱۲۴) میں موجود ہے۔

۲- عکس سرورق کے لیے ملاحظہ کیجیے، انوار اقبال: بالاقبال ص ۲۳

منظور شدہ سرٹیفکیٹ کے تحت تعلیم پنجاب صوبہ دہلی یونیورسٹی و مدراس یونیورسٹی کے تحت

سلسلہ ادیبیہ

اُردو کورس

پانچویں جماعت کے لئے
مؤلف

ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پرنسپل ٹیچنگ

سابق ممبر پنجاب یونیورسٹی کونسل

و

حکیم احمد شجاع بی۔ اے۔ (علیگ)

سیکرٹری پنجاب یونیورسٹی کونسل

۱۹۳۷ء

گلاب چند کپور اینڈ سنز بک سیلز پبلسٹرز انارکلی لاہور نے

اپنے مطبع پنجاب آرٹ پریس لاہور میں باہوشیہ لال کے اہتمام سے چھاپا

قیمت روپائی

بارشلم

ادیشن سوم

✽ اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے

سلسلہ ادیبیہ کی متذکرہ بالاتین کتابوں کا ذکر بعض کتابیات اور انوار اقبال میں موجود ہے، لیکن اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے کا ذکر اقبال کے کسی تذکرے، سوانح عمری یا کتابیات میں نہیں ملتا۔ متخصصین اقبال اس کتاب کی موجودگی سے لاعلم رہے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب پہلی بار متعارف کرائی جا رہی ہے (سرورق کا عکس بالمقابل صفحے پر ہے) یہ ذکر ہو چکا ہے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے جنوری ۱۹۲۵ء میں سلسلہ ادیبیہ کی تین کتابوں (برائے ششم، ہفتم اور ہشتم) کی منظوری دی تھی۔ پانچویں جماعت کے لیے اُردو کورس، چار برس بعد ۱۹۲۸ء میں مرتب کیا گیا۔ یہ کتاب بھی علامہ اقبال اور حکیم احمد شجاع کی مشترکہ تالیف ہے۔ مولفین، دیباچے میں رقم طراز ہیں:

اس سے پہلے چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کے لیے اُردو کورس تیار کیے گئے تھے، جن کو پنجاب، صوبجات متحدہ اور مدراس کی ٹیکسٹ بک کمیٹیوں نے منظور فرمایا اور مدراس کے معلمین اور طلبہ نے بخیر پسندیدگی دیکھا۔ اس وقت یہ کورس عام طور پر ہندوستانی مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ کورس جن اصولوں کے ماتحت مرتب کیے گئے تھے، قابل حوصلہ افزائی ثابت ہوئے۔ اب پانچویں جماعت کا اُردو کورس ہدیہ ناظرین ہے۔^۳

گویا سلسلہ ادیبیہ کی تین کتابوں کی مقبولیت کے بعد، مولفین کو زیر نظر کتاب کی ترتیب و تالیف کا خیال آیا، چنانچہ انتخاب مضامین و منظومات اور ترتیب میں مولفین نے وہی انداز و آہنگ پیش نظر رکھا ہے، جو سابقہ تین کتابوں میں کارفرما تھا۔ نثری مضامین اور کہانیاں نسبتاً مختصر ہیں۔ کتاب میں ۳۰ نثری پاروں کے مقابلے میں ۲۳ منظومات شامل ہیں۔ آغاز، حمد (بعنوان ”خدا کی قدرت“) سے ہوتا ہے۔ لکھنے والوں میں بعض نام وراہل قلم ڈپٹی نذیر احمد، سید احمد دہلوی، سر سید احمد خاں، اسلمیل میرٹھی،

۱- (الف) A Bibliography of Iqbal

(ب) کتب اقبالیات (ج) کتابیات اقبال

۲- یہ تعین شاداں بلگرامی کی اس تاریخ تحریر (۹ جون ۱۹۲۸ء) سے ہوتا ہے، جو تمہیدی سطور بعنوان ”گزارش“

[کذا] پر درج ہے (اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے: ص ۲)۔

۳- اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے: ص ۲

نواب محسن الملک، حالی، رتن ناتھ سرشار، سر عبدالقادر، محمد حسین آزاد، نظیر اکبر آبادی، حسن نظامی، پریم چند، اکبر الہ آبادی کے ساتھ ساتھ نسبتاً نئے اور کم معروف مصنفین، مثلاً: تلوک چند محروم، اعظم کریوی، حامد حسن میرٹھی، حمید عالم چشتی، افسر میرٹھی اور سینٹی سہاروی وغیرہ بھی شامل ہیں۔ دو نثر پارے ”اندھی، بہری اور گوگی عورت“ اور ”بہارستان کا آسیب“ حکیم احمد شجاع کے ہیں۔ علامہ اقبال کی کوئی نظم شامل نہیں۔ ایک کہانی ”وفادار غلام“ پر مصنف کا نام درج نہیں ہے۔ متن کتاب ص ۲۳۹ پر ختم ہوتا ہے۔ حسب سابق آخر میں ایک مفصل فرہنگ (ص ۲۳۰-۲۷۱) شامل ہے۔

اس کتاب کا دیباچہ سلسلہ ادبیہ کی تین کتابوں سے مختلف ہے۔ مولفین لکھتے ہیں:

اس میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ علم و ادب کے مضامین اس طرح جمع کیے جائیں کہ طلبہ کوئی معلومات حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ، اردو زبان سے دل بستگی پیدا ہو اور وہ ایسے اندازِ تحریر سے واقف ہو جائیں، جو اظہارِ مطالب پر حاوی ہو۔ مضامین کے انتخاب میں زمانہ حاضرہ کی تمام ضروریات کا خیال رکھا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ مضامین ایسے دل کش اور پُر اثر ہوں کہ بچوں کی طبیعت ان کی طرف خود بخود راغب ہو۔ یہ مضامین بچوں کے دل میں مادرِ وطن کی محبت، اخلاقی جرأت اور ادبی ذوق پیدا کرنے کے لیے اہل ہیں۔ امید ہے کہ معلمین ان کو پڑھاتے وقت ان تمام جذباتِ عالیہ کو طلبہ کے دل و دماغ پر نقش کرنے کی کوشش کریں گے، جو ان مضامین کی تہ میں موجزن ہیں۔^۱

گویا، اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں بھی، مولفین کے پیش نظر، وہی مقاصد رہے ہیں، جو پہلی بار تین کتابوں کے اسباق منتخب کرتے وقت ان کے ذہن میں کارفرما تھے، یعنی یہ کہ اوّل: ”زمانہ حال کے مطالبات“،^۲ کی تکمیل، دوم: مضامین ”ادبی خوبیاں رکھنے کے باوجود نئی معلومات“،^۳ کے حامل ہوں اور سوم: کتاب پڑھ کر ”طلبہ کے دلوں میں اخلاقِ حسنہ“ اور علم و ادب کی تحصیل کے ساتھ ساتھ اپنے وطن کا پاک جذبہ موجزن ہو۔^۴

اقبال کے مضمون ”بچوں کی تعلیم و تربیت“ کا ایک اقتباس ہم نے گذشتہ اوراق میں نقل کیا تھا،

۱- اردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے: ص ۲۲،

۲- دیباچہ: اردو کورس، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کے لیے

۳- ایضاً

۴- ایضاً

اُس کی روشنی میں، زیر بحث دونوں دیباچوں کی عبارت اور مفہوم پر غور کیا جائے، تو ان میں ایک واضح معنوی اشتراک نمایاں ہے۔ اس بنا پر راقم کا خیال ہے کہ سلسلہ ادیبیہ کی اس چوتھی کتاب کا دیباچہ بھی اقبال ہی کا تحریر کردہ ہے۔

سلسلہ ادیبیہ کی اس کتاب کا ایک نمایاں انفرادی پہلو یہ ہے کہ مؤلفین کی خواہش پر اور نیشنل کالج لاہور کے پروفیسر سید اولاد حسین شاداں بلگرامی نے اس نصاب کی زبان پر بحیثیت صحت و سقم نظر ثانی کی۔ موصوف لکھتے ہیں:

تعمیل ارشاد کے لیے، جہاں کہیں مجھے اپنے خیالات کے موافق سقم معلوم ہوا، میں نے بلا امتیاز ترمیم کردی، یا نوٹ لکھ دیا۔ میں اس کتاب کے ہر مضمون کے مؤلف کو قابل فکر ہستی سمجھتا ہوں۔ بعض مصنفین کی قابلیت مسلم ہندستان ہے۔ ساتھ ہی اس کے، میں یا کوئی خطائے بشری سے خالی نہیں۔^۱
یہ کتاب بھی، سلسلہ ادیبیہ کی دوسری کتابوں کی طرح متعدد بار شائع ہوتی رہی۔

✽ آئینہ عجم

علامہ اقبال نے ۱۹۰۰ء میں پہلی بار پنجاب یونیورسٹی کے انٹرنس امتحان کے لیے فارسی کا پرچہ مرتب کیا۔ یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔ پھر انھیں انٹرنی اے فارسی اور ایم اے فارسی کے پرچے مرتب کرنے کی ذمہ داری بھی سونپی جانے لگی۔ فارسی کے مختلف امتحانات سے مستقلاً متعلق رہنے کے سبب، اقبال کے ذہن میں انٹرنس کے لیے ایک جدید فارسی کورس مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ پہلی بار اس کا اظہار ۳۰ جنوری ۱۹۲۲ء کے خط بنام محمد اکبر منیر میں ملتا ہے۔ مکتوب الیہ ان دنوں ایران میں مقیم تھے۔ اقبال نے انھیں لکھا:

عرسے سے میرا ارادہ ایک انٹرنس کورس فارسی ترتیب دینے کا ہے۔ جدید فارسی نظم و نثر کے کچھ عمدہ اور آسان نمونے مل جائیں تو یہاں کے طب کے لیے نہایت مفید ہوگا۔ اگر آپ کو چند ایسی کتب نظم و نثر مل جائیں، تو میرے لیے خرید کر لیجیے۔ نظمیں مشہور استادہ حال کی ہوں اور سلیس اور آسان طرز جدید میں لکھی گئی ہوں تو زیادہ مناسب ہے۔ پوٹیکل نظموں کی ضرورت نہیں۔ ایک کتاب طالسی سنا ہے،

۱- اردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے: ص ۴۰

۲- ایضاً

۳- تفصیل کے لیے محمد حنیف شاہد کا مضمون ”اقبال بحیثیت محقق“ ملاحظہ کیجیے۔ (شوش، اقبال نمبر، اول:

بہت اچھی ہے، مگر ہندستان میں دستیاب نہیں ہوئی۔ یہ کتاب یا کوئی اور کتاب اس قسم کی مل جائے، تو خوب ہے۔ غرض کہ آپ یہاں کے انٹرنس کے طلبہ کی ضروریات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ میرا مقصود یہ ہے کہ فارسی کے ذریعے سے بھی جدید خیالات اور احساسات طلبہ ہند تک پہنچیں۔ انگریزی کورسوں میں مضامین کا تنوع نہایت دل چسپ ہوتا ہے۔ انتخاب میں وہ بھی زیر نظر رہے۔

اس اقتباس سے، ترمیم کتاب کے سلسلے میں علامہ اقبال کی مجوزہ سکیم پر مفصل روشنی پڑتی ہے۔ یہ تو معلوم نہیں کہ مکتوب الیہ نے اقبال کو کوئی مطلوبہ کتاب مہیا کی یا نہیں، لیکن اقبال کا مرتبہ یہ نصابی کورس، ۱۹۲۶ء میں آئینہ عجم کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے متعدد ڈائریکشن دستیاب ہیں۔ ان سب پر ۱۹۲۶ء کے بعد کے سنین طبعیت درج ہیں۔ ایک نسخے پر سال طبعیت درج نہیں، غالباً یہی پہلا ڈائریکشن ہے۔ پہلے ڈائریکشن کے سال طبعیت [۱۹۲۶ء] کا تعین شرح آئینہ عجم پر قاضی فضل حق کی تقریظ کی تاریخ تحریر (۷ جنوری ۱۹۲۷ء) سے ہوتا ہے۔

آئینہ عجم کا ۱۹۳۳ء ڈائریکشن ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کے سرورق پر عنوان کتاب کی توضیحی عبارت: ”انتخابات نثر و نظم فارسی برائے طلبائے میٹرکولیشن“ درج ہے۔ سرورق کے بعد ”حصہ نثر“ کا ایک ورق بطور فلیپ لگایا ہے۔ دونوں اوراق پر صفحات نمبر درج نہیں ہیں۔ فہرست مضامین (ص ۱-۲) کے بعد پھر صفحہ ایک سے متن کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ ۱۹۲۷ء کے ڈائریکشن میں حصہ نثر کا فلیپ، فہرست کے بعد لگایا گیا ہے اور صحیح صورت یہی ہے۔ حصہ نثر ص ۸ پر ختم ہوتا ہے۔ حصہ نظم (ص ۷۹-۱۳۶) کے بعد آخر میں ایک فرہنگ (ص ۱۳۷-۱۶۳) بھی شامل ہے۔ حصہ نثر ایک طنزیے (ملت و دولت ایران از سید محمد علی جمال زادہ)، ایک افسانے (ماطلیہ از محمود طرزی)، ایک ڈرامے (سرگذشت شاہ قلی میرزا) اور ایک سفر نامے (سیاست نامہ از ابراہیم بیگ) پر مشتمل ہے۔ اس طرح مرتب نے ان متنوع نثر پاروں کے ذریعے فارسی کے ”جدید خیالات و احساسات“ لگے

۱- اقبال نامہ، دوم، ص: ۱۶۰-۱۶۱

۲- سال اشاعت [۱۹۲۶ء] کی مزید تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ مالی سال ۲۷-۱۹۲۶ء میں اقبال نے آئینہ عجم کے ناشر عطر چند کپور اینڈ سنز سے رائٹنگ کی کچھ رقم وصول کی (بحوالہ: صحیفہ، اقبال نمبر اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء، ص ۲۳) یعنی طور پر یہ آئینہ عجم ہی کی رائٹنگ تھی۔ عطر چند کپور نے آئینہ عجم کے علاوہ اقبال کی صرف ایک اور کتاب Development چھاپی تھی، مگر وہ ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی تھی۔

۳- یہی الفاظ ۱۹۲۷ء کے ڈائریکشن پر بھی درج ہیں دیکھیے: عکس سرورق: انوار اقبال، بالمقابل ص ۲۵

۴- مکتوب اقبال بنام محمد اکبر منیر، اقبال نامہ، دوم، ص: ۱۶۱

طلبہ تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ حصہ نظم میں رومی، سعدی، عبیدزاکانی، حسین دانش، لوائی، میرزا نصیر، میر حسینی، ناصر خسرو، وہ خدا، فرصت شیرازی، بدایعی سلجی، جبلی غرختانی، جمال الدین اصفہانی، نظامی، ظہوری، عصمت اللہ، ابن بیین، انوری، قاتانی، ادیب صابر، عماد فقیہ، فردوسی، ہاشمی اور ستانی کے ساتھ اقبال نے اپنی نظمیں بھی شامل کی ہیں۔ اس طرح قدیم کلاسیکی ادبی نمونوں کے ساتھ ساتھ انھوں نے جدید فارسی شاعری کو بھی نصاب میں نمائندگی دی ہے۔ ان کی اپنی نظمیں (فصل بہار اور نغمہ سارباں) فارسی میں نئے ہیئت کی تجربات کی مثالیں ہیں۔ بقیہ نظموں میں زیادہ تر حکایتی اور منظری نظمیں ہیں۔

آئینہ عجم کی خوش نویسی نہایت عمدہ ہے۔ الفاظ کے درمیان مناسب فصل ہے۔ خوش نویسی کی اہم خوبی یہ ہے کہ اعراب کا بدرجہ اتم اہتمام کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے طالب علم کو صحیح تلفظ کے ساتھ عبارت پڑھنے میں دقت نہیں ہوتی۔ — مزید دیکھیے، ص ۲۳۰۔

❁ تاریخ ہند

تاریخ ہند ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی۔ سرورق لے کے بعد، دو صفحے کا دیباچہ لے اور بعد ازاں چار صفحات کی فہرست (مباحث و موضوعات) دی گئی ہے۔ متن کتاب کے آغاز سے صفحات کا از سر نو شمار کیا گیا ہے۔

ابواب کی تعداد پانچ ہے۔ ہر باب ذیلی فصلوں میں منقسم ہے۔ پہلے باب (ص ۱-۶۲) کا عنوان ہے: ”ہندوؤں کا زمانہ“۔ دوسرے، تیسرے اور چوتھے باب (ص ۶۲-۱۸۹) میں ہندستان میں مسلمانوں کی آمد اور ان کے دور حکمرانی سے بحث کی گئی ہے۔ پانچویں باب (ص ۱۹۰-۳۷۸) کا موضوع: ”اہل فرنگ کی ابتدائی فتوحات“ ہیں۔ آخری حصے میں ایڈورڈ ہفتم کی تاج پوشی (۱۹۰۳ء) کے ذکر کے بعد انگریزی حکومت کی ”برکات“ پر لارڈ کرزن کے ایک لکچر کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ سلسلہ واقعات کا خاتمہ بمبئی میں لارڈ منٹو کی آمد (۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء) پر ہوتا ہے۔ آخر میں دو ضمیمے اور دو تھے شامل ہیں۔ پہلے ضمیمے کا موضوع ہے: ”قدیم اور حال کی ملکی تقسیم اور مشہور تاریخی واقعات“۔ اس میں مختلف ریاستوں اور صوبوں سے متعلق جغرافیائی معلومات اور انتظامی تفصیلات مہیا کی گئی ہیں۔

۱- عکس سرورق کے لیے ملاحظہ کیجیے: انوار اقبال بالقابل ص ۲۲

۲- دیباچہ انوار اقبال (ص ۲۲-۲۵) میں منقول ہے۔

ضمیمہ دوم میں ”ہند کی حالت ۱۹۰۲ء میں“ کے زیر عنوان ہندستان کی مختلف نسلوں، زبانوں، مذاہب، تعلیم، زراعت، صنعت و حرفت، تجارت اور ریلوں کا تفصیلی بیان ہے۔ تہہ اوّل کا عنوان ہے: ”سنسکرت کا علم و ادب“ اور دوم کا ”مسلمانوں کا علم و ادب“..... مباحث و موضوعات کی روشنی میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب تاریخ ہند کے متعلقہ مباحث کا جامعیت کے ساتھ احاطہ کرتی ہے اور محنت و توجہ سے لکھی گئی ہے۔

فقیر سید وحید الدین کا بیان ہے کہ ”اس کتاب کا خلاصہ امر تر کے ایک پبلشر نے ۱۹۱۴ء میں شائع کیا تھا“۔ اس کے سرورق کا عکس *Iqbal in Picture* میں دیا گیا ہے۔ راقم کو پاکستان کے کسی پبلک کتب خانے میں اس خلاصے کا سراغ نہیں ملا۔

تاریخ ہند کے دیباچے سے پتا نہیں چلتا کہ کتاب کس درجے کے لیے لکھی گئی، مگر فقیر سید وحید الدین نے لکھا ہے: ”یہ کتاب ۱۲-۱۹۱۳ء میں ڈل کی جماعتوں میں پڑھائی جاتی تھی۔“ اگرچہ انھوں نے تائید میں کوئی حوالہ نہیں دیا، تاہم کتاب کی زبان اور اسلوب تحریر سے اُن کی بات بعید از قیاس معلوم نہیں ہوتی۔

سرورق پر بطور مصتفین ”ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب“ اور ”لالہ رام پرشاد صاحب، ایم اے پروفیسر ہسٹری، گورنمنٹ کالج لاہور“ کے نام درج ہیں، اس لیے ہم اسے تصانیف اقبال کے ضمن میں زیر بحث لا رہے ہیں، ورنہ مندرجات کتاب کے بغور مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ کتاب لالہ رام پرشاد کی تحریر تو ہو سکتی ہے مگر علامہ اقبال کا، بجز سرورق کے، کتاب کے مباحث و مندرجات سے کچھ علاقہ نہیں۔ یہ بات مصنف کے اسلوب تحریر اور واقعات کے بیان میں اس کے نقطہ نظر سے بخوبی عیاں ہے۔ اس کی وضاحت چند مثالوں سے ہوگی:

دوسرے باب کے شروع میں بتایا گیا ہے: ”عرب میں ایک نیا مذہب پیدا ہوا۔ اس مذہب کے بانی حضرت محمد صاحب ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۶۳۲ء میں حضرت محمد صاحب راہی ملک بھا ہوئے“..... آنحضرت کے بارے میں یہ انداز بیان علامہ اقبال کا نہیں ہو سکتا کیوں کہ، اوّل: انھوں نے آپؐ کا ذکر کبھی اس سپاٹ انداز میں نہیں کیا، دوم: وہ ناپسند کرتے تھے کہ آپؐ کا تذکرہ ”محمد صاحب“ سے کر لیا

۱- روزگار فقیر، دوم: ص ۶۴

۲- ایضاً

۳- تاریخ ہند: ص ۶۳

جائے۔ غلام رسول مہر نے طویل عرصے تک علامہ اقبال کی صحبت اٹھائی۔ ان کا بیان ہے کہ اگر کوئی انگریزی زدہ نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ”محمد صاحب“ کہہ کر کرتا تو آپ فوراً اسے ٹوک دیتے اور بڑی سختی سے سرزنش کرتے۔

ایک جگہ اکبر اور نگ زیب کا موازنہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ:

مصلحتِ ملکی کے اعتبار سے دونوں بڑے کامل تھے، مگر اورنگ زیب حکمت یا فریب سے اپنا مطلب نکالتا اور ہمیشہ ٹیڑھی تدبیروں کو پسند کرتا تھا۔ اکبر بڑا عالی حوصلہ اور فراخ دل اور صلح کل تھا۔ سب کے ساتھ فیاضی سے [کذا] برتا اور مغلوب دشمن پر خصوصاً رحم کیا کرتا تھا، مگر اورنگ زیب بڑا متعصب تھا۔ غیر مذہب کے لوگوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔ سب کی طرف سے بدظن رہتا، مغلوبوں پر سختی کرتا اور بری طرح بھی کچھ ہاتھ لگتا، تو کبھی نہ چوکتا تھا۔ چونکہ اس کو کسی کا اعتبار نہ تھا، اس لیے نہ اس کے دل کو کبھی چین آرام ملا اور نہ کسی مہم میں بالکل کامیابی ہوئی۔

یہ بات بعید از قیاس ہے کہ یہ عبارت اورنگ زیب کو ”ترکش مارا خدنگِ آخرین“ سے قرار دینے والے شخص کے قلم سے نکلی ہو۔ عالمگیر کے بارے میں ایسی باتیں بالفاظِ اقبال کوئی ”کور ذوق“ ہی لکھ سکتا ہے۔ ایک اور مثال دیکھیے۔ سلطان ٹیپو سرنگا پٹم کے آخری معرکے میں انگریزوں سے برسرِ پیکار ہے۔ اس موقع پر سلطان کی کیا کیفیت تھی؟ مصنف نے طالب علموں کو بتایا ہے کہ:

اب ٹیپو کے اوسانِ خطا ہوئے اور خوف و ہراس دل پر چھایا۔ چنانچہ کہیں تو فال کھلواتا اور پنڈتوں نجومیوں سے پوچھتا پھرتا اور کہیں مسجدوں میں دعائیں منگواتا تھا اور مندروں میں پوجا کرواتا تھا

۱- اقبال درونِ خانہ [دوم]، ص ۷۰

۲- تاریخ ہند: ص ۱۳۳

۳- عالمگیر کے بارے میں رموزِ بے خودی کے چند اشعار:

پایۂ اسلامیات برتر ازو	احترامِ شرع بیغیر ازو
درمیان کارزارِ کفر و دین	ترکش مارا خدنگِ آخرین
برقِ تیشِ خرمنِ الحاد سوخت	شمعِ دین در محفلِ ما رفروخت
کور ذوقانِ داستانہا ساختند	وسعتِ ادراک او شناختند
شعلۂ توحید را پروانہ بود	چوں براہیم اندرین بتخانہ بود

اورنگ زیب عالمگیر پر ”مظالم، تعصب، غداری اور سیاسی سازشوں“ کا بہتان تراشنے والوں کو، اقبال نے

Western Interpreters of Indian History کے ترجمان“ قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

The charges brought against him are based on a misinterpretation of contemporary facts and complete misunderstanding of the nature of social and political forces which were then working in the Muslim State. (The Muslim Community)

اور وہ دن بھول گیا تھا کہ ہندوؤں کو کسی کسی تکلیف دی تھیں اور ان کے مندروں کو مسما کر آیا تھا..... اس وقت سارے فنون سپاہ گری اور عہد و پیمان کے ڈھنگ بھول گیا تھا، بلکہ اس میں اوسط درجے کی عقل و دانش بھی باقی نہیں رہی تھی۔
جاوید نامہ میں اس کے برعکس اقبال ”شہیدانِ محبت“ کے اس ”امام“ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ:

یک دم شیری بہ از صد سالِ میش

کا قائل تھا جس نے:

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست
بچو مرداں جان سپردن زندگیت
کا مثالی پیکر بن کر اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی۔

اس طرح یہ امکان خارج از بحث ہے کہ تاریخ ہند کی تحریر و تیاری میں کسی طور علامہ اقبال کا اشتراک شامل رہا ہو۔ اوپر ہم نے ذکر کیا تھا کہ کتاب لالہ رام پرشاد کی تحریر کردہ معلوم ہوتی ہے؛ چنانچہ بعض تاریخی شخصیات کا ذکر تذکرہ اور بعض واقعات کی تفصیل، ایک خاص زاویہ نظر سے پیش کی گئی ہے، مثلاً:

(۱) محمود غزنوی کے متعلق لکھنے والے کے مخالفانہ جذبات عروج پر ہیں۔ کہتے ہیں: ”محمود کا ہند کی دولت پر تو دانت تھا ہی، مگر ساتھ ہی یہ بھی آرزو تھی کہ بڑے بڑے راجپوتوں کو تلوار کے زور سے دینِ اسلام میں داخل کرے۔“ آگے چل کر ہندستان پر محمود کے حملوں کے ضمن میں بتایا کہ

۱- تاریخ ہند: ص ۲۷۱-۲۷۲

۲- جاوید نامہ: ص ۱۸۵

۳- اقبال کی ایک متروک نظم ”پیغامِ شہید“ کا آخری شعر (باقیات اقبال، طبع سوم: ص ۵۵۵)۔

۴- جاوید نامہ (ص ۱۷۲) میں اقبال نے رومی کی زبانی، سلطان ٹیوکوان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

آرہوے ہندو چین و روم و شام

آں شہیدانِ محبت را امام

خاک قبرش از من و تو زندہ تر

نامش از خورشید و مہ تابندہ تر

تو ندانی جاں چہ مشتاقانہ داد؟

عشق رازے بود بر صحرا نہاد

۵- تاریخ ہند: ص ۷۰

اس نے متعدد تیرتھوں کی بے حرمتی کی، مندروں کو لوٹا، شہروں کو جلا یا، ہندوؤں کو قیدی بنایا اور بے شمار دولت لے کر غزنی کی طرف مراجعت کی (ص ۷۱-۷۲)۔ مزید یہ کہ وہ راجپوتوں کو بزورِ شمشیر اسلام پر لانا چاہتا تھا“ (ص ۸۳)۔

(۲) بابر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ ”اپنے دشمنوں کے ساتھ بڑی بے رحمی سے پیش آتا تھا“۔ (ص ۱۱۰)۔

(۳) اورنگ زیب عالمگیر کے ”مدہ ہی تعصب“، اس کے ”مظالم“ اور ہندوؤں کے خلاف اس کی ”غبتوں“ کا ہتکار ذکر کیا گیا ہے (ص ۱۳۱-۱۳۲)۔

(۴) سراج الدولہ کو ”بڑا ظالم و عیاش“ قرار دیتے ہوئے مصنف نے بتایا کہ اس نے ہندوؤں پر ”نہایت سخت ظلم“ کیے اور دولت مندوں کو ”لوٹ لوٹ کر“ مفلس بنا دیا۔ مزید برآں اس نے ڈھا کے کے متول حاکم راج بلب کی دولت پر ”دندان طمع تیز کیے“۔ (ص ۲۱۷-۲۱۷) آگے چل کر ”بلیک ہول“ کا قصہ، ایک حقیقی واقعے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

ان مثالوں کو دیکھتے ہوئے دیا پے کی ان سطور سے اتفاق ممکن نہیں کہ: ”واقعات تاریخی کی صحت میں بہت احتیاط سے کام لیا گیا ہے“۔ مزید برآں مصنف کے مخصوص زاویہ نظر سے یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ کتاب کے مصنف لالہ رام پرشاد ہیں۔

اگرچہ یہ بات علامہ اقبال کی طبیعت اور مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی، تاہم راقم کا قیاس ہے کہ علامہ اقبال نے کتاب کے مندراجات کو دیکھے بغیر، ازراہ وضع داری، کتاب پر اپنا نام درج کرنے کی اجازت دی ہوگی۔ صورت جو بھی ہو؛ یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ تاریخ ہند جیسی کتاب، علامہ اقبال کے نام سے شائع ہوئی، جس کے مندراجات، اقبال کے افکار و خیالات سے واضح طور پر متضاد و متناقض ہیں۔

عین ممکن ہے کہ کتاب چھپ جانے کے بعد، اقبال کو اس غلطی کا احساس ہوا ہو، چنانچہ کتاب کا کوئی اور ایڈیشن دستیاب نہیں۔

۱- ممکن ہے کہ انھیں کتاب کا کچھ معاوضہ بھی ملا ہو، مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اس زمانے میں ان کی آمدنی اتنی کم تھی کہ اس پر ٹیکس واجب الادا نہیں تھا..... اس لیے اقبال کی ۱۷-۱۹۱۶ء سے پہلے کی انکم ٹیکس فائل موجود نہیں ہے۔

تاریخ ہند

از
پروفیسر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ایچ۔ ڈی۔
پیرسٹریٹ لاہور

لاہور رام پور شاہ صاحب پور۔ اے
پروفیسر ہسٹری اور گزٹ پبلشنگ لاہور

لاہور
ڈاکٹر صاحب منشی گلاب محمد صاحب پور۔ اے
ایجوکیشنل پبلسٹر

630
Book No.

۱۳

جلد حقوق محفوظ ہیں

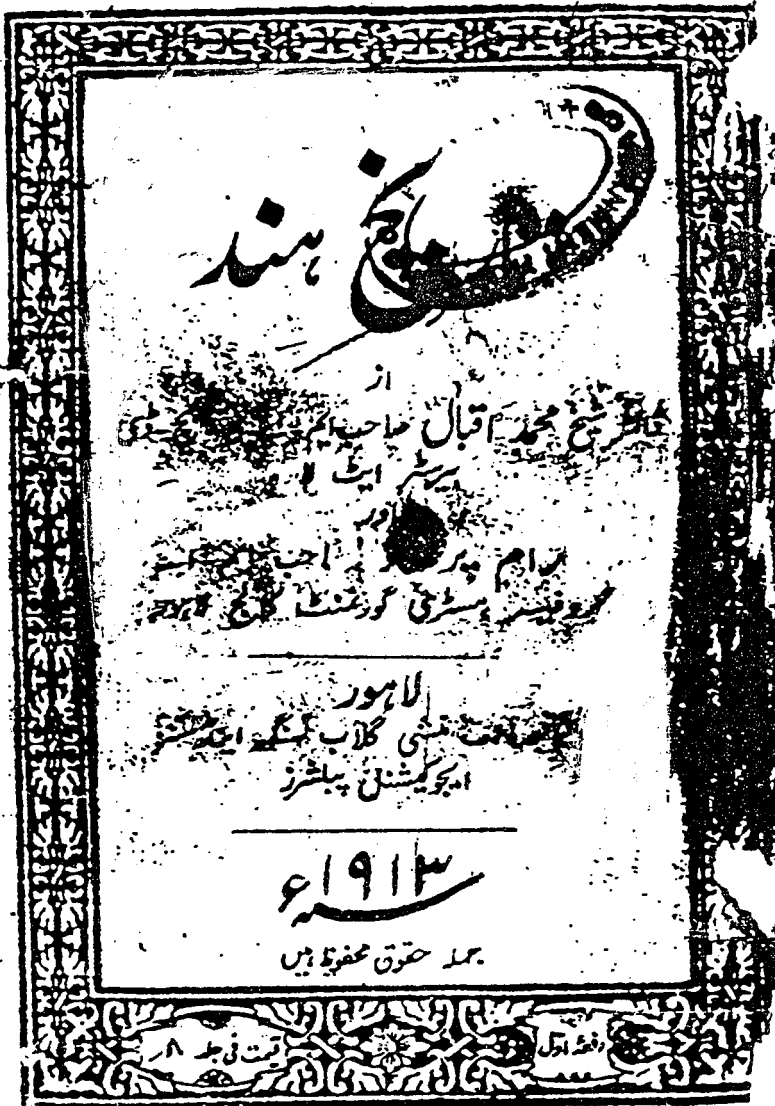
JUL 10 1971

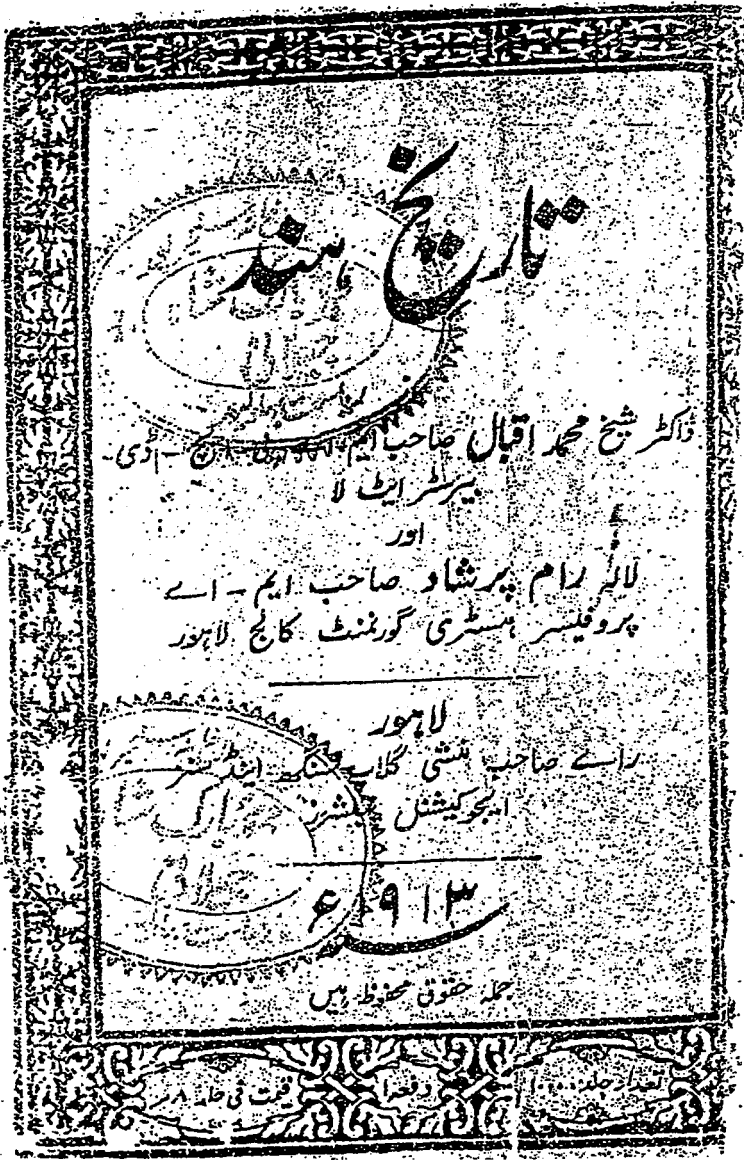
راقم الحروف کو تاریخ ہند کے کسی دوسرے نسخے کی تلاش بھی رہی۔ کئی سال بعد مالیر کوٹلہ کے ایک کرم فرما محمد کفایت اللہ صاحب تاریخ ہند کا ایک نسخہ (= نسخہ کفایت) لے کر آئے۔ میں نے اس کا عکس بنوالیا، اصل نسخہ وہ واپس لے گئے۔ بعد میں جب دونوں نسخوں کا موازنہ کیا تو یہ دلچسپ انکشاف ہوا کہ دونوں نسخوں کا نام تاریخ ہند ہے، مصنفین کے نام بھی وہی ہیں اور سرورق بھی ہو، ہو ویسا ہی ہے، دونوں کا دیباچہ بھی بالکل یکساں ہے، بلکہ دیباچے کے دونوں صفحے ایک ہی کتابت سے چھاپے گئے ہیں اور ان کے صفحات نمبر (الف، ب) بھی یکساں ہیں، لیکن دونوں کتابوں کا متن، ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہے، یعنی ایک نام کی یہ دو مختلف کتابیں ہیں۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب دوبار لکھی گئی۔ نسخہ اکادمی نسبتاً تفصیلی ہے اور نسخہ کفایت قدرے مختصر۔ ایک کتاب کو دوسری بار، نئے متن کی صورت میں، تحریر و تصنیف کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ غالباً اس لیے کہ اس کے بعض بیانات کی وجہ سے اسے ایک نصابی کتاب کے طور پر منظور نہیں کیا گیا۔ (خیال رہے کہ اس زمانے میں کتابیں، مطبوعہ صورت میں منظوری کے لیے پیش کی جاتی تھیں۔) چنانچہ کتاب کا ایک نیا متن (= نسخہ کفایت) تیار کیا گیا جس میں اورنگ زیب عالمگیر، ٹیپو سلطان اور سراج الدولہ کے بارے میں آرا و بیانات نسخہ اکادمی میں شامل سابقہ بیانات سے قطعی مختلف اور مجموعی حیثیت سے مثبت ہیں۔ تاہم اس کے لیے نسخہ کفایت کے بیانات (اقتباسات) راقم کی کتاب اقبالیات: تفہیم و تجزیہ (اقبال اکادمی لاہور [۲۰۰۵]) میں شامل مضمون: ”تاریخ ہند، چند تصریحات“ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ راقم نے اس مضمون میں یہ بھی بتایا تھا کہ نسخہ کفایت ناقص الآخر ہے۔

راقم الحروف کو نسخہ کفایت کے کسی دوسرے (مٹی) نسخے کی تلاش تھی۔ خوش قسمتی سے کچھ عرصہ پہلے اس کے ایک مکمل نسخے کا سراغ ملا۔ نسخہ کفایت صفحہ ۳۵۶ پر ختم ہوتا تھا۔ اندازہ تھا کہ چونکہ آخری باب (نمبر ۲۳) صفحہ ۳۵۴ سے شروع ہوا ہے اس لیے وہ صفحہ ۴۰۰ تک پھیلا ہوا ہوگا، مگر نئے مکمل نسخے کا متن صفحہ ۳۵۸ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح گویا نسخہ کفایت میں صرف دو صفحات (۳۵۸-۳۵۷) موجود نہیں ہیں۔ نسخہ کفایت اور نسخہ سخر پور بظاہر یکساں ہیں^۲ مگر کہیں کہیں اختلاف بھی نظر آتا ہے مثلاً:

- ۱- نیا مکمل نسخہ (= نسخہ سخر پور) محمد مبارک شاہ جیلانی کے کتب خانہ سخر پور، ریاست بہاول پور میں موجود ہے۔ مجھے اس کی عکسی نقل اپنے فاضل دوست ملک حق نواز خاں سکندری، ضلع انک کی وساطت سے حاصل ہوئی۔
- ۲- آئندہ صفحات میں دونوں کے سرورقوں کے عکس دیے جا رہے ہیں۔





تاریخ ہند

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم ایچ ایم اے
پیشتر ایف لا
اور

لائیبریرام پرشاد صاحب ایم اے
پروفیسر ہسٹری گورنمنٹ کالج لاہور

لاہور
راے صاحب ہسٹری کالج
ایجوکیشن
۱۹۱۳ء

حفظ حقوق محفوظ ہیں

۱- دونوں کے سرورق بحیثیت مجموعی ایک جیسے ہیں اور دونوں پر قیمت بھی فی جلد ۸/- آنے لکھی ہوئی ہے۔ مگر نسخہ کفایت میں تعداد جلد کا ذکر نہیں ہے جب کہ نسخہ سنجر پور پر تعداد جلد دس ہزار درج ہے۔
 ۲- نسخہ کفایت پر ”دفعہ اول“ کے الفاظ نظر آتے ہیں جب کہ نسخہ سنجر پور پر ”دفعہ“ لکھا ہوا ہے۔
 ۳- نسخہ کفایت، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ناقص الآخر ہے۔ لیکن نسخہ سنجر پور مکمل ہے اور کتاب کا متن صفحہ ۳۵۸ پر مکمل ہو کر ختم ہوتا ہے۔

۴- نسخہ سنجر پور کی سب سے اہم چیز کتاب کے بائیں طرف شامل انگریزی زبان میں سرورق ہے۔ یہ انگریزی سرورق اردو سرورق کا ترجمہ ہے، تاہم *History of India* کے نیچے ان الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ Completely revised and brought down to 1912 اردو اور انگریزی سرورقوں میں ایک اور فرق یہ ہے کہ اردو سرورق پر ”ایجوکیشنل پبلشرز“ کے الفاظ درج ہیں، جبکہ انگریزی سرورق پر Mufid-i-'Am Press کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ (انگریزی سرورق کا عکس بالمقابل صفحہ پر دیکھیے۔)

دس ہزار کی تعداد میں کتاب (نسخہ سنجر پور) کی اشاعت سے یہ قیاس کرنا مشکل نہیں کہ اسے بطور نصابی کتاب منظور کر کے سکولوں میں پڑھایا جاتا رہا ہوگا۔

اگرچہ تاریخ ہند کے ترمیم شدہ ایڈیشن (نسخہ کفایت و سنجر) سے عالمگیر، محمود غزنوی، ٹیپو سلطان اور سراج الدولہ سے متعلق بہت سی قابل اعتراض باتیں نکال دی گئی تھیں، اس کے باوجود اس میں اب بھی ہندستانی حکمرانوں اور انگریزی حکومت سے متعلق ایسے بیانات موجود ہیں، جو اقبال کے تصورات اور فکر سے مطابقت نہیں رکھتے۔ بنا بریں یہ سوال اب بھی حل طلب ہے کہ اس کے سرورق ”شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹریٹ لا“ کے الفاظ کیوں درج ہیں؟

سلسلہ ادبیہ کی چار کتابیں اور آئینہ عجم اقبال کے تعلیمی تصورات کے سلسلے میں بہت اہم ہیں۔ تعلیم کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں ان کتابوں سے اقبال کے اندازِ نظر کی وضاحت ہوتی ہے، مگر تعجب ہے کہ اقبال کے تعلیمی افکار پر اب تک جو تنقیدی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں اقبال

۱- الف) *Iqbal's Educational Philosophy* از خواجہ غلام السیدین۔

ب) اقبال کے تعلیمی نظریات از محمد احمد صدیقی۔

ج) اقبال کا فلسفہ تعلیم از محمد احمد صدیقی۔

د) اقبال اور مسئلہ تعلیم از محمد احمد خاں۔

HISTORY OF INDIA

COMPLETELY REVISED AND BROUGHT DOWN TO 1912

BY

SHAIKH MOHAMMAD IQBAL, M.A., PH.D.,

BARRISTER-AT-LAW,

AND

LALA RAM PARSHAD, M.A.,

Professor of History, Government College, Lahore.

LAHORE:

RAI SAHIB M. GULAB SINGH & SONS,

MUFID-1-AM PRESS,

1913.

[All rights reserved.]

Edition.

10,000 Copies.

Price 0-8-0.

کی مرتبہ، ان نصابی کتابوں کا ذکر تک نہیں ملتا۔ ان کے فاضل مولفین ان سے لاعلم تھے، یا پھر اقبال کے تعلیمی افکار پر بحث کے ضمن میں انھوں نے ان کتابوں کو غیر اہم خیال کرتے ہوئے درخور اہمیت نہیں سمجھا؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اقبالیاتی اداروں اور ملک کے اہم کتب خانوں میں زیر بحث نصابی کتابوں کی عکسی نقول مہیا کی جائیں، تاکہ اقبال پر تحقیق کے سلسلے میں ان سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔



[صفحہ ۳۱۹ سے بقیہ]..... اضافہ یہ سلسلہ آئینہ عجم:

ڈاکٹر ملک حسن اختر نے اپنے مضمون ”اقبال اور درسی کتابیں“ (مشمولہ: اقبال، ایک تحقیقی مطالعہ،[☆] یونیورسٹی بکس لاہور، ۱۹۸۸ء) میں آئینہ عجم کے ایک ایسے نسخے کا سرورق شائع کیا ہے جس پر ”۱۹۲۳ء“ لکھا ہوا ہے۔ اس بنیاد پر وہ لکھتے ہیں: ”..... لہذا یہ طے ہو جاتا ہے کہ آئینہ عجم ۱۹۲۳ء میں شائع ہو چکی تھی۔ آئینہ عجم کا یہ ایڈیشن پہلی بار متعارف کرایا جا رہا ہے۔“ (محولہ بالا، ص ۱۶۵) مگر آگے چل کر وہ خود ہی بتاتے ہیں کہ ۱۹۲۳ء میں آئینہ عجم کی صرف ایک سو جلدیں چھپائی گئی تھیں۔“ (ص ۱۶۷)

خیال رہے کہ اس زمانے میں مجوزہ نصابی کتابیں، مسودوں کی صورت میں نہیں، بلکہ چھاپ کر، مطبوعہ صورت میں ٹیکسٹ بک بورڈ کو پیش کی جاتی تھیں۔ ۱۹۲۳ء کی طبع شدہ یہ کتاب بھی (ٹیکسٹ بک بورڈ) کے سکول بورڈ کی سب کمیٹی میں پیش کی گئی، جس نے ابتدائی ۱۱۳ صفحات حذف کرنے کی سفارش کے ساتھ اسے منظور کر لیا۔ اس منظوری کے بعد، پہلا ایڈیشن ۱۹۲۷ء میں شائع کیا گیا۔ اس اعتبار سے راقم کی سابقہ تحقیق [کہ آئینہ عجم ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی مگر اس پر سنہ اشاعت درج نہیں] درست معلوم نہیں ہوتی۔ بایں ہمہ راقم کا خیال ہے کہ جب تک آئینہ عجم کے سارے اور زیادہ سے زیادہ (maximum) نسخے (ایڈیشن) جمع نہ ہوں، پہلے ایڈیشن اور مابعد اشاعتوں کے بارے کوئی حکم لگانا، ممکن نہیں ہے۔

☆ یہ مضمون ماہ نولہور اپریل ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تھا۔ بعد ازاں کتاب میں شامل ہوا۔ راقم نے اس کے جواب میں ”علامہ اقبال کی مرتبہ درسی کتابیں“ کے عنوان سے ایک مضمون ماہ نولہور، اگست ۱۹۸۳ء میں شائع کرایا۔ درسی کتابوں سے موضوع سے دل چسپی رکھنے والے قارئین اسے بھی دیکھ لیں۔ (جون ۲۰۱۸ء)



ضمیمے

۱- کتبائی کوائف

۲- انگریزی اشارات بسلسلہ دیباچہ پیام مشرق

۳- اقبال کا ایک نایاب مضمون "The Muslim Community"

ضمیمہ ۱: کتابیاتی کوائف

کلام اقبال کے بعض نسخوں پر اندراجات نامکمل ہیں اور بعض کوائف درست نہیں۔ ہم نے مختلف ذرائع سے مدد لے کر، مقدور بھر تصحیح و تکمیل کی کوشش کی ہے۔

اردو کلام کے مجموعے

2

صفحہ	خوش نویس	مسطر	تقطیع (س م)	تعداد	اشاعت اول	طب
------	----------	------	-------------	-------	-----------	----

ہالنگِ درا

336+16 صفحات	عبدالمجید	13½ × 18½	3 ہزار	ستمبر 24ء	اول	
	عبدالمجید	16 × 20	5 ہزار	ستمبر 26ء	دوم	
	عبدالمجید پرووی رقم کتابت سرور غلام محمد کوچہ دین پور	15½ × 19½	10 ہزار	مارچ 30ء	سوم	
336+16 صفحات	عبدالمجید پرووی رقم لیواری منڈی لاہور	12 مسطر	15½ × 20	5 ہزار	جون 39ء	چہارم
		15½ × 20	5 ہزار	جنوری 42ء	پنجم	
		15½ × 19½	27 سو	جولائی 43ء	ششم	
		15½ × 19½	2 ہزار	دسمبر 43ء	ہفتم	
		15½ × 19½	5 ہزار	جون 44ء	ہشتم	
		15½ × 20	5 ہزار	جون 45ء	نہم	
		16 × 20½	5 ہزار	فروری 46ء	دہم	

اعلان ، حقوق اشاعت	صفحہ	ناشر	صفحے کا بند	قیمت
جملہ حقوق محفوظ مع حق	کرمی پریس نزد کوٹوالی قدیم لاہور بابتاجم قدرت اللہ پرنٹر قبول عام پریس لاہور زیر اہتمام ایم ایڈ اقبال سنیچر چھپی	درج نہیں	[عجاز علی اینڈ سنز ریلوے روڈ لاہور] ^۱ [منشی طاہر دین] ^۲ شیخ مبارک علی تاجر کتاب ، اندرون ٹوباری دروازہ لاہور	درج نہیں
جملہ حقوق مع حق ترجمہ میں	کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس اینڈ روڈ لاہور میں بابتاجم لالہ گروانندا مل کپور سنیچر چھپی	جاوید منزل سو روڈ لاہور سے جاوید اقبال کے شائع کی	شیخ مبارک علی تاجر کتب ، اندرون ٹوباری دروازہ لاہور	جلد ۱۴ روپے غیر جلد ۱۳ روپے
جاوید اقبال خلف الصداق ڈاکٹر سو ایڈ اقبال علیہ الرحمۃ محفوظ ہیں				

15½ × 20	10 ہزار	مارچ 47۔	پازدہم
15½ × 20	5 ہزار	اکت 48۔	دوازدہم
15½ × 20	13 ہزار	اکتوبر 49۔	سیزدہم
16½ × 20½	3½ ہزار	ستمبر 52۔	چہار دہم
16½ × 20½	5 ہزار	مارچ 53۔	پانزدہم
16½ × 20½	5 ہزار	نوسبر 54۔	شانزدہم
15½ × 20½	5 ہزار	جولائی 57۔	بندہم
15½ × 20½	5 ہزار	ستمبر 58۔	ہزدہم
15 × 20	5 ہزار	اکتوبر 59۔	نوزدہم
15½ × 20½	5 ہزار	اکتوبر 60۔	بہتم
15½ × 20½	5 ہزار	جنوری 62۔	بست ویکم
15½ × 20½	5 ہزار	ستمبر 63۔	بست و دوم
15½ × 20½	5 ہزار	جون 65۔	بست و سوم
15½ × 20½	5 ہزار	مئی 66۔	بست و چہارم
15½ × 20½	5 ہزار	فروری 68۔	بست و پنجم
15½ × 20½	5 ہزار	مئی 69۔	بست و ششم
15½ × 20½	5 ہزار	جولائی 70۔	بست و ہفتم
15½ × 20½	5 ہزار	اکت 71۔	بست و ہشتم
15 × 20	5 ہزار	نوسبر 72۔	بست و نہم

12 سطر

عبدالمجید بروہی رقم لاہور

336 + 16 صفحات

5.

شیخ مبارک علی تاجر
کتاب اندرون لوہاری
دروازہ لاہور

کیور آرٹ پرنٹنگ ورکس
ایبٹ روڈ لاہور

جلد : پانچ روپے

غیر جلد : چار روپے

—
شیخ غلام علی ایبٹ سنیز، لاہور و کراچی

—
جاوید اقبال ، جاوید سنیز ، بیو روڈ لاہور

—
پاکستان ٹائمز پریس لاہور

—
جلد حقوق مع حق ترجمہ بحق جاوید اقبال خلف الصدوق ڈاکٹر سر پ اقبال علیہ الرحمۃ محفوظ ہیں

6

سی	دسمبر 73ء	5 ہزار	$15 \times 19\frac{1}{2}$
سی و یکم	دسمبر 74ء	5 ہزار	$15 \times 19\frac{1}{2}$
سی و دوم	جون 75ء	5 ہزار	$15\frac{1}{2} \times 20$
سی و سوم	مئی 76ء	5 ہزار	$15\frac{1}{2} \times 20$
سی و چہارم	جولائی 77ء	10 ہزار	$15 \times 19\frac{1}{2}$
سی و پنجم	دسمبر 78ء	5 ہزار	$15\frac{1}{2} \times 20$
سی و ششم	دسمبر 79ء	5 ہزار	$15 \times 19\frac{1}{2}$

16 سطر

عمود اللہ مدنی لاہور

292 صفحات

بال جبریل

اول	جنوری 35ء	10 ہزار	$15 \times 19\frac{1}{2}$
دوم	مئی 41ء	2 ہزار	$15 \times 19\frac{1}{2}$
سوم	جون 42ء	3 ہزار	$15\frac{1}{2} \times 20$
چہارم	جون 44ء	5 ہزار	$15 \times 19\frac{1}{2}$
پنجم	ستمبر 45ء	2 ہزار	15×20
ششم	مئی 46ء	5 ہزار	$15\frac{1}{2} \times 20$
ہفتم	ستمبر 47ء	10 ہزار	$15\frac{1}{2} \times 20$

12 سطر

عبدالمجید بروہی رقم لاہور

224 صفحات

15	↑	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور - کراچی
18	↑	ڈاکٹر جاوید اقبال کارڈین منیب اقبال و ولید اقبال
		طبع غلام علی پبلشرز ، 10 ہسپتال روڈ لاہور طبع شیخ نیاز احمد
		جملہ حقوق مع حق ترجمہ بحق منیب اقبال ولید و اقبال ہسران ڈاکٹر جاوید اقبال بحمد برابر محض ہیں

تاج کتب خانہ
پرائیمری روڈ کراچی

شیخ مبارک ن ، ناصر کتب
اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

جاوید اقبال ، جاوید منزل
مہو روڈ ، لاہور

کیور آرٹ پرنٹنگ ورکشاپ
ایٹ روڈ لاہور ہائیم لائن
گوراندانا مل کیور

تاج کتب خانہ

جملہ حقوق مع حق ترجمہ وغیرہ
بحق جاوید اقبال محفوظ ہیں

8

224 صفحات	عبدالحمید ابوین رقم	12 سطر	15 × 20½	5 ہزار	جون 51ء	ہشتم
			15 × 20	5 ہزار	نومبر 54ء	نہم
			15½ × 20	5 ہزار	مئی 58ء	دہم
			15½ × 20½	5 ہزار	دسمبر 59ء	یازدہم
			15 × 20	5 ہزار	جنوری 62ء	دوازدہم
			15 × 20½	5 ہزار	اگست 63ء	سیزدہم
			15 × 20½	5 ہزار	جون 65ء	چہار دہم
			16 × 20	5 ہزار	جون 66ء	پانزدہم
			16 × 20	5 ہزار	اپریل 68ء	شانزدہم
			15½ × 2½	5 ہزار	جولائی 70ء	ہفتدہم
170 صفحات	مسعود اللہ مدنی لاہور	16 سطر	16 × 20	5 ہزار	اپریل 72ء	بزدہم
			15½ × 20	5 ہزار	دسمبر 73ء	نوازدہم
			16 × 20½	5 ہزار	جنوری 75ء	بہتم
			15 × 20	5 ہزار	مئی 76ء	بست و یکم
			15½ × 20	5 ہزار	نومبر 77ء	بست و دوم
			15 × 19½	5 ہزار	دسمبر 78ء	بست و سوم

12 راج

جلد 4 روسے

جلد 4 روسے ، غیر جلد 3 روسے

غیر جلد 3 روسے

ملک نذیر احمد
پروپرائٹرز تاج بک
ڈبھو ، لاہور

شیخ غلام علی اینٹل سنز لاہور - کراچی

ڈاکٹر جاوید اقبال کارلین
منیب اقبال و ولید اقبال

جاوید اقبال ، جاوید منزل سہو روڈ ، لاہور

9

شیخ غلام علی ہبلشرز
نمبر 10 اسپتال روڈ ، لاہور
طالع شیخ نیاز احمد

پاکستان ٹائمز پریس لاہور

پاکستان پرنٹنگ ورکس
اینٹ روڈ لاہور

جلد حقوق مع حق ترجمہ بحق

منیب اقبال و ولید اقبال ہسٹران ڈاکٹر
جاوید اقبال ہمسہ برابر محفوظ ہیں -

جلد حقوق مع حق ترجمہ وغیرہ بحق جاوید اقبال محفوظ ہیں -

19

ضرب کلم

نام درج نیچے

$15\frac{1}{2} \times 20$	5 ہزار	جولائی 36ء	اول
15×20	2950	جنوری 41ء	دوم
$16 \times 20\frac{1}{2}$	2 ہزار	جون 44ء	سوم
16×20	2 ہزار	ستمبر 44ء	چہارم
$15\frac{1}{2} = 20$	2 ہزار	ستمبر 45ء	پنجم
$15\frac{1}{2} \times 20$	5 ہزار	مئی 46ء	ششم
$15\frac{1}{2} \times 20\frac{1}{2}$	10 ہزار	ستمبر 47ء	ہفتم
16×20	4 ہزار	مارچ 54ء	ہشتم
$16 \times 2\frac{1}{2}$	5 ہزار	اکت 55ء	نہم
$15\frac{1}{2} \times 20\frac{1}{2}$	5 ہزار	دسمبر 59ء	دہم
$16\frac{1}{2} \times 20$	4 ہزار	اپریل 63ء	یازدہم
$15\frac{1}{2} \times 20$	4 ہزار	جولائی 65ء	دوازدہم
$15\frac{1}{2} \times 20$	5 ہزار	اکت 66ء	سیزدہم
$15\frac{1}{2} \times 10\frac{1}{2}$	5 ہزار	جون 68ء	چہاردہم
16×19	5 ہزار	ستمبر 70ء	پانزدہم
$16 \times 19\frac{1}{2}$	5 ہزار	نومبر 72ء	شانزدہم

12 سطر

[عبدالسجید پروین رقم]

182 + 8 صفحات

II

جلد 3 روسے ، غیر جلد 2 روسے	جلد 2 روسے
شیخ غلام علی ایبٹ سنز لاہور - کراچی	شیخ مبارک علی ناہر کتب الذرون لوہاری دروازہ لاہور
منیرہ بیگم صلاح الدین - جاوید منزل لاہور	کارلین منیرہ بانو بیگم
پاکستان ٹائمز پریس لاہور	کیور آرٹ پرنٹنگ ورکس ایٹ روڈ ، لاہور - ہاتھم لالہ گوراندتا علی کپڑ
جلد حقوق مع ترجمہ، جمل منیرہ بیگم صلاح الدین سلسبا محفوظ ہیں	کھلی دانش جلد حقوق مع ترجمہ وغیرہ جمل منیرہ بانو بیگم محفوظ ہیں

180 صفحات	عمود اللہ مدنی	16 سطر	$15\frac{1}{2} \times 19\frac{1}{2}$	5 ہزار	74	اگست	ہفتہم
			$15\frac{1}{2} \times 19\frac{1}{2}$	5 ہزار	76	جنوری	ہشتم
			$15\frac{1}{2} \times 19\frac{1}{2}$	5 ہزار	77	دسمبر	نوازدہم
			$15\frac{1}{2} \times 19\frac{1}{2}$	5 ہزار	79	جون	بسم

(۲) فارسی کلام کے مجموعے

<u>اسرارِ خودی</u>						
155 + 12	مرغوب رقم	6 سطر	12×15	5 ہزار	12 ستمبر	اول
					15	
134	نام درج نہیں	8 سطر	$9\frac{1}{2} \times 15\frac{1}{2}$	1 ہزار	18	دوم
<u>رموزِ لے خودی</u>						
139 + 6 + 2	عبدالحمید	8 سطر	$10\frac{1}{2} \times 16$	14 سو	10 اپریل	اول
					18	
<u>اسرار و رموز (یکجا)</u>						
199	عبدالحمید	12 سطر	$13 \times 18\frac{1}{2}$	درج نہیں	23	اول
						[اسرار سوم]
						[رموز دوم]

13

15 روپے

مجلد حقوق مع حق ترجمہ
مجلد منیرہ یکم صلاح الدین
مجلد حقون مع حق ترجمہ

دوچ نہیں

دوچ نہیں

مجلد حقوق مع حق ترجمہ
مجلد منیرہ یکم صلاح الدین
مجلد حقون مع حق ترجمہ

شیخ مبارک علی
تاجر کتب اندرون
لوہاری گٹ لاہور

مجلد حقوق محفوظ یونین شہم ہریس لاہور
مجلد حقون محفوظ راجپوت شہم ہریس لاہور
مجلد حقون محفوظ راجپوت شہم ہریس لاہور
مجلد حقون محفوظ راجپوت شہم ہریس لاہور

مجلد حقوق محفوظ یونین شہم ہریس لاہور
مجلد حقون محفوظ راجپوت شہم ہریس لاہور
مجلد حقون محفوظ راجپوت شہم ہریس لاہور
مجلد حقون محفوظ راجپوت شہم ہریس لاہور

دوچ نہیں

شیخ مبارک علی
تاجر کتب اندرون
لوہاری دروازہ لاہور

مطبع گردنی لاہور
بابا امیر بخش

کاپی رائٹ

صفحہ	نام درج نہیں	تعداد	تعداد	تعداد	تعداد
170	محمد حسین چوک متی لاہور	14	14 × 19	درج نہیں	28ء یکجا دوم [اسرار چہارم رموز سوم]
199	عیدالمجید بروہی رقم	12	16½ × 20	" "	40ء یکجا سوم [اسرار پنجم رموز چہارم]
199	نام درج نہیں	5	15 × 19½	ہزار	48ء یکجا چہارم [اسرار ششم رموز پنجم "بار سوئم" درست نہیں]
199	نام درج نہیں	2	15½ × 20½	ہزار	54ء یکجا پنجم [بار چہارم درست نہیں]
199	نام درج نہیں	2	16 × 20½	ہزار	59ء یکجا ششم [بار پنجم درست نہیں]
199	نام درج نہیں	2	15½ × 20½	ہزار	64ء یکجا ہفتم [بار ششم درست نہیں]
199	نام درج نہیں	2	16 × 20	ہزار	66ء یکجا ہشتم [بار ہفتم درست نہیں]
199	نام درج نہیں	2	15½ × 20½	ہزار	69ء یکجا نہم [بار ہشتم درست نہیں]
199	نام درج نہیں	2	16 × 20½	ہزار	71ء یکجا دہم [بار نہم درست نہیں]
199	نام درج نہیں	2	16 × 19½	ہزار	76ء یکجا یازدہم [بار دہم درست نہیں]
199	نام درج نہیں	2	15 × 19½	ہزار	79ء یکجا دوازدہم [بار یازدہم درست نہیں]

15

درج نہیں

مطالع مقبول عام لاہور
بابہام منشی غلام احمد

کاپی رائٹ

شیخ مبارک علی
اندرون لوہاری دروازہ
لاہورکیور آرٹ پرنٹنگ
ورکس بابہام گوراندانا
کیور

کاپی رائٹ

جاوید اقبال ، جاوید منزل ، میو روڈ لاہور

پاکستان ٹائمز پریس لاہور

جملہ حقوق بحق ترجمہ میں
جاوید اقبال محفوظ ہیں

شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ، کراچی

ڈاکٹر جاوید اقبال
کارڈین منیب اقبال
و ولید اقبالغلام علی
پبلشرز لاہورجملہ حقوق حق
ترجمہ بحق منہما
اقبال و ولید اقبال
محکمہ برابر محفوظ
ہیں

جلد 5 ۱/۲ روپے

غیر جلد 4 ۱/۲ روپے

جلد 9 روپے

غیر جلد 6 روپے

جلد 15 روپے

غیر جلد 12 روپے

جلد 4 روپے

غیر جلد 3 روپے

16

پیامِ مشرق

200 + 16

264 + 14 + 2
منہات222
منہات

عبدالمجید پروین رقم

عمود اللہ صدیقی

12 سطر

16 سطر

13 × 18	1 ہزار	[سٹی 23ء]	اول
13½ × 20	1 ہزار	24ء	دوم
15½ × 20½	[1 ہزار]	[29ء]	[سوم]
14½ × 20	2 ہزار	42ء	چہارم
15 × 20	1 ہزار	44ء	پنجم
15½ × 20½	2 ہزار	46ء	ششم
15½ × 20	5 ہزار	48ء	ہفتم
15½ × 20½	3 ہزار	54ء	ہشتم
15½ × 20	2 ہزار	58ء	نہم
15 × 20½	" "	63ء	دہم
15½ × 21	" "	66ء	یازدہم
15½ × 20½	" "	69ء	دوازدہم
15 × 20	" "	71ء	سیزدہم
15 × 19½	" "	75ء	چہار دہم
15 × 20	" "	78ء	پانزدہم
15 × 19½	" "	79ء	شانزدہم

18 رو | شیر جلد 3 روس | جلد 4 روس | درج نہیں

شیخ مبارک علی قاسم کتب لوہاری دروازہ لاہور | شیخ غلام علی ایڈیٹرز لاہور، کراچی

جاوید اقبال کارڈین	جاوید اقبال جاوید منزل سیر روڈ لاہور	درج نہیں	مطبع کرمی لاہور پابلیشنگ ہیر امیر بخش کرمی پریس لاہور پابلیشنگ قدرت افق جامعہ علیہ اسلامیہ دہلی	کاپی رائٹ
منہب اقبال و ولید	جاوید اقبال جاوید منزل سیر روڈ لاہور	درج نہیں	کورڈ آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور پابلیشنگ لاہور گورنمنٹ مل کورڈ	جملہ حقوق محفوظ ہیں
علامہ علی بیگ	پاکستان ٹائمز پریس لاہور	درج نہیں		حق ترجمہ محفوظ ہے
جملہ حقوق مع	جاوید اقبال محفوظ ہیں	درج نہیں		جملہ حقوق مع حق ترجمہ محفوظ ہیں
منہب اقبال و ولید		درج نہیں		حق ترجمہ محفوظ ہے
اقبال حسب برابر		درج نہیں		درج نہیں
محفوظ ہیں		درج نہیں		درج نہیں

		زبورِ حجم		18
		اول	27ء [2 ہزار]	16×20
	چند لاپرواہی	دوم	اپریل 44ء ایک ہزار چار سو	16×20½
	مہدالہجہ پروسی رقم (بعض لسٹوں کے چند صفحات کی کتابت کسی اور خوش نویس کی ہے)	[سوم]	ستمبر 45ء 2 ہزار	15½×20
		چہارم	ستمبر 48ء 5 ہزار	16×20
		پنجم	جون 58ء 2 ہزار	15½×20
			"طبع ششم" درست نہیں	
		ششم	مئی 59ء " "	15½×20½
		"طبع ہفتم" درست نہیں		
		ہفتم	اکت 66ء " "	16×20
		"طبع ہشتم" درست نہیں		
		ہشتم	ستمبر 70ء " "	16×19½
		"طبع نہم" درست نہیں		
		نہم	اکت 74ء " "	15½×20
		"طبع دہم" درست نہیں		
		دہم	مئی 78ء " "	15½×19½
		"طبع یازدہم" درست نہیں		

1- 1944ء درست نہیں (دیکھیے : ص 154)

2- بہ حوالہ انکم ٹیکس ٹائلر علامہ اقبال ، "صحیفہ" ، اقبال نمبر ، اول 1973ء ، ص 28 -

جلد 13 روئے
غیر جلد 9 روئے

جلد 5 روئے
غیر جلد 4 روئے

جلد 4 روئے غیر جلد 3 روئے

[3 روئے]

شیخ مبارک علی ناصر کتب الدرون لوہاری | شیخ غلام علی ایبٹنیز لاہور، کراچی
دروازہ لاہور

کاہن رائے

مقبول عام پرنس لاہور
ہایڈم ایچ۔ بی۔ ایبال

کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس
لاہور ہایڈم لائے گورنمنٹ لائے
کپور

جلد حقوق مع حق | جلد حقوق مع حق
ترجمہ مع حق | ترجمہ مع حق
ایبال و ولید ایبال | ایبال و ولید ایبال
مجموعہ برای محفوظ | مجموعہ برای محفوظ

درجہ: ہجری

جاوید ایبال - لاہور

علامہ علی پشاورز
لاہور

۵۴

24

اورنگان حجاز

280 + 8

280 صفحات

50 + 146 صفحات

[پروسی رقم]

عمود اللہ صدیقی

10 سطر

16 سطر

اول	نومبر 38ء	5 ہزار	$15 \times 18\frac{1}{2}$
دوم	اکت 44ء	2 ہزار	$15\frac{1}{2} \times 20\frac{1}{2}$
[سوم]	[نومبر 46ء]	[2 ہزار]	$15 \times 20\frac{1}{2}$
چہارم	مئی 48ء	5 ہزار	15×20
پنجم	جون 51ء	2 ہزار	15×20
ششم	مئی 55ء	2 ہزار	$16 \times 20\frac{1}{2}$
ہفتم	جون 59ء	4 ہزار	$15 \times 19\frac{1}{2}$
ہشتم	نومبر 64ء	2 ہزار	$16 \times 19\frac{1}{2}$
نہم	دسمبر 66ء	2 ہزار	$15\frac{1}{2} \times 19$
دہم	نومبر 70ء	2 ہزار	$15\frac{1}{2} \times 19\frac{1}{2}$
گازدہم	ستمبر 75ء	2 ہزار	15×20
دوازدہم	ستمبر 78ء	2 ہزار	15×20

درج: نیچر	درج: نیچر	کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور	جلد: حقوق معقول جاوید اقبال محفوظ ہیں
جلد: 4 روسے ، غیر جلد 3 روسے	شیخ مبارک علی قائمہ کتب - لاہور	کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور ہائیم لالہ گورانبدا قائل کپور	
		پاکستان پرنٹنگ ورکس لاہور	
		جاوید اقبال - لاہور	
	شیخ غلام علی ایڈیٹر پبلشرز لاہور - کراچی	پاکستان ٹائمز پریس لاہور	
جلد: 13 روسے غیر جلد: 9 روسے		غلام علی پبلشرز لاہور	جلد: حقوق مع ترجمہ عین سید اقبال و ولید اقبال مجسمہ برابر محفوظ ہیں

(۳) مکاتیب کے مجموعے

عاد اقبال ، مرتبہ : ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

[اول] [1942ء] درج نہیں $19\frac{1}{2} \times 15\frac{1}{2}$ 17 سطر درج نہیں 175 + 40

اقبال نامہ ، اول ، مرتبہ : شیخ عطاء اللہ ایم اے

[اول] [1944ء] درج نہیں $17\frac{1}{2} \times 12$ 15 سطر درج نہیں 474 + 32

اقبال نامہ ، دوم ، مرتبہ : شیخ عطاء اللہ ایم اے

اول 1951ء درج نہیں $17\frac{1}{2} \times 12$ 15 سطر درج نہیں 398 + 84

مکاتیب اقبال ، بنام خان محمد نیاز الدین خان مرحوم

[اول] [1954ء] درج نہیں $20\frac{1}{2} \times 17$ 38 سطر
لاٹ 55 + 8

درج نہیں	اعظم اشع ہریس حیدرآباد	درج نہیں سب رس کتاب گھر (حیدرآباد دکن)	2½ روپے
جملہ حقوق مع حق ترجمہ محفوظ ہیں کوئی صاحب جزوا یا کتا نقصا طبع نہ کرے۔ محمد اشرف	سرکنٹائل ہریس لاہور	شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور	5½ روپے
”	دین محمدی ہریس لاہور کوآپریٹو پرنٹنگ ہریس لاہور	شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور	5½ روپے
جملہ حقوق بحق بزم اقبال محفوظ	کاروان ہریس لاہور	کوریم احمد خان ، سیکرٹری بزم اقبال کلب روڈ لاہور	1½ روپے

28

مکتوباتِ اقبال، مرتبہ: سید نذیر نازی

372 + 16	درج نہیں	19 سطر	13×22	2 ہزار	ستمبر 57ء	اول
372 + 16	درج نہیں	19 سطر	13×22	2 ہزار	اکتوبر 77ء	دوم

انوارِ اقبال، مرتبہ: بشیر احمد ڈار

348 منہجان	درج نہیں	21 سطر	$13\frac{1}{2} \times 21$	درج نہیں	مارچ 67ء	اول
	صفحہ 313 تا آخر ٹائپ	21 سطر	$13\frac{1}{2} \times 21$	درج نہیں	77ء	دوم

مکاتیبِ اقبال بنام گرامی، مرتبہ: محمد عبدالقہ قریشی

249 + 14	—	27 سطر ٹائپ	$13\frac{1}{2} \times 20\frac{1}{2}$	1 ہزار	اپریل 69ء	اول
257 + 14	—	27 سطر ٹائپ	$13\frac{1}{2} \times 20\frac{1}{2}$	1 ہزار	جون 81ء	دوم

خطوطِ اقبال، مرتبہ: رفیع الدین ہاشمی

376	تمکین شیرازی	21 سطر	$13\frac{1}{2} \times 21\frac{1}{2}$	درج نہیں	76ء	اول
376	تمکین شیرازی	21 سطر	$13\frac{1}{2} \times 21\frac{1}{2}$	درج نہیں	77ء	[دوم] ”ہار اول“ درست نہیں

55 روپے	اقبال اکادمی پاکستان کراچی	تقوش پریس و شیئرز پریس لاہور	درج نہیں
23 روپے	اقبال اکادمی پاکستان لاہور	فالکن پرنٹنگ پریس لاہور	درج نہیں
12 روپے	اقبال اکادمی پاکستان ، کراچی	الجین پریس کراچی	جملہ حقوق بحق اقبال اکادمی
35 روپے	اقبال اکادمی پاکستان ، لاہور	فالکن پرنٹنگ پریس لاہور	پاکستان محفوظ
12 روپے	اقبال اکادمی پاکستان کراچی	زرین آرٹ پریس لاہور	جملہ حقوق بحق اقبال اکادمی
20 روپے	اقبال اکادمی پاکستان لاہور	" "	پاکستان محفوظ
40 روپے	مکتبہ خیابانِ ادب ، لاہور	ہیک آرٹ پریس لاہور	درج نہیں
30 روپے	اقبال صدی پبلیکیشنز ، نئی دہلی	جے۔ کے۔ آکے پریس جامع مسجد دہلی	درج نہیں

خطوط اقبال بنام بیگم گرامی : مرتبہ : حمید اللہ شاہ ہاشمی

79	ثائب	21 سطر	17½ × 12	500	جنوری 1978ء	[اول]
----	------	--------	----------	-----	----------------	-------

LETTERS OF IQBAL TO JINNAH

32	ثائب	24 سطر ثائب	20½ × 13½	درج نہیں	1943ء	[اول]
32	ثائب	25 سطر ثائب	18 × 12	درج نہیں	{ <ul style="list-style-type: none"> • 1944 • 1956 • 1963 • 1968 • 1974 • 1978 	دوم سوم چہارم پنجم ششم ہفتم

IQBAL'S LETTERS TO ATTIYA BEGUM

88	ثائب	37 سطر	21½ × 14	درج نہیں	قروری 1947ء 1969ء 1977ء	[اول]
----	------	--------	----------	----------	----------------------------------	-------

LETTERS AND WRITINGS OF IQBAL

129+12	ثائب	30 سطر	21½ × 13½	درج نہیں	نومبر 1967ء	اول
--------	------	--------	-----------	----------	----------------	-----

93	ثائب	۳۲ سطر	۲۲ × ۱۳	درج نہیں	1969ء	دوم
93	ثائب	۲۲ سطر	"	"	1966ء	سوم

جملہ حقوق بحق
پبلشر محفوظ ہیں
اسود آفیسٹ پریس
فیصل آباد
شیخ محمد
جاوید احمد
فیصل آباد
محبوب بکڈپو، امین پور
بازار فیصل آباد
6 روپے

درج نہیں
ناردرن آر سی پریس لاہور
شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور
12 آنے

All Rights Reserved
اشرف پریس لاہور
شیخ محمد اشرف تاجر کتب
کشمیری بازار لاہور
12 آنے

All Rights Reserved
و کٹری پرنٹنگ پریس
بمبئی
حالی پبلشنگ ہاؤس
دہلی
4 روپے

کاپی رائٹ بحق
اقبال اکادمی
کراچی
ماڈرن پرنٹرز کراچی
اقبال اکادمی پاکستان کراچی
8 روپے

- زرین آرٹ پریس، لاہور
- طفیل آرٹ پرنٹرز، لاہور
- آئینہ ادب، لاہور
- آئینہ ادب، لاہور
15 روپے

32

مرتبہ : ی۔ اے ڈار LETTERS OF IQBAL

270 + 12	ثالث	37 سطر	$13\frac{1}{2} \times 21$	1100	ء78	اول
(۲) مستقل نثری تصانیف						

علم الاقتصاد

216 + 2	درج نہیں	21 سطر	$13\frac{1}{2} \times 20$	درج نہیں	[1904ء]	اول
222 + 6	ثالث	26 سطر	14×22	درج نہیں	[61ء]	دوم
272	درج نہیں	19 سطر	$13\frac{1}{2} \times 22$	1100	ء77	سوم

SIX LECTURES

On The Reconstruction of Religious Thought in Islam

240 + 8	ثالث	30 سطر	12×20	درج نہیں	[۳۰ مئی]	اول
192	ثالث	36 سطر	$13\frac{1}{2} \times 21$	درج نہیں	[۳۴ مئی]	دوم
			$13\frac{1}{2} \times 20$	"	۴۴ مئی	سوم
			13×21	"	۵۴ مارچ	چہارم
	ثالث	37 سطر	13×21	"	۶۰ فروری	پنجم
			$13\frac{1}{2} \times 21\frac{1}{2}$	"	۶۵ ستمبر	ششم
			$13\frac{1}{2} \times 21\frac{1}{2}$	"	۶۸ اپریل	ہفتم
			$13 \times 20\frac{1}{2}$	"	۷۱ مئی	ہشتم

خطبات کے مزید ایڈیشن ۱۹۵۱، ۱۹۶۲، ۱۹۷۱، ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۲ء

میں بھی چھپے۔ یہ سب مئی ۱۹۳۳ء کے مطابق ہیں۔

30 روپے	اقبال اکادمی پاکستان لاہور	زرین آرٹ پریس لاہور	All rights reserved
[1 روپے]	[شیخ محمد اقبال معنیف کتاب ہذا]	خادم التعلیم سٹیٹ پریس لاہور	درج نہیں
درج نہیں	اقبال اکادمی پاکستان کراچی	فیروز سنز لیٹل لاہور	درج نہیں
20 روپے	اقبال اکادمی پاکستان ، لاہور	طفیل آرٹ پرنٹرز سرکار روڈ ، لاہور	ملہ حقوق محفوظ
درج نہیں		کیور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور	درج نہیں
7a. 6d.	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سول اینڈ ملٹری گیزٹ پریس لاہور	درج نہیں
10 روپے	محمد اقبال پبلشرز پرائیویٹ لٹریچر بازار ، لاہور	انٹرنل پریس لاہور	Copy right

- Six Lectures کے الفاظ کتاب کے عنوان سے حذف کر دیے گئے ہیں -

THE DEVELOPMENT OF METAPHYSICS IN PERSIA

195 + 16	ثانی	25	$12\frac{1}{2} \times 18\frac{1}{2}$	درج نہیں	1908ء	اول
8 + 149 + 12	"	38	$15\frac{1}{2} \times 22\frac{1}{2}$	" "	[1954ء]	دوم
	"	"	"	" "	1959ء	سوم
	"	"	"	" "	1964ء	چہارم

(۵) متفرق نثری مجموعے

مضامینِ اقبال ، مرتبہ : تمدق حسین تاج

204 + 14	درج نہیں	19	$15\frac{1}{2} \times 20$	1 ہزار	[1943ء]	اول
----------	----------	----	---------------------------	--------	---------	-----

مقالاتِ اقبال ، مرتبہ : سید عبدالواحد معنی

252	درج نہیں	21	$13\frac{1}{2} \times 21\frac{1}{2}$	درج نہیں	63 مئی	اول
-----	----------	----	--------------------------------------	----------	--------	-----

اقبال کے نثری الکار ، مرتبہ : عبدالنظار شکیل

282	درج نہیں	23	$13\frac{1}{2} \times 21$	درج نہیں	77 مارچ	اول
-----	----------	----	---------------------------	----------	---------	-----

لوژاک اینڈ کمپنی لندن	ای - جے بول لائٹن	درج نہیں
بزم اقبال ، 2 کلب روڈ لاہور	کزوان پریس لاہور	درج نہیں
”	دین ہدی پریس لاہور	”
”	”	”
5 روپے کلدار	احمدیہ پریس، چار مینار ، حیدر آباد دکن	(رجسٹری شدہ) احمدیہ پریس، چار مینار حیدر آباد دکن
6 روپے	شیخ محمد اشرف تاجر کتب، کشمیری بازار لاہور	درج نہیں اشرف پریس لاہور
10 روپے	انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی	درج نہیں نعمانی پریس ، دہلی

36

گفتار اقبال ، مرتبہ : محمد رفیق القتل

اول جنوری 69ء . درج نویں $15 \times 18\frac{1}{2}$ سطر 27 سطر 20 + 292

SPEECHES AND STATEMENTS OF IQBAL ، مرتبہ : شاملو [لطیف احمد شیروانی]

اول [مارچ 45ء] درج نویں 12×18 سطر 32 سطر 12 + 220
 دوم ستمبر 48ء . درج نویں $12 \times 17\frac{1}{2}$ سطر 32 سطر 14 + 240
 سوم* 1977ء . 1100 $13\frac{1}{2} \times 21$ سطر 37 سطر 12 + 264

THOUGHTS AND REFLECTIONS OF IQBAL ، مرتبہ : سید عبدالواحد

اول مئی 64ء . درج نویں $13\frac{1}{2} \times 21$ سطر 32 سطر 16 + 282
 دوم 73ء . درج نویں $13\frac{1}{2} \times 20\frac{1}{2}$ سطر 32 سطر 16 + 282

SPEECHES AND STATEMENTS OF IQBAL ، مرتبہ : اے۔ آر طارق

اول اپریل 73ء . درج نویں $13 \times 21\frac{1}{2}$ سطر 32 سطر 32 + 247

* طبع سوم میں کتاب کا نام بدل کر Speeches, Statements and Writings of Iqbal

کر دیا گیا ہے۔

درج نہیں رہن پرنٹنگ پریس لاہور ادارہ تحقیقات پاکستان ، دانش گاہ 12 روپے
پنجاب لاہور

درج نہیں رہن پرنٹنگ پریس لاہور انار اکیڈمی لاہور 4½ روپے

درج نہیں پاکستان پرنٹنگ پریس انار اکیڈمی لاہور 4½ روپے

All Rights Reserved زری آرٹ پریس لاہور اتیال اکادمی پاکستان لاہور 36 روپے

کاپی رائٹ اشرف پریس لاہور شیخ محمد اشرف ، کشمیری بازار لاہور

کاپی رائٹ اشرف پریس لاہور شیخ محمد اشرف ، کشمیری بازار لاہور 25 روپے

کاپی رائٹ مطبع عالیہ لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز ، لاہور 15 روپے

38

DISCOURSES OF IQBAL ، مرتبہ : شاہد حسین رزاق

[اول] 79ء درج نہیں 18 × 12 41 سطر نائب 288 + 20

MEMENTOS OF IQBAL ، مرتبہ : رحیم بخش شاہین

[اول] [75] درج نہیں 20½ × 16 39 سطر نائب 130 + 8

STRAY REFLECTIONS ، مرتبہ : جاوید اقبال

اول جون 61ء درج نہیں 16 × 10½ 24 سطر نائب 161 + 40

(۶) ملفوظات کے مجموعے

اقبال کے حضور، مرتبہ : سید نذیر نیازی

اول جولائی 71ء 11 سو 23½ × 15 32 سطر نائب 487 + 20

دوم 81ء 1 ہزار " " " " نائب 487 + 20

ملفوظات، مرتبہ : محمود نظامی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

اول درج نہیں 1 ہزار 20 × 15½ 17 سطر درج نہیں 234

دوم درج نہیں 1100 18 × 12 19 سطر درج نہیں 340

سوم 77ء 1100 21 × 14 25 سطر نائب 662 + 8

۔۔ کتاب کا نام بدل کر "ملفوظاتِ اقبال" کر دیا گیا ہے۔

40 روپے	شیخ غلام علی اینڈ سنز ، لاہور	علمی پرنٹنگ پریس لاہور	All rights reserved
12 روپے	آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگریس لاہور	درج نہیں	درج نہیں
7½ روپے	جاوید اقبال شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور	علمی پرنٹنگ پریس لاہور	کاپی رائٹ
25 روپے	اقبال اکادمی پاکستان ، کراچی	شفیق پریس لاہور	جملہ حقوق محفوظ
51 روپے	” ” ” ” لاہور	فالکن پرنٹنگ پریس ، لاہور	
4 روپے	لالہ نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور	آمرت الیکٹریک پریس لاہور	جملہ حقوق بحق مرتب
4 روپے	اشاعت منزل ، ہل روڈ لاہور	دین مہدی الیکٹریک پریس لاہور	جملہ حقوق بحق مرتب
70 روپے	اقبال اکادمی پاکستان ، لاہور	مطبع عالیہ لاہور	جملہ حقوق محفوظ ہیں

41

اقبال اکیڈمی لاہور

دین ہدی پریس لاہور

دوج نمبر

سید برادرز 75 دی مال لاہور 2 روپے

پاکستان ٹائمز پریس
لاہور

جملہ حقوق بحق
مصنف محفوظ ہیں

5 روپے

لائن آرٹ پریس نمبر ۱۰۰، کراچی

جملہ حقوق بحق
مصنف محفوظ ہیں

8 آنے 9 ہانی

کلاب چند کور اینڈ سنز
الارکھی، لاہور

کلاب چند کور اینڈ سنز
الارکھی، لاہور

پنچاب آرک پریس لاہور ہائیم
ناہو ہمارے لال ہمار کو

دوج نمبر

دوج نمبر

"

"

"

"

13 آنے 6 ہانی

اردو کورس ، ساتویں جماعت کے لیے ، مرتبہ : ڈاکٹر سر محمد اقبال و حکیم احمد شجاع

316 صفحہ	1924ء	درج نہیں	$12 \times 17\frac{1}{2}$	21 سطر	درج نہیں
	1945ء	1000	$12 \times 17\frac{1}{2}$		

اردو کورس ، آٹھویں جماعت کے لیے ، مرتبہ : ڈاکٹر سر محمد اقبال و حکیم احمد شجاع

353	1924ء	درج نہیں	12×18	21 سطر	درج نہیں
355	1930ء	درج نہیں			درج نہیں
366	1940ء	درج نہیں			درج نہیں

آئینہء عجم ، مرتبہ : ڈاکٹر سر محمد اقبال

164 صفحہ	1927ء	درج نہیں	12×17	21 سطر	درج نہیں
	1933ء	درج نہیں			درج نہیں
	1934ء	درج نہیں			درج نہیں

تاریخ ہند ، مرتبہ : ڈاکٹر شیخ محمد اقبال و لالہ رام پرشاد

456+8	1913ء	1000	$12\frac{1}{2} \times 16\frac{1}{2}$		

درسی کتابیں بکثرت شائع ہوتی رہی ہیں - ہمیں بہت سی مزید اشاعتوں کا سراغ ملا۔ لیکن اندازہ ہوا کہ یہ تمام و کمال ، جملہ اشاعتوں کا احصاء اعداد ممکن نہیں

1 روپیہ	کلاب چند کھوڑا: سنز الارکلی لاہور	{	سر کشتاںل پریس لاہور پنجاب آرٹ پریس لاہور ہایٹام لالہ کلاب چند کھوڑا	درج نہیں
11 ہاڑ				

10 آنہ	کلاب چند کھوڑا اینڈ سنز الارکلی لاہور	{	پنجاب آرٹ پریس لاہور	درج نہیں
11 ہاڑ				..

۱۰ آنہ	عطر چند کھوڑا اینڈ سنز الارکلی لاہور	{	کھوڑا آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور ہایٹام لالہ گروالدیلا مل کھوڑا	درج نہیں
				۱۰

۱۰ آنہ	رائے صاحب منشی کلاب سنگھ اینڈ سنز لاہور	سنز: پریس لاہور ہایٹام رائے بہار لالہ سولن لال	درج نہیں
			۱۰

ضمیمہ ۲: انگریزی اشارات، بسلسلہ دیباچہ پیام مشرق (ایک غیر مطبوعہ تحریر)

سوائے صفحہ ۱ پر مشتمل یہ انگریزی اشارات وہ ابتدائی نکات ہیں، جن کی بنیاد پر بعد میں اقبال نے پیام مشرق کا دیباچہ قلم بند کیا۔ اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ اقبال کی یہ دست نوشت تحریر تاحال غیر مطبوعہ ہے۔ اس میں گوٹے کے سچے Geothe درج ہیں۔ اقبال کے املا اور جملوں کی ساخت وغیرہ کوجوں کا توں برقرار رکھا گیا ہے۔ ترجمہ ٹائپ (italics) میں دیے گئے الفاظ اور عبارات جرمن زبان میں ہیں، ان کا انگریزی ترجمہ حاشیے میں درج ہے۔ (ترجمے کے لیے راقم جناب محمد کاظم کا ممنون ہے:)

Herder. Did not know Persian. But his didactic tendency made him interested in Sa'di. He translated portions of Gulistan in his Blumen des Paradieses^۱. But his eastern studies scarcely influenced his original poems. Unlike his contemporary Geothe he received no impulse from the East which would stimulate him to production. His didactic interest (one sided) rendered him indifferent to Hafiz and caused him to proclaim Sa'di as a model worthy of imitation. It was Hafiz who fired the soul of Geothe and inspired him to write the Diwan.

"An Hafiz Gesanges haben wir fast genug Sa'adi ist unslehrricher gewesen"^۲.

Herder

Goethe Fired by Hafiz wrote the Diwan; he introduced the spirit Persian poetry into German Lit. and introduced what is called the Oriental movement

Flowers of the paradise: ترجمہ -۱

On Hafiz's Odes we have almost we have almost enough; Sa'adi: ترجمہ -۲
has become instructive for us.

in Geñ. Lit. (Goethe's Faust-Prologue inspired by Kalidas). To the Orient (i.e. Persia and Arabia-this was Goethe's Orient) he turned at the time of Germany's deepest political degradation ; when she was overrun by foreign invaders (the French). He shrank from the tumult and took refuge in the East. The opening lines of the Diwan clearly show the object of this poetical. ہجرت

In the Diwan however he preserves his poetical independence and does not imitate the form of Persian poetry (Except twice when he imitates the form of Ghazal). He remains a citizen of the west though he dwells in the East for a time. He takes only what he finds congenial to his own nature as to his attitude toward mysticism he had no love for it. It was incompatible with his own habit of clear thinking. He says of Rumi, "I doubt if this poet could give a clear account of his own doctrine (but his admiration for Spinoza :). He knew that Hafiz was mystically interpreted in the East but he looked upon Hafiz as a lyric poet only.

Thus Goethe brought in the Spirit of Persian poetry ; it was reserved for Ruckert and Platen to bring in the form also.

The Oriental Movement started by Goethe was carried to perfection by Ruckert, Platen, Bodenstedt.

Schiller. He died before the Oriental movement in Germany had begun. On him there is no Oriental influence except that his drama توران دخت goes back to Persian source (ہفت پیکر مولینا نظامی افسانہ دختر پادشاہ اقلیم چہارم)

گفت کز جملہ ولایت روس
بود شہرے بشیکوئی چو عروس

But Schiller does not seem to be aware of the source. The scene is laid in China names are Persian.

Von Hammers' complete translation of Hafiz appeared in 1812 and Goethe received the impulse to write the Diwan from this. It was not the impulse only it was also the principal force from which the poet drew his

inspiration. A single verse of Hafiz often furnished a whole theme, Sometimes his own poem could be a translation, Sometimes free paraphrase. Other poets also furnished material e.g. Sa'di, Attar, Firdausi, Quran, Persian sayings, anecdotes etc chosen from various sources.

Persian metaphors and simiies copiously used in the Diwan (گوہراشعار، تیر) مشرگاں، اسیر زلفِ گرگیر، گل و بلبل، خاک در پاری، شیخ و پروانہ)

Reference to Persian love tales یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنوں and a whole part devoted to ساقی (called the book of Saqi). and Geothe does not shrink from alluding to the subject of boy-love.

Platen. (غزلیات) He imitated from the Persian poetry, also (قافیہ و ردیف) even metrical rules. He studied Persian for this purpose. The books that gave him impulse,

1. Hammer's translation of حافظ
2. Geothe's Diwan
3. Ruckerts' Version of a portion of رومی

In 1821 appeared his غزلیات and later آئینہ حافظ etc. These are not translations but original poems inspired by the reading of Hafiz. Persian metaphors used ; ابروئے ہم چو، عروس گل، در عدن، زلف مشکین، لاله عذار، ہلال etc.

Like a Geothe he ignores the mystic side of Hafiz.

The net result of Platen and Ruckerts' efforts_introduction of a new poetic form. Besides غزل Platen wrote قصیدہ & رباعی on Napoleon.

Ruckert

He knows Persian, Arabic and Sanskrit.

He is a devotee to the mystic poetry of Rumi and the joyous strain of Hafiz.

His غزلیات (مشرقی پھول) (حافظ) imitation of Rumi Persian metaphors مرغ روح، خرابات، عیار دانش، منطق الطیر عطار

Ruckert's Sources: گلستان سعدی and مخزن الاسرار نظامی، امیر خسرو ہفت قلام، بہارستان جامی، عیار دانش، منطق الطیر عطار

(مناقب العارفين) from which he takes several legends about Rumi). Also stories from Pre-Islamic Persia پور، یزد، جرد، بہرام چویشی and Poems about Post Islamic Persian kings محمود غزنوی، محمود غزنوی، الپ ارسلان، نظام الملک، الپ ارسلان، محمود غزنوی، حملہ محمود برسومناٹ محمد خوارزم (ہندوستان) Whatever defects his poetry may have Rukert's work is very important. He brought in new spirit and form.

Heine. His earlier poems show us Persian influence; but his later poems (*siene Gedichtes*) show it unmistakably.

Called Sa'adi-Persian Geothe Imagined himself a Persian poet in exile among the Germans-says-'O Firdausi, O Jami,

o Sa'adi, How miserable is your brother, how I yearn after the roses of Shiraz.

But he held a poor opinion of German work Eastern Poetry (*except Geothe's Diwan*). He never imitated this poetry. But his "*Der Dichien Firdausi*" (محمود فردوسی کا قصہ) one of his best poems.

Yet Heine cannot be called a follower of the Oriental movement originated by Geothe & others. He is in no sense an orientali sing poet.

Bodenstedt. Poems of Mirza شفیق original poem, at first published anonymously supposed to be translation.

Ran 140 editions in Germany Later he published اشعار بازماندہ مرزا شفیق but this was not much success.

Sources-Gulistan, Boostan, Jami and Firdausis' یوسف زلیخا Ibn Yamin, Sa'adi Baharistan.

Minor Poets

Loschke, Levitschnig, Wohl, Steiglitz, Hermanstahl, Daumer "Hafiz" a collection of original poems in the manner of Hafiz. Lenthod غزلیات like Platen & Ruckert Von Schack (Scholar & poet like Ruckert). Influenced by عمر خیام, Story of انصاف محمود غزنوی Story of ہاروت ماروت. But the Hafizian movement did not excite his enthusiasm even for Bodenstudts, poems by Mirza Shafi

had no great admiration.

(It is pity that *غزالی، عرانی، نظیری* etc never reached these poets).

نوٹ: علامہ اقبال کے دست نوشت مندرجہ بالا انگریزی اشارات کا عکس تحریر محمد اکرام چغتائی نے اپنی تالیف *Iqbal and Goethe* (اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۰۰ء) میں شامل کر لیا ہے، ص ۶۰۳ تا ۶۰۹۔



ضمیمہ: ۳ (سلسلہ باب ۵)

اقبال کا ایک نایاب مضمون

The Muslim Community

A Sociological Study

یہ اس خطبے کا متن ہے، جو علامہ اقبال نے ۱۹۱۱ء میں علی گڑھ کے سٹریٹیجی ہال میں دیا تھا۔ اس کے بعض اقتباسات *Thoughts* اور *Speeches* (شروانی) میں شامل ہیں، اُردو ترجمہ بھی دستیاب ہے، مگر اصل انگریزی متن مکمل صورت میں نثر اقبال کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ راقم الحروف کو یہ غیر مطبوعہ (مکمل صورت میں) اور نایاب خطبہ، اپنی تحقیق کے دوران اقبال میوزیم سے دستیاب ہوا تھا، پہلی بار اسے زیر نظر ڈاکٹر ایٹ کے مقالے کے ساتھ پیش کیا گیا۔ بعد ازاں اسے استاذی ڈاکٹر وحید قریشی کے ایما پر انہی کی ادارت میں شائع ہونے والے تحقیقی جریدے *مجلہ تحقیق* (ج ۳، ش ۱، اکتوبر ۱۹۸۰ء) میں ایک مختصر تعارفی نوٹ کے ساتھ شائع کرایا گیا۔

اب تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اصل خطبہ معدوم ہو چکا ہے۔ خود اقبال کے پاس بھی اس کی نقل محفوظ نہ تھی، بلکہ میں انہیں کہیں سے اس کی ایک نقل دستیاب ہوگئی، چنانچہ انہوں نے خطبے پر نظر ثانی کرتے ہوئے ابتدائی مسودے میں بعض ترامیم کیں اور آغاز میں ایک وضاحتی شذرہ بھی تحریر کیا، جو اس خطبے کے پس منظر پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہ شذرہ اقبال کی اپنی تحریر میں ہے، اسے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے (اس کا عکس، آئندہ صفحے پر دیکھیے):

عکس دست نوشت اقبال

The following is a reproduction of the handwritten text from the reverse side of the page, written in Urdu. The text is written in a cursive style and is oriented vertically on the page.

میرا نام اقبال ہے۔ میری پیدائش ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔
 میری تعلیم جامعہ اسلامیہ، لاہور سے ہوئی۔
 میری شہریت پاکستانی ہے۔
 میری زندگی کا مقصد علم و ادب کی خدمت ہے۔
 میری کتابیں "غزل" اور "مجموعہ غزلیں" ہیں۔
 میری شہرت "غزل" کی بنا پر ہے۔
 میری زندگی کا مقصد علم و ادب کی خدمت ہے۔
 میری کتابیں "غزل" اور "مجموعہ غزلیں" ہیں۔
 میری شہرت "غزل" کی بنا پر ہے۔

۱۹۳۱ء
 ۲۱ جولائی

خطبہ علی گڑھ کے مسودے پر علامہ اقبال کا وضاحتی شدہ

The Muslim Community

A Sociological Study

This lecture was delivered at Aligarh in 1911. The remark about the Qadianis in this lecture must be revised in the light of the revelation of the spirit of the movement since 1911. The Qadianis still appear to be Muslims in externals. Indeed they are very particular in the matter of externals, but the spirit of the movement as revealed often is wholly inimical to Islam. Outwardly they look Muslims and anxious to look so; but inwardly their whole mentality is Magian. It is probable that eventually the movement will end in Bahatism from which it originally appears to have received inspiration.

M. Iqbal

21st Oct: 1935

اب اصل مضمون ملاحظہ کیجیے:

In the epic sweep of human history, there is nothing more awe-inspiring, nothing more destructive of human ambition than the ruins of bygone nations, empires and civilisations appearing and disappearing, during the painful course of human evolution, like the scenes of a rapidly vanishing dream. The forces of Nature appears to respect neither individuals nor nations; her inexorable laws continue to work as if she has a far-off purpose of her own, in no sense related to what may be the immediate interest or the ultimate destiny of man. But man is a peculiar creature. Amidst the most discouraging circumstances, his imagination, working under the control of his understanding, gives him a more perfect vision of himself and impels him to discover the means which would transform his brilliant dream of an idealised self into a living actuality. An animal of inferior physical strength, unequipped with natural weapons of defence, lacking the power of nocturnal vision, keen scent, or fleetness of foot, man has, in search of a freer, ampler life, always directed his indefatigable energy to discover the laws of nature,

understand their working, and thus gradually to become a determining factor in his own evolution. By the great discovery of the law of Natural Selection he has succeeded in reaching a rational conception of his own history which, before long appeared to him to be nothing more than an inscrutable series of events dropping out, one by one, from the mysterious womb of time, without any inherent order or purpose. A still deeper insight into the meaning of this law, and the discovery by Post-Darwinian thinkers, of other equally important facts of collective life are calculated to work a complete revolution in man's notions of group-life in its social, ethical economic and political aspects. It has been brought to light by recent biological research that the individual as such is a mere abstraction, a convenient expression for facility of social reference, passing moment in the life of the group to which he happens to belong. His thoughts, his aspirations, his ways of life, his entire mental and physical outfit, the very number of days which he lives, are all determined by the needs of the community of whose collective life he is only a partial expression. The interests of society as a whole are fundamentally different and even antagonistic to the interests of the individual whose activity is nothing more than an unconscious performance of a particular function which social economy has allotted to him. Society has a distinct life of its own, irrespective of the life of its component units taken individually. And just as an individual organism, in a state of organic disorder, sometimes unconsciously sets up within itself, forces which tend to its health, so a social organism under the corroding influence of destructive forces, may sometimes call into being counteracting forces-such as the appearance of an inspiring personality, the birth of a new ideal, or a universal religious reform-which tend to restore its original vitality, and finally save the organism from structural collapse by making the inward communal self to bring into subjection all the insubordinate forces, and to throw off all that is inimical to the health of its organic unity. Society has or rather tends to have a

consciousness, a will, and an intellect of its own, though the stream of it mentality has no other channel through which to flow than individual minds. The expressions "Public Opinion, National Genius", or what the Germans happily phrase the "Zeitgeist" are only vague recognitions of this exceedingly important fact of social Psychology. The crowd, the mass-meeting, the corporation, the sect, and, finally the deliberative assembly are the various means by which the body-social organises itself in order to secure the unity of self-consciousness. It is not necessary that the social mind should be conscious of all the various ideas that are, at a particular moment, working in the individual minds. The individual mind is never completely aware of its own states of Consciousness. In the case of the collective mind, too many feelings, states and ideas remain below the threshold of social sensibility, only a portion of the universal mental life crossing the border, and getting into the clear daylight of social consciousness. This economical arrangement saves from unnecessary expenditure, a great quantity of the energy of the central organs which would otherwise be fruitlessly spent on details. It is, therefore, clear that society has a life-stream of its own. The idea that it is merely the sum of its existing individuals is essentially wrong and consequently all projects of social and political reform, which proceed on this assumption, must undergo a careful re-examination. Society is much more than its existing individuals; it is in its nature infinite; it includes within its contents, the innumerable unborn generations, which, though they ever lie beyond the limits of immediate social vision, must be considered as the most important portion of a living community. Recent biological research has revealed that in the successful group-life it is the future which must always control the present; to the species taken as a whole, its unborn members are perhaps more real than its existing members whose immediate interests are subordinated and even sacrificed to the future interests of that unborn infinity which slowly discloses itself from generation to generation. To this

remarkable revelation of biological truth the social and political reformer cannot afford to remain indifferent. Now it is from this standpoint-from the standpoint of the future-that I wish to test the worth of our present social activity. There is strictly speaking only one all-important problem before a community-call it whatever you like, social, economic or political-and that is the problem of a continuous national life. Extinction is as abhorrent to a race as to an individual. The worth of all the various activities of a community-intellectual or otherwise-ought always to be determined in reference to this ultimate purpose. We must criticise our values, perhaps trans-valuate them; and, if necessary, create new worths; since the immortality of a people, as Nietzsche has so happily put, depends upon the incessant creation of worths. Things certainly bear the stamp of divine manufacture, but their meaning is through and through human. Before, however, I proceed to this examination I wish to consider a few preliminary points, the consideration of which, to my mind, is essential to arriving at any definite conclusion concerning the Muslim Community. These points are:

- (1) The general structure of the Muslim Community.
- (2) The uniformity of Muslim Culture.
- (3) The type of character essential to a continuous National life of the Muslim Community.

I shall take these points in order.

(1) The essential difference between the Muslim Community and other Communities of the world consists in our peculiar conception of nationality. It is not the unity of language or country or the identity of economic interest that constitutes the basic principle of our nationality. It is because we all believe in a certain view of the universe, and participate in the same historical tradition that we are members of the society founded by the Prophet of Islam. Islam abhors all material limitations, and bases its nationality on a purely abstract idea, objectified in a potentially expansive group of concrete

personalities. It is not dependent for its life?principle on the character and genius of a particular people; in its essence it is non?temporal, non?spatial.

The Arab Race, the original creation of Islam, was certainly a great factor in its political expansion, but the enormous wealth of literature and thought-manifestations of the higher life of the spirit-has been the work of chiefly non-Arabian races. It seems as if the birth of Islam was only a momentary flash of divine consciousness in the life?history of the Arab race; the working of its spiritual potentialities was due to the genius of people other than the Arabs. The essence of Islam, then, being purely ideal, it could not accept any objective principle-such as country-as a principle of nationality. The territorial conception of nationality, which has been so much exaggerated in modern times, bears within itself the germs of its own destruction. The idea of modern nationalism has certainly functioned usefully in forming smaller political units, and creating a healthy rivalry among them, which has contributed so much to the variety of modern civilisation. But the idea is apt to be exaggerated, it has created a great deal of misunderstanding of international motives; it has opened up a vast field for diplomatic intrigue, and tends to ignore the broad human element in art and literature by emphasising the peculiar traits and characteristics of particular peoples. To my mind the feeling of patriotism, which the national idea evokes, is a kind of deification of a material object, diametrically opposed to the essence of Islam, which appeared as a protest against all the subtle and coarse forms of idolatry. I do not, however, mean to condemn the feeling of Patriotism. Peoples whose solidarity depends on a territorial basis are perfectly justified in that feeling. But I certainly do mean to attack the conduct of those who, while they recognise the great value of patriotic feeling in the formation of a peoples' character, yet condemn our 'Asabiyyat which they miscall fanaticism. We are as much justified in our 'Asabiyyat as they are in their Patriotism. For what is 'Asabiyyat? Nothing but the principle of individuation working in the

case of a group. All forms of life are more or less fanatical, and ought to be so, if they care for their individual or collective life. And as a matter of fact all nations are fanatical. Criticise a Frenchman's religion; you do not very much rouse his feelings; since your criticism does not touch the life-principle of his nationality. But criticise his civilisation, his country or the corporate behaviour of his nation in any sphere of political activity and you will bring out his innate fanaticism. The reason is that his nationality does not depend on his religious belief; it has a geographical basis-his country. His 'Asabiyyat is then justly roused when you criticise the locality-which he has idealised as the essential principle of his nationality. Our position however, is essentially different. With us nationality is a pure idea; it has no objective basis. Our only rallying-point, as a people, is a kind of purely subjective agreement in a certain view of the world. If then our 'Asabiyyat is roused when our religion is criticised, I think we are as much justified in it as a Frenchman is when his country is denounced. The feeling in each case is the same though associated with different objects. 'Asabiyyat is Patriotism for religion; Patriotism 'Asabiyyat for country. 'Asabiyyat simply means a strong feeling for one's own nationality and does not necessarily imply any feeling of hatred against other nationalities. During my stay in England I found that whenever I described any peculiarly Eastern custom or mode of thought to an English lady or gentlemen, I, almost invariably, invoked the remark, "how funny", as if any non-English mode of thought was absolutely inconceivable. I have the highest admiration for this attitude; it does not indicate any want of imagination; the country of Shakespeare, Shelley, Keats, Tennyson and Swinburne cannot be wholly unimaginative; on the other hand it indicates how deeply England's mode of thought and life, her institutions, her manners and customs are rooted in the mind of her people.

The religious idea, then, without any theological centralisation, which would unnecessarily limit the liberty of the individual, determines the

ultimate structure of the Muslim Community. In the case of no community the words of Augustus Comte are so completely true as in the case of our own. "Since Religion", says he, "embraces all our existence, its history must be an epitome of the whole history of our development." It may, however, be asked that if mere belief in certain prepositions of a Metaphysical import is the only thing that ultimately determines the structures of the Muslim Community, is it not an extremely unsafe basis especially before the advance of modern knowledge, with its habits of Rationalism and criticism? This is what the French Orientalist Renan thought; and entertained a veiled hope that Islam would one day "lose the high intellectual and moral direction of an important part of the universe." Nations, the basic principle of whose collective life is territorial, need not be afraid of Rationalism, to us it is a dangerous foe, since it aims at the very principle, which gives us a communal life, and alone makes our collective existence intelligible. Rationalism is essentially analysis and consequently threatens to disintegrate the communal synthesis achieved by the force of the religious idea. It is undoubtedly true that we can meet Rationalism on its own ground. But the point which I wish to impress on you is that the dogma i.e. the point of universal agreement on which our communal solidarity depends, has essentially a national rather than intellectual significance for us. To try to convert religion into a system of speculative knowledge is, in my opinion, absolutely useless, and even absurd, since the object of religion is not thinking about life; its main purpose is to build up a coherent social whole for the gradual elevation of life. Religion is itself metaphysics; in so far as it calls up into being a new universe with a view to suggest a new type of character tending to universalise itself in proportion to the force of the personality in which it originally embodies itself. The point that I have tried to bring out in the above remarks is that Islam has a far deeper significance for us than merely religious; it has a peculiarly national meaning so that our communal

life is unthinkable without a firm grasp of the Islamic Principle. The idea of Islam is, so to speak, our eternal home or country wherein we live, move and have our being. To us it is above everything else, as England is above all to the Englishman and "Deutschland uber alles" to the German. The moment our grasp of the Islamic Principle is loosened that solidarity of our community is gone.

(2) Coming now to the second point: The uniformity of Muslim Culture. The unity of religious belief on which our communal life depends, is supplemented by the uniformity of Muslim culture. Mere belief in the Islamic principle, though exceedingly important, is not sufficient. In order to participate in the life of the communal self, the individual mind must undergo a complete transformation, and this transformation is secured, externally by the institutions of Islam, and internally by that uniform culture which the intellectual energy of our forefathers has produced. The more you reflect on the history of the Muslim Community the more wonderful does it appear from the day of its foundation up to the beginning of the 16th century almost a thousand years this energetic race was busy in the all-absorbing occupation of political expansion. Yet in this storm of continuous activity the Muslim world found time to unearth the treasures of ancient science, to make material additions to them, to build a literature of unique character and above all to develop a comprehensive system of law, probably the most valuable legacy that Muslim civilisation has left us. Just as the Muslim Community does not recognise any ethnological differences, and aims at the subsumption of all races under the universal idea of humanity, so our culture is relatively universal, and is not indebted for its life and growth to the genius of one particular people. Persia is perhaps the principal factor in the making of this culture. If you ask me what is the most important event in the history of Islam, I shall immediately answer, the conquest of Persia. The battle of Nehwand gave to the Arabs not only a beautiful country, but also an ancient people who could construct a new civilisation out of the Semitic and the

Aryan material. Our Muslim civilisation is a product of the cross? fertilisation of the Semitic and the Aryan ideas. It inherits the softness and refinement of its Aryan mother and the sterling character of its Semitic father. The Conquest of Persia gave to the Musalmans what the Conquest of Greece gave to the Romans, but for Persia our culture would have been absolutely one-sided. And the people whose contact transformed the Arabs and the Mughals are not intellectually dead. Persia, whose existence as an independent Political unit is threatened by the aggressive ambition of Russia, is still a real centre of Muslim culture, and I can only hope that she still continues to occupy the position that she has always occupied in the Muslim world. To the Royal family of the Persia the loss of the Persia's political independence would mean only a territorial loss, to the Muslim culture such an event would be a blow much more serious than the Tartar invasion of the 13th century. But perhaps I am drifting into politics which it is not my present object to discuss, all that I mean to establish is that in order to become a living member of the Muslim Community, the individual, besides an unconditional belief in the religious principle, must thoroughly assimilate the culture of Islam. The object of this assimilation is to create a uniform mental outlook, a peculiar way of looking at the world, a certain definite standpoint from which to judge the value of things which sharply defines our community, and transforms it into a corporate individual giving it a definite purpose and ideal of its own.

(3) The third point need not detain us long. The above remarks indicate the principal features of an essentially Muslim type of character. The various types of character, however, that become popular in a community do not appear haphazard. Modern Sociology teaches us that the moral experience of nations obeys certain definite laws. In primitive societies where the struggle for existence is extremely keen and draws more upon man's physical rather than intellectual qualities it is the valiant man who becomes an object of

universal admiration and imitation. When, however, the struggle relaxes and the peril is over, the valorous type is displaced, thought not altogether, by what Giddings calls the convivial type, which takes a due share in all the pleasures of life, and combines in itself the virtues of liberality, generosity and good fellowship. But these two types of character have a tendency to become reckless, and by way of reaction against them appears the third great type which holds up the ideal of self-control, and is dominated by a more serious view of life. In so far as the evolution of the Muslim Community in India is concerned, Temur represented the first type, Babar combined the first and the second, Jahangir embodied pre-eminently the second, while the third type was foreshadowed in Alamgir whose life and activity forms, in my opinion, the starting point in the growth of Muslim Nationality in India. To those whose knowledge of Alamgir is derived from the Western interpreters of Indian History, the name of Alamgir is associated with all sorts of cruelty, intolerance, treachery and political intrigue. I shall be drifting away from the main point of this lecture if I undertake to show, by a right interpretation of contemporary history, the legitimacy of motives that guided Alamgir's political life. A critical study of his life and times has convinced me that the charges brought against him are based on a misinterpretation of contemporary facts, and a complete misunderstanding of the nature of social and political forces, which were then working in the Muslim State. To me the ideal of character, foreshadowed by Alamgir is essentially the Muslim type of character, and it must be the object of all our education to develop that type. If it is our aim to secure a continuous life of the community, we must produce a type of character, which at all costs, holds fast to its own, and while it readily assimilates all that is good in other types, it carefully excludes from its life all that is hostile to its cherished traditions and institutions. A careful observation of the Muslim Community in India reveals the point on which the various lines of moral experience of the community are now tending to

converge. In the Punjab the essentially Muslim type of character has found a powerful expression in the so-called Qadiani sect; while in the United Provinces, owing to a slightly different intellectual environment, the need of such a type of character is loudly proclaimed by a great poetic voice. In his light hearted humour Maulana Akbar of Allahabad, aptly called the tongue of the times, conceals a keen perception of the nature of the forces that are at present working in the Muslim Community. Do not be misled by the half-serious tone of his utterances; he keeps his tears veiled in youthful laughter, and will not admit you into his workshop until you come with a keener glance to examine his wares. So deeply related are the currents of thought and emotion in a homogeneous community that if one portion reveals a certain organic craving the material to satisfy that craving is almost simultaneously produced by the other.

Let me now precede a step further. In the foregoing discussion I have tried to establish three propositions

1. That the religious idea constitutes the life-principle of the Muslim Community. In order to maintain the health and vigour of such a community, the development of all dissenting forces in it must be carefully watched and a rapid influx of foreign elements must be checked or permitted to enter into the social fabric very slowly, so that it may not bring on a collapse by making too great a demand on the assimilative power of the social organism.

2. Secondly: the mental outfit of the individual belonging to the Muslim Community must be mainly formed out of the material which the intellectual energy of his forefathers has produced, so that he may be made to feel the continuity of the present with the past and the future.

3. Thirdly: that he must possess particular type of character which I have described as the Muslim type.

It is my object now to examine the value of the work that we have done in the various spheres of activity. Now a thoroughgoing criticism of the work

of the Muslim world in the sphere of Politics, Religion, Literature and Thought, Education, Journalism, Industry, Trade and Commerce will require several volumes! The events, which are now happening in the Muslim World, are extremely significant and a searching examination of them would be exceedingly instructive; but the task is enormous, and I confess it is beyond my power to undertake it. I shall, therefore, have to confine my observations to the work that we have done in India, and here too I do not pretend to give you any exhaustive treatment of the various problems now confronting us. I shall consider only two points-Education and the improvement of the general condition of the masses.

During the last fifty years or so, the work of Education has absorbed almost all our energies. It is not improper to ask whether we have been following any definite educational ideal, or only working for immediate ends without giving a thought to the future. What kind of men have we turned out? And is the quality of the output calculated to secure a continuous life of such a peculiarly constructed community as our own? The answer to these questions has been already indicated. The students of Psychology among you know very well that the personal identity of the individual mind depends upon the orderly succession of its mental states. When the continuity of the stream of individual consciousness is disturbed there results Psychical ill health which may, in course of time, lead on to a final dissolution of vital forces. The same is the case with the life of the social mind whose continuity is dependent on the orderly transmission of its collective experience from generation to generation. The object of education is to secure this orderly transmission and thus to give a unity of self-consciousness of personal identity to the social mind. It is a deliberate effort to bring about a organic relation between the individual and the body-politic to which he belongs. The various portions of the collective tradition so transmitted by education, permeate the entire social mind, and become objects of clear consciousness in the minds of a few individuals only whose life and thought become

specialised for the various purposes of the community. The legal, historical and literary traditions of a community, for instance, are definitely present to the consciousness of its lawyers, historians and literary writers, though the community as a whole is only vaguely conscious of them. Now I wish you to look at and judge the value of our educational achievement from this standpoint. In the modern Muslim young man, we have produced a specimen of character whose intellectual life has absolutely no background of Muslim culture without which, in my opinion, he is only half a Muslim or even less than that; provided his purely secular education has left his religious belief unshaken. He has been allowed, I am afraid, to assimilate Western habits of thought to an alarming extent, a constant study of Western literature, to the entire neglect of the collective experience of his own community, has, I must frankly say, thoroughly de-Muslimised his mental life. No community, I say without any fear of contradiction, has produced so very noble type of character as our own yet our young man who is deplorably ignorant of the life-history of his own community, has to go to the great personalities of Western history for admiration and guidance. Intellectually he is a slave to the West, and consequently his soul is lacking in that healthy egoism which comes from a study of ones own history and classics. In our educational enterprise, we have hardly realised the truth, which experience is now forcing upon us, that an undivided devotion to an alien culture is a kind of imperceptible conversion to that culture, a conversion which may involve much more serious consequences than conversion to a new religion. No Muslim writer has expressed this truth more pointedly than the poet Akbar who, after surveying the present intellectual life of the Muslim young man cries out in despair

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

We now see that the fears of the "شیخ مرحوم", the representative of the essentially Muslim culture, who waged a bitter controversy with the late Sir

Syyed Ahmad Khan on the question of Western Education, were not quite groundless. Need I say that our educational product is a standing testimony to the grain of truth contained in the Shaikh Marhum's contention? Gentlemen, I hope you will excuse me for these straightforward remarks. Having been in close touch with the student-life of today for the last ten or twelve years, and teaching a subject closely related to religion, I think I have got some claim to be heard on this point. It has been my painful experience that the Muslim student, ignorant of the social, ethical and political ideals that have dominated the mind of his continuity, is spiritually dead; and that if the present state of affairs is permitted to continue for another twenty years, the Muslim spirit, which is now kept alive by a few representations of the old Muslim culture, will entirely disappear from the life of our community. Those who laid it down as a fundamental principle that the education of the Muslim child must begin with the study of the Qur'an-no matter whether he understands it or not-were certainly much, more sensible of the nature of our community than we claim to be. Economic considerations alone ought not to determine our activity as a people, the preservation, of the unity of the community; its continuous national life is a far higher ideal than the service of merely immediate ends. To me a Muslim of scanty means who possesses a really Muslim character is a much more valuable national asset than a high-salaried free-thinking graduate with whom Islam, far from being a working principle of life, is merely a convenient policy in order to secure a greater share in the loaves and fishes of the country. These remarks need not lead you to think that I mean to condemn Western culture. Every student of Muslim history must recognise that it was the West, which originally shaped the course of our intellectual activity. In the sphere of pure thought we are still perhaps more Greek than Arab or Persian; Yet nobody can deny that we possess a unique culture of our own, which no modern Muslim system of education can afford to ignore without running the risk of denationalising those whose good

it aims at securing. It is indeed a happy sign that the idea of a Muslim University has dawned upon us. Considering the nature of our community the necessity of such an institution cannot be doubted provided it is conducted on strictly Islamic lines. No community can afford to break entirely with its past and it is more emphatically true in the case of our community whose collective tradition alone constitutes the principle of its vitality. The Muslim, must of course, keep pace with the progress of modern ideas; but his culture must, in the main, remain Muslim in character; and it is clear that such a thing cannot be attained without a teaching university of our own. If you produce young men, the groundwork of whose culture is not Muslim, you will not be bringing up a Muslim community, you will be creating a totally new community, which having no strong principle of cohesion may, at any time lose its individuality in the individuality of any of the surrounding communities, that may happen to possess a greater vitality than itself. But there is, perhaps a still more important reason for the necessity of a Muslim University in India. You know that the ethical training of the masses of our community is principally in the hands of a very inefficient class of Moulvies or public preachers, the range of whose knowledge of Muslim history and literature is extremely limited. A modern public teacher of morality and religion must be familiar with the great truths of history, economics and sociology besides being thoroughly conversant with the literature and thought of his own community. Such public teachers are the great need of the times. The Nadwa, the Aligarh College, the theological Seminary of Dewband, and other institutions of a similar type, working independently of one another, cannot meet this pressing demand. All these scattered educational forces should be organised into a central institution of a large purpose which may afford opportunities not only for the development of special abilities, but may also create the necessary type of culture for the modern Indian Muslim. A purely Western ideal of education will be dangerous to the life of our

community if it is to continue as an essentially Muslim community. It is therefore absolutely necessary to construct a fresh educational ideal in which the elements of Muslim culture must find a prominent place, and past and the present commingle in a happy union. The construction of such an ideal is not an easy task; it requires a large imagination, a keen perception of the tendencies of modern times, and a complete grasp of the meaning of Muslim history and religion.

Before leaving this point, I think, I ought to say a few words on the education of the Muslim woman. This is not a place to discuss the ideal of womanhood in Islam. I must, however, frankly admit that I am not an advocate of absolute equality between man and woman. It appears that Nature has allotted different functions to them, and a right performance of these functions is equally indispensable for the health and prosperity of the human family. The so called "emancipation of the Western woman" necessitated by Western individualism, and the peculiar economic situation produced by an unhealthy competition, is an experiment, in my opinion, likely to fail, not without doing incalculable harm, and creating extremely intricate social problems. Nor is the higher education of women likely to lead to any desirable consequences in so far as the birth rate of a community is concerned. Experience has already shown that the economic emancipation of women in the West has not, as was expected, materially extended the production of wealth. On the other hand it has a tendency to break up the unity of the family, which is an exceedingly important factor in the psychical life of society. Now I am ready to recognise that the evolution of society by resident forces alone is impossibility in modern times. The almost total annihilation of space and time has produced a close contact among the various communities of the world, a contact that is likely to affect the natural orbit of some and to prove disastrous to others. What the larger economic, social and political forces that are now working in the world will bring about,

nobody can foretell; but we must remember that while it is advisable, and even necessary for a healthy social change, to assimilate the elements of an alien culture, a hasty injudicious jump to alien institutions may lead to most abrupt structural disturbance in the body?social. There is an element of universality in the culture of a people; their social and political institutions, on the other hand, are more individual. They are determined by their peculiar tradition and life-history, and cannot be easily adopted by a community having a different tradition and life?history. Considering then the peculiar nature of our community, the teaching of Islam, and the revelations of Physiology and Biology on the subject, it is clear that the Muslim women should continue to occupy the position in society which Islam has allotted to her. And the position which has been allotted to her must determine the nature of her education. I have tried to show above that the solidarity of our community rests on our hold on the religion and culture of Islam. The woman is the principal depository of the religious idea. In the interests of a continuous national life, therefore, it is extremely necessary to give her, in the first place, a sound religious education. That must, however, be supplemented by a general knowledge of Muslim-History, domestic economy, and hygiene. This will enable her to give a degree of intellectual companionship to her husband and to successfully do the duties of motherhood, which, in my opinion, is the principal function of the woman. All subjects which have a tendency to de?womanise and to de?Muslmise her, must be carefully excluded from her education. But our educationists are still groping in the dark. They have not yet been able to prescribe a definite course of study for our girls; and some of them are, unfortunately too much dazzled by the glamour of Western ideals to realise the difference between Islam which constructs nationality out of a purely abstract idea, i.e. religion, and Westernism which builds nationality on an objective basis i.e. country.

I shall now proceed to offer a few remarks on the improvement of the

general condition of the masses of our community. And in this connection the first point of importance is the economic condition of the average Muslim. I am sure nobody will deny that the economic condition of the average Muslim is extremely deplorable. His small wage, dirty house and underfed children are a matter of common observation in the towns where the population is mostly Muslim. Pass through a Muslim street in Lahore; what do you find? An old silent gloomy street whose mournful quite is relieved by the shrieks of ill-clad bony children or by the subdued entreaties of an old woman in Pardah spreading out her skinny hand for alms. This is not all. Inside these unhappy dwellings there are hundreds of men and women whose fathers have seen better days, but who are now compelled to starve without ever opening their lips for appeals to charity. It is really this poverty of the lower strata of our community and not the Pardah system, as our young protagonists of social reform sometimes contend, that is reacting on the general physique of our community. Besides this class there is the absolutely incapable who brings into the world children as incapable as himself, and by surrendering himself to laziness and crime spreads the contagion of these vices to others. Have we ever given a thought to these aspects of the social problem? Have we ever realised that the duty of our Anjumans and leagues is to work for the elevation of the masses and not to push up the individuals? The most important problem before the Muslim public worker is how to improve the economic conditions of his community. It is his duty to make a careful study of the general economic situation in India and the causes, which have brought it about. How much of this situation is due to the larger economic forces that are working in the modern world, how much to the historical antecedents, customs, prejudices and ethical shortcomings of the people of this land, how much, if at all, to the policy of the Government; these are the questions which, in preference to other questions, must occupy his brains. The problem will, of course, have to be approached in a broad impartial non-sectarian

spirit; since the economic forces affect all communities alike. The ever-increasing land-revenue, the importation of foreign drink into country, or the rise of prices, whether it is due to a wrong currency policy or the establishment of free-trade between an agricultural country and a manufacturing country or to any other cause-these things affect the economic condition of Hindus, Muslims, Sikhs and Parsees all alike, and loudly proclaim that the public workers of all the various communities can, at least, meet on the common ground of economic discussion. The Muslim public worker however has hitherto concentrated almost all his energies on the point of securing our due share in Government Service. The effort is certainly laudable, and he must continue to work until we have achieved our object. But he must remember that Government Service as a field for the production of wealth is extremely limited. It offers prospects of economic elevation only to a few individuals; the general health of a community depends largely on its economic independence. There is no doubt that a few individuals in the higher branches of Government Service give a tone of honour and self-respect to the whole community; but it is equally true that there are other spheres of economic activity which are equally important and more profitable. The process of change and adjustment to an economic ideal is certainly painful to a people whose tradition have been in the main, military, yet in view of the change that is coming over the communities of Asia, principally through the economic energy of western nations, the ordeal must be gone through. Besides working for the removal of economic disabilities, if any, we must have a system of technical education, which is, in my opinion, even more important, than higher education. The former touches the general economic condition of the masses which form the back bone of a community, the latter only a few individuals who happens to possess more than average intellectual energy. The charity of the wealthier classes among us must be so organised as to afford opportunities of a cheap technical education to the

children of the community. But industrial and commercial training alone is not sufficient. In economic competition the ethical factor plays an equally important part. The virtues of thrift, mutual trust, honesty, punctuality and co-operation are as much valuable economic assets as professional skill. How many economic undertakings have failed in India through want of mutual trust and a proper spirit of co-operation. If we want to turn out good working men, good shopkeepers, good artisans and above all good citizens, we must first make them good Muslims.





کتابیات

الف: کتابیں

ب: رسائل و اخبارات

ج: مسودات اور قلمی بیاضیں

د: غیر مطبوعہ خطوط اور یادداشتیں

ه: غیر مطبوعہ تحقیقی مقالے

الف: کتابیں

- آثارِ اقبال، مرتب: غلام دستگیر رشید۔ ادارہ اشاعت اردو حیدرآباد دکن، ۱۹۴۴ء
- احوال و آثارِ اقبال، دوم: ڈاکٹر محمد باقر۔ بزمِ اقبال لاہور، ۱۹۸۸ء۔
- ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ: ڈاکٹر سید عبداللہ۔ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۷ء
- اردو اسلا: رشید حسن خاں۔ نیشنل اکادمی دہلی، ۱۹۷۴ء
- اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ جلد ۳: پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۶۸ء
- اردو کیسے لکھیں: رشید حسن خاں۔ مکتبہ جامعہ لپیٹڈ نئی دہلی، ۱۹۷۵ء
- اسلامی تصوف اور اقبال: ڈاکٹر ابوسعید نور الدین۔ اقبال اکادمی پاکستان کراچی، ۱۹۵۹ء
- اشاریہ کلامِ اقبال (اردو): ڈاکٹر محمد صدیق شلی۔ کتاب مرکز فیصل آباد، ۱۹۷۷ء
- اصلاحاتِ اقبال، مرتب: محمد بشیر الحق دسنوی۔ مکتبہ دین و دانش بانکی پور پٹنہ، ۱۹۵۰ء
- اصول تحقیق و ترتیب متن: ڈاکٹر تنویر احمد علوی۔ شعبہ اردو دلی یونیورسٹی دہلی
- اقبال: از عطیہ بیگم، مترجم: ضیاء الدین احمد برنی۔ اقبال اکادمی کراچی، ۱۹۵۶ء
- اقبال: مولوی احمد دین۔ اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور، ۱۹۲۶ء
- اقبال اکادمی، کارگزاری اور منصوبے: ڈاکٹر محمد معز الدین۔ اقبال اکادمی پاکستان کراچی
- اقبال اور اس کا عہد: جگن ناتھ آزاد۔ ادارہ انیس اردو آلہ آباد، ۱۹۶۰ء
- اقبال اور انجمن حمایت اسلام: محمد حنیف شاہد۔ کتب خانہ انجمن حمایت اسلام لاہور، ۱۹۷۶ء
- اقبال اور بھوپال: صہبا لکھنوی۔ اقبال اکادمی پاکستان کراچی، ۱۹۷۳ء
- اقبال اور پنجاب کونسل: محمد حنیف شاہد۔ مکتبہ زریں لاہور، ۱۹۷۷ء
- اقبال اور عبدالحق: ڈاکٹر ممتاز حسن۔ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۳ء

۱- علامہ اقبال کی تصانیف کی جملہ اشاعتوں کی تفصیل ضمیر نمبر میں دی جا رہی ہے، اس لیے ضمیمے میں مذکور کتابیں زیر نظر کتابیات میں شامل نہیں کی گئیں۔

- اقبال اور فارسی شعرا: ڈاکٹر محمد ریاض۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء
- اقبال اور مسئلہ تعلیم: محمد احمد خاں۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء
- اقبال اور مغربی مفکرین: جگن ناتھ آزاد۔ مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، ۱۹۷۵ء
- اقبال۔ ایرانیوں کی نظر میں: ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی۔ اقبال اکادمی پاکستان کراچی، ۱۹۵۷ء
- اقبال۔ ایک مطالعہ: جاہر علی سید۔ بزم اقبال لاہور، ۱۹۸۵ء
- اقبال بنام شاد، مرتب: محمد عبداللہ قریشی۔ بزم اقبال لاہور، ۱۹۸۶ء
- اقبال۔ جادو گر ہندی نژاد: عتیق صدیقی۔ مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، ۱۹۸۰ء
- اقبال۔ جہان دیگر مرتب: محمد فرید الحق۔ گردیزی پبلشرز کراچی، ۱۹۸۳ء
- اقبال۔ چند نئے مباحث: ڈاکٹر تحسین فراقی۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۹۷ء
- اقبال۔ چودھری محمد حسین کی نظر میں، مرتب: محمد حنیف شاہد۔ سنگ میل لاہور، ۱۹۷۵ء
- اقبال۔ خواتین کی نظر میں: یکتا امروہوی۔ دہلی
- اقبال۔ درونِ خانہ [اڈل]: خالد نظیر صوفی۔ بزم اقبال لاہور، ۱۹۷۱ء
- اقبال۔ سب کے لیے: ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ اُردو اکادمی سندھ کراچی، ۱۹۷۸ء
- اقبال۔ سید سلیمان ندوی کی نظر میں، مرتب: اختر راہی۔ بزم اقبال، لاہور، ۱۹۷۸ء
- اقبال کا ذہنی ارتقا: ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ مکتبہ خیابان ادب لاہور، ۱۹۷۸ء
- اقبال کا فکرو فن: ڈاکٹر محمد دین تاثیر، مرتب: افضل حق قرشی۔ فیب پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۷ء
- اقبال کا فلسفہ تعلیم: محمد احمد صدیقی۔ کراچی بک کمپنی کراچی، سن
- اقبال کامل: عبدالسلام ندوی۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۳۸ء
- اقبال کی اُردو نثر: ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۷ء
- اقبال کی تلاش میں: ڈاکٹر ظ۔ انصاری۔ میٹرو پرنٹنگ پریس بمبئی، ۱۹۷۸ء
- اقبال کی صحبت میں: ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۷ء
- اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ: ڈاکٹر عبدالشکور احسن۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء
- اقبال کے ابتدائی افکار: ڈاکٹر عبداللہ الحق۔ پہاڑ پور، مچھلی شہر، جون پور، ۱۹۶۹ء
- اقبال کے آخری دو سال: عاشق حسین بٹالوی۔ اقبال اکادمی پاکستان کراچی، ۱۹۶۱ء
- اقبال کے تعلیمی نظریات: محمد احمد صدیقی۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی، ۱۹۶۵ء

- اقبال کے چند جواہر ریزے: پروفیسر خواجہ عبدالجبار۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور [قدیم]، ۱۹۳۳ء
- اقبال کے شعری مآخذ: سید وزیر الحسن عابدی۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء
- اقبال کے ممدوح علماء، مرتب: قاضی افضل حق قرشی۔ مکتبہ محمودیہ لاہور، ۱۹۷۸ء
- اقبال کے ہم صفیر: ایس ایم ناز۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، [۱۹۷۷ء]
- اقبال کے ہم نشین، مرتب: صابر کلروی۔ مکتبہ خلیل لاہور، ۱۹۸۵ء
- اقبال نامہ، مرتب: چراغ حسن حسرت۔ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، سن
- اقبال نامہ [یک جلدی اشاعت]: شیخ عطاء اللہ۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۰۵ء
- اقبال نامے، مرتب: ڈاکٹر اخلاق اثر۔ طارق پبلی کیشنز، بھوپال، ۱۹۸۱ء، دوم، ۱۹۹۰ء، سوم، ۲۰۰۶ء
- اقبالیات: غلام رسول مہر (مرتب: امجد سلیم علوی)، مہر سنز لاہور، ۱۹۸۸ء
- اقبالیات کا تنقیدی جائزہ: قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی۔ اقبال اکادمی پاکستان کراچی، ۱۹۶۵ء
- اقبالیاتی ادب کے تین سال: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی۔ الحرا پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۲ء
- اقبالیاتی جائزے: رفیع الدین ہاشمی۔ گلوب پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۰ء
- اقبال یورپ میں: ڈاکٹر سعید اختر درانی۔ فیروز سنز لاہور، ۱۹۹۹ء
- اکبر اور اقبال: ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۷۷ء
- النظر: خان بہادر مرزا سلطان احمد۔ مرغوب ایجنسی لاہور، ۱۹۱۹ء
- انجمن: فقیر سید وحید الدین۔ لائن آرٹ پریس کراچی
- اوراقِ گم گشتہ، مرتب: رحیم بخش شاہین۔ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۵ء
- ایقانِ اقبال: محمد منور۔ ایوانِ ادب کراچی، ۱۹۷۷ء
- باقیاتِ اقبال، مرتب: سید عبدالواحد معینی۔ مجلسِ اقبال کراچی، ۱۹۵۱ء
- باقیاتِ اقبال، مرتب: سید عبدالواحد معینی، محمد عبداللہ قریشی۔ آئینہ ادب لاہور، ۱۹۷۸ء
- پاکستان کی نظریاتی بنیادیں: ڈاکٹر وحید قریشی۔ ایجوکیشنل ایسوسی ایشن لاہور، ۱۹۸۲ء
- تاریخ اورینٹل کالج: ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ جدید اردو نائٹ پریس لاہور، ۱۹۶۲ء
- چند یادیں چند تأثرات: عاشق حسین بٹالوی۔ آئینہ ادب لاہور، ۱۹۶۹ء
- حافظ اور اقبال: ڈاکٹر یوسف حسین خاں۔ غالب اکیڈمی دہلی، ۱۹۷۷ء
- حرفِ اقبال، مترجم: لطیف احمد شروانی۔ ایم ثناء اللہ خاں لاہور

- حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں: محمد عبداللہ قریشی۔ بزم اقبال لاہور، ۱۹۸۱ء
- حیات اقبال: [چراغ حسن حسرت] تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور، [۱۹۳۸ء]
- حیات اقبال کا ایک جذباتی دور: محمد عثمان۔ مکتبہ جدید لاہور، ۱۹۷۵ء
- خلافت اسلامیہ: علامہ اقبال، مترجم: چودھری محمد حسین۔ ظفر برادرز لاہور، ۱۹۲۳ء
- خون بہا، حصہ اول: حکیم احمد شجاع۔ تاج کمپنی لاہور، ۱۹۴۳ء
- ذکر اقبال: عبدالمجید سالک۔ بزم اقبال لاہور، ۱۹۵۵ء
- روایات اقبال: ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۷ء
- روح مکتاتب اقبال: مرتبہ محمد عبداللہ قریشی۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء
- روزگار فقیر: فقیر سید وحید الدین۔ لائن آرٹ پریس کراچی، لاہور، طبع اول: نومبر ۱۹۶۳ء، طبع دوم: اگست ۱۹۶۵ء
- رومی عصر: ڈاکٹر عبدالحمید عرفانی۔ کانون معرفت تہران، [۱۹۵۳ء]
- زندہ رود: [اول] جاوید اقبال۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۹ء
- زندہ رود: [دوم] جاوید اقبال۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۱ء
- سرگذشت اقبال: ڈاکٹر عبدالسلام خورشید۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء
- سرود رفتہ: علامہ اقبال، مرتب: غلام رسول مہر، صادق علی دلاوری۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۵۹ء
- سفرنامہ اقبال: حمزہ فاروقی۔ مکتبہ معیار کراچی، ۱۹۷۳ء
- سیر افغانستان: سید سلیمان ندوی۔ نفیس اکادمی حیدرآباد دکن، ۱۹۴۷ء
- سیرت اقبال: محمد طاہر فاروقی۔ قومی کتب خانہ لاہور، ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۴ء، ۱۹۴۹ء، ۱۹۷۸ء
- شذرات فکر اقبال: علامہ اقبال، مترجم: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی۔ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۲ء
- شرح آئینہ عجم: مولوی محمد چراغ۔ اسلامیہ سٹیج پریس لاہور، [۱۹۲۷ء]
- شکوہ: علامہ اقبال۔ مرغوب اینجینی لاہور، سن
- شکوہ اقبال اور اس کی صدائے بازگشت: سید تقام حسین جعفری۔ صوفی عبدالرشید نیوکراچی، ۱۹۷۳ء
- عذر شکوہ: پیرزادہ محمد عبدالعزیز۔ حکیم ایم معراج الدین احمد امرتسر، ۱۹۱۵ء
- علامہ اقبال۔ اپنوں کی نظر میں، مرتب: مصباح الحق صدیقی۔ فرحان پبلشرز لاہور، ۱۹۷۷ء
- علامہ اقبال کی فارسی غزل: محمد منور۔ ایوان اردو کراچی، ۱۹۷۷ء
- علامہ اقبال کے ۱۰۱ شاہ کار خطوط، مرتب: عبدالرب قریشی۔ بیکن بکس لاہور، ۲۰۰۰ء

- فکرِ اقبال: خلیفہ عبدالکیم۔ بزمِ اقبال لاہور، ۱۹۵۷ء
- قرآن اور اقبال: ابو محمد مصلح۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۶۹ء
- قومی زندگی اور ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر: علامہ اقبال۔ آئینہ ادب لاہور، ۱۹۷۰ء
- کتابیات اقبال، مرتب: رفیع الدین ہاشمی۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء
- کشف الایات اقبال، مرتبین: ڈاکٹر صدیق شبلی، ڈاکٹر محمد ریاض۔ انتشارات مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد، ۱۹۷۷ء
- کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ: ڈاکٹر وحید قریشی۔ مکتبہ ادب جدید لاہور، ۱۹۶۵ء
- کلیات اقبال اردو: ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۵ء
- کلیات اقبال فارسی، مرتب: احمد سروش۔ کتاب خانہ سنائی تہران، طبع دوم، ۱۹۷۳ء
- کلیات اقبال، مرتب: مولوی محمد عبدالرزاق۔ عماد پریس حیدرآباد دکن، [۱۹۲۳ء]
- کلیات مکتب اقبال، مرتب: مظفر حسین برنی۔ اردو اکادمی دہلی، اول تا چہارم۔ اشاعت علی الترتیب: ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۳ء، ۱۹۹۸ء۔
- کلید اقبال، مرتب: نذیر احمد۔ اردو اکادمی بہاول پور، [۱۹۶۳ء]
- لسان الغیب: مولانا حکیم فیروز الدین احمد طغرانی۔ منشی مولانا بخش کشتہ امرتسر، سن لغات روز سرہ: شمس الرحمن فاروقی۔ انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی، ۲۰۰۳ء
- متعلقات خطبات اقبال، مرتب: ڈاکٹر سید عبداللہ۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء
- مثنوی رازِ بے خودی: خان بہادر پیرزادہ مظفر احمد فضلی۔ فضل حسین مطبع ہلالی دہلی، ۱۹۱۸ء
- مثنوی سر الاسرار: ڈاکٹر معین الدین جمیل۔ یوسف ولا کراچی، ۱۹۶۲ء
- مثنوی معروف بہ گل و بلبل بوعلی قلندر، مرتب: ڈاکٹر ساجد اللہ نقوی۔ مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۹ء
- محمد اقبال: فضل اللہ رضا۔ انجمن روابط فرہنگی ایران و پاکستان، تہران، ۱۹۷۳ء
- مطالب اسرار و رموز: غلام رسول مہر۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۹ء
- معاصرین۔ اقبال کی نظر میں: محمد عبداللہ قریشی۔ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۷ء
- مقالات اقبال: علامہ اقبال، مرتبین: سید عبدالواحد معینی + محمد عبداللہ قریشی۔ آئینہ ادب لاہور، طبع دوم، ۱۹۸۸ء
- مکتب اقبال بنام خان نیاز الدین خان: اقبال اکادمی پاکستان لاہور، طبع دوم، ۱۹۸۶ء، طبع سوم: بزمِ اقبال لاہور، ۱۹۹۵ء۔ طبع چہارم، مرتب: عبداللہ شاہ ہاشمی۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۰۶ء

- مکاتیب رشید حسن خان بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتب: ارشد محمود ناٹا۔ ادبیات لاہور، ۲۰۰۹ء
- مکاتیب سر محمد اقبال بنام مولانا سید سلیمان ندوی، مرتب: شفقت رضوی۔ ادارہ تحقیقات افکار و تحریکات ملی کراچی، ۱۹۹۲ء
- مکتوبات اقبال بنام جوڈھری محمد حسین، مرتب: ثاقف نفیس۔ الوقار پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۸ء
- منشورات اقبال: بزم اقبال لاہور، سن
- مہاراجا سرکشن پرنشادشاہ۔ حیات اور ادبی خدمات: ڈاکٹر حبیب رضا۔ سید فہیم الدین حیدر آباد دکن، ۱۹۷۸ء
- میزان اقبال: پروفیسر محمد منور۔ یونیورسٹی بک ڈپولاہور، ۱۹۷۲ء
- مئے لالہ فام: ڈاکٹر جاوید اقبال۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۲ء
- نذر اقبال (از شیخ سر عبدالقادر)، مرتب: محمد حنیف شاہد۔ بزم اقبال لاہور، ۱۹۷۲ء
- نظم اقبال، سفر حیدرآباد دکن ۱۹۱۰ء، مرتب: تصدق حسین تاج۔ احمدیہ پریس حیدرآباد دکن، ۱۹۳۸ء
- نظم جدید کی کروٹیں: ڈاکٹر وزیر آغا۔ مکتبہ میری لائبریری لاہور، ۱۹۷۴ء
- نظم سپاس جناب امیر اور دوسری نظمیں، مرتب: تصدق حسین تاج۔ انجمن اشاعت اردو حیدرآباد دکن، ۱۹۳۸ء
- نقد اقبال: میکش اکبر آبادی۔ مکتبہ جامعہ دہلی، ۱۹۵۳ء۔
- نقشب اقبال: سید عبدالواحد معینی۔ آئینہ ادب لاہور، ۱۹۶۹ء
- یارانِ کہن: عبدالمجید ساک۔ مکتبہ چٹان لاہور، ۱۹۵۵ء
- یک چمن گل، مرتب: غلام حسین صالحی علّامی۔ بنگاہ مطبوعاتی عطائی تہران، ۱۹۶۰ء
- ۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب: رفیع الدین ہاشمی۔ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۶ء
- ۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب: رفیع الدین ہاشمی۔ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۸ء
- *A Bibliography of Iqbal*: K.A. Waheed, Iqbal Academy Karachi, 1965.
- *A History of Government College Lahore, 1864-1964*: Garette and Abdul Hamid, Lahore, 1964.
- *Bibliography of Iqbal*: Abdul Ghani and Nur Ilahi, Bazm-i-Iqbal, Lahore, 1954.
- *Dictionary of National Biography*: Vol: 30, Oxford Universty Press, 1937.
- *Discourses of Iqbal*: Edited by Shahid Hussain Razzaqi, Iqbal Academy, Lahore 1979.
- *Iqbal*: Attiya Begum, Aaeena-i-Adab, Lahore, 1969.

- *Iqbal in Pictures*: Faqir Sayed Waheed-ud-Din, Lion Art Press Karachi, 1965.
- *Iqbal's Educational Philosophy*: K.G. Sayyedain, Sh. Mohammad Ashraf, Lahore, n.d.
- *Islam as an Ethical and Political Ideal*: Edited by Dr. S. Y. Hashmy, Islamic Book Service Lahore, 1977.
- *Mohammedan Theories of Finance*: Nicholas P. Aghindes, Columbia University, New York, 1910.
- *My Reminiscences*: M.S. Toosy, Karachi, 1976.
- *Persian Psalms*: Arthur J. Arbery, Muhammad Ashraf Lahore, 1948.
- *Quaid-i-Azam as Seen by His Contemporaries*: Compiled by Jamil-ud-Din Ahmad, Publishers, United Lahore, 1966.
- *Stray Reflections*: Allama Muhammad Iqbal, Edited by: Javid Iqbal, Sh. Ghulam Ali, Lahore, 1961, 1987. Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 1992. Revised and Annotated By: Khuram Ali Shafique, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2006.
- *The Reconstruction of Religious thought in Islam*: Allam Muhammad Iqbal, Edited and Annotated by: M. Saeed Shiekh, Iqbal Academy Pakistan+ Institute of Islamic Culture, Lahore, 1986.
- *The Sword and Sceptre*: Edited by Dr. Riffat Hassan, Iqbal Academy Lahore, 1977.
- *Tributes to Iqbal*: Edited by Muhammad Hanif Shahid, Sang-i-Meel Publications, Lahore, 1977.



ب: رسائل و اخبارات

- آزاد کشمیر مظفر آباد: ۲۲/اپریل ۱۹۵۵ء
- آئینہ لاہور: اپریل ۱۹۶۵ء
- احساس پشاور: اقبال نمبر، جلد ۲، شمارہ ۱۱ [۱۹۷۸ء]
- اُردو کراچی: جولائی اکتوبر ۱۹۶۰ء، اقبال نمبر، طبع سوم ۱۹۷۷ء

- اردو ڈائجسٹ لاہور: دسمبر ۱۹۷۸ء
- افکار کراچی: مارچ ۱۹۸۲ء
- الزبیر بہاول پور: اقبال نمبر ۲، ۱۹۷۷ء
- اقبال لاہور: اکتوبر ۱۹۵۳ء، اپریل ۱۹۵۴ء، اکتوبر ۱۹۵۵ء، اکتوبر ۱۹۵۷ء، جنوری ۱۹۶۸ء، جولائی
- ستمبر ۱۹۷۱ء، جنوری ۱۹۷۲ء
- اقبال ریویو: کراچی، لاہور: جولائی ۱۹۶۱ء، جولائی ۱۹۶۲ء، جنوری ۱۹۶۳ء، جنوری ۱۹۶۹ء، جنوری
- ۱۹۷۶ء، اقبال نمبر جولائی، اکتوبر ۱۹۷۷ء، جولائی ۱۹۷۸ء، جولائی ۱۹۷۹ء
- اسروز لاہور: ۲۲ اپریل ۱۹۳۹ء
- انقلاب لاہور: ۱۹۴۷ء اور ۱۹۳۲ء کے متعدد شمارے
- اورینٹل کالج میگزین لاہور: اقبال نمبر ۱۹۷۷ء، اقبال نمبر ۱۹۸۱ء
- برگ گل کراچی: اقبال نمبر ۱۹۷۷ء
- برہان دہلی: دسمبر ۱۹۶۰ء
- تحقیق سندھ پونی ورثی جام شورو: جلد اول، شمارہ ۱-۲
- جنگ راولپنڈی: اقبال اڈیشن ۱۹۷۲ء، اپریل ۱۹۷۳ء
- جنگ کراچی: اقبال اڈیشن اپریل ۱۹۷۴ء، اقبال اڈیشن نومبر ۱۹۷۷ء
- جنگ لندن: ۲۰ جنوری ۱۹۷۷ء، ۲۰ ستمبر ۱۹۷۷ء، ۲۲ جون ۱۹۷۸ء
- خدا بخش جرنل پٹنہ: نمبر ۱۲، ستمبر ۲۰۰۰ء
- راوی لاہور: اقبال نمبر ۱۹۷۷ء
- زمیندار لاہور: ۱۹۲۳ء اور ۱۹۴۷ء کے متعدد شمارے
- سویرا لاہور: جنوری تا مارچ ۱۹۷۸ء
- سیارہ لاہور: اکتوبر نومبر ۱۹۸۴ء، اقبال نمبر ۱۹۹۲ء
- شیرازہ سری نگر: اقبال نمبر شمارہ ۳، ۴، ۵، ۶
- صحیفہ لاہور: اقبال نمبر اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء، دوم نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء، جنوری فروری ۱۹۷۸ء
- ضیا بار سرگودھا: اقبال نمبر ۱۹۷۳ء
- ضیاء حرم لاہور: اپریل ۱۹۷۵ء، نومبر ۱۹۷۷ء، اپریل ۱۹۸۰ء

- فاران کراچی: اپریل ۱۹۵۳ء
- فنون لاہور: اقبال نمبر دسمبر ۱۹۷۷ء
- فیض الاسلام راولپنڈی: اقبال نمبر جنوری ۱۹۷۸ء
- قومی ڈائجسٹ لاہور: نومبر ۱۹۷۸ء
- قومی زبان کراچی: اپریل ۱۹۷۵ء، اپریل ۱۹۷۹ء
- کردار نو ٹنگری: اپریل مئی ۱۹۶۳ء
- ماہ نو لاہور: اقبال نمبر اپریل ۱۹۷۰ء
- مجلہ تحقیق لاہور: جلد ۱، شمارہ ۲
- مخزن لاہور: ستمبر ۱۹۰۲ء، اکتوبر ۱۹۰۳ء، دسمبر ۱۹۰۴ء، جنوری ۱۹۰۵ء، مارچ ۱۹۰۵ء
- معارف اعظم گڑھ: اگست ۱۹۳۸ء، ستمبر ۱۹۳۸ء
- منادی دہلی: جون ۱۹۵۰ء
- نقوش لاہور: ستمبر ۱۹۷۷ء، خطوط نمبر اول، اپریل مئی ۱۹۶۸ء، اقبال نمبر ۱، ستمبر ۱۹۷۷ء، اقبال نمبر ۲
- دسمبر ۱۹۷۷ء، شمارہ نمبر ۱۴۰ [۱۹۹۳ء]
- نوید صبح سرگودھا: اقبال نمبر ۱۹۵۲ء
- ہم راز لاہور: اقبال نمبر نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء
- *Islamic Education*, Lahore: Jan. Feb. 1975.
- *Journal of Research*, P.U. Lahore: Jan 1976, July 1977, Jan. 1978.
- *Journal of Research Society of Pakistan*, Lahore: October 1977.



(ج) مسودات اور قلمی بیاضیں

مملوکہ علامہ اقبال میوزیم لاہور

- | | |
|----------------------------|-----------------------------|
| ضربِ کلیم کی بعض منظومات | (۱) بیاض نمبر 193-1977-A/M |
| بالِ جبریل، مکمل | (۲) مسودہ نمبر 118-1977-A/M |
| متفرق اُردو اور فارسی کلام | (۳) بیاض نمبر 195-1977-A/M |

- ابتدائی مسودہ اسرارِ خودی
 مسودہ رموزِ بے خودی
 مسودہ پس چہ باید کرد
 بانگِ درا، بالِ جبریل، زبورِ عجم اور مسافر
 کی متفرق منظومات، دیباچہ پیامِ مشرق سے
 متعلق انگریزی اشارات
 مکمل مسودہ اسرارِ خودی
 بانگِ درا اور بالِ جبریل کا متفرق کلام
 بانگِ درا کی متفرق منظومات
 مکمل مسودہ اسرارِ خودی
 The Muslim Community
- (۴) بیاض نمبر 198-1977-A/M
 (۵) بیاض نمبر 199-1977-A/M
 (۶) مسودہ نمبر 200-1977-A/M
 (۷) بیاض نمبر 201-1977-A/M
 (۸) مسودہ نمبر 203-1977-A/M
 (۹) بیاض پر نمبر درج نہیں
 (۱۰) بیاض پر نمبر درج نہیں
 (۱۱) مسودہ پر نمبر درج نہیں
 (۱۲) مسودہ نمبر 208-1977-A/M

و: غیر مطبوعہ خطوط اور یادداشتیں

- (الف) علامہ اقبال کے متعدد غیر مطبوعہ خطوط
 (ب) بشیر احمد ڈار، شیخ محمد اشرف، سید نذیر نیازی، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، محمد عبداللہ قریشی اور لطیف احمد شروانی کے متعدد خطوط، بنام رفیع الدین ہاشمی۔
 (ج) سید نذیر نیازی، شیخ محمد اشرف، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی اور شیخ نیاز احمد سے ملاقاتوں کی ذاتی یادداشتیں۔

ہ: غیر مطبوعہ تحقیقی مقالے

- (۱) اقبال - جہان دیگر (اردو/انگریزی): تعلیقات حواشی از محمد صدیق ظفر [حجازی]، برائے ایم فل اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، [۱۹۹۶ء]
 (۲) علامہ اقبال اور چودھری محمد حسین (روابط): خاتمہ نفیس، برائے ایم اے اردو، اورینٹل کالج، لاہور، ۱۹۸۳ء۔



اشاریہ

مرتب: قاسم محمود احمد

- ۱- یہ اشاریہ صفحہ ۱۳ تا ۴۳۰ کو محیط ہے۔ اس میں تقدیم، تین دیباچوں اور متن کتاب مع حواشی و تعلیقات کے حوالے شامل ہیں۔
- ۲- اشاریے میں اسماء رجال، کتب، رسائل و اخبارات، اماکن اور تعلیمی، علمی، تحقیقی اور اشاعتی اداروں کے حوالے شامل کیے گئے ہیں۔
- ۳- علامہ اقبال کا نام تقریباً ہر صفحے پر آ رہا ہے لہذا اس کا حوالہ عمداً شامل اشاریہ نہیں کیا گیا۔
- ۴- ضمیموں اور عکسی نقول کے حوالے شامل نہیں کیے گئے۔

اشخاص

احسن مارہروی: ۲۱۹	آدم: ۱۸۹، ۱۴۳، ۱۴۱
احمد حسین خاں، خان: ۴۴، ۴۵	آربری، پروفیسر: ۱۰۰
احمد خاں، سردار میر: ۲۵۹	آرنلڈ، پروفیسر: ۴۵، ۴۸، ۵۳، ۱۰۵، ۲۳۵، ۲۹۲
احمد دین وکیل، مولوی: ۴۴، ۵۵	۲۹۶، ۳۰۴، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۱۰، ۳۰۴
احمد، سردار ایم بی: ۲۳۷	آزاد، ابوالکلام: ۳۱۴
احمد سروش: ۲۰۶	آزاد، محمد حسین: ۴۱۴، ۴۱۶
احمد شجاع پاشا، حکیم: ۴۳، ۴۱، ۴۳، ۴۵، ۵۰، ۵۳	آزر: ۷۲، ۱۱۹، ۱۵۱، ۱۶۱، ۱۶۵، ۱۷۷، ۱۸۸، ۱۸۹
۴۰۹، ۴۱۳، ۴۱۵، ۴۱۶	۲۱۰، ۱۹۵، ۱۹۱
احمد شیخ: ۲۲۶	آفتاب احمد خاں، صاحبزادہ: ۲۳۷
احمد عاشق سید: ۴۱۳	آفتاب اصغر، ڈاکٹر: ۳۴
احمد میاں اختر جونا گڑھی: ۲۹۳	آفتاب اقبال: ۷۷، ۱۸، ۲۰۰
احمد نواز ملک: ۳۶۵	آن سٹائن: ۲۱۱، مزید دیکھیے اینٹھین
اختر النساء: ۳۵۴، ۳۸۱	ابراہیم بیگ: ۴۱۸
اختر راہی: ۳۳، ۷۶، ۱۷۶، ۲۲۹، ۲۷۵	ابراہیم، حضرت: ۶۵، ۱۲۰، ۱۳۷، ۲۲۱
اختر شیرانی: ۲۴۷	ابراہیم حنیف: ۳۱۴
اختر، ماسٹر: ۲۶	ابراہیم میرسیا لکوٹی: ۹۱
اخلاق اثر: ۷۷، ۲۶، ۶۰، ۲۲۹، ۲۷۳، ۲۷۵	ابلیس: ۷۳، ۱۷۳
ادیب صابر: ۴۱۹	ابن خلدون: ۳۱۹
ارشاد گورگانی، مرزا: ۴۳، ۴۴، ۳۹۴	ابن رشد: ۳۱۹
اسد ملتانی: ۹۱	ابن یمن: ۴۱۹
اسرائیل: ۶۵، ۸۵	ابوالیث صدیقی: ۳۹۲، ۳۹۴
اسرائیل [بیخبر کانام]: ۸۳	ابوالکارم: دیکھیے محمد عبدالسلام سلیم
اسلم جیراج پوری: ۳۷، ۳۰۰	ابوزر: ۱۳۲
اسماعیل میرٹھی: ۴۱۵	ابوظفر عبدالواحد: ۱۹
اشرف حسین: ۴۱۳	ابولہب: ۱۸۳
اشرف علی خاں، صاحب زادہ میر: ۲۲۲	ابومحمد مصلح: ۲۲۸
اصغر علی روحی، مولانا: ۴۴، ۴۱۴	
اظہر عباس: ۲۲۸، ۲۵۳	

۳۹۷، ۳۸۵، ۳۹۷	اعجاز احمد، شیخ: ۱۸، ۳۹، ۵۱، ۲۱۸، ۲۳۰، ۲۷۱، ۳۹۷
امیر بخش، خواجہ: ۴۴	۴۰۴، ۳۹۸
امیر بخش، میر: ۱۲۶	اعجاز پٹالوی: ۲۸۱
امیر خسرو: ۹۹	اعجاز حسین: ۴۱۳
امیر فلسفی: ۲۱۱، ۲۵	اعظم کریمی: ۴۱۶
امیر معاویہ: ۳۲۲	انفیدز، کولاس پی: ۳۱۴
امین الدین، حکیم: ۴۴	افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر: ۳۳، ۳۷۲
ان شاء اللہ خاں، مولوی: ۲۳۷، ۲۶۰، ۲۸۷، ۳۳۰	افتخار الدین احمد، خان: ۲۴۰
انور اقبال قریشی: ۲۹۹	افتخار الدین، فقیر سید: ۴۴
انوار الحق، مفتی: ۲۷۴	افسر میرٹھی: ۴۱۶
انور سدید: ۳۴	افضل حق قرشی، قاضی: ۳۳، ۳۷۳، ۳۸۰
انور شاہ، مولانا: ۲۳۳	افلاطون: ۱۰۷، ۱۱۷، ۱۳۰
انوری: ۴۱۹	اکبر [شہنشاہ]: ۴۲۱
انوری بیگم: ۲۶۲	اکبر الہ آبادی: ۵۱، ۱۰۲، ۱۰۸، ۱۵۳، ۲۲۵، ۲۵۶
انیس شاہ جیلانی: ۲۰	۴۱۶، ۴۱۷، ۲۵۸
انیس، میر: ۴۱۲	اکبر حیدری: ۱۷، ۱۸، ۵۵، ۲۳۸
اورنگ زیب عالم گیر [شہنشاہ]: ۳۹۷، ۴۲۱، ۴۲۳	اکبر حیدری کاشمیری، ڈاکٹر: ۲۹۶
۴۲۸، ۴۴۴	اکبر رحمانی: ۲۶، ۲۳۵
ایڈورڈ ہفتم: ۴۱۹	اکبر علی خاں عرش زادہ: ۲۲۹
ایم اسلم: ۲۸۹، ۳۸۵	اکرام، ڈاکٹر ایں ایم: ۲۶۹
ایمرن: ۴۷	الاشراقی: ۳۱۳
ایشخین: ۲۱۱، مزید دیکھیے آئن سٹائن	الجیلی: دیکھیے عبدالکریم الجیلی
بابر [شہنشاہ]: ۴۱۱	الماس رقم: دیکھیے محمد صدیق [الماس رقم]
بادشاہ حسین، سید: ۴۰۰	الطاف حسین، سید: ۳۹۲، ۴۰۴
باقر علی داستان گو: ۴۱۲	امام بی بی: ۱۰۳، ۳۹۲
بایزید: ۲۹، ۶۵	اعتل: ۲۷۱
بدایعی النبی: ۴۱۹	اتباز محمد خان: ۴۰۴
برانٹ، پروفیسر آر: ۳۰۷	امجد سلیم علوی: ۴۰۵

حبیب الرحمان لدھیانوی: ۳۱۴
 حبیب کتوری: ۴۱۳
 حسرت: دیکھیے چراغ حسن حسرت
 حسرت موہانی: ۳۶۸
 حسن اختر، راجا: ۴۰۳
 حسن اختر، ملک: ۲۸
 حسن الدین، میر: ۲۳۷، ۲۵۲، ۲۷۸، ۳۱۱، ۳۳۳
 حسن یار جنگ، نواب: ۲۶۶، ۲۶۵
 حسین احمد [مدنی]: ۲۹، ۷۰، ۱۸۳، ۳۸۹
 حسین، امام: ۱۳، ۶۳، ۶۵، ۸۴
 حسین خطیبی، ڈاکٹر: ۱۰۱
 حسین دانش: ۴۱۹
 حفیظ ہوشیار پوری: ۳۸۵
 حق نواز خاں ملک: ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳
 حکیم نابینا: ۲۷۱
 حمید احمد خاں، پروفیسر: ۲۰، ۷۲، ۸۰، ۳۸۵، ۳۹۰
 ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۹
 حمید اللہ شاہ ہاشمی: ۲۵۷، ۲۶۰
 حمید عالم چشتی: ۴۱۶
 حیدر کرار: ۶۵، ۱۳۲، ۱۷۲، ۱۹۶
 خالد نظیر صوفی: ۲۱۵، ۳۹۱
 خان افتخار الدین خاں: دیکھیے افتخار الدین احمد، خان
 خان بہادر پیر زادہ مظفر احمد فضلی قریشی صدیقی
 نقشبندی آفاقی: ۱۰۸
 خرم علی شفیق: ۳۷۳
 خضر: ۸۵
 خضر تھیمی: ۳۹۰
 خلیفہ عبدالحکیم: ۹۳، ۹۷

جبریل: ۷۳
 جبلی غرجستانی: ۴۱۹
 جعفر بلوچ، پروفیسر: ۲۰، ۳۸۷، ۴۰۱
 جلال الدین، مرزا: ۳۸۵، ۳۹۰
 جلیل قدوائی: ۲۳۱
 جمال الدین افغانی: ۳۹۴
 جمال الدین اصفہانی: ۴۱۹
 جمشید [بادشاہ]: ۱۵۶، ۱۵۸، ۲۱۰
 جمشید علی رائٹور: ۹۱
 جمیل، محمد: ۲۶۹
 جمیل رضوی: ۳۳۲
 جمیل قریشی: دیکھیے تنویر رقم
 جنید: ۲۹، ۶۵، ۲۱۰
 جوش ملیح آبادی: ۴۱۲
 جہاں دوست: ۱۰۰
 جہانگیر [شہنشاہ]: ۸۵
 جہانگیر عالم: ۲۶۳
 چیس فرگسن: ۴۱۱
 چارلس اول: ۳۷۳
 چراغ حسن حسرت: ۱۸۳، ۳۳۳، ۴۰۰
 چکبست: ۴۱۳
 چنگیز: ۸۵، ۲۰۹، ۲۱۰
 حافظ شیرازی: ۹۱، ۹۳، ۹۶، ۹۹، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۱۷
 حالی، مولانا الطاف حسین: ۴۷، ۵۱، ۲۲۸، ۲۵۹
 ۴۱۲، ۴۱۶
 حامد حسن میرٹھی: ۴۱۶
 حامد علی خاں: ۷۲، ۸۰
 حبیب الرحمان شروانی: دیکھیے محمد حبیب الرحمان شروانی

راس مسعود، سر: ۶۸، ۱۷۸، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۱

۲۲۲، ۲۳۹، ۲۳۶، ۲۴۲

راغب احسن: ۲۵، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۴۲، ۲۴۹

رام پرشاد، لالہ: ۴۲۰، ۴۲۲، ۴۲۳

رام چندر جی: ۸۵

رب نواز خاں، سردار: ۲۳۹، ۲۵۳

رتن ناتھ سرشار: ۴۱۲، ۴۱۶

رحمان، جٹس الہی اے: ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۶۵

۲۶۶، ۴۰۱

رحمت اللہ قریشی: ۳۹۸، ۳۹۹

رحیم بخش، خواجہ: ۴۲

رحیم بخش شاہین: ۲۵۱، ۳۶۷

رزاق، اے: ۴۰۰

رستم: ۱۳۸

رسل، برٹریٹڈ: ۳۲۵

رشید احمد صدیقی: ۲۵۲، ۲۵۴

رشید حسن خاں: ۱۳-۱۶، ۲۱، ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۲۰۶، ۲۱۱

رشید قریشی: ۲۲۲

رفیع الدین ہاشمی: ۱۶، ۲۰-۲۲، ۲۶، ۲۸-۳۰، ۳۲

۳۵، ۴۱، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۹، ۷۰، ۷۲، ۷۳

۸۰، ۸۷، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۵۳، ۱۶۹، ۱۷۳

۱۹۸، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۳۲، ۲۴۱، ۲۴۵، ۲۵۳

۲۵۶، ۲۵۷، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۷، ۲۹۰، ۲۹۳

۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۱۰، ۳۱۵، ۳۱۷

۳۳۹، ۳۵۲، ۳۶۲-۳۶۳، ۳۷۸، ۳۸۸

۴۰۰، ۴۲۴

رومی، مولانا: ۹۱، ۹۶، ۹۸، ۹۹، ۱۱۲، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۴۰

۱۵۳، ۳۲۵، ۳۱۹

خلیق انجم: ۱۵، ۱۶، ۳۳۶

خلیل ہاشمی: ۳۰۵، ۳۰۶

خواجہ حسن نظامی: ۴۷، ۱۰۴، ۲۱۴، ۲۲۸، ۲۴۸، ۳۰۳

۳۷۴، ۳۸۰، ۴۱۲، ۴۱۶

خواجہ صاحب [غالباً خواجہ حسن نظامی]: ۲۳۶

خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر: ۳۳۳، ۲۸۱

خواجہ معین الدین چشتی، پیر سبزواری: ۲۱۰

خورشید احمد: ۲۹۹

خورشید احمد، پروفیسر: ۳۲۶

خورشید احمد میر: ۲۵۲، ۲۵۴

خورشید رضوی: ۳۴

خوشی محمد ناظر: ۲۸۵، ۴۱۳

داغ دہلوی: ۴۱، ۴۲، ۴۴

دل محمد، خواجہ: ۳۹۴

دہ خدا: ۴۱۹

دین محمد، شیخ: ۷۰

دینو: ۹۱

ڈار، بی اے: دیکھیے بشیر احمد ڈار

ڈار لنگ، سر میکمل: ۲۳۹، ۳۱۵

ڈورس احمد: ۲۱۹، ۴۰۱

ڈاکٹر حسین، ڈاکٹر: ۵۶

ذوالخراطوم: ۲۱۰

ذوالفقار احمد: ۲۵

ذوالفقار علی خاں، نواب: ۴۷، ۲۵۶

ذوالقدر جنگ سالار، نواب: ۱۷۸

راج بلب: ۴۲۳

راحت حسین، سید: ۴۱۳

رازی: ۱۲۳، ۱۳۹، ۱۹۴

عبداللہ عمادی: ۱۹	عبدالرب قریشی: ۲۷۵
عبداللہ قریشی: دیکھیے محمد عبداللہ قریشی	عبدالرب نشتر: ۲۸۸
عبداللہ یوسف علی، علامہ: ۳۹۴	عبدالرحمن بجنوری: ۱۲۱، ۱۲۰
عبدالماجد دریا بادی: ۴۰۰، ۵۰	عبدالرحمن طارق: ۷۰
عبدالمجید ساک: ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۵۰، ۱۰۹، ۵۲، ۴۶	عبدالرحمن طارق [مترجم]: ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹
۳۹۸، ۲۸۵، ۳۱۶، ۲۹۳	عبدالرزاق راشد، مولوی: ۳۳۳، ۵۵
عبدالمجید سندھی: ۳۶۲	عبدالرشید طارق: ۳۹۰، ۳۸۵، ۳۷۹
عبدالمجید، میان: ۳۷۹	عبدالرشید، میان: ۲۳۸
عبدالواحد ایم اے: ۳۹۰	عبدالسلام خوشید، ڈاکٹر: ۱۰۳، ۱۵۰، ۲۳۳، ۲۹۳، ۳۱۶
عبدالواحد معینی: ۳۳۸، ۳۳۷، ۲۵۳، ۲۲۸، ۵۵، ۵۲	عبدالسلام ندوی: ۳۹۶، ۳۱۶
۳۳۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۰، ۳۶۲، ۳۶۳	عبدالشکور احسن، ڈاکٹر: ۱۰۰، ۹۹
۳۹۰، ۳۶۹	عبدالعزیز: ۱۲۱
عبدالوحید، خواجہ: ۲۹، ۷۰، ۲۲۹، ۲۵۰، ۲۵۳، ۲۶۸	عبدالعزیز کرد، میر: ۴۰۴
۲۹۳، ۲۷۹، ۳۹۰، ۴۰۵	عبدالعزیز مالوڑہ: ۱۸، ۹۳، ۹۵، ۲۷۶
عبیدزاکانی: ۴۱۹	عبدالغفار کھلیل: ۳۳۳، ۳۳۶
عثمان غنیؓ: ۱۳۲، ۸۳	عبدالغنی فاروق: ۳۳
عرشی زاہد: دیکھیے اکبر علی خاں	عبدالغنی، سید: ۲۳۳، ۲۵۲، ۲۹۳
عربی: ۹۱، ۹۹	عبدالقادر سروری: ۴۴
عزیز لکھنوی، خواجہ: ۱۰۳	عبدالقادر، شیخ سر: ۴۱، ۴۲، ۴۴، ۴۵، ۴۸، ۵۶، ۸۵
عشرت رحمانی: ۲۳۰، ۲۵۱، ۲۷۸، ۲۷۱	۹۲، ۹۳، ۹۴، ۱۰۴، ۲۱۵، ۲۳۹، ۲۵۶، ۲۹۵
عصمت اللہ: ۴۱۹	۳۱۲، ۳۱۵، ۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۹، ۴۱۲، ۴۱۶
عطا محمد، شیخ: ۱۸، ۳۹، ۲۳۷، ۳۰۴، ۳۹۷، ۴۰۴	عبدالقوی فانی: ۲۲۸، ۲۷۳
عطارد: ۹۹	عبدالقیوم ملک، ڈاکٹر: ۴۰۳
عطاء اللہ، شیخ: ۶۸، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۳	عبدالکریم الجلیلی: ۳۱۳، ۳۳۱، ۳۶۶
۲۳۴، ۲۳۸، ۲۳۷، ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۴۵، ۲۴۷	عبداللطیف، سید: ۱۹
عطیہ بیگم فیضی: ۴۹، ۵۳، ۵۶، ۹۳، ۹۴، ۱۰۲، ۲۲۰	عبداللہ چغتائی: دیکھیے محمد عبداللہ چغتائی
۲۳۴، ۲۳۸، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۹	عبداللہ، ڈاکٹر سید محمد: ۱۲۱، ۲۵۷، ۲۸۶، ۲۸۷، ۳۳۷
۲۷۱، ۲۷۲، ۲۹۶، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۲۲	عبداللہ شاہ ہاشمی: ۷، ۲۶، ۳۵، ۴۲، ۴۳

- عظیم اللہ، شیخ: ۲۶۰
 عقیل، ڈاکٹر معین الدین: ۳۴
 علمدار حسین، سید: ۲۱۳
 علی امام، سرسید: ۱۰۹، ۹۲
 علی بخش: ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۳۳، ۲۴۱، ۲۰۵
 علی بلگرامی، سید: ۲۶۵
 علی بیات: ۳۷۵
 علی سجاد دہلوی: ۲۱۳
 علی سردار جعفری، دیکھیے سردار جعفری
 عماد فقیر: ۲۱۹
 عمر حیات غوری، پروفیسر: ۷۰
 عنایت اللہ: ۱۲۶
 عنایت اللہ وارثی: ۳۵
 غالب، مرزا: ۴۲، ۵۶، ۹۹
 غزالی، امام: ۶۳، ۳۱۱
 غلام احمد مجبور: ۲۲۸، ۲۵۴
 غلام السیدین: ۲۲۸
 غلام بھیک نیرنگ: ۲۲، ۲۱۵، ۲۹۰، ۳۱۶، ۳۸۵
 غلام حسن، مولوی: ۱۰۱
 غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر: ۲۶، ۳۶، ۵۱، ۱۵۰، ۲۱۶،
 ۲۲۹، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۷۹، ۲۸۶،
 ۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۵
 غلام حسین صالحی، علما: ۱۰۱
 غلام دستگیر رشید: ۱۹، ۲۸۷، ۳۳۳
 غلام رسول: ۲۶۳، ۲۶۸
 غلام محی الدین: ۱۷۱
 غلام مرشد، مولانا: ۳۱۳
 غلام نبی: ۳۵
 غنی کاشمیری: ۸۵
 فاروق ہرن، مس: ۳۵۹، ۳۶۲، ۳۶۴
 فاروق اختر نجیب: ۳۳، ۳۵
 فاروق اعظمؓ: ۳۵
 فاسٹ: ۲۹۱
 فان کریم: ۳۲۵
 فرامرز: ۱۰۰
 فرحت: ۳۵
 فرخ دانیال: ۲۲، ۳۵
 فردوسی: ۲۱۹
 فرصت شیرازی: ۲۱۹
 فروغ احمد [پروفیسر]: ۲۶۰
 فرہاد: ۸۵
 فصیح اللہ کاظمی: ۳۷۴
 فضل حسین: ۱۰۸
 فضل حسین تبسم: ۳۴
 فضل حسین، سر: ۲۶۹
 فضل حق، قاضی: ۲۱۸
 فضل حمید: ۴۰۰
 فغانی، بابا: ۹۹
 فقیر، سید وحید الدین: ۵۳، ۷۶، ۱۷۷، ۳۸۷، ۳۹۶، ۴۲۰
 فقیر محمد چشتی نظامی، حکیم: ۱۰۵، ۱۲۲
 فیروز الدین احمد طغرانی امرتسری، حکیم: ۱۰۸
 فیض، فیض احمد: ۳۹۶
 فیضی رحیم: ۲۶۵، ۲۶۶
 قاتانی: ۲۱۹
 قاسم محمود احمد: ۲۲
 قاسم اعظم، دیکھیے محمد علی جناح

محمد علی خاں میکش، صاحبزادہ میر: ۲۲۲، ۲۲۸
 محمد فرید الحق: ۲۵
 محمد قادری ٹھیکیدار، میاں ملک: ۱۰۸
 محمد کاظم: ۳۳
 محمد کفایت اللہ: ۲۲۳، ۲۲۸
 محمد مجیب: ۱۶۱
 محمد معز الدین: ۳۳، ۱۷۸
 محمد مسعود شاہ خاں: ۲۹۷
 محمد منور شاہ خاں: ۲۹۷
 محمد منور، پروفیسر: ۹۷، ۹۹، ۱۰۰، ۲۳۱
 محمد نعمان: ۲۶۰
 محمد یعقوب: ۳۱۵
 محمد یعقوب، میاں: ۳۵
 محمد یونس حسرت، پروفیسر: ۸۳
 محمود احمد غازی: ۳۹۹
 محمود اللہ صدیقی: ۱۳۸، ۱۷۰، ۱۷۴، ۱۸۲
 محمود شیرانی: ۲۳۷، ۲۵۴
 محمود غزنوی: ۲۲۲، ۲۲۸
 محمود نظامی: ۳۸۷، ۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۹
 محمود طرزی: ۳۱۸
 محی الدین قادری زور، ڈاکٹر: ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۵
 مختار احمد، شیخ: ۱۸
 مختار بیگم: ۱۰۳
 مختار مسعود: ۷، ۲۲۸، ۲۳۹، ۲۹۹
 مرتضیٰ احمد خاں میکش: ۲۵۴
 مرغوب رقم، منشی فضل الہی: ۱۰۵
 مسیح بے صلیب: ۸۵، دیکھیے: کارل مارکس اور کلیم بے خلی
 مسعود الحسن کھوکھر: ۳۳

مسوینی: ۳۹۷، ۳۹۸
 مسیلہ کذاب: ۳۵۶
 مشتاق: ۵۲
 مشفق خواجہ: ۳۳، ۱۲۶، ۲۲۲، ۲۸۱، ۲۹۷، ۳۲۵
 مصطفیٰ المرغی، علامہ [شیخ ازہر]: ۲۵۷، ۲۶۰، ۲۶۸
 معتد: ۶۳
 معری، ابوالعلا: ۶۱، ۷۷
 معین الدین جمیل، ڈاکٹر: ۱۰۸
 معین الدین عقیل: دیکھیے عقیل
 معین الرحمن، ڈاکٹر سید: ۳۳
 معینی: دیکھیے عبدالواحد معینی
 معنی تقسم: ۵۳
 ملفورڈ: ۳۲۰
 ممتاز حسن: ۲۱۹، ۲۳۶، ۲۴۷، ۲۵۵، ۲۷۶، ۲۹۳
 ۲۹۹، ۳۰۷، ۳۹۸، ۴۰۰، ۴۰۲
 ممتاز حسین: ۴۰۲
 ممنون حسن خاں: ۲۶، ۲۱۹، ۲۷۲
 منثو، لازوڈ: ۳۱۹
 منصور حلاج: ۳۷۴
 منیر شیخ: ۳۰۷
 منیرہ: ۳۳۷، ۴۰۰
 موسیٰ، حضرت: ۶۶، ۷۶، ۸۳، ۱۱۸، ۱۳۲، ۱۴۰
 ۱۴۳، ۱۹۲، ۲۱۰
 مولانا بخش کشتہ: ۱۰۸
 موفش، ڈاکٹر: ۳۰۷
 مہر، غلام رسول: ۲۹، ۳۰، ۵۰، ۷۲، ۷۴، ۸۰، ۱۰۹
 ۱۱۳-۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۷-۱۱۸، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۴۱
 ۱۴۵، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۶، ۲۱۵، ۲۳۹، ۲۵۲
 ۲۵۶-۲۵۷، ۳۸۵، ۴۰۳-۴۰۶، ۴۲۱

مسعود الحسن کھوکھر: ۳۳

نقیس الدین احمد، خان: ۲۴۰-۲۴۲
 نقیس رقم، سید: ۳۵
 نقاد حیدر آبادی، پروفیسر: ۲۹۶
 نکلسن، پروفیسر: ۳۲۶، ۳۳۳، ۳۶۹
 نکولاس پی انقیدز: دیکھیے انقیدز
 نہرو، پنڈت: ۳۵۸، ۴۰۰
 نواب صاحب بھوپال: ۶۸، ۶۹، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۵۱، ۲۷۲
 نور الہی، خواجہ: ۲۹۳
 نور محمد، شیخ: ۱۸، ۳۸، ۳۹، ۱۰۲، ۱۲۹، ۱۵۲
 نیاز احمد، شیخ: ۳۳، ۶۲، ۷۲-۷۴
 نیاز الدین خاں، خان: ۱۰۸، ۱۶۴، ۲۱۴، ۲۳۴، ۲۴۰، ۲۴۲، ۳۷۴، ۳۱۱، ۲۵۱، ۲۳۲
 نیاز محمد خاں: ۴۰۲
 نیٹھے: ۶۳، ۸۴، ۱۵۸، ۲۱۱، ۳۱۷، مزید دیکھیے نیچا
 نیچا: ۲۱۱، مزید دیکھیے نیٹھے
 واجد علی، میر: ۱۷۵
 واحد، ایس اے: دیکھیے عبدالواحد، سید
 واگر: ۲۹۱
 واقع ترائی، مرزا ہادی علی بیگ: ۷۲، ۸۰، ۱۹۸، ۲۰۵
 وحید احمد [مدیر تقیب]: ۱۰۲، ۲۳۰، ۲۵۱-۲۵۳
 ۴۷۸، ۴۷۱
 وحید الدین، سید: ۳۸۷
 وحید عشرت، ڈاکٹر: ۲۶
 وحید قریشی، ڈاکٹر: ۳۳، ۳۵، ۴۴، ۴۹، ۱۷۵، ۲۸۱
 ۲۹۱، ۲۹۲، ۳۷۸
 ورڈز ور تھ: ۴۷، ۴۸
 وزیر آغا: ۴۸
 وزیر الحسن عابدی، سید: ۹۸
 وصل بلگرامی: ۲۵۰، ۲۵۳

میر حسن، علامہ سید: ۳۹، ۴۰، ۵۷، ۹۱، ۹۳، ۹۸، ۳۹۷
 میر حسینی: ۴۱۹
 میکش اکبر آبادی: ۲۲۸
 میک گلرٹ: ۲۷۱، ۳۰۳، ۳۵۹، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۴
 میکڈونلڈ: ۳۲۵
 میلکم ڈارلنگ، سر: دیکھیے ڈارلنگ
 نادرا کوروی: ۴۶
 ناز، ایس ایم: ۳۹۹
 ناصر خسرو: ۴۱۹
 ناظم حسین لکھنوی: ۴۴
 نثار احمد فاروقی: ۲۸۱
 نجم الغنی رام پوری: ۲۲۸
 نذیر احمد: ۲۹۳
 نذیر احمد دہلوی، ڈی ڈی: ۴۷، ۴۷، ۴۱۵
 نذیر نیازی، سید: ۳۳، ۳۹، ۵۹، ۶۰، ۶۲، ۶۱، ۱۶۶، ۱۷۰، ۱۷۶، ۱۷۷
 ۲۴۳-۲۴۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۰، ۳۲۹، ۳۸۴، ۳۸۵
 ۳۸۵، ۳۸۸، ۴۱۲
 نصیر الدین، بابا: ۳۸، ۲۵۹
 نصیر الدین: ۲۵۹
 نصیر الدین ہاشمی: ۲۷۸
 نصیر، میرزا: ۴۱۹
 نظام الدین اولیا: ۳۸
 نظام الدین، خلیفہ: ۴۴
 نظام الدین، میاں: ۴۷، ۵۳، ۱۵۲، ۱۶۴
 نظامی: ۹۱، ۴۱۹
 نظیر اکبر آبادی: ۴۱۳، ۴۱۶
 نظیری: ۹۹، ۱۱۴

کتاب

- آثار اقبال: ۹۳، ۹۵، ۳۰۴، ۳۵۱،
 آئینہ عجم: ۴۰۹، ۴۱۷-۴۱۹، ۴۲۸،
 احوال و آثار اقبال، دوم: ۲۹۲
 ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ: ۳۸
 اردو آپ بیتیوں میں ذکر اقبال: ۴۰۳
 اردو املا: ۸۱، ۲۰۶
 اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۴۷، ۳۲۶
 اردو کورس، آٹھویں جماعت کے لیے: ۴۰۸، ۴۰۹،
 ۴۱۳، ۴۱۶
 اردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے: ۳۳، ۳۱۵-۴۱۷
 اردو کورس، چھٹی جماعت کے لیے: ۴۰۸، ۴۱۲-۴۱۶
 اردو کورس، ساتویں جماعت کے لیے: ۴۰۸، ۴۰۹،
 ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۶
 ارمغانِ حجاز: ۲۵، ۵۱، ۶۸-۷۰، ۷۲-۷۷، ۷۷،
 ۸۰، ۱۸۲-۱۸۳، ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۷، ۲۰۵،
 ۳۹۸، ۴۳۸
 اسرارِ خودی: ۳۳، ۵۰، ۵۳، ۹۰، ۹۲، ۹۵، ۹۶، ۱۰۲-۱۲۲،
 ۱۲۵-۱۵۰، ۲۸۷، ۳۰۲، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۵،
 ۳۳۷، ۳۴۰، ۳۴۲، ۳۴۷، ۳۴۹، ۳۵۰،
 ۳۵۱، ۳۵۵، ۳۷۲، ۳۹۸
 اسرار و رموز: ۱۳، ۳۰، ۳۲، ۹۹، ۱۰۵، ۱۲۰، ۱۲۵-۱۲۸،
 ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۹۲، ۱۹۸، ۲۰۹، ۲۱۰
 اشاریہ مکاتیب اقبال: ۱۹
 اصلاحات اقبال: ۳۳، ۵۵
 اقبال (از عطیہ بیگم): ۲۶۵-۲۶۷، ۳۰۴-۳۰۶
 اقبال (از مولوی احمد دین): ۵۵

- وصی الدین، خواجہ: ۲۳۸
 ولی اللہ ایبٹ آبادی، میر: ۲۲۶
 ولیم جیمز: ۳۲۵
 ولیم کوپر: ۴۷
 ویکے ناسٹ، ایما: ۱۸، ۲۶، ۲۹، ۲۷، ۲۸، ۳۰۵
 ہارون: ۲۱۰
 ہارون الرشید: ۱۳۳
 ہاشمی، ڈاکٹر ایس وائی: ۳۶۵
 ہریش چندر: ۴۱۱
 ہزبینڈ، سرفرانس یگ: ۳۶۲، ۳۵۸
 ہو یو ہم، ڈاکٹر [محمد امان]: ۲۶
 ہول، ڈاکٹر: ۳۱۰
 ہیرن، پروفیسر فرانسس: ۲۶۵
 ہیگ، پروفیسر: ۴۰۸
 ہیگل: ۱۵۴
 یدھشتر: ۴۱۱
 یعقوب، حضرت: ۸۵، مزید دیکھیے پیر کنکال
 یلدرم [سجاد حیدر]: ۲۶۰، ۴۱۳
 یوسف بن تاشفین: ۶۳
 یوسف حسین خاں، ڈاکٹر: ۹۲، ۹۳، ۹۷، ۲۰۰
 یوسف سلیم چشتی: ۳۹۷
 یونس حسرت: دیکھیے محمد یونس حسرت

Azad:372

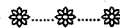
Goethe:373

Hakim Ahmad Shuja:409

Lala Tej Ram:409

Lessing:372

Mohammad Said, M.:409

دیکھیے لطیف احمد شرانی
Shamloo:

- اقبال کی تلاش میں: ۶۲
- اقبال کی شخصیت اور شاعری: ۵۰، ۴۰
- اقبال کی صحبت میں: ۳۶، ۵۳، ۲۱۶، ۲۲۰، ۲۳۳، ۲۳۵
- ۳۱۶، ۳۱۴، ۲۳۷، ۲۳۵
- اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ: ۹۹، ۱۰۰
- اقبال کے آخری دو سال: ۲۶۳، ۲۷۷
- اقبال کے تعلیمی نظریات: ۲۲۸
- اقبال کے چند جواہر ریزے: ۳۸۷، ۳۹۵، ۳۹۶
- اقبال کے حضور: ۱۸۳، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۹
- اقبال کے شعری مآخذ، مثنوی رومی میں: ۹۸
- اقبال کے مدوح علماء: ۴، ۱۰۸، ۲۳۴
- اقبال کے نثری افکار: ۳۳۷، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۵۰
- اقبال کے ہم صغیر: ۲۰، ۳۹۹، ۴۰۰
- اقبال کے ہم نشین: ۲۰، ۲۸، ۳۸۷، ۳۹۹، ۴۰۱
- اقبال نامہ [حسرت]: ۱۸۳، ۳۸۹، ۴۰۳، ۴۰۵
- اقبال نامہ (شیخ عطاء اللہ - ایک جلدی): ۱۷، ۲۲۸
- ۲۳۹-۲۴۱، ۲۷۵، ۳۸۹
- اقبال نامہ، اول: ۲۶، ۵۰، ۵۳، ۶۸، ۹۱، ۹۳، ۹۶، ۹۹، ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۴۹، ۱۷۱، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۵-۲۲۳، ۲۳۳، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۳
- ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۶۰، ۲۶۷، ۲۷۲، ۲۷۴
- ۲۷۷-۲۸۰، ۲۸۸-۲۹۰، ۲۹۷، ۳۱۴-۳۱۶
- ۳۲۰، ۳۲۳، ۳۲۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲
- ۴۰۴-۴۰۶
- اقبال نامہ، دوم: ۶۵، ۹۸، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۷۱، ۱۷۲، ۲۲۶، ۲۳۳-۲۳۶
- ۲۵۴، ۲۶۰، ۲۶۷، ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۸، ۳۰۳
- ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۲۸، ۳۶۴، ۳۸۰، ۴۰۸، ۴۲۸

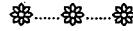
- اقبال اکادمی - کارگزاری اور منصوبے: ۱۷۸
- اقبال اور انجمن حمایت اسلام: ۲۶، ۲۶۰، ۳۱۵
- اقبال اور بھوپال: ۱۷۸، ۲۵۹
- اقبال اور عبدالحق: ۲۳۶، ۲۷۶، ۲۹۳
- اقبال اور فارسی شعرا: ۹۰، ۹۶، ۹۹، ۱۰۳
- اقبال اور فلسفہ تعلیم: ۲۲۸
- اقبال اور مسئلہ تعلیم: ۲۲۸
- اقبال - ایک تحقیقی مطالعہ: ۲۸
- اقبال - ایک مطالعہ: ۱۲۱
- اقبال - بنام شاد: ۲۵، ۲۴۵، ۲۷۸
- اقبال - جاوگرنہندی نژاد: ۴۲
- اقبال - جہان دیگر: ۲۵، ۲۶، ۲۶۲، ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۹
- اقبال - جہان دیگر: تعلیقات و حواشی: ۲۶۲
- اقبال - چند نئے مباحث: ۲۷، ۲۸۲
- اقبال - چودھری محمد حسین کی نظر میں: ۱۷۰
- اقبال - خواتین کی نظر میں: ۲۷۸
- اقبال - درون خانہ: ۳۹، ۲۱۵، ۳۹۱، ۴۰۶، ۴۲۱
- اقبال - درون خانہ [اول]: ۳۰۳، ۴۰۴
- اقبال - سب کے لیے: ۹۰، ۹۹
- اقبال - سید سلیمان ندوی کی نظر میں: ۲۲۹
- اقبال کا ذہنی ارتقا: ۱۵۰
- اقبال کا سیاسی سفر: ۳۸۱
- اقبال کا فکر و فن: ۲۲۸، ۳۸۵
- اقبال کا فلسفہ تعلیم: ۲۲۸
- اقبال کا مل: ۳۹۶
- اقبال کی اردو نثر (زیب النساء): ۲۶، ۲۸، ۲۸۲، ۲۸۷
- ۳۳۳، ۳۳۸
- اقبال کی اردو نثر (عبادت بریلوی): ۲۸۷، ۳۳۳، ۳۳۸

رومی عصر: ۱۰۱
 رویداد ستر ہواں سالانہ جلسہ انجمن حمایت اسلام: ۲۷
 زیورِ عجم: ۵۰، ۵۹، ۹۰، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰، ۱۲۲، ۱۶۳، ۱۷۲، ۱۷۷، ۱۸۴، ۱۸۷، ۱۹۰، ۱۹۵، ۲۰۲، ۲۰۹
 زیورِ جدید: ۱۶۴، ۲۵۱
 زندہ رود: ۳۸، ۴۲، ۴۳، ۴۶، ۴۹، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۱۲
 سرگذشتِ اقبال: ۴۵، ۱۰۳، ۱۵۰، ۲۹۳
 سرودِ رفتہ: ۳۳، ۳۳، ۴۱، ۹۲، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۵
 ۱۱۷، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۵۳
 ۲۵۳، ۳۹۸، ۴۱۳
 سکندر نامہ نظامی: ۴۰، ۹۱
 سوانح علامہ عبدالکحیم سیال کوٹی: ۳۴۰
 سید سلیمان ندوی اقبال کی نظر میں: ۲۷۵
 سیرِ افغانستان: ۶۱، ۱۷۶
 سیرتِ اقبال: ۲۹۳
 شادِ اقبال: ۲۵، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۵۰، ۲۲۱، ۲۲۵
 ۲۳۳، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۹۷، ۳۱۱، ۳۳۷
 شذراتِ فکرِ اقبال: ۳۷۲
 شرح آئینہ عجم: ۴۱۸
 ضربِ کلیم: ۷۷، ۲۵، ۵۱، ۶۵، ۶۹، ۷۲، ۷۳، ۷۶
 ۷۸، ۱۸۴
 طالبی: ۴۱۷
 علامہ اقبال ایپول کی نظر میں: ۳۸۵، ۴۰۰
 علامہ اقبال اور چودھری محمد حسین (روایط): ۲۶۳، ۲۰۶
 علامہ اقبال کی فارسی غزل: ۹۷، ۹۹، ۱۰۰
 علامہ اقبال کی نصابی کتب: ایک تجزیہ: ۲۸
 علامہ اقبال کے ۱۰۱ شاہکارِ خطوط: ۲۷۵
 علم الاقتصاد: ۱۹، ۲۸۴، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۱، ۳۰۳

حریتِ اسلام: ۳۳۰
 حیاتِ اقبال کا ایک جذباتی دور: ۲۸۶، ۳۳۰
 حیاتِ اقبال کی گم شدہ کڑیاں: ۱۲۱
 حیاتِ اقبال کے چند نئی گوشے: ۳۸۱
 خطوطِ اقبال: ۲۶، ۵۵، ۶۵، ۹۱، ۱۰۸، ۱۷۸، ۲۱۶، ۲۲۸، ۲۳۷، ۲۵۷، ۲۶۰، ۲۶۹، ۲۷۱
 ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۷، ۳۰۳
 ۳۲۱، ۳۳۷، ۳۶۸، ۳۷۴
 خطوطِ اقبال بنام بیگم گرامی: ۷۹، ۱۵۳، ۲۵۷
 ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۷۶
 خلافتِ اسلامیہ: ۳۳۸
 خوں بہا: ۴۰، ۴۳، ۴۵
 داناے راز: ۳۹
 دیوانِ حافظ: ۴۰، ۹۱، ۹۷
 دیوانِ غالب: ۵۷
 دیوانِ گرامی: ۱۵۳
 ذکرِ اقبال: ۴۱، ۴۶، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۵۰، ۱۵۲، ۲۹۳، ۳۹۸
 رازِ بے خودی: ۱۰۸
 رسالہ علم انتظامِ بدن: ۲۹۷
 رموزِ بے خودی: ۳۳، ۵۰، ۵۳، ۹۰، ۱۲۰، ۱۲۸
 ۲۸۷، ۳۳۲، ۳۳۵، ۳۴۰، ۳۴۷، ۳۵۱
 ۳۹۷، ۴۲۱
 روایاتِ اقبال: ۳۹، ۴۰، ۴۳، ۹۱
 روحِ مکاتیبِ اقبال: ۲۵۴، ۲۷۳
 روزگارِ فقیر [اول]: ۳۷۸، ۳۹۳، ۳۹۶، ۳۹۸
 روزگارِ فقیر [دوم]: ۳۹، ۵۲، ۵۵، ۱۰۸، ۱۰۹، ۳۳۷
 ۳۸۷، ۳۹۳، ۳۹۸، ۴۲۰

اُردو ڈائجسٹ: ۱۹۸، ۲۰۷
 افکار: ۳۰۷
 اقبال: ۴۲-۴۵، ۲۱۵، ۲۹۳، ۴۰۴
 اقبال ریویو، لاہور: ۳۵، ۴۹، ۷۰، ۷۶، ۱۷۶، ۱۸۲، ۲۳۰،
 ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۶۰، ۲۷۴، ۲۷۸، ۲۹۶، ۲۹۸
 ۲۹۹
 اقبال ریویو (حیدرآباد): ۱۷، ۱۹، ۳۵، ۲۷۶
 اقبالیات: ۱۹
 البلاغ: ۲۶۸
 التبریر: ۳۹
 الفضل: ۳۸۱
 امروز: ۲۳۴، ۲۳۶-۲۳۴، ۹۱
 انقلاب: ۱۶۳، ۲۵۳، ۲۵۴-۲۵۲، ۳۸۰، ۳۸۱
 اورینٹل کالج میگزین: ۲۳۵
 برہان: ۲۷۸
 بیسی کرانیکل: ۳۶۱
 تجرہ فولاد: ۴۸
 پیسہ اخبار: ۲۹۷
 توحید: ۱۰۴
 جنگ: ۷۹، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۵۳، ۲۷۹
 ۳۰۳-۳۰۵، ۳۹۳
 چراغِ راہ: ۲۵۳
 خدا بخش لائبریری جرنل، پٹنہ: ۲۳۵
 خدنگ نظر: ۴۲
 دکن ریویو: ۲۹۶
 راوی: ۴۴
 زبان: ۴۱
 زمانہ: ۳۳۶

My Reminiscences: 263
 Persian Psalms: 100
 Political Economy (Fawcett): 291
 Political Economy (Walker): 291
 Principles of Economics: 325
 Quaid-e-Azam as Seen by His
 Contemporaries: 263, 264
 Reconstruction: 27, 33, 34, 98, 286, 288,
 314, 317, 320-325, 338
 Speeches (شروانی): 303, 331, 334, 355-358,
 360-363, 365, 366, 369, 370, 378
 Speeches (طارق): 360, 366, 367, 369, 370
 Speeches (شروانی، اوّل): 355-358, 367
 Speeches (شروانی، دوم): 359, 360, 363, 364, 366
 Songs of Modern David: 164, 251
 Stray Reflections: 19, 48, 97, 288, 364,
 370-374, 380
 Thoughts (واحد): 338, 360, 362-366, 369,
 370, 373
 Tributes to Iqbal: 121



رسائل و اخبارات

آزاد کشمیر: ۲۳۹، ۲۵۳

آفاق: ۲۳۳

آئینہ: ۳۸

احساس: ۳۰۷

احسان: ۲۵۴، ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۵۸

ادبی دنیا: ۴۹

اُردو: ۸۱، ۲۹۷، ۳۲۵

نقوش: ۲۳، ۴۵، ۵۱، ۹۳، ۹۴، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۱،
 ۲۵۲، ۲۵۳-۲۵۵، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰،
 ۲۷۸، ۲۸۱، ۲۹۶، ۳۱۴، ۳۳۵، ۳۳۶،
 ۳۸۱، ۳۸۶، ۳۸۷، ۴۰۵، ۴۰۸، ۴۱۷

نقیب: ۲۳۰، ۲۵۱، ۲۵۲

نوادیر: ۱۸

نوائے وقت: ۲۳۴

نوید صبح: ۲۲۰

نیرنگ خیال: ۲۶۲

نیرنگستان: ۲۳۰

وطن: ۲۰۸، ۳۴۰

وکیل: ۳۳۱، ۳۳۹

Civil and Military Gazette:364

East and West:121

Indian Antiquary:331

Iqbal Review:375

Islam:334

Islamic Education:234, 367

Journal of Research: 46, 286, 287, 291, 295

Light:367

Muslim Outlook:338

New Era:334, 339, 371, 372

Oriental College Magazine:218

The Hindustan Review:338, 388

The Muslim Revival:359, 361

The Orient:373

The Pakistan Times:269

The Sociological Review:32, 338



تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ

زمیندار: ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۸۰، ۲۸۱

ستارہ صبح: ۳۳۴-۳۳۶، ۳۳۹

ستائیسمین: ۳۵۸

سوراجیہ: ۳۵۵

سول اینڈ ملٹری گزٹ: ۳۵۷، ۳۵۸

سیارہ: ۲۴، ۲۷، ۲۹، ۷۰، ۲۳۳

شباب اردو: ۲۵

شور و محشر: ۲۵

صحیفہ: ۲۵، ۳۸، ۵۲، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۲۰، ۱۲۱

۱۶۱، ۲۲۳، ۲۳۲، ۲۶۹، ۳۸۰، ۴۰۴، ۴۱۸

قاران: ۲۲۵

قنون: ۲۳۳، ۲۶۷، ۳۶۵

قومی ڈائجسٹ: ۳۷۹

قومی زبان: ۲۳۱، ۲۶۴

کردار نو: ۲۳۸

کشمیری گزٹ: ۳۴۰

کشمیری میگزین: ۲۵۰، ۲۵۲

لائٹ: ۳۵۷

ماہ نو: ۲۸، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۴۵۳

مجاہد تحقیق: ۲۱۶، ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۸۰

مخزن: ۲۶-۲۸، ۵۲، ۸۵، ۹۲، ۲۵۲، ۲۸۲، ۲۹۵

۲۹۶، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۵

۳۳۹، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۵۱، ۴۰۹

مرقع: ۲۵۰

معارف: ۳۹۵

مغربی پاکستان: ۳۸۰

مناوی: ۱۰۴

میزان: ۳۶۹

پاکستان: ۱۷، ۲۲، ۲۵، ۸۷، ۲۰۶، ۲۶۲، ۳۲۳،
۳۷۵، ۳۶۸
پنجاب: ۳۸، ۴۷، ۱۱۶، ۱۱۷، ۳۳۵، ۴۱۲
پیرزئی: ۲۰، ۲۲۴
پیرس: ۸۴، ۲۵۰
تبریز: ۲۰۹
تہران: ۲۰۶
تھڑیاں بھائیڑیاں: ۲۵
جالندر: ۲۲۰
جاوید منزل: ۳۷۸، ۳۸۶، ۳۸۸، ۴۰۳
جدہ: ۸۴
جرمنی: ۱۸، ۳۹، ۸۴، ۱۵۲، ۱۵۴، ۳۰۴، ۳۰۷
جنوبی ہند: ۳۵۲
جنیوا: ۶۶، ۷۶، ۷۸، ۱۹۱
جہاں آباد: ۸۳
جہلم: ۱۰۸
جیچوں: ۸۴
چوک متی لاہور: ۱۳۲
چین: ۸۳
حجاز: ۸۵، ۹۹
حیدر آباد دکن: ۱۷، ۱۹، ۵۳، ۵۵، ۲۷۶، ۲۹۷
۳۱۵، ۳۶۸، ۴۰۱
خیبر: ۸۳
دہلی: ۱۶، ۲۳، ۴۱، ۴۳، ۵۵، ۸۲، ۸۴، ۱۰۸، ۱۶۱
۲۱۸، ۲۶۰، ۲۶۱، ۳۳۲، ۳۴۲
دہلی دروازہ: ۲۵۲
دینیوب: ۶۲، ۸۴
راول پنڈی: ۴۷
راوی: ۸۴

اماکن

آوان شریف: ۳۸
انک: ۲۰، ۲۲۴
اٹلی: ۳۵۲، ۳۹۷
اسرائیل: ۸۳
اشبیلیہ: ۶۳
افغانستان: ۱۷۶
الہ آباد: ۲۶۲، ۳۳۹، ۳۵۷، ۴۰۲، ۴۰۸
امر تسر: ۱۰۸، ۴۲۰
انارکلی: ۴۹
اندور: ۲۷۴
انگلستان: ۹۰، ۹۲، ۹۴، ۹۹، ۲۸۹، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۲۰
۳۸۰، ۳۵۲
ایران: ۱۷، ۲۵، ۱۰۰، ۲۰۶، ۲۰۸، ۳۱۱، ۴۱۸
بازار حکیمان: ۴۳، ۴۵
بدایوں: ۲۵۱
برلن: ۵۷، ۱۵۲، ۳۰۵
بستی دانش منداں: ۲۴۰
بستی: ۲۳۷، ۲۶۵، ۳۳۱
بنگلور: ۳۱۵
بنگلہ دیش: ۲۵، ۲۰۶
بہار: ۲۸۱
بون: ۳۰۶، ۳۰۷
بہاول پور: ۲۲۴
بھائی دروازہ: ۴۹
بھارت: ۱۷، ۲۵، ۳۵، ۸۰، ۸۷، ۲۰۶، ۲۶۲
۳۷۵، ۳۲۳
بھوپال: ۱۷، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۵۱، ۲۷۴، ۲۷۵

گجرات: ۳۸	ریاض منزل: ۸۴
گنگا: ۸۴	روم: ۸۵
لاہور: ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۲۹، ۳۲، ۳۸-۴۲، ۴۵، ۴۹	ژوب: ۴۰۴
۵۵، ۶۰، ۷۹، ۹۴، ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳	سرنگاپٹم: ۳۲۱
۱۵۰، ۱۶۱، ۱۷۵، ۱۷۸، ۲۱۳، ۲۱۸، ۲۲۱	سلطنت عثمانیہ: ۱۰۲
۲۳۲، ۲۳۷، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۶	سخر پور: ۲۲۳، ۲۲۸
۲۶۵-۲۶۷، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۸۱	سیال کوٹ: ۴۳، ۱۰۱، ۲۱۳، ۲۳۷
۲۹۶، ۳۰۲، ۳۰۷، ۳۱۴، ۳۲۳، ۳۳۰، ۳۵۵	شالامار: ۸۴
۳۵۷، ۳۶۰، ۳۸۸، ۳۹۰	شام: ۸۵
لائسٹن: ۳۰۶	شمسہ نوبہار: ۱۵۱
لدھیانہ: ۲۵۶، ۳۱۴	شیراز: ۱۱۵
لکھنؤ: ۴۴، ۱۰۳، ۳۳۴	شیر منزل: ۳۰۵
لقی لاج: ۴۵، ۴۹	شیش محل: ۸۴
لندن: ۳۲، ۴۵، ۳۰۳-۳۰۶، ۳۱۲، ۳۱۹، ۳۲۰	طائف: ۱۳۳، ۱۹۰
۳۳۸، ۳۵۶، ۳۵۹	علی گڑھ: ۳۲، ۳۳، ۸۰، ۸۱، ۲۳۹، ۲۴۲، ۳۱۶، ۳۱۷
مالیر کوٹلہ: ۴۲۴	۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۲، ۳۶۶-۳۶۷، ۳۷۰، ۴۰۸
مدراں: ۳۱۵، ۳۱۶، ۴۱۲	غازی پور، یوپی: ۴۰۲
مدینہ: ۸۴	غزنی: ۲۲۳
مرندین: ۱۰۰	فرات: ۸۴
موچی گیٹ لاہور: ۳۸۵	فلسطین: ۳۶۴
میرٹھ: ۱۰۴	فیصل آباد: ۲۶۰
میسور: ۳۱۵	قرطبہ: ۶۲، ۸۲، ۸۲، ۳۹۷، ۴۰۴
میکلوڈ روڈ: ۴۰۲	کابل: ۲۳۷
ناروے: ۱۶۱	کراچی: ۲۵، ۱۰۸، ۲۲۵، ۲۳۱، ۲۴۷، ۲۶۵
نیو مسلم ٹاؤن: ۲۸۱	کشمیر: ۳۸
ولایت [یورپ]: ۵۳	کواڈرینگل ہوشل: ۴۲
ہالینڈ: ۳۰۶	کوفہ: ۸۴
ہائٹل برگ: ۴۹، ۳۰۵، ۳۳۷	کیمبرج: ۴۹، ۲۶۵، ۲۸۹، ۳۰۳، ۳۱۷، ۳۳۷، ۳۴۰

۳۷۵، ۳۷۴، ۳۷۰، ۳۶۴، ۳۰۷، ۲۵۵

اقوام متحدہ: ۲۱۱

انجمن ادبی کاٹل: ۳۳۸، ۳۳۰، ۳۳۵

انجمن ترقی اردو لاہور: ۸۱

انجمن ترقی اردو ہندو دہلی: ۳۵۲، ۳۳۶، ۲۲۸

انجمن حمایت اسلام لاہور: ۳۵-۳۹، ۵۱، ۵۲، ۵۱، ۱۲۱

۳۳۰، ۳۱۵، ۲۸۵

انجمن خدام الدین: ۲۳۴

انجمن کشمیری مسلمانان: ۴۹

انجمن اتحاد: ۴۴، ۴۳

انجمن پنجاب: ۴۸، ۴۳

اورینٹل کالج لاہور: ۳۰، ۳۵، ۳۵، ۱۰۱، ۲۹۱، ۲۹۲

۴۱۷، ۴۰۸، ۲۹۵

اوکسفرڈ یونیورسٹی: ۳۲۰

اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس: ۳۲۰

برل، ای بی جے: ۳۰۶، ۳۰۷

برہنغم یونیورسٹی لاہور: ۳۰۶

بزم اقبال لاہور: ۲۲۵، ۲۴۰، ۳۱۲، ۳۸۱

ٹامس کک [ٹریول ایجنٹ]: ۲۵۹

ٹرنٹی کالج کیمبرج: ۲۵۰، ۳۰۳، ۳۰۴

ٹرنٹی کالج لاہور: ۳۱۷

پشاور یونیورسٹی لاہور: ۳۳، ۲۲۶

پنجاب یونیورسٹی لاہور: ۲۷، ۳۱، ۳۶، ۲۸۲، ۲۹۱

۴۱۷، ۴۰۸، ۳۲۶، ۳۰۷

پنجاب یونیورسٹی لاہور: ۳۳، ۳۰۷

پیرس اکیڈمی: ۳۲۶

تاج کمپنی لاہور: ۶۰، ۶۲

جامعہ ازہر [مصر]: ۲۵۷

جامعہ علیہ اسلامیہ دہلی: ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۲۲۵

ہریانہ: ۲۸۱

ہسپانیہ: ۶۳، ۷۳، ۷۴، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۴

ہندستان: ۲۹۶، ۳۲۰، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۲

ہوشیار پور: ۹۳

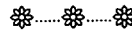
یورپ: ۲۸، ۴۹، ۸۲، ۹۳، ۱۰۱، ۲۲۸، ۲۵۰، ۲۸۵

۲۸۹، ۳۰۵، ۳۲۳، ۳۵۳، ۳۸۵، ۴۰۸

Delhi: 409

Hotel Luletia: 250

Queen Ann's Mansion: 250



ادارے

آل انڈیا مسلم لیگ: ۳۳۴

آئینہ ادب لاہور: ۲۶۶، ۳۰۲

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور: ۱۸

اردو بزم مشاعرہ: ۴۳، ۴۴

ارسطو طالبین سوسائٹی: ۳۲۰

اسلامی یونیورسٹی: ۳۳۷، ۳۳۹

اسلامیہ کالج لاہور: ۴۷، ۹۲، ۴۰۲، ۴۰۸

اقبال اکیڈمی [راغب احسن کا مجوزہ ادارہ]: ۲۶۲

اقبال اکادمی پاکستان کراچی: ۷۸، ۷۹، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۴۷

۲۹۹، ۲۵۵

اقبال اکادمی پاکستان لاہور: ۱۵، ۱۶، ۱۹، ۲۲، ۲۴

۲۶، ۳۵، ۷۷، ۸۷، ۱۷۵، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۴۶، ۲۴۷

۲۵۶، ۲۸۱، ۲۸۲، ۳۰۲، ۳۰۷، ۳۶۹، ۳۷۳

۳۷۵، ۳۸۱، ۴۲۴

اقبال اکادمی [لاہور] لاہور: ۳۳

اقبال میوزیم لاہور: ۱۹، ۲۷، ۳۳، ۶۰، ۱۰۴، ۱۰۵

۱۲۱، ۱۴۹، ۱۵۰، ۲۰۱، ۲۳۰، ۲۳۹، ۲۵۴

ڈاکٹر ابن فرید:

تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ ایک اہم اور ناقابل فراموش کتاب ہے۔ اقبالیات میں اس کی حیثیت حوالہ جاتی کتاب کی ہے۔ اس سے استفادہ کیے بغیر اقبال کی نثر و نظم کے صحیح متن کا مطالعہ ممکن نہ ہوگا۔ میں ڈاکٹر ہاشمی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اقبال پر بہت بڑا کام کر دکھایا ہے اور وہ بھی پی ایچ ڈی کے مقالے کی شکل میں۔

(الفاظ علی گڑھ، ستمبر، اکتوبر، ۱۹۸۳ء)

”میں پورے اعتماد کے ساتھ کہنے کے موقف میں ہوں کہ یہ اقبال پر بہت بڑا کام ہے اور جب تک اقبالیات پر کام ہوتا رہے گا، آپ کا نام زندہ رہے گا۔“

(بنام رفیع الدین ہاشمی ۲۶ جنوری ۱۹۸۳ء، مکتوبات ص ۵۳)

ریاض احمد:

اپنی نوعیت کی اُردو میں یہ ایک منفرد کتاب ہے جس کو بقائے دوام نصیب ہوگا، خصوصاً ان معنوں میں کہ اگر آئندہ کسی کو کلام اقبال کا کوئی مستند ایڈیشن پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو وہ کسی عالم کے زیر بار ہونے سے مستغنی ہو جائے گا۔ صرف ایک اس کتاب کو پیش نظر رکھ کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

(باز یافت لاہور، جنوری ۲۰۰۳ء، ص ۲۲۱)

ڈاکٹر انور سدید:

یہ کتاب اقبالیات پر کام کرنے کے لیے ایک اساسی دستاویز ہے۔ اس کی دریافتیں ڈاکٹر ہاشمی کی اقبال دوستی کا بہترین ثمر ہیں اور اب اس کتاب کی معاونت سے اقبال کے ذخیرہ نظم و نثر کو صحت کے ساتھ مرتب کرنا آسان ہو گیا ہے۔

(اوراق لاہور، مئی جون ۱۹۸۳ء)

اقبالیات پر مصنف کی تصانیف و تالیفات

- اقبال کی طویل نظمیں (تنقید و تجزیہ)
لاہور: ۳۔۱۹۷۷ء۔ ۱۹۸۱ء۔ ۱۹۸۵ء
- کتب اقبالیات (مختصر کتابیات)
۱۹۹۳ء۔ ۱۹۹۸ء۔ ۲۰۰۲ء۔ ۲۰۰۹ء
- خطوط اقبال (تحقیق و تدوین)
لاہور: ۶۔۱۹۷۷ء۔ دہلی: ۷۔۱۹۷۷ء
- اقبال بحیثیت شاعر (انتخاب و تدوین)
لاہور: ۷۔۱۹۷۷ء۔ ۲۰۰۷ء
- کتابیات اقبال (مفصل کتابیات)
لاہور: ۶۔۱۹۸۲ء۔ ۲۰۰۱ء۔ ۲۰۱۱ء
- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ (تحقیق)
لاہور: ۶۔۱۹۸۶ء
- ۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب (تعارف و تجزیہ)
لاہور: ۱۹۸۸ء
- ۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب (تعارف و تجزیہ)
لاہور: ۱۹۸۹ء
- اقبال شناسی اور جرنل ریسرچ (انتخاب مضامین)
لاہور: ۱۹۸۹ء
- اقبال شناسی اور محور (انتخاب مضامین)
لاہور: ۱۹۹۰ء
- اقبالیاتی جائزے (تحقیقی و تنقیدی مضامین)
اسلام آباد: ۱۹۹۳ء
- علامہ اقبال (منتخب کتابیات)
لاہور: ۱۹۹۲ء
- اقبالیات کے تین سال ۱۹۸۷ء تا ۱۹۸۹ء (تعارف و تجزیہ)
لاہور: ۱۹۹۳ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء
- علامہ اقبال اور میر حجازی (تجزیہ و تنقید)
اسلام آباد: ۱۹۹۳ء
- اقبال بچوں اور نوجوانوں کے لیے (شریک مصنف)
لاہور: ۱۹۹۶ء
- تحقیق اقبالیات کے مآخذ (تحقیق)
اسلام آباد: ۲۰۰۳ء، ۲۰۰۷ء، ۲۰۱۲ء
- اقبالیات کے سوسال (منتخب مضامین) شریک مؤلف
لاہور: ۲۰۰۵ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۶ء
- اقبالیات: تقسیم و تجزیہ (تحقیق و تنقید)
اسلام آباد: ۲۰۰۸ء۔ لاہور: ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۶ء
- علامہ اقبال: شخصیت اور فکر و فن
لاہور: ۲۰۰۹ء
- پاکستان میں اقبالیاتی ادب (۱۹۳۷ء-۲۰۰۸ء)
- علامہ اقبال: مسائل و مباحث (ڈاکٹر سید عبداللہ) تدوین
لاہور: ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۷ء
- اقبالیاتی ادب حالیہ پیش رفت
سری نگر: ۲۰۱۳ء
- علامہ محمد اقبال، بحسن زبان و ادب اردو
اسلام آباد: ۲۰۱۷ء

دیگر موضوعات پر مصنف کی تصانیف و تالیفات

- چاند کا سلام (اسعد گیلانی کے منتخب مضامین) شریک مرتب سرگودھا: ۱۹۶۸ء
- شرح مرقع ادب (نصابی) لاہور: ۱۹۷۴ء
- تفہیم اردو (قواعد و انشا) شریک مؤلف لاہور: ۱۹۷۴ء
- سُور اور ”فسانہ عجائب“ لاہور: ۱۹۷۵ء-۱۹۷۹ء-۱۹۸۳ء-۱۹۹۱ء
- اصناف ادب لاہور: ۱۹۷۶ء-۱۹۷۹ء-۱۹۸۳ء
- خطوطِ مودودی، اوّل (تدوین و حواشی) شریک مؤلف لاہور: ۱۹۸۳ء-۲۰۱۱ء
- خطوطِ مودودی، دوم (تدوین و حواشی) شریک مؤلف لاہور: ۱۹۹۵ء
- اورینٹل کالج کے موجودہ اساتذہ، کوائف اور علمی خدمات لاہور: ۱۹۹۷ء
- ارمغانِ علمی یہ خدمت ڈاکٹر وحید قریشی (تدوین) شریک مؤلف لاہور: ۱۹۹۸ء
- خطباتِ رسولؐ (انتخاب و ترتیب) لاہور: ۱۹۹۹ء
- تصانیفِ مودودی (ایک اشاعتی اور کتابیاتی مطالعہ) لاہور: ۱۹۹۹ء
- مضامینِ فرحت اللہ بیگ (انتخاب، تدوین، مقدمہ) لاہور: ۱۹۹۹ء
- پوشیدہ تری خاک میں..... (سفرنامہ اُنڈلس) لاہور: ۲۰۰۲ء، ۲۰۱۲ء
- ارمغانِ شیرانی (تدوین) شریک مؤلف لاہور: ۲۰۰۳ء
- ابوالاعلیٰ مودودی علمی و فکری مطالعہ (شریک مؤلف) لاہور: ۲۰۰۶ء
- سورج کو ذرا دیکھ (سفرنامہ جاپان) لاہور: ۲۰۰۷ء
- جامعات میں اُردو تحقیق اسلام آباد: ۲۰۰۸ء
- مکاتیبِ مشفقِ خواجہ لاہور: ۲۰۰۸ء
- صحتِ اِسلام کے اصول لاہور: ۱۹۹۹ء-کراچی: ۲۰۰۶ء
- ارمغانِ افتخار احمد صدیقی (شریک مؤلف) لاہور: ۲۰۱۰ء
- یادنامہ لالہ سحرانی لاہور: ۲۰۱۱ء
- سیرتِ سرورِ عالم ﷺ جلد سوم (سید ابوالاعلیٰ مودودی) شریک مرتب لاہور: ۲۰۱۲ء
- تذکرہ لالہ سحرانی (شریک مرتب) لاہور: ۲۰۱۶ء